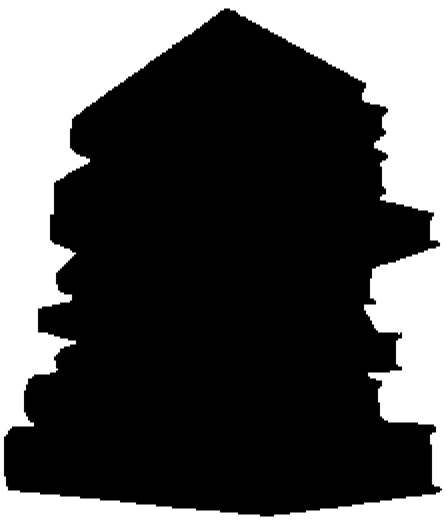
نگارستان کشمیر

قاضی ظہور الحسن ناظمؒ





نگارستان کشمیر

مصنف

قاضی ظہور الحسن ناظم

ناشر

گلشن پبلشرز

فیرڈیل مارکیٹ ریذیڈنسی روڈ سرینگر

email. gulshanpub@rediffmail.com

نام کتاب ---- ---------------------- نگارستان کشمیر

مصنف ----- ---------------------- قاضی ظہور الحسن

تعداد-------- ---------------------- ۳۰۰ سو

سن اشاعت -- ---------------------- ۲۰۰۲ء

زیر اہتمام ---- ---------------------- شیخ اعجاز احمد

کمپیوٹر کمپوزنگ- ---------------------- محمد یوسف میر (ولی دار الکتابت محمود آباد ٹینگن کشمیر)

قیمت ------- ---------------------- ۵۰۰ روپے

غیر ممالک کے لئے---------------------- U.S $ 40/=

ISBN 81-86714-69-3

تقسیم کار :

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کتب
فیرڈیل مارکیٹ رزڈنسی روڈ سرینگر کشمیر

برانچ : مدینہ چوک گاؤکدل سرینگر کشمیر

پبلیشرز: گلشن پبلشرز
فیرڈیل مارکیٹ ریذیڈنسی روڈ سرینگر کشمیر

عرض ناشر

کشمیر کی تاریخ پر سنسکرت، فارسی، انگریزی اور اردو میں بے شمار قدیم وجدید کتب مل جاتی ہیں۔ صدیوں کی اس تاریخ وثقافت، علوم وفنون، زبان وادب اور تصوف وعرفان کو وسعت اور ارتقاء کی منازل تک پہنچانے کیلئے پچھلے کئی سالوں سے ہم قابل قدر تحقیقی وتخلیقی کام انجام دینے میں مصروف العمل ہیں۔ اس سلسلے میں ہماری کئی مطبوعات قارئین کرام کی نذر ہو چکی ہیں اور انشاءاللہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اہل قلم وعلم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر ان کے پاس تاریخ کشمیر وتمدن پر کوئی مسودہ ہو تو ہم اس کو طبع کرنے میں فخر محسوس کریں گے۔

گلشن پبلیشرز
فیرڈیل مارکیٹ ریذیڈنسی روڈ
سرینگر کشمیر

مضامین نگارستان کشمیر

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	عرض ناشر	۱۲
۲	عرض حال	۱۳
	باب اول	
۳	سیر کشمیر	۱۸
	باب دوم مضامین	
۴	علم تاریخ	۲۵
۵	علم تاریخ اور ہندو پروفیسر ایشوری پرشاد و پنڈت لیکھرام و مہتہ آنند کشور کی غلطیاں	۲۸
۶	مؤلف گلدستہ کشمیر کی تاریخ سے ناواقفیت	۳۲
۷	گلدستہ کشمیر کے بعض اعتراضوں کا جواب ہندو مصنفین کی مبالغہ، مسلمان مورخوں کی دیانت و تہذیب، ہندو راجاؤں کے مظالم سلاطین اسلام کا حسن انتظام، غیر مذہب والوں کی توہین عورتوں کا جبراً پکڑنا۔ سلاطین اسلام کی ہندو نوازی۔ کتابوں کا تلف ہونا	۳۴
۸	مؤلف گلدستہ کشمیر کا تعصب اور بزرگان اسلام کی توہین	۵۴
۹	مسلمان قوموں کے اخلاق پر حملہ	۵۸
۱۰	کشمیر کی تاریخیں اور مورخ	۵۹
۱۱	جنگ مہابھارت	۶۲
۱۲	مہاراجہ رم چندر جی	۶۵

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۶۵	گوتم بدھ	۱۳
۶۷	شنکر آچارج	۱۴
۶۸	مورخین کشمیر کی غلطیاں	۱۵
۸۱	پنڈت مورخوں کا تعصب اور بدتمیزی	۱۶
۸۳	حکایات کشمیر	۱۷
۸۶	کشمیر کی آبادی اور حکومت	۱۸
۹۰	جنت دُنیا	۱۹
	باب سوم کشمیر کا جغرافیہ	
۱۰۶	کشمیر کی وجہ تسمیہ	۲۰
۱۱۴	کشمیر	۲۱
۱۱۴	حدود اربعہ	۲۲
	کشمیر کی آب و ہوا وغیرہ	
۱۱۶	مشہور قصبات	۲۳
۱۱۶	سرینگر	۲۴
۱۱۸	ڈل	۲۵
۱۱۸	مصنوعی جزیرے	۲۶
۱۱۹	باغات شالیمار وغیرہ	۲۷
۱۲۳	چشمہ شاہی۔نشاط باغ،نسیم باغ	۲۸
۱۲۴	چشمے۔تالاب	۲۹
۱۲۴	جھیل،دریا،مرگ	۳۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۱	پہاڑوں پر چشمے کریوہ۔ نمبل	۱۲۵
	پہاڑ اور تخت سلیمان کی بحث	
۳۲	کانیں	۱۲۹
۳۳	متفرقات	۱۳۰
۳۴	اقوام کشمیر، برہمن، راجپوت ڈوگرہ	۱۳۱ تا ۱۳۷
۳۵	بدھ، سکھ، ہانجی، مسلمان، چک، جزال	۱۳۷ تا ۱۴۴
۳۶	زبان کشمیر	۱۴۴
۳۷	مذاہب کشمیر	۱۴۴
	باب چہارم تاریخ کشمیر	
۳۸	خاندان جموں	۱۴۶
۳۹	خاندان اوکنند	۱۴۷
۴۰	خاندان پانڈو	۱۴۹
۴۱	خاندان مالوہ	۱۵۵
۴۲	خاندان گودہر	۱۵۷
۴۳	خاندان جموں باردوم	۱۵۸
۴۴	خاندان گودہر باردوم	۱۵۸
۴۵	خاندان ترکی	۱۶۲
۴۶	خاندان گودہر بارسوم	۱۶۲
۴۷	خاندان مالوہ باردوم	۱۶۳
۴۸	خاندان راجگاں اُجین	۱۶۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۹	خاندان بجے	۱۷۰
۵۰	خاندان مالوہ	۱۷۰
۱۵	خاندان برہمن	۱۷۲
۵۲	خاندان مالوہ چہارم	۱۷۲
۵۳	خاندان کارکوٹ	۱۷۵
۵۴	خاندان خمار	۱۸۱
۵۵	خاندان مالوہ بار پنجم	۱۸۵
۵۶	خاندان لوہر کوٹ	۱۸۸
۵۷	خاندان اوپیادیو	۱۹۹
۵۸	سلطان صدرالدین۔ راجہ اُدیان دیو	۲۰۴،۲۰۵
۵۹	کوٹہ رانی	۲۰۶
۶۰	عہد اسلام	۲۰۷
	خاندان شاہمیر عرف سلطان شمس الدین	
۶۱	سلطان جمشید، علاؤالدین۔ شہاب الدین	۲۰۹،۲۱۰
۶۲	سکندر بت شکن	۲۱۴
۶۳	علی شاہ	۲۲۴
۶۴	سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ	۲۲۶
۶۵	سلطان حیدر	۲۳۵
۶۶	حسن شاہ	۲۳۷
۶۷	محمد شاہ فتح شاہ	۲۳۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۸	میر شمس عراقی و کتاب احوط و مذہب نور بخشی	۲۴۰
۶۹	ابراہیم ثانی، نازک شاہ، مرزا حیدر	۲۴۷،۲۴۶
۷۰	اسماعیل ثانی۔ حبیب شاہ	۲۵۴،۲۵۳
۷۱	خاندان چک	۲۵۴
۷۲	غازی شاہ	۲۵۵
۷۳	حسین شاہ	۲۵۷
۷۴	علی شاہ	۲۶۰
۷۵	یوسف شاہ بار اول	۲۶۱
۷۶	سید مبارک خان بیہقی	۲۶۳
۷۷	لوہر شاہ	۲۶۴
۷۸	یوسف شاہ بار دوم	۲۶۷
۷۹	یعقوب شاہ	۲۷۰
۸۰	خاندان مغلیہ	۲۷۲
۸۱	اکبر	۲۷۲
۸۲	شہنشاہ جہانگیر	۲۷۸
۸۳	شاہ جہان	۲۸۲
۸۴	اورنگ زیب	۲۸۸
۸۵	بہادر شاہ	۲۵۹
۸۶	جہاندار شاہ۔ فرخ سیر	۲۹۸،۲۹۷
۸۷	شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات۔	۳۰۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۸	رفیع الدولہ۔ محمد شاہ	۳۰۰
	محتو نچال کا ہندوؤں پر قیود عاید کرنا	
	راجگان کشمیر کا رعایا پر قیود عاید کرنا	
	جادورانا کا رعایا پر قیود عاید کرنا اور	
	منوشاستر کا رعایا پر قیود عاید کرنا	
	احمد شاہ	
۸۹	خاندان افاغنہ	۳۱۴
	احمد شاہ دُرانی	
۹۰	راجہ سکھ جیون	۳۱۴
۹۱	تیمور شاہ دُرانی	۳۲۰
۹۲	زمان شاہ دُرانی	۳۲۶
	مہاراجہ رنجیت سنگھ کو لاہور عطا ہونا	
	میر ہزارا اور ہندوؤں کا تعصب	
۹۳	محمود شاہ۔ شجاع الملک	۳۳۰،۳۳۱
۹۴	حکومت خالصہ	۳۳۶
۹۵	مہاراجہ رنجیت سنگھ کا خاندان	۳۳۸
۹۶	کھڑک سنگھ	۳۴۸
۹۷	رانی چندر کنور	۳۴۹
۹۸	شیر سنگھ	۳۵۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۹	دلیپ سنگھ	۳۵۱
۱۰۰	کشمیر کا انگریزوں کے حوالے ہونا	
	کشمیر کا مہاراجہ گلاب سنگھ کو ملنا	
۱۰۱	راجپوت خاندان	۳۵۵
۱۰۲	گلاب سنگھ	۳۵۵
۱۰۳	رنبیر سنگھ	۳۶۲
۱۰۴	پرتاب سنگھ	۳۶۴
۱۰۵	سر مہاراجہ ہری سنگھ موجودہ فرمانروائے کشمیر	۳۶۶
	باب پنجم	
۱۰۶	تاریخ جامع مسجد سرینگر	۳۷۱
	باب ششم بزرگان کشمیر	
۱۰۷	حضرت بلبل شاہؒ	۳۸۶
۱۰۸	للہ مجذوبہ	۳۷۸
	حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر	
۱۰۹	سید حسین سمنانی وامیر کبیرؒ	۳۹۱
	دیگر بزرگان وسید محمدؒ	
	سید نصیر الدین خانیاری، یوزاسف اور حضرت عیسیٰؑ	
	کی قبر کی لاجواب اور نئی تحقیق	
	دیگر بزرگان	
	مولانا انور شاہؒ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب ہفتم	
۱۱۰	مشاہیر کشمیر	۴۲۹
	باب ہشتم	
۱۱۱	مضامین متفرق	۴۳۵
۱۱۲	ہندوؤں کے علوم	۴۳۵
۱۱۳	ہندو مذہب اور جبر	۴۳۹
۱۱۴	ہندو مذہب اور جنگ	۴۴۰
۱۱۵	ہندوؤں میں لونڈی غلام	۴۴۳
۱۱۶	ہندوؤں میں لوٹ	۴۴۵
۱۱۷	ہندوؤں میں جزیہ	۴۴۷
۱۱۸	ہندوؤں کی رواداری	۴۴۸
۱۱۹	ہندوؤں کا عہد حکومت	۴۴۸
۱۲۰	ہندو اور معابد	۴۵۲
۱۲۱	ڈولہ	۴۵۶
۱۲۲	انہدام منادر	۴۵۹
۱۲۳	منادر کشمیر	۴۶۱
۱۲۴	تاریخ عالم کا ایک ورق	۴۶۹
۱۲۵	ہندوستان کی آبادی	۴۸۴

	باب نهم مضامین خاص	
۱۲۶	اسلام وقرآن مجید کے متعلق محققین کی رائیں عربی زبان اُمّ الالسنہ ہے۔لاطینی اور سنسکرت کے نقائص	۴۹۷
نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۷	تبلیغ اسلام	۵۰۵
۱۲۸	جبر اور اسلام	۵۰۷
۱۲۹	دنیا میں اشاعت اسلام	۵۰۹
۱۳۰	کشمیر میں اشاعت اسلام	۵۱۳
۱۳۱	حفاظت معابد	۵۲۵
۱۳۲	اسلام کے جنگی احکام	۵۲۸
۱۳۳	جہاد	۵۳۰
۱۳۴	جزیہ	۵۳۴
۱۳۵	غلامی	۵۳۸
۱۳۶	غنیمت	۵۴۱
۱۳۷	ذمیوں کے احکام	۵۴۲
۱۳۸	مسلمانوں کا عہد حکومت	۵۴۶
۱۳۹	فنون لطیفہ	۵۵۴
۱۴۰	مسلمانوں کی علمی ترقی	۵۵۸
۱۴۱	ایک التماس	۵۶۱
۱۴۲	خاتمہ	۵۶۳

عرضِ ناشر

عوام کی دلچسپی کے پیشِ نظر ہم ہر سال علم وادب اور تاریخ سے متعلق کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''نگارستان کشمیر'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ قاضی ظہور الحسن ناظم صاحب نے برادران وطن کی اصلاح کے پیشِ نظر تاریخی کتابوں کے اس نچوڑ کو ایک اچھے پیرایہ میں پیش کیا ہے۔ اسلئے یہ تاریخ ایک خاص خصوصیت کی حامل ہے جس کا اندازہ ناظرین کو یہ کتاب پڑھ کر ہی ہوگا۔

ہمیں اُمید ہے کہ تاریخ کے ناظرین حضرات اسے پسند فرمائیں گے۔

طالبِ دعا

حاجی شیخ محمد عثمان سرینگر

مارچ ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

عرض حال

یہ فقیر مدتِ دراز سے علم تاریخ کی خدمت گذاری میں مشغول ہے، خداوند ذوالجلال کا شکر ہے کہ قدیم وجدید دونوں خیالات کے بزرگوں نے خاکسار کی تالیفات کے لئے مواد فقیر ہر سال چند ماہ اِدھر اُدھر مختلف بلا دو امصار اور کتب خانوں میں پھر کر تالیفات کے لئے مواد فراہم کیا کرتا ہے، اس سال ۱۳۵۲ ہجری میں کشمیر جانے کا اتفاق ہوا، میں تاریخ الفقہ و تاریخ ہندو غیرہ کے مضامین مرتب کررہا تھا، اسی ذہن میں کتب خانہ سرینگر میں گیا، یہاں ایک کتاب گلدستہ کشمیر نظر سے گذری، میں نے اس کتاب کا نام دوران قیام حیدرآباد مین بھی سُنا تھا، مگر دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا، کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے، کشمیر چونکہ ایک مشہور ودلچسپ مقام ہے اس لئے اکثر آدمی اس کے حالات معلوم کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں طلباء جامعہ عثمانیہ کو اکثر اس کتاب کا مطالبہ کرتے سنا، کشمیر میں بھی اس کتاب کو مشہور پایا یہ تاریخ ریاست کشمیر کے ایک عہدیدار پنڈت کی تصنیف ہے، کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ مصنف کو نہ علم تاریخ سے لگاؤ ہے نہ تصنیف وتالیف سے دل بستگی ہے، یہ کتاب اُس نے کسی خاص غرض کے تحت

میں کسی فرمائش پر لکھی ہے، یہ مؤلف نہایت متعصب، دریدہ دہن غیر مہذب توہم پرست علم تاریخ سے نابلد ہے اس نے خواہ مخواہ مسلمانوں کے خلاف بہت زہرا گلا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور بعض بزرگان اسلام کی توہین کی ہے، اساطین اسلام اور مسلمان حکمرانوں پر جھوٹے الزامات لگائے ہیں، مورخین اسلام پر بے جا نکتہ چینی کی ہے مسلمان قوموں کے اخلاق پر نازیبا حملے کئے ہیں ایک اور تاریخ دیکھی جس کا نام تاریخ ریاست جموں وکشمیر ہے جو مدراس ریاست کشمیر میں رائج ہے، یہ گلدستہ کشمیر کے برابر زہریلی تو نہیں مگر اُسی کا خلاصہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ اس قسم کی کتابیں ہیں جو ہندو مسلمان دونوں قوموں کے اختلاف کی خلیج کو وسیع کرتی ہیں کون نہں جانتا کہ ہندو مسلم نفاق ملکی ترقی کے لئے مہلک مرض ہے، جن لوگوں کو ملک وقوم سے ہمدردی ہے وہ اس قسم کی کتابوں کا دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ یہ اور اس قسم کی تاریخیں سرتاپا غلط بیانیوں کا مرقع ہیں جو پڑھنے والوں کے دلوں میں تعصب اور حسد اور فرقہ بازی کا بیج بوتی ہیں، ہندوستان میں ہندو مسلم فرقے وارانہ کشمکش کی ذمہ دار ایسی ہی تاریخیں ہیں، ان میں تحقیق وتدقیق سے کام لیا گیا ہے نہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان حکمرانوں کے دامن پر غلط نویس مورخوں کے قلم سے جو دھبے لگے ہیں اُن کو دور کیا جائے نہ یہ سعی کی گئی ہے کہ توہم پرستوں نے جو دور از قیاس حکایات مشہور کر رکھی ہیں اُن کی تحقیق کی جائے اور اصلاح کا سلسلہ قائم کیا جائے۔ مجھے کشمیر اور حیدر آباد اور بعض مقامات پر چند آدمی ایسے ملے جن کے خیالات ان کتابوں کے مطالعہ سے خراب ہو گئے تھے، اس لئے میں نے

یہ قصد کیا کہ کشمیر کی تاریخ لکھی جائے اور ان کتابوں کی غلطیوں کو ظاہر کر دیا جائے، الزامات کے دفعیہ کی کوشش کی جائے، میرا یہ مطلب نہیں کہ حکومت اسلامیہ اور سلاطین و حکام اسلام اور مسلمان ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہیں یا اُن کے عیوب کو ظاہر نہ کرنا چاہیے، یہ تو مورخ کا فرض عین ہے کہ جس کے متعلق جو مواد ملی اُس کو مرتب کر دے لیکن واقعات تحقیق کے ساتھ لکھے، طرز بیان دل آزار نہ ہو، تہذیب و متانت کو ہاتھ سے نہ دے اُس کا مقصود صرف واقعہ کا بیان ہو طنز و طعن مدنظر نہ ہو، بازاری گپوں اور جاہلوں کے افسانوں کو تاریخ میں داخل نہ کرے۔ میں نے اس کتاب میں خاص طور پر یہ التزام کیا ہے کہ واقعات کو تحقیق کے ساتھ لکھا جائے اور کوئی بات تنہا مسلمان مصنفین کے بھروسے نہ پر لکھی جائے غیر مسلم مورخوں بالخصوص ہند مصنفوں کے اقوال لئے جائیں، راجگان و سلاطین کشمیر کے حالات میں راج ترنگنی و گلزار کشمیر و گلدستہ کشمیر تاریخ ریاست جموں و کشمیر کو پیش نظر رکھا ہے ترتیب راجگان و سلاطین میں مکمل تاریخ کشمیر کا اتباع کیا ہے کیونکہ اب تک جس قدر انگریزی فارسی اُردو تاریخیں کشمیر کی لکھی گئی ہیں یہ سب میں صحیح اور بہتر ہے یہ تاریخ میرے دوست منشی محمد الدین صاحب فوق کشمیری کی تصنیف ہے جو بہت سی مفید کتابوں کے مصنف ہیں مگر افسوس کہ بعض واقعات میں انہوں نے آنکھیں بند کر کے ہندو مصنفین کی تقلید کی ہے، خود تحقیق کی تکلیف گوارا نہیں کی فقیر نے اس ہی خیال سے کہ ایک سچی تاریخ مرتب ہو جائے اور متعصبین کی قلعی کھل جائے کشمیر کی تاریخ لکھنے کا قصد کیا جو تقریباً دو سال میں مکمل ہوئی

چونکہ ۱۳۵۲ ہجری سے اس کتاب کا آغاز ہوا اس لئے اس کا تاریخی نام نگارستان کشمیر رکھا، اس خیال سے کہ تاریخی واقعات دیگر مسائل کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں اس کتاب کو ابواب پر تقسیم کر دیا۔

باب اول سیر کشمیر	باب دوم مضامین مفیدہ
باب سوم کشمیر کا جغرافیہ	باب چہارم تاریخ کشمیر
باب پنجم تاریخ جامع مسجد سرینگر	باب ششم بزرگان کشمیر
باب ہفتم مشاہیر کشمیر	باب ہشتم مضامین متفرق
باب نہم مضامین	

ابواب اول و دوم و سوم و چہارم و ہشتم اس فقیر نے لکھے ہیں باقی برخوار عبدالصمد سلمہ اللہ الاحد نے لکھے ہیں، میرا مقصد اس کتاب سے اصلاح خیال ہے کسی پر طنز و طعن مقصود نہیں، طنز و طعن وہی لوگ کرتے ہیں جن کا بیان حق و صداقت سے خالی ہوتا ہے، یا وہ غیر مہذب کرتے ہیں جن کے دل میں قدماء کی عزت نہیں ہوتی میں اس خیال سے مشاہیر ہند کا احترام کرتا ہوں کہ وہ ایک ملک اور ایک قوم کے سر برآوردہ اشخاص ہیں۔

از سعی و صدق آمدہ ترتیب این کتاب — مقصود ازیں چہ ہست بگویم خدا گواہ
اہلِ زمان باصل حقیقت برند پے — تا روئے[1] کاذبانِ ستمگر شود سیاہ

کشمیر کی تاریخ اور مورخین کشمیر کے بیانات میں جو اغلاط ہیں اُن کے متعلق جو مجھے تحقیق ہوا ہے اُس کو میں نے باب دوم کے مضامین میں ظاہر کر دیا ہے، باقی باب چہارم میں تاریخ اُسی طرح بیان کی ہے جس طرح اب تک لکھتے چلے آئے

[1] جھوٹے الزامات لگانے والے مراد ہیں

ہیں اس سے یہ فائدہ ہے کہ صحیح تحقیقات اور قدیم بیانات دونوں محفوظ ہو گئے، ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کتاب سے کشمیر کی تاریخ میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے جس کی طرف ابتک مورخین کا خیال بھی نہ تھا، چونکہ مؤلف گلدستہ کشمیر نے اناپ شناپ چند سطروں میں بے سروپا الزامات کا تار باندھ دیا ہے اگر اُن کی تحقیق ایک جگہ کی جاتی تو خلط مبحث کا خطرہ تھا اس سے بچنے کے لئے بعض موقعوں پر نوٹ لکھدے ہیں بعض اعتراضات کی تحقیق مضامین باب دوم میں اور بعض کی مضامین باب ہشتم و نہم میں ہے، میں اُن کثیر التعداد کتابوں کی فہرست دیکر کتاب کے حجم و بیان کو طول نہیں دینا چاہتا جن کی مدد سے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے، ناظرین کو مطالعہ سے خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ سینکڑوں کتابوں کا عطر ہے، اگر میری تحقیقات میں کسی صاحب کو کوئی غلطی معلوم ہو تو از راہ کرم مطلع فرمائیں معقول و مستند ہونے پر مجھ کو طبع ثانی میں اس کے درج کرنے میں عذر نہ ہوگا۔ خداوند ذوالجلال اس کتاب کو برادران اسلام اور برادران وطن کے اصلاح خیال کا ذریعہ بنائے۔

حقیر فقیر

ناظم سیوہاروی

رجب ۱۳۵۳ہجری مطابق ۱۹۳۴ء

باب اول

سیر کشمیر

میرے محبّ مکرم امیر باذل مولانا الحاج خواجہ فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدر آباد دکن ہر سال موسم گرما میں سیر تفریح کے لئے کسی پہاڑی مقام پر جایا کرتے ہیں، ملازمین کے علاوہ دوست احباب میں سے بھی دو ایک کو ساتھ لیتے ہیں۔ اس حقیر فقیر پر اعلیٰ درجہ عنایت ہے کہ حضر وسفر میں اکثر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اس سال مئی ۱۹۲۳ء میں کشمیر کو چلے مولوی صاحب موصوف کے سیکرٹیری مسٹر ریاض الحق صاحب سہارنپوری، الف خان داروغہ مکانات دو ملازم حسن محمد حیدر آبادی و محمد عمر نگینوی، احباب میں سے یہ فقیر اور مولوی محمد عثمان صاحب سہارنپوری بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی علیگ وکیل ہائیکورٹ ساتھ تھے۔ مولوی صاحب ایک مشہور ومعروف امیر ہیں، قریب قریب ہر شہر میں مولوی صاحب کے نیاز مند موجود ہیں چونکہ سب کو معلوم ہے کہ مئی کے مہینہ میں سرد مقام کا سفر کیا کرتے ہیں اور سال گذشتہ مسوری تشریف لے گئے تھے، اِس لئے اس سال کے قصد کے متعلق اکثر احباب نے استفسار فرمایا تھا، عزم کشمیر اور تاریخ روانگی سے اُن کو مطلع کر دیا

تھا۔ مگر ایک عزیز کی علالت کی وجہ سے تاریخ مقررہ پر روانہ نہ ہو سکے اسلئے بھوپال، آگرہ، دہلی، میرٹھ، دیوبند، سہارنپور وغیرہ اسٹیشنوں پر تاریخ مقررہ پر احباب آکر مایوس واپس گئے، دوبارہ اطلاع دینے کا وقت باقی نہیں رہا تھا، لیکن روانگی کے دن مولوی عثمان صاحب نے اپنے بھائی کو تار دیدیا تھا اِسلئے سہارنپور کے اسٹیشن پر خاصہ مجمع احباب تھا۔ مولوی عثمان صاحب کے بھائی، مسٹر ریاض الحق صاحب کے والد کھانا، مٹھائی پھل وغیرہ لائے تھے۔ ہمارے پاس لاہور کا ٹکٹ تھا، صبح کے وقت لاہور پہنچے۔ میری طبعیت ناساز ہوگئی اسلئے اور محمد عمر لازم اسٹیشن ہی رہے مولوی صاحب معہ دیگر ہمراہیوں کے شہر کی سیر کو چلے گئے۔ دو بجے دن کے لاہور میں زلزلہ آیا۔ ایک ریلوے کلرک کمرے سے روتا چلاتا نکل کر بھاگا، رات کے آٹھ بجے لاہور سے روانہ ہوئے، صبح راولپنڈی پہونچے، راولپنڈی سے سرینگر ۱۹۶ میل ہے، کار ہرُ وزہ اور لاری دوسرے دن پہونچتی ہے۔ راولپنڈی میں ایک سن رسیدہ ہندو سے ملاقات ہوئی ان کا نام گوکل داس کپھی تھا۔ نہایت معقول اور شریف آدمی تھے، یہ جڑی بوٹیوں کی تحقیقات میں مصروف ہیں اور اس مضمون پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں اسی سلسلہ میں کشمیر کو جارہے ہیں، دس بجے دن کے ہم راولپنڈی سے موٹر میں سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ کوہ مری سے آگے راستے میں ایک موٹر جلا ہوا پڑا تھا اس میں آٹے کی بوریاں بھری ہوئی تھیں۔ سگریٹ بازی کی علت میں آگ لگی، موٹر مع سامان جل گیا، آدمی بچ گئے۔ کوہالہ پہنچکر کھانا کھایا، کچھ دیر آرام کیا۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ یہاں دریائے جہلم پر پُل بنا ہوا ہے پُل کے پار سے

ریاست کشمیر کی حد شروع ہوتی ہے، یہاں کوارٹرس بنے ہیں ان میں ایک مختصر دفتر ہے یہاں آنے جانے والے مسافروں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (اس سال ۱۹۳۴ء میں جو ہم گئے تو نام نہیں لکھے گئے شاید وہ قاعدہ منسوخ ہو گیا ہو گا) محرر صاحب نے الف خان کو پہلے حلق خان پھر حلف خان لکھا، تیسری بار ہم جھانے پر الف خان لکھا۔ یہاں سے تھوڑی دور چلے تھے کہ سڑک پر پہاڑ کا ایک حصہ گرا ہوا دیکھا، راستہ بند تھا، انجنیری کی مدد مصروف کار تھی، چند گھنٹے میں راستہ قابل گذر ہو گیا، اول تو ہم راولپنڈی سے دیر میں چلے کچھ وقت کوہ مالہ میں صرف ہوا پھر راستے میں پہاڑ نے رہزنی کی اسلئے ہمروزہ پہونچنا مشکل ہو گیا۔ مغرب کے قریب ڈومیل پہونچے یہاں بھی ایک دفتر ہے جہاں مسافروں کے اسباب کی جانچ پرتال ہوتی ہے، وہاں سے چل کر آٹھ بجے شب کے گڈھی پہونچے، ایک ہوٹل میں قیام کیا صبح کو ناشتہ کر کے وہاں سے روانہ ہوئے موضع مٹن میں ہماری موٹر سے ایک تانگہ ٹکرا گیا (و لے بخیر گذشت) دوپہر کے قریب بارہ مولہ پہونچے، کھانا کھایا ایک معقول صورت سفید پوش مسلمان کو پولیس والے ہتکڑیاں لگائے لئے جارہے تھے بازار والے کہتے تھے کہ یہ حقوق طلب جماعت کا ممبر ہے اس پر آگ لگانے کا مقدمہ بنا کر گرفتار کیا گیا ہے۔ حکومت کے اثر سے چند ہم قوم بھی اس کے خلاف گواہ بن گئے ہیں۔

ہر کس از دست غیر نالہ کند   سعدی از دستِ خویشتن فریاد

دو بجے سرینگر پہنچے۔ ہم نے اندین ہوٹل میں قیام کیا۔ یہ ہوٹل آرام دہ ہے اس

کے کارپرداز خلیق وراحت رساں ہیں، میں ایک دن اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا مولوی عثمان برآمدے میں کھڑے بازار کی سیر کررہے تھے۔ خدا جانے کیا دیکھا، کیا خیال آیا دفعتاً گنگنانے لگے ؎

گالوں میں رنگ گل ہے تو بالوں میں بوئے گل
ہے سر سے پاؤں تک وہ صنم ہو بہوئے گل

کشمیر کا دارالحکومت سرینگر سوائے تھوڑے سے حصے امیرا کدل وغیرہ کے غلیظ ومتعفن ہے مکانات خراب خستہ، سڑکیں تنگ، ہرطرف کوڑے کرکٹ کے انبار، شہر اور شہریوں پر فلاکت وادبار طاری ہے۔ شہر میں پل ہیں اُن کی چھت لکڑی کے تختوں کی ہے جو بعض بعض جگہ ٹوٹے ہوئے تھے میرے تانگے کا گھوڑا اسی وجہ سے کئی جگہ گرا۔ ایک جگہ تو ایسی خطرناک حالت ہوگئی تھی کہ مجھے اور مولوی عثمان کو خدا ہی نے بچایا۔ مہاراجہ کا قدیم محل خوبصورت ہے، نیا پیلس زیر تعمیر ہے، قریب تکمیل ہے۔ اس پیلس سے چشمہ شاہی قریب ہے، سرینگر کی جامع مسجد قابل دید ہے یہ اپنے طرز کی ایک ہی مسجد ہے شہر میں ایک اسلامیہ مدرسہ ہے۔ یہ درسگاہ یہاں غنیمت ہے، یکشنبہ کو شالیمار باغ، نشاط باغ کی سیر کی، یہ لاجواب تفریح گاہیں ہیں کشمیری اگرچہ غلیظ وکثیف رہتے ہیں مگر سیر وتفریح گانے بجانے کے شایق ہیں شب یکشنبہ کو رات ہی سے کشتیوں پر سوار ہوکر گاتے بجاتے، کھاتے پکاتے ان باغوں میں پہونچ کر تفریح کرتے ہیں، دوشنبہ کو اُس مسجد کو دیکھا جس کو حال ہی میں ریاست نے اپنے قبضے سے نکال کر مسلمانوں کی حوالے کی ہے، نہایت ہی شکستہ حالت میں

ہے اب پچاس ساٹھ ہزار کی لاگت سے درست ہو سکے گی، کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے مگر اکثر مفلس و جاہل بے خبر، اب کچھ آنکھیں کھلی ہیں اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہے ہیں، ریاست نے تدبیر و تشدد سے ان کو دبانا چاہا مگر وہ سب جھیل گئے۔ مئی ۱۹۳۳ء میں بھی ہماری موجودگی مین ایک بلوہ ہوا تھا، اس سلسلہ میں خوب پکڑ دھکڑ ہوئی (بے خطا پھرے میں اور اہل خطا پھرے میں) پُر امن جلوس میں عورتوں اور معصوم بچوں، بیکس غریبوں پر ڈوگرہ سپاہیوں نے خوب بید آزمائی کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔

عجب رسمی بنا کردند غلطیدن بخاک وخون
خدا رحمت کند این عاشقان پاک طنیت را

سرینگر میں ایک کتب خانہ ہے فہرست دیکھنے سے معلوم ہوا کہ معمولی کتابوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مہتمم کتب خانہ نے غالباً کل کتابوں کی تعداد گیارہ ہزار بتائی تھی لیکن ایک صاحب وہیں کہہ رہے تھے کہ بہت مبالغہ کیا، سرینگر ہی سے ہم اِدھر اُدھر مشہور مقامات کی سیر کو آتے جاتے رہے۔ کچھ دن ہم نے بوٹ ہاؤس میں بھی گذارے سنا ہے کہ بوٹ ہاؤس آٹھ آنہ یومیہ سے سو روپیہ یومیہ تک کرایہ کے ہیں، سب ہوس بوٹ کہہ رہے تھے حسن محمد مُلازم نے حیض بوٹ کہا، ہمارے بوٹ ہاؤس کا نام پیرس تھا، ۲۸ روپیہ یومیہ قرار پائے۔ بوٹ ہاؤس کے سفر میں ہم نے زمین چوری دیکھی جس کو یہاں (داد) کہتے ہیں، یہاں ایک گھاس ہوتی ہے اس سے ایک سطح بنا کر اُس کو جھیل میں ڈال کر اُس پر مٹی دالدیتے ہیں۔ خربوزہ ایسی چیزیں بودیتے ہیں چاروں کونوں پر لمبی

134088

لمبی لکڑیاں گاڑ دیتے ہیں اِن لکڑیوں کے ذریعہ سے اس سطح کو کشتی کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکتے ہیں۔ایک دن صبح کو میں بوٹ ہاؤس کی چھت پر کھڑا تھا۔ریاض الحق صاحب بھی تھے۔ مجھے تو کچھ دور سے نظر آیا نہیں۔ریاض صاحب ایک ہاؤس بوٹ کو دیکھ کر الاپنے لگے۔

اے تماشہ گاہِ عالم روئے تو　　تو کجا بہر تماشا میروی

یہاں سیر سے فارغ ہو کر ہم پہل گام کو چلے، راستے میں پانپور میں زعفران کے کھیت دیکھے۔آج کل موسم نہ تھا صرف خالی کیاریاں بنی ہوئی تھیں اُونتی پور میں پانڈوؤں کے مکان کا کھنڈر دیکھا اسلام آباد میں دوپہر کھانا کھایا۔ گندبک کے چشمے کا پانی پیا۔ چار بجے شام کے پہل گام پہو نچے۔یہاں کی آب وہوا کشمیر کے مقامات میں سب سے اچھی بتائی جاتی ہے۔یہ نئی آبادی ہے ابھی ایک گاؤں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا لیکن اب عمارتیں بنتی جاتی ہیں۔ موسم گرما میں سیاحوں کی آمدورفت کی وجہ سے بازار لگ جاتا ہے ضرورت کا کافی انتظام ہو جاتا ہے اکثر یورپین اور امیر سیاح خیمے کرایہ پر لیکر دریائے جہلم کے کنارے قیام کرتے ہیں ، ہم اول خالصی ہوٹل میں اوپر کی منزل میں ٹھہرے، ہمارے سوا اس وقت اور کوئی ٹھہرا ہوا نہ تھا، بعد میں اور لوگ آئے .. دو تین تین دن قیام کر کے خیموں میں چلے گئے ہمارے کمرے کے نیچے جو کمرہ تھا اس میں ایک عورت مقیم تھی ہم اوپر وہ نیچے، اُترتے چڑھتے آنکھیں چار ہوں۔

عشوۂ او بسینہ ہادسواس　　مثل خناس فی صدور الناس

پہل گام کے قریب بنفشہ پیدا ہوتا ہے یہاں اسکو گنفشہ بولتے ہیں دیہاتی سیروں بنفشہ روزانہ لاتے ہیں ان سے ایک دوکاندار لے لیتا ہے بنفشہ کے ہموزن نمک دیدیتا ہے یہاں آدمی گنجے کثرت سے دیکھے سنا تھا کہ گنجے صاحب نصیب ہوتے ہیں مگر کشمیر میں گنجوں کی قسمت بھی پھوٹی ہی دیکھی چاردن کے بعد ہم نے بھی خیمے کرایہ پرلیکر ایک پہاڑی پر کیمپ لگایا۔ اس منظر کا کیا کہنا چاروں طرف آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑ نیچے نغمہ سرا جہلم کا بحر ذخار پیش نظر سبزہ زار زیر قدم رنگا رنگ پھولوں کا گلستان پر بہار سبحان اللہ الخالق الجبار۔ اس سیر سے فارغ ہوکر واپسی کا ارادہ کیا اسلام آباد آئے وہاں سے جموں کو چلے، دیر میں چلے تھے اس لئے رات ایک گاؤں میں بسر کی، اگلے دن جموں پہنچے جموں ایک پہاڑی پر آباد ہے اس کے تین طرف دریائے توی چکر لگا کر نکل جاتا ہے شہر کے تمام بازار، اور گلیاں پختہ ہیں مگر بے ڈول پتھر لگے ہیں چالیس پچاس ہزار کی آبادی ہے، مہاراجہ کا جموں کا پیلس سرینگر کے پیلس سے اچھا ہے یہاں خاصی گرمی تھی، طبعیت پریشان ہوگئی جموں سے چل کر سہارنپور تک میں مولوی صاحب کے ساتھ رہا، وہاں سے سیدھا وطن چلا آیا۔

۱۹۳۴ء میں پھر کشمیر گئے اس دفعہ مولوی صاحب کے ساتھ سترہ آدمی تھے۔ مولانا حافظ حاجی محمد ادریس صاحب کاندھلوی بھی تھے۔ حیدرآباد سے چل کر شملہ پہونچے یہاں ایک ہفتہ قیام کیا، یہاں سے کوہ مری گئے وہاں سے کشمیر واپسی وہی جموں کے راستے سے ہوئی۔ کشمیر کے حالات سفر نہایت رنگین عبارت میں ہوتے مگر۔

ہوس سیر باغ ہے کس کو دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو

باب دوم

مضامین مفیدہ

علم تاریخ

خداوند ذوالجلال نے اپنے بندوں کی ہدایت وآسائش کے لئے ہر قسم کے سامان جمع کر دیے ہیں اور ہر امر مفید اور کار خیر کی طرف رہنمائی فرمائی ہے تاکہ انسان امن وعافیت کے ساتھ کامیاب زندگی بسر کر سکے۔ علم تاریخ کا مقصد قوموں ملکوں کے حالات کا تبعین اوقات بیان کرنا ہے مشہور یونانی مورخ ہیرودوٹس کا قول ہے کہ انسانوں کے تمدنی، مذہبی، اخلاقی، تعلقات معاشرت کے بیان کو تاریخ کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مفید علم ہے جس کا قوموں کے عروج وزوال، تمدن ومعاشرت، اخلاق وعادات پر خاص وعادات پر خاص اثر ہے ظاہر ہے کہ جو شخص قدیم زمانے کے واقعات پر غور کرے گا۔ اس کی قوت تدبر وتفکر ترقی کر جائے گی۔ اور وہ معاملات میں بہت کم دھوکہ کھا سکے گا۔ علامہ ابن خلدون کا قول ہے تاریخ حکمت کا سبق پڑھاتی ہے حکیم بزرجمہر کا قول ہے علم تاریخ صحیح اور درست رائے کا معین ومددگار ہوتا ہے

اس لئے کہ متقدمین کے حالات سے متاخرین کو صحیح رائے قایم کرنے کا موقع ملتا ہے، یونانی مورخ پالبس (جو دوسری صدی قبل مسیح میں تھا) کہتا ہے، انسان اپنے ذاتی تجربہ اور دوسروں کے تجربہ سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے پہلی صورت میں بہت سی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ دوسری صورت میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اور نفع بخوبی حاصل ہوتا ہے۔ مشہور مقنن سرو اطالوی (جو ایک صدی قبل مسیح گذرا ہے) کہتا ہے تاریخ عبرت و بصیرت کی روح، حیات انسانی کا شیر ہے۔ لارڈ بیکن کا قول ہے تاریخ انسان کو عقلمند بناتی ہے، منشی سبحان رائے لکھتے ہیں تاریخ کے مطالعہ سے انسان ترجبہ کار بنتا ہے اور مال اندیشی کی صفت اس مین پیدا ہوتی ہے۔ مشہور مورخ ضیاء برنی کا قول ہے رذیلوں کم اصلوں کو تاریخ اپنی طرف رغبت اور توجہ نہیں کرتی جو شریف اور عالی نسب ہوتے ہیں وہ بغیر علم تاریخ کے زندہ نہیں رہ سکتے، صاحب جامع التواریخ کا وقل ہے علم تاریخ کی کتابوں کے مطالعہ سے عقل و دانائی اور تجربہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ چونکہ حکمت و دانش کے دروازے تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر کھلجاتے ہیں اس لئے اس کی عقل کامل ہو جاتی ہے لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ کوئی شخص تعلیم یافتہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا جو کم از کم اپنے ملک اور قوم کی تاریخ سے واقف نہ ہو، خدائے کریم نے اپنی کتابوں میں گذشتہ واقعات کو بیان فرما کر اس فن شریف کی بنیاد قائم کی ہے اور فطرت انسانی میں علم تاریخ کا میلان رکھا ہے کہ وہ بچپن سے آخر تک قصص وحکایات و واقعات سننے کا شائق رہتا ہے وہ کتاب جس سے کوئی مورخ بے نیاز نہیں ہوسکتا جس

سے زیادہ قدیم کوئی تاریخ نہیں جس میں مورثان اقوام کے نام اُن کی جائے سکونت اور واقعات وسنین مذکورہ ہیں خدا کی کتاب توریت مقدس ہے نہیں کہا جاسکتا ہے توریت سے قبل اور بعد کس کس ملک وقوم میں تاریخیں لکھی گئی ہیں۔
اب جو سامان موجود ہے اس سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ ہر ملک میں وہاں کے باشندے اپنے قومی ملکی و مذہبی واقعات کو بطور قصص و حکایات بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ بعض نے اُن واقعات کو نظم بھی کیا ہے مصریوں نے تاریخ کی ابتداء اس طرح کی کہ اپنے کارناموں اور واقعات کی تصویریں بنائیں، نقوش طیار کیے، پھر کبھی کبھی قرطاس پر بھی لکھے ۱۰ سنہ قبل مسیح میں یونان کے مشہور شاعر ہومرس نے اپنی وہ مشہور نظم لکھی جس میں یونان کی تاریخ ہے۔ ۵ قبل مسیح میں ہیرڈوس سیاح نے تاریخ لکھی، ۴ سنہ قبل مسیح میں فارسی طبیب تسیاس نے فارس کی تاریخ ہیروڈس کے طرز پر لکھی، ۳ سنہ قبل مسیح میں مصر کے کاہن سانتوش نے مصر کی تاریخ لکھی۔ اسکے بعد مبشر دارا الصقلی نے تاریخ لکھی غرض علم تاریخ کے کتابی صورت میں موجد ہومر ہیروڈوس، تسیاس وغیرہ ہیں، عقلائے ہند کی عقول نے اس فن شریف کی حقیقت وضرورت اور فوائد تک رسائی نہ پائی۔ اُن کا ظاہر عقل افسانہ طرازی کے جال میں پھنس کر رہ گیا عربوں نے اس فن کو خاص خاص اصلاحات کے ساتھ ایسی ترقی دی کہ اب اُنہیں کو اس فن کا موجد کہا جاسکتا ہے۔ اُن کی تاریخی تصنیفات کا سرسری تخمینہ بارھویں صدی ہجری تک پانچ ہزار کے قریب ہے۔
اُسی کتاب کے لئے تاریخ کا لقب موزوں ہے جس میں واقعات کا

بیان راست بے کم و کاست ہے اور مبالغہ و استعارات سے پاک ہے اور ایسی ہی تاریخ لوگوں کے لئے نفع بخش ہو سکتی ہے۔

علم تاریخ اور ہندو

کشمیر ہندوستان سے ایک علٰیحدہ خطہ ہے مگر تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا تعلق زمانہ قدیم سے ہندوستان سے ہے اور پندرہویں صدی عیسوی سے تو یہ ہندوستان کے ساتھ اس طرح گھل مل گیا کہ گویا ہندوستان ہی کا ایک قطعہ ہے اس پر ہمیشہ سے ہندو ہی مسلط نظر آتے ہیں۔ کشمیر کے فرمانروا، کشمیر کے باشندے ہندوستان کے ہندوؤں کے ہم مذہب ہم قوم اور رشتے دار ہیں ان میں ہمیشہ میل جول اور جنگ و جدل رہی ہے اسلئے جو حال ہندوستان قدیم کا ہے وہی حال کشمیر کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندو علم تاریخ اور اس کے فوائد سے نہ تھے کیونکہ انہوں نے کوئی ایسی کتاب نہیں چھوڑی جس کو تاریخ کہا جا سکے، قصون کہانیوں کے شایق تھے ان کی افسانہ طرازی سے جلدین کی جلدیں بھری پڑی ہیں اس لئے ہندوستان ہو یا کشمیر جس قدر ممالک بھی ہندوؤں کے زیر اثر رہے اُن کی کوئی قدیم تاریخ موجود نہیں۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں ہندوؤں کو تاریخ اور دوسرے علوم میں بالکل سترس نہ تھی ڈاکٹر جے مرے مچل لکھتے ہیں ہندوؤں کی تاریخی کتابوں میں صرف طفلانہ دیو مالا اور قصے شامل ہیں............لالہ ہیرالال لکھتے ہیں افسوس کہ ہندوستان کی کوئی پُرانی تاریخ نہیں ملتی اس کے قدیمی حالات پر ایسا گھٹاٹوپ بادل چھا گیا ہے کہ جس کا پتہ

لگنا تقریباً ناممکن ہوگیا ہے (منقول از مقدمہ تاریخ ہند قدیم ص ۱۰۹)
سر جادوناتھ سرکار لکھتے ہیں ہندوؤں میں دنیاوی واقعات کی تاریخ لکھنے اور اُن کے اوقات کے حساب رکھنے کا کیا ذکر ان کو اس کا ذوق بھی نہ تھا۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوؤں نے تاریخ نگاری نہیں کی راجاؤں کی تعریف وتوصیف میں کچھ نظمیں ضرور ہیں لیکن ہم انہیں تاریخ نہیں کہہ سکتے۔ ان مین تاریخوں کا اہتمام نہیں ہے۔ ایسی کتابیں تو بالکل نہیں پائی جاتیں جن میں بقید یوم اور تاریخ واقعات لکھے ہوں (سالانہ نمبر رسالہ عالمگیر ۱۹۳۴ء) ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں اس قدر استعارات اور مبالغہ ہے کہ اصل بات کا پتہ چلنا ناممکن ہے اس کی بہت سی مثالیں اس کتاب کے مضامین میں آئیں گی۔ انگریز، ہندوٗ، مسلمان کوئی مصنف ومورخ ایسا نہیں جس نے انکی مبالغہ آمیزی کی شکایت نہ کی ہو۔ سب جانتے ہیں کہ کرۂ زمین کا منطقہ جو بیس ہزار میل ہے لیکن ہندو مصنفین نے سمیر پہاڑ کا دائرہ جو اودیپور اور جودھپور کے درمیان سمیر کی گھاٹی کے نام سے مشہور ہے سولہ ہزار جوجن لکھا ہے اور کوہ آبو کے دائرہ کا قطر تیں ہزار جوجن لکھا ہے، ایک جوجن چار کوس کا لکھا ہے (لیلا وتی) مسلمانوں کی دیکھا دیکھی ان میں تاریخ نویسی کا رواج ہوا۔ ابتدائی تصانیف میں تو وہی فسانہ طرازی وتوہم پرستی کا رنگ غالب ہے پھر رفتہ رفتہ اس میں کمی ہوتی گئی ہے لیکن ابھی تک ان کی تصانیف بازاری افسانوں اور مبالغہ سے بالکل پاک نہیں ہوئی ہیں یہ حالت معمولی تصنیفات اور مصنفین کی نہیں بلکہ نامور مصنفین کی ہے۔ الہ آباد یونیورسٹی کے نامور پروفیسر تاریخ ہند کے مصنف

پروفیسر ایشوری پرشاد تاریخ ہند میں عالمگیر بادشاہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ عالمگیر کے عہد کی تاریخ ایک شخص نے بادشاہ کے ڈر اور خوف سے خفیہ طور پر لکھی اس لئے اسکو خافی خان کہتے ہیں اور اسکی کتاب کا نام منتخب اللباب ہے پروفیسر صاحب نے تحقیق نہیں کیا نہ کتاب کو دیکھا اس لئے کتاب کا صحیح نام بھی نہ لکھ سکے خافی خان کی تاریخ کا نام منتخب اللباب ہے۔ اگر اس کتاب کو ملاحظہ فرمالیتے تو اس جھوٹی افواہ کو نقل نہ کرتے۔ خافی خان صاحب منتخب اللباب کا لقب اس لئے نہیں تھا کہ اس نے خوف سے خفیہ تاریخ لکھی۔ اس نے دیباچہ میں صاف لکھا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے اسکو خافی خان وخوانی خان خطاب تھا کیونکہ وہ خواف کا باشندہ تھا۔ پنڈت لیکھرام تاریخ دنیا میں شنکراچارج کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے آریہ ورت میں ۲۵ کروڑ آدمی کا پراشچت کرایا۔ (کلیات آریہ مسافر مطبوعہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۸۵) یہ صریح مبالغہ ہے۔ اگر ۲۵ کروڑ کا پراشچت ہوا تو اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ اس زمانے میں ہندو دھرم بالکل ہی مغلوب ہو گیا تھا پھر بھی کم از کم پانچ کرور آدمی ایسے تسلیم کرنے پڑیں گے جو اصل مذہب پر قائم ہونگے اور جن کے پراشچت کی ضرورت نہ پڑی ہوگی اور کم از کم دو کرور ایسے ہوں گے جنہوں نے پراشچت منظور نہ کیا ہوگا۔ اس طرح کل ۳۲ کروڑ ہوئے۔ اب چونکہ اس زمانہ کے حساب سے اچھوت اقوام بھنگی چمار ڈھیر اور اقوام گطنڈ بھیل وغیرہ ہندوؤں سے کم وبیش دوچند ہیں اس حساب سے اس زمانہ پر قیاس کیا جائے تو ۶۴ کروڑ یہ مختلف اقوام ہوئیں اس طرح شنکراچارج کے عہد میں ہندوستان کی آبادی ایک ارب ہوتی ہے جو کسی

طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتی اور کوئی بھی اس کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔ مہتہ آنند کشور سیکرٹیری بھارت ماتا لاہور سوانح عمری گرو گوبند سنگھ مطبوعہ ۱۹۲۴ء میں لکھتے ہیں۔ وہ (عالمگیر) ہندوؤں کا اتنا بڑا دشمن اور کٹر مسلمان تھا کہ جب تک وہ ہندوؤں کے سوا من زنار نہ اُتار لیتا تھا کھانا نہ کھاتا تھا (ص ۷) اس زمانہ میں جب کہ بادشاہ ہر روز ہزارہا ہندوؤں کو جب تک مسلمان نہ بنا لیتا تھا، کھانا کھانا حرام سمجھتا تھا (ص ۸۷) اب اس روایت کی اگر جانچ کی جائے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک زنار میں ایک تولہ وزن فرض کیا جائے تو سوا من زنار میں (۴۰۰۰) تولہ وزن ہوا۔ دو وقت کھانا کھایا جاتا ہے تو روزانہ (۸۰۰۰) زُنار اُتارے گئے اور آٹھ ہزار آدمی مسلمان بنائے گئے۔ ایک مہینہ میں (۲۴۰۰۰۰) مسلمان ہوئے ایک سال (۲۸۸۰۰۰۰) مسلمان ہوئے۔ اورنگ زیب نے تقریباً پچاس برس حکومت کی اس لئے اُس نے (۱۴۴۰۰۰۰۰۰) مسلمان بنائے۔ اورنگ زیب سے صدیوں پہلے سے اسلام ہندوستان میں شائع تھا اسلئے کم از کم ایک کروڑ تعداد قدیم مسلمانوں کی سمجھنی چاہیے۔ اس حساب سے اورنگ زیب کی وفات کی وقت ہندوستان میں سولہ کروڑ مسلمان ہوئے اور انگریزوں کے شروع حکومت سے اب تک مسلمانوں کی مردم شاری ۰۰ چند ہوگئی ہے اسلئے اس وقت ہندوستان میں (۳۲) کروڑ مسلمان ہوئے اور کل مردم شاری ہندوستان کی تقریباً (۳۴) کروڑ ہے۔ انگریزوں کی حکومت جب شروع ہوئی ہے تو مسلمان چار کروڑ بھی نہ تھے۔ اگر مہتہ جی ذرا بھی غور سے کام لیتے تو ایسی فاش غلط بیانی نہ کرتے۔ غرض ہندوؤں میں مسلمانوں کی

بدولت تاریخ نویسی کا رواج تو ہو گیا ہے مگر ابھی تک ان کی تاریخ افسانہ گوئی مبالغہ آمیزی، افواہ نویسی اور تعصب سے پاک نہیں ہوئی ہیں خیر (این ہم غنیمت است) ۔

ابھی سن ہی کیا ہے جو بے باکیاں ہوں
اُنہیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے

مؤلف گلدستہ کشمیر کی تاریخ سے ناواقفیت

مؤلف گدستہ کشمیر علم تاریخ سے نابلد ہے۔اس کتاب میں اکثر اس کا ثبوت ملے گا۔ یہاں صرف چند معمولی غلطیوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔(نویں چندر گپت نے جو ناین کے شکم سے تھا۔ بامداد چانک برہمن آٹھوں بھائیوں کو مار کر قبضہ کرلیا۔اس نے بابل کے مسلمان بادشاہ سکندر کے سپہ سالار کی بیٹی سے شادی کی، گلدستہ کشمیر ص ۴۹)چندر گپت موا راج کا چھتری شہزادہ تھا اس کی ماں ناین یا اور کسی شودر قوم سے نہ تھی۔اس کا ثبوت اسی کتاب کے کسی مضمونوں میں ہے۔سکندر اعظم جس کے سپہ سالار کی بیٹی سے چندر گپت کا شادی کرنا مذکورہ ہے۔مسلمان نہ تھا۔وہ ظہور اسلام سے کم وبیش ایک ہزار سال قبل گذرا ہے چونکہ بعض مسلمان بھی سکندر نام رکھتے ہیں۔اس لئے پنڈت جی سکندر اعظم کو مسلمان سمجھ گئے۔حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے کشمیر تشریف لانے کے متعلق لکھا ہے(شاہ ہمدانی دہلی سے آیا تھا) حالانکہ تمام مورخ بالا تفاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت اپنے وطن سے تشریف

لائے تھے۔ (پریچنگ آف اسلام) دارا شہنشاہ ایران کے متعلق لکھا ہے دارا بادشاہ ایران نے جو (۴۳۹۵) برس آج سے پہلے گذرا ہے۔ (گلدستہ کشمیر ص۳) تمام تاریخوں سے ثابت ہے کہ دارا (۴۸۶) قبل مسیح تھا جس کو آج تک (۲۴۱۹) برس ہوتے ہیں (آئینہ تاریخ نما و تاریخ ہند و تاریخ ایران وغیرہ)

دوسری قوموں کے واقعات و حالات کا تو کیا ذکر اپنی قوم و مذہب کے حالات بھی اس پنڈت کو معلوم نہیں۔ راجہ کشمیر گونند اول کے متعلق لکھتا ہے (جس وقت کورو پانڈؤں میں بمقام کورو چھتر جنگ عظیم ہوئی تھی اور کلجگ کو (۶۵۳) برس گذر چکے تھے راجہ آدگونند جلوہ فرمائے تخت شہی کشمیر ہوا۔ یہ راجہ جراسندھ کا رشتہ دار تھا۔ اس لئے اسکی درخواست سے راجہ ادگونند نے یہاں سے نہضت فرما ہوکر شہر متھرا کا محاصرہ کیا اور سری کرشن سے رزم خواہ ہوا۔ بلبھدر جی برادر سری کرشن کے ہاتھ سے دریائے جمنا کے کنارے پر مغلوب ہوکر مارا گیا۔ گلدستہ کشمیر ص ۱۷) اس بیان میں چار غلطیاں ہیں ایک یہ کہ سری کرشن کا اور جنگ مہابھارت کا کلجگ سے پہلے گذرے ہیں اور یہی قدیم مورخ پنڈت رتنا کر نے لکھا ہے دوسرے جراسندھ کا جنگ مہابھارت کے زمانہ میں موجود ہونا۔ بھیم ارجن۔ سری کرشن تینوں راجہ جراسندھ کا ناتمہ جنگ مہابھارت سے پہلے کر چکے تھے۔ تیسرے جنگ مہابھارت کے زمانہ میں متھرا کا محاصرہ ہونا۔ جنگ متھرا مہابھارت سے بہت قبل ہوئی ہے۔ جنگ متھرا سری کرشن کے عنفوان شباب کا واقعہ ہے اور جنگ مہابھارت عالم شیب کا چوتھے آدگونند کا زمانہ میں فرمانروائے کشمیر ہونا حسب بیان پنڈت رتنا کر جنگ

مہابھارت کے وقت کشمیر کا راجہ سوم دت تھا۔(حیات سری کرشن و مکمل تاریخ کشمیر) آگے ص ۱۸ پر آد گونند دوم یعنی راجہ آد گونند کے پوتے کے بیان میں لکھا ہے (وہ بسبب اصغرسنی جنگ عظیم الشان مذکورہ (مہابھارت) میں شامل نہ ہوسکا) اس قول سے اوپر کے بیان کی تکذیب ہوتی ہے ایک ہی خاندان کے چار فرمانرواؤں کے بیان بیس برس کی مدت کے واقعات کے ذکر میں ایسی فاش غلطی؟ اس غلطی کا مفصل بیان آگے آئے گا۔

گلدستہ کشمیر کے بعض اعتراضوں کا جواب

مسلمان مورخوں کے متعلق لکھا ہے (تعجب یہ ہے کہ مسلمان مورخوں نے بھی بخواہش انعام یا بخوف جھوٹ، مبالغہ اور تعریفیں ایسی لکھی ہیں کہ انکی کوئی بات بھی قرین اعتبار نہ رہی۔ ان کا خیال شاید یہ تھا کہ تواریخ خاص بادشاہ ہوں کے یا اُن کی تعریف کے لئے ہوتی ہے اور دنیا اُنہیں کے واسطے بنی ہے۔ گلدستہ کشمیر حصہ دوم ص ۱۷۶) آج تک کسی یورپین یا غیر یورپین مورخ نے مسلمان مورخین پر اس قسم کا اعتراض نہیں کیا۔ اور مسلمانوں کی تاریخ نویسی کی تعریف کی ہے اگر مسلمانون کا قدم درمیان میں سے نکال دیا جائے تو پھر علم تاریخ کا ہی پتہ نہ رہے۔ علم تاریخ کی جو نمایاں خدمت مسلمانوں نے انجام دی ہے وہ اس وقت تک دنیا کی کسی قوم سے نہ ہوسکی۔ مبالغہ وغیرہ کی شکایت ہندو مصنفین کے متعلق عام طور پر ہے اور اس کا خود مؤلف گلدستہ کشمیر کو بھی اقرار ہے جو اپنے موقع پر نقل کیا جائے گا۔ ڈاکٹر ڈبلو کوک ٹیلر لکھتے ہیں ہند کی

تاریخ کا مبالغہ حد بڑھا ہوا ہے۔ڈاکٹر جے مرے سچل لکھتے ہیں ہندوؤں کی تاریخی کتابوں میں صرف طفلانہ دیو مالا اور قصے شامل ہیں۔

الفسٹن صاحب لکھتے ہیں ہندوؤں کے حالات کی تحریروں میں جو کچھ موجود ہے وہ چھوٹی کہانیوں اور مبالغہ آمیز جھوٹے تاریخی واقعات سے اس طرح خلط ملط ہے کہ ان سے کوئی سچی مسلسل تاریخ نکلنے کی توقع نہیں ہوسکتی، ہم برہمنوں کو محنت اور ذہانت میں ایسا ہی مشہور اور نامور پاتے ہیں جیسے کہ وہ ہمیشہ سے چلے آئے ہیں لیکن بایں ہمہ بزدلی اور اپنی بات پر نہ جمنا اور ہر بات کو کہانی قصہ کی ملاوٹ سے خراب کردینا۔اور پوجا پاٹ کرنے والوں کے مفروضہ فائدوں کی طمع سے صدق اور راستی کو ضائع کردینا موجود ہے۔ ہندوؤں کی تاریخ نویسی انتہا درجہ ناقص و ناقابل اعتماد ہے بھائی پرمانند لکھتے ہیں کہ بدقسمتی سے ہمارے بزرگوں کو اپنے حالات درستی سے قلمبند کرنے کا شوق نہ تھا اور جو کچھ حالات لکھے ہوئے ملتے ہیں وہ شاعرانہ مبالغے سے بھرے ہوئے ہیں۔(منقول از رسالہ زمانہ کانپور ستمبر ۱۹۱۴ء مضمون بھائی پرمانند)

مسلمان مورخوں نے جیسا جس کے متعلق معلوم ہوا وہی لکھا ہے کسی قسم کی رعایت نہیں کی۔اسی کشمیر کی تاریخوں میں دیکھو۔یعقوب شاہ کے متعلق لکھا ہے"لیکن اوضاع پسندیدہ نداشت"(واقعات کشمیر) اعتقاد خان کے متعلق لکھا ہے اما بدعات واکثر ظلم وتعدی را درین شہر پیدا کردہ وجہات کشیدہ قافیہ آرام مردم تنگ ساخت(واقعات کشمیر) حسن شاہ کے متعلق لکھا ہے۔

لیک در بزم شد بہ نغمہ و چنگ واشت از رزم و ملکداری ننگ (تاریخ سلیمان باغ)

ازراہ تن پروری ونازنینی تن باموری خطیر سلطنت نداده بعیش وعشرت وبعلم موسیقی پرداخت (تاریخ اعظمی) حیدرشاہ کے متعلق لکھا ہے یکسال و دو ماہ مملکت رانی کرد تغیر وضع پدر نمود وقوانین اورا بر باد داده وباین حالت در عالم مستی ازمنظرافتاده (تاریخ اعظمی)۔ مسلمان مورخوں نے ہندوراجوں کے متعلق بھی انصاف سے لکھا ہے جو اچھے ثابت ہوئے ہیں انکو اچھا ہی لکھا جو اس کے خلاف نظر آئے ہیں انکا اسی طرح ذکر کیا ہے اوران مورخین کے بیان پر کسی ہندو مورخ نے آج تک اعتراض نہیں کیا۔ راجہ بکرمادت کے متعلق لکھا ہے۔

شفقتش بود خلق را برسر بیشتر از پدر بحال پسر (سلیمان باغ)

راجہ سندر کی رانی کے متعلق لکھا ہے آثارنیکنا می ورعیت پروری اوتا مدت مدید یادگار بود۔ (واقعات کشمیر) راجہ جلوک کے متعلق لکھا ہے این راجہ دردرستی وراستی وعدل واحسان ورعیت پروری بے مثل بود (واقعات کشمیر)۔ راجہ اننت گپت کے بیٹے کے، متعلق لکھا ہے مردے دانا بود ودانایاں رابغایت اکرام و اعزازمی نمود (واقعات کشمیر) راجہ اندھاجد ہشٹر کے متعلق لکھا ہے راہ ظلم وتعدی وفساد وفسق وفجور بسیار پیمود (واقعات کشمیر) غرض مسلمان مورخین نے تعصب وجانبداری سے کام نہیں لیا۔ ہندومورخین نے ایسا کیا ہے بالخصوص اس مورخ نے خود ایسا کیا ہے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ اوران کے عمال ریاست کی ایسی تعریف کی ہے جو حدوقیاس سے باہر ہے۔ (علوم جہانبانی تمام وکمال ان میں موجود ہیں ایسا کوئی علم ہوگا جس کی ماہیت سے حضور والا ماہر نہیں اوصاف حمیدہ راجگان چندر اپیڈ وللتادت وجیا پیڈ اونتی ورما ویوش وہرشد یوسب حضور

ممدوح میں موجود ہیں۔گلدستہ کشمیر) حالانکہ اسی کتاب سے اسی مؤلف کی تحریر سے ثابت ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں مظالم وابتری رہی۔ ریاست کی آمدنی میں کمی واقع ہوئی۔گھر جلائے گئے۔عورتیں قید کی گئیں۔ان واقعات کا مفصل ذکر مہاراجہ موصوف کے بیان میں مع حوالجات ہے۔اب ناظرین انصاف کریں کہ وہ توصیفی الفاظ جو اس مؤلف نے لکھے ہیں لالچ اور خوف کے سوا کیا کسی اور خیال کا نتیجہ ہو سکتے ہیں۔

عیب خود بر دیگران اے وائے انصاف چنین

خود سراپا عیب و سوئے دیگراں لاف چنین

تہذیب و شائستگی پھیلانے والے امن و امان کرنے والے۔ملک کو رونق دینے والے مسلمان سلاطین کی ہجو کی ہے اور ہندو حکمرانوں کی عہد کی خرابیوں کو نظر انداز کر کے اُن کی حد سے زیادہ مدح کی ہے مہاراجہ گلاب سنگھ کی تعریف کی ہے حالانکہ خود مہاراجہ کے عہد کی انتظامی حالت اس طرح لکھی ہے کہ عام طور پر لوٹ کھسوٹ ہوتی تھی۔مزید حالات ان کے بیان میں ہوں گے۔مہاراجہ رنجیت سنگھ کی تعریف کی جن کے عہد میں تمام کشمیر کی رعایا پریشان ہوکر پنجاب کو بھاگ گئی سلطان خان رئیس بمبہ اوکو اس کے ملک و عزت کے تحفظ کا وعدہ کر کے بلایا جب وہ آیا تو قید کر دیا۔راجہ جبار خان مدر یا مر گیا اس کے تینوں بیٹوں میں نزاع ہوا اُنہوں نے مہاراجہ کو پنچ مقرر کیا۔ مہاراجہ نے تینوں کو قید کر کے اُن کے ملک پر قبضہ کر لیا۔زیب النساء اور نور جہاں کے مقبروں کے پتھر اُکھڑوا کر بارہ دری تعمیر کرائی۔اُمید سنگھ والی

والی جسوان کو اشتیاق ملاقات ظاہر کر کے بلایا جب وہ آ گیا اُسکو قید کر دیا اور اس کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ شاہ شجاع والی کابل (جس کے بھائی زمان شاہ نے مہارجہ کو لاہور بخشا تھا) کو مہمان کیا۔ آخر جبر کر کے اس کا دانا پانی بند کر کے اس کے جوہرات وغیرہ چھین لئے مائی سدا کنور (مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ساس) سے کہا تو ملک میرے بیٹے کو دیدے جب وہ راضی نہ ہوئی تو تین دن تک اس کا دانا پانی بند رکھا۔ مجبور ہو کر اُس نے قلعہ خالی کر دیا۔ رام لال کو مجبور کیا کہ اپنا مذہب تبدیل کر دے اور سکھ بن جائے۔ راجہ انرودھ چند کی دونوں بہنوں سے زبردستی شادی کی (از تاریخ پنجاب رائے بہادر کھنیا لال وعمدۃ التواریخ لالہ رتن لال) راجہ اشوک کی تعریف کی ہے جس نے بودھوں کے معبد بجبھارہ کو گرا کر اپنا مندر بنایا اور اپنی رانی کو زندہ آگ میں جلایا (گلدستہ کشمیر ص ۱۹ لغایت ص ۲۲)۔ کلہن پنڈت نے راج ترنگنی میں اور اس مؤلف نے گلدستہ کشمیر میں راجہ جلوک کی تعریف کی ہے جس نے بودھوں کو برباد کیا۔ راجہ نرکی تعریف کی ہے جس نے بودھوں کی خانقاہوں کو جلایا ان کی جائدادیں ضبط کر کے برہمنوں کو دیں اور ایک برہمن کی بیوی کو زبردستی چھیننا چاہا۔ (گلدستہ کشمیر ص ۲۷) اگر اس مؤلف کے نزدیک یہ اوصاف قابل تعریف ہیں تو واقعی سلاطین اسلام کسی ستائش کے مستحق نہیں۔ ان میں سے کسی سے بھی ایسے امور سرزد نہیں ہوئے۔

عہد اسلامیہ میں پانچ سو برس تک ظلم وستم ہوئے کہ ہر فرد وبشر کے منہ پر سوائے کلمہ الامان کے نہ رہا۔ صرف بادشاہاں دہلی بذات خاص رعایا پرور

اور عدل گستر رہے مگران کے بعض صوبے بھی مثل اعتقاد خان کے افاغنہ کے ظالموں سے کم نہ تھے۔ ہندو فرمانروایان کے عہد میں بھی انقلاب ہی ہوتا رہا۔ مگر رعایا پر چنداں ظلم نہ ہوا۔ لیکن مسلمانوں کے عہد میں عجیب وغریب بدعت ومصیبت رعایا پر رہی جس کے کہنے سدے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کشمیر بعض راجگان کے وقت میں کسی ملک سے کسی بات میں کم نہ تھا۔ لیکن حیف کہ مسلمانوں نے اس کو بالکل خراب کردیا۔ ہندوستان سندھ، ایران، توران، افغانستان وغیرہ میں جہاں مسلمان گئے وہی حال ہوا۔ دانایان فرنگ نے گانا بجانا کیا۔ اور سب میں کہ آدمی کی آزادی کو مقدم سمجھا اور جدید تحقیقاتوں اور نوایجادوں کو داخل بہتری سمجھا اور درجہ وحشت سے رتبہ دانائی ودارائی پایا۔ مسلمانوں نے مطالب مندرجہ کتب مذہبی کے بغیر سب کچھ عیب وگناہ جان کر تحقیقات کو برا مانا۔ لونڈی غلام بنانا۔ بت شکنی کرنا۔ غیر مذہب والوں کو عذاب شدید پہنچانا۔ ان کو کفار کے خطاب سے مخاطب کرنا داخل بہتری دنیا وثواب عقبیٰ سمجھا۔ جو حال محمد قاسم ۱۷۷ بکرمی میں سندھ میں ۱۰۸۱ بکرم میں محمود غزنوی نے سومنات متھرا، قنوج وغیرہ میں کیا ذولقدر خان کا عہد سہدیو میں پھر علی شاہ وسکندر بت شکن وغیرہ افغانوں عظیم خان وغیرہ نے کشمیر میں کیا۔ تعجب یہ ہے کہ مسلمان مورخوں نے بھی خواہش انعام یا بخوف، جھوٹ اور مبالغہ اور تعریفیں ایسی لکھی ہیں کہ ان کی کوئی بات بھی قرین اعتبار نہ رہی ان کا خیال شاید یہ تھا کہ تاریخ خاص بادشاہوں یا اُن کی تعریف کے لئے باقی ہے اور دنیا انہیں کیواسطے بنی ہے جس فارسی مسلمانوں کی تاریخ کو دیکھا اس میں سوائے عیش وعشرت

خلعت وخطاب اُمرأوتعریف شہان پوگوں سے تحائف ونفائس واخذر ، ہنودکا لوٹنا،ان کی بہوبیٹیوں،عورتوں کا غلام لونڈی بنایا۔مندروں مورتوں کا توڑنا قتل کرنا، برہمنوں کوخراب کرنا۔زبردستی مسلمان کرنا شراب پینا۔رقص وسرود میں رہنا۔شکار بادشاہاں وغیرہ کے بغیراور کچھ نظرنہیں آتا۔جہان یہ حال ہووہان عدل وانصاف ورحم کا کیا ذکر ہے(گلدستہ کشمیر ص۱۷۶،۱۷۷) خدا جانے یہ بے جوڑعبارت اس مؤلف نے کس ترنگ میں لکھی ہے اس کتاب کے مضامین وبیانات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مظالم وفواحش کی کثرت ہندوؤں کے عہد حکومت میں رہی ۔مسلمانوں کے عہد میں کوئی واقعہ ایسانہیں لکھا جس کو سنکرآدمی کانپ جائے نہ کسی ماخذ کا پتہ دیا۔اناپ شناپ جو جی میں آیا لکھتا چلا گیا۔اب ان چند سطور کے جواب اوراس زہر کے اُتار کیلئے ایک ضخیم جدل درکار ہے اس میں جہاد، جزیہ غلامی غنیمت اورسلاطین ودرِاسلامیہ وغیرہ سب پراعتراض ہے ان میں سے بعض کا جواب تو یہیں لکھنے کا ارادہ ہے اور بعض کا جواب متفرق مضامین وابواب مین ہوگا۔اِسی بیان نے مجکو مجبور کیا ہے کہ میں ہرطرح ہندو مسلمانوں کا مقابلہ کرکے دکھاؤں تاکہ حق وباطل میں امتیاز ہوجائے اور میرے ان تمام ہمقوم مسلمان نوجوانوں کے خیالات کی اصلاح ہوجائے جواس لچر تاریخ کو دیکھ کر بعض مسلمان حکمرانوں سے بدظن ہوگئے ہیں اور بعض مسائل میں ان کوشکوک وشبہات پیدا ہوگئے ہیں تمام تاریخیں چھان ڈالوخوداسی گلدستہ کشمیرکو دیکھو ہندوؤں کے عہد حکومت میں کشمیر کیا تھا اورمسلمانوں نے اسے کیا کردیااورمسلمانوں کے بعداس پرکیا گذری اس کے

متعلق ایک مضمون علیحدہ ہے۔اس مؤلف نے ایران توران سبھی کا ذکر چھیڑ دیا ہم نے تو اس کتاب میں کشمیر کے متعلق تو ثابت کر دیا ہے، کہ مسلمانوں کی وجہ سے ہی جنت بنا۔ ہندوستان کو جو فوائد مسلمانوں سے پہونچے ان کا تذکرہ بھی کسی مضمون میں ہوگا۔ ایران توران وغیرہ کا قصہ انہیں ممالک کی تاریخ میں دیکھو جہاں مسلمان گئے ہیں گلزار کر دیا ہے۔ کشمیر میں عہد اسلامیہ کے مظالم کی شکایت جو لکھی ہے وہ بھی بے جا ہے تمام ہندو مورخوں نے اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا کہ مندر ڈھائے اور بجز مسلمان بنائے اور وہ بھی بغیر کسی ثبوت اور ماخذ کے لکھا ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہوسکتا اسی مؤلف نے ان امور کے سوا کسی مسلمان بادشاہ کے متعلق اور کسی قسم کے ظلم کا ذکر نہیں کیا۔ تاریخ کے باب سے معلوم ہوگا کہ کسی مسلمان بادشاہ نے بجز کسی عورت کو نہیں چھینا، معصوم بچوں عورتوں کو قتل نہیں کیا۔ حاملہ عورتوں کے حمل نہیں گرائے دل ہلا دینے والے بدن کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے وحشیانہ مظالم ہندراجاؤں نے کئے ہیں راجا تارائید نے اپنی لڑکی کی شادی کی خوشی میں آدمی ذبح کرائے۔ راجہ مہر کل نے تین کروڑ مرد وزن و طفل کو قتل کیا اور بہت سے دریائے سندھ میں ڈبوئے۔ وہ حیوان وانسان کو عذاب دیکر مزے لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دردناک چیخ سننے کے لئے چالیس ہاتھی پہاڑ گرا کر مار ڈالے۔ راجہ اشوک نے اپنی بیوی کو زندہ جلایا۔ راجہ کلشن دیوتیموں کو ستایا کرتا تھا۔ لوگوں کا مال لوٹتا تھا۔ راجہ ہرش دیو نے میوہ دار درخت کٹوائے۔ راجہ اونتا ورما نے حاملہ عورتوں کے حمل گرائے راجہ نر ایک برہمن کی بیوی کو چھیننا چاہتا تھا وہ فرار

ہوگا۔ راجہ پروہ گپت یوش کی بیوی کی عصمت دری کرنا چاہتا تھا اس نے آگ میں جل کر اپنی عصمت بچائی۔ راجہ چکرورما برہمنیوں کو جبراً داخل محل کرتا تھا۔ میں نے یہ وہ مظالم لکھے ہیں جنکا فکر خود اسی مؤلف نے اور تمام ہندو مورخین نے کیا ہے کسی مسلمان بادشاہ نے ایسے مظالم نہیں کئے۔ ہندوؤں کی ہی تاریخیں دیکھو بتاؤ وہ کون سے مظالم تھے جن میں مسلمان ہندوؤں س بڑھ گئے۔ مذہبی جبر اور اس کے لئے قتل وقتال مسلمان سلاطین کے متعلق اول تو یہ کسی معتبر حوالے اور معقول دلیل سے ثابت نہیں اور اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس میں بھی ہندو مسلمانوں سے بڑھتے ہوئے نکلیں گے اسی تاریخ میں دیکھو ہندو فرمانرواؤں نے کس وحشت و بربریت سے بود ہوں تباہ کیا ہے۔ رہا لوٹ کھسوٹ کا معاملہ اس کا میں ذکر نہیں کرتا، کیونکہ کس کس کا نام لوں اس میں تو سارے ہی راجہ مشتاق تھے، بقول ونسنٹ اسمتھ دنیا میں بہت کم ملک کشمیر کے ان راجہ رانیوں کی طویل فہرست کی برابری کر سکتے ہیں جس کا طرۂ امتیاز شرمناک طمع، وحشیانہ بسفا کی اور بے دردانہ بدنظمی کے سوا کچھ نہ تھا (ارلی ہسٹری) للتادت پر ہی منحصر نہیں۔ کشمیر کے راجہ بالعموم نہایت طامع بے درد اور سخت ظالم ہوئے ہیں راجہ پارتھ اپنی مفلوک الحال رعایا کو تازیانوں سے پٹواتا تھا۔ اس کا بیٹا جو کہیں زیادہ بدذات ہوا ہے۔ لوگوں کو بچھوؤں سے کٹواتا تھا (تاریخ ہند ہاشمی ص ۱۹۸)۔ اب ہم ایک دوسری طرح سے اس مؤلف کے بیان کی جانچ کرتے ہیں۔ اس نے پانچ بادشاہ ہوں سلطان سکندر، علی شاہ، سلطان حیدر، فتح شاہ، سید مبارک کو ظالم کہا ہے اور کسی کو ظالم نہیں لکھا بلکہ اکثر

کے عدل وداد کی تعریف کی ہے۔ان پانچوں کا عہد حکومت ۴۲ سال ہے گویا پانسو برس عہد حکومت اسلامیہ میں بقول اس مؤلف کے ۴۲ سال ظلم ہوا وہ بھی اسی قدر کہ مندر ڈھائے گئے لوگ زبردستی مسلمان بنائے گئے۔اب پانسو برس کا حساب ہندوؤں کے عہد حکومت کا اسی مؤلف کے بیان کی موافق دیکھنا چاہیے۔راجہ جیا پیڈ سے راجہ دیو بن راجہ جگد یو کے عہد تک پانسو برس ہوئے راجہ دیو کے بعد زمانہ راجہ سہد یو تک ہم نے اس لئے شمار نہیں کیا کہ اس زمانہ میں تقریباً طوائف الملو کی رہی ہے۔ ہمارے کسی مہربان کو یہ عذر نہ ہو کہ طائف الملو کی کے عہد کے واقعات کو معتبر نہیں سمجھنا چاہیے حالانکہ مسلمانوں کے پانسو سال میں طائف الملو کی کا زمانہ بھی شامل ہے اس ہندوانی پانسو سال میں جیا پیڈ،اونتی ورما،شنکر ورما،چکرورما،پروہ گپت،ابھی مینو،ویدارانی،سنگرام دیو،انت دیو،گلشن دیو،ہرش دیو،سہلن ،راجہ دیو تیرہ فرمانروا ظالم ہوئے۔ ان کا عہد حکومت ۲۳۰ سال ہے گویا مسلمانوں کے عہد حکومت کا چودھواں حصہ ظلم میں گذرا اور ہندوؤں کا تقریباً نصف عہد حکومت ظلم میں گذرا ۔پانسو برس میں ۳۸ مسلمان فرمانروا ہوئے۔ان میں سے پانچ ظالم ہوئے۔ پانسو برس میں ۴۷ ہندو فرمانروا ہوئے ان میں تیرہ ظالم ہوئے۔میں نے خود کسی کو ظالم قرار نہیں دیا ہے بلکہ خود اس مؤلف نے جس کو ظالم لکھا ہے یا جس کے مظالم بتایا گیا ہے اگر ہندو فرمانرواؤں کے حالات میں دیکھے جائیں تو ایک بھی اس فہرست میں آنے سے نہیں بچتا۔مسلمانوں کے عہد حکومت میں پانچ ہی حاکموں کو ظالم بتایا ہے۔سیہ بت عرف سیف الدین ،اعتقاد خان،آزاد خان،

میر ہزار، عظیم خان، ان سب کا عہد حکومت ۱۵ سال ہے۔ عظیم خان کا کل عہد حکومت ظلم میں نہیں گذرا خود اس مؤلف نے لکھا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے لڑائی ہونے کے بعد اس نے مظالم کئے (محمد عظیم خان منصور ہوا اس وقت سے ناانصافی وتہمت وخونریزی واخذ زر جزیہ ودست درازی بیداد وستم اور جمع کرنے زر میں سخت بدعت کرنے لگا۔ گلدستہ کشمیر ۱۱۶) یہ تمام تاریخوں میں مذکور ہے کہ عظیم خان نے ہندوؤں پر سختی اس لئے کی کہ انہوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے سازش کی پنڈت ہرداس وغیرہ کو اسی جرم میں سزا دی۔ پنڈت راجہ کاک کے متعلق اس مؤلف نے بھی لکھا ہے کہ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو کشمیر پر متصرف ہونے کی ترغیب دی۔ عظیم خان کی یہ سختی بھی تھوڑے ہی عرصہ رہی پھر وہ ہندوؤں پر مہربان ہوگیا تھا اور یہ سختی بھی تنہا ہندوؤں پر نہ تھی بعض مسلمان بھی اس زد میں آ گئے۔ عظیم خان نے کل چھ سال حکومت کی مہاراجہ رنجیت سنگھ سے جنگ ۱۸۱۴ء ہوئی اور ۱۸۱۷ء میں عظیم خان نے حکومت چھوڑی دی اس لئے یہ تین برس کا زمانہ جور وظلم کا شمار کیا گیا۔ اعتقاد خان، آزاد خان، میر ہزار کے مظالم عام تھے۔ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اس لئے مسلمانوں ہی پر ان کے مظالم کا زیادہ اثر ہوا۔ شاہ جہاں کا فرمان جو جامع مسجد کے دروازہ پر آج تک کندہ ہے ثابت کرتا ہے کہ اعتقاد خان نے ملاحوں (ہانجیوں) اور کاشتکاروں پر سختی کی اور یہ سب مسلمان تھے۔ مگر ہم نے ان تمام معقول وجوہ کو نظر انداز کر دیا۔ اب ظالم ہندو حکام کے عہد حکومت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ راجہ سنگرام دیو کا وزیر بدیشور راجہ انت دیو کا

وزیراور پال راجہ جیت جیا پیڈ کا خالو۔ راجہ سہلن کا وزیر ککلچندر، ویدارانی کا وزیرتو نگ اور راجگان ابھی مینونند گپت وتر بھون گپت و بھمہ گپت کے عہد میں خود ویدارانی بحیثیت مختار کل ان سب کا عہد حکومت ۱۳۲ سال ہے نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پانسو برس عہد حکومت میں چار حاکم ظالم ہوئے اور ان کا عہد حکومت ۱۵ سال ہے، ہندوؤں کے پانسو سال عہد حکومت میں چھ ظالم ہوئے اور ان کا زمانہ ۱۳۲ سال ہے۔ مسلمان بادشاہوں پر عیاشی کا بھی الزام لگایا جاتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمان بادشاہ عیاشی نہیں ہوئے یہ تو ایسی صفت ہے کہ دولت وحکومت کے ساتھ رہتی ہے ہر ملک ہر قوم ہر مذہب ہر زمانے میں حاکم ظالم وعیاش ہوئے ہیں پھر اس کو ایک قوم کے ساتھ مخصوص کر کے طنز وطعن سے بیان کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے اسلئے میں مجبور ہوں کہ اس میں ہندو مسلمانوں کا مقابلہ کروں۔ مسلمانوں کے پانسو سال عہد حکومت میں تین عیاش لکھے ہیں، سلطان حیدر، حسن شاہ، یوسف شاہ، ان کے متعلق شراب پینا، رقص وسرود میں مشغول رہنا لکھا ہے اور کچھ نہیں۔ ان سب کا عہد حکومت ۲۰ سال ہے ہندوؤں کے پانسو سال عہد حکومت میں دس عیاش ہوئے۔ بلھاچر سہلن، ہرشدیو، کلش دیو، کبمہ گپت، پروہ گپت، اونمتا، اونتی ورما، چکرورما شنکر ورما، للتا پیڈ، ان کے متعلق لکھا ہے کہ شرابخوری کرتے تھے، عورتوں کی عصمت دری کرتے تھے زبردستی عورتیں چھینتے تھے ان میں ایک دو ایسے بھی ہیں جن کا ماؤں اور بہنوں سے تعلق رہا ہے ان سب کا عہد حکومت ۷۵ سال ہے سلاطین وحکام کا ظالم وعیاش ہونا رعایا خرابی کا باعث ہوتا ہے اس لئے

عیاشی کا شمار بھی ظلم ہی میں کرنا چاہیے خاص کر ایسی عیاشی جیسی مذکورہ بالا راجگان نے کی اسلئے نتیجہ یہ ہے۔

پانسو برس عہد حکومت اسلامیہ

عہد حکومت ظالم سلاطین	عہد حکومت ظالم حکام	عہد حکومت عیاش سلاطین	میزان کل
۴۲ سال+	۱۹+	۲۰ سال	۸۱ سال

پانسو برس عہد حکومت ہنود

عہد حکومت ظالم راجگان	عہد حکومت ظالم حکام	عہد حکومت عیاش راجگان	میزان کل
۲۳۰ سال+	۱۳۲ سال+	۷۵	۴۳۷

مسلمانوں کے پانسو برس عہد حکومت میں ۸۱ سال زمانہ خراب رہا اور ہندوؤں کے پانسو سال میں ۴۳۷ سال خراب رہے۔ اب ناظرین خود اندازہ کرلیں کہ ملک کس کے عہد حکومت میں آباد و شاد رہا ہوگا۔ اب ۱۸۱۷ء سے کشمیر پھر ہندوؤں کے زیر حکومت ہے۔ تاریخیں پڑھو اور بتاؤ یہ کیسی حکومت ہے۔ سلاطین اسلام میں سلطان صدرالدین، شمس الدین، علاءالدین، قطب الدین، زین العابدین، مرزا حیدر، حسین شاہ، علی شاہ وسلاطین مغلیہ کے متعلق اس مؤلف نے اچھا خیال ظاہر کیا ہے۔ ایک درمیان میں سلطان سکندر کا زمانہ آتا ہے تاریخ دیکھو بس یہی تو بادشاہ تھے جنھوں نے استقلال کے ساتھ حکومت کی باقی سلاطین کے زمانہ میں تو طوائف الملوکی رہی، وہ کوئی نسلی یا مذہبی تعصب کا وقت ہی نہ تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا زمانہ تھا۔ ایسا زمانہ راجگان ہنود کے وقت میں بہت گذرا ہے اس مؤلف کو سلاطین اسلام کا شکریہ

ادا کرنا چاہیے تھا، اُن کے عدل وانصاف کی مدح کرنی چاہیے تھی کیونکہ اعتقاد خان نے سختی کی جب شاہجہاں کو معلوم ہوا اُس کو معزول کردیا اور اس کے مظالم کی اس تشہیر کی کہ اس کی معزولی کا فرمان آج تک جامع مسجد کے دروازے پر کندہ ہے اورنگ زیب کے صوبیدار سیف خان کے عہد میں خواجہ محمد صادق کے ہاتھ سے ایک ہندو زخمی ہوگیا۔ صوبیدار نے خواجہ کو اس قدر مارا کہ وہ جانبر نہ ہوسکا بدعوئے مجروح البدن زیر برج دارائی کہ مسکن او (صوبیدار) بود خواجہ نقشبندی را ایستادہ کردو زیر کرہ گرفت تا حدیکہ بے حس وحرکت شد چوں نجانہ رسانید رحلت نمود، واقعات کشمیر) محتوی خان نے بعہد محمد شاہ دہلوی) ہندوؤں کی ریشہ دوانیاں دیکھ کر ہندوؤں کے لئے چند شرائط تجویز کیں، لیکن صوبیدار نے ان کو جاری نہ کیا یہاں تک کہ باہم جنگ وجدل ہوئی، محتوی خان اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے، ایک پنڈت محتوی خان کی شرائط کی فریاد لیکر دہلی گیا۔ بادشاہ نے ان شرائط کی منسوخی کا فرمان نافذ کیا اور فریادی ہندو کو دستار عنایت کی، خود اسی مؤلف نے لکھا ہے (پنڈت جی رام نے بموقع شادی فرزند خود دراالسلطنت میں جاکر فریاد کی اور بادشاہ سے سوگز کا دستار حاصل کیا اور صمد خان کو قاضی شرف الدین کے تدارک کے لئے پیش گاہ بادشاہ سے ہمراہ لایا اُس نے یہاں پہونچتے ہی قاضی کو توپ کے آگے باندھ کر اڑا دیا۔ (گلدستہ کشمیر ص ۱۴۳)۔ آزاد خان نے سختی کی۔ تیمور شاہ درانی نے اس کی سرکوبی کے لئے مدد خان کو بھیجا، یہ تھا سلاطین اسلام کا عدل وانصاف ورعایا پروری۔ اب تاریخ دیکھ کر بتاؤ ردر پال، گلچندر، وزیر پنوں، لالہ رام کشن جاہا پنڈت۔

ہری سنگھ خوشحال سنگھ، بسا کہا سنگھ جنہوں نے انتہا درجے کے وحشیانہ مظالم کئے راجہ اننت دیو و راجہ سہلن و مہاراجہ رنجیت سنگھ و مہاراجہ دلیپ سنگھ و مہاراجہ رنبیر سنگھ نے کیا تدارک کیا، کیا سزا دی عیش وعشرت سیر وشکار کھیل تماشوں می بھی زیادہ حصہ ہندو فرمانرواؤں اور حکام نے لیا ہے عہد دولت مغلیہ میں ایک صوبیدار شہزادہ مراد ایسا تھا جو عیش وعشرت میں مشغول رہا۔ مگر اس کے عیش وعشرت سے رعایا کو کچھ زیادہ تکلیف نہیں پہونچی نہ کاروبار حکومت میں کوئی ابتری پیدا ہوئی۔ مگر شاہجہاں نے اس کو بھی گوارا نہ کیا۔ مورخ لکھتے ہیں۔ (یکساں بہ آب ہوائے کشمیر متنفع گردید زود تر طلب حضور شد، تاریخ اعظمی) شہزادہ شیر سنگھ (بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ) کشمیر کا صوبیدار ہوا خود عیش وعشرت میں مشغول ہوا۔ کاروبار بسا کہا سنگھ کے سپرد کیا اس نے خوب دونوں ہاتھوں سے خلق خدا کو لوٹا کھسوٹا، (بسا کہا سنگھ کو مختار کیا خود سیر وشکار عیش وعشرت کا شغل رکھا (گلدستہ کشمیر ص ۱۱۶) مہاراجہ شیر سنگھ مع پرتاب سنگھ پسر نابالغ اجیت سنگھ ولہنا سنگھ سدہانوالیہ کے ہاتھ سے سیر وشکار ہی میں مارا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ایک صوبیدار کرپارام تھا اس کی حالت اس مؤلف نے اس طرح لکھی ہے (وہ تالاب دل میں مصروف سیر وتماشائے رقص وسرود ملاحظہ چراغان کشتی رہا تھا یہ ہمیشہ خوشی وخوشحالی میں رہتا تھا۔ اپنی سواری کی کشتی میں خوبصورت ہانجیوں کو ہاتھوں میں گھونگرو لگے ہوئے چپے دیکر بٹھلاتا سیر ذریا کرتا، (گلدستہ کشمیر ص ۱۶۶) ان غافل عیش پرستوں کو مہاراجہ نے کچھ سزا نہیں دی، سب سے زیادہ یہ امر تعجب خیز ہے کہ اس مؤلف نے مسلمانوں پر شرابخوری کا الزام

لگایا اور شرابخوری کو ایک عیب سمجھا ہے میں نہیں کہتا کہ مسلمان شراب نہیں پیتے مگر شاید فی ہزار ایک شریعت اسلام میں شراب حرام ہے ظاہر ہے کہ جس مذہب میں جو چیز ناروا ہوتی ہے اسکو اس مذہب کے بہت کم آدمی کرتے ہیں مجھے اس تاریخ کشمیر میں دو تین مسلمانوں کے سوا کوئی شرابخور نظر نہیں آیا، اور ہندو فرمانرواؤں میں سے شاید کوئی ایک دو بچے ہوں اور کیسے بچ سکتے تھے اور کیوں بچتے جب مذہب سے اسکی اجازت اور مقدسین سے اس کا استعمال ثابت ہے، اس کا مفصل ثبوت تاریخ کے باب میں دو جگہ ہے۔ اس مؤلف نے مسلمانوں پر ایک یہ بھی الزام لگایا ہے کہ وہ مخالف اسلام کو کافر کے ذلیل لقب سے یاد کرتے ہیں یہ صحیح ہے کہ غیر مسلم کو کافر کہتے ہیں لیکن اس لفظ سے جو مطلب اس مؤلف نے نکالا ہے وہ صحیح نہیں، کافر معنی ہیں منکر اسلام، اگر غیر مسلم منکر اسلام نہیں تو اور کیا ہیں، البتہ ہندو مذہب میں غیر مذہب والوں کیلئے ذلیل الفاظ ہیں، ملیچھ (ناپاک) راکشش (خبیث) دیو وغیرہ خود اس مؤلف نے راجہ جلوک کے بیان میں بودھوں کے متعلق یہ ذلیل لفظ استعمال کیا ہے (اور ملیچھوں کو مقام ورنہ ذنب میں بسا کر) آریہ لوگ جنوبی ہند کو ملیایش دیش (کافرستان) کہتے تھے (تاریخ ہندوستان حصہ اول پروفیسر ایشوری پرشاد ص ۱۳) چنڈال ہ لفظ ایک نیچ ذات کے آدمی کے لئے استعمال کیا گیا (راجہ ترنگنی حاشیہ ص ۲ے۳) ہندو مسلمانوں کو ملیایش وغیرہ الفاظ سے مخاطب کرتے تھے (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص ۹) اسی سوانح عمری میں سلطنت مغلیہ کے متعلق لکھا ہے (وہ ملیچھ راج جسکی جڑ پاتال تک پہونچ چکی تھی) تیسری برہمن میں سے برہمن ایک جاتی

ہے (ذات) جو دیوتاؤں سے نکلی ہے اور شودر ایک دوسری جاتی ہے جو اسروں (ارواح خبیثہ) سے نکلی ہے (۴/۳۰۲) جو یہاں کے پہلے رہنے والے (ہند کے) یعنی شودر تھے ان کو وسیورا کشش، اوگر، پشاج، اسر، اجاس، پکشن، شگرو، کیک وغیرہ ناموں سے پکارتے تھے (آریہ) مثل غلام انکو اپنے زیر حکم رکھتے تھے اور نہایت ذلیل وحقیر جانتے تھے کسی طرح اُبھرنے نہیں دیتے تھے تمام محنت مزدوری کے کام لیتے تھے ان کی عورتوں کو تینوں برن کے...... رکھ سکتے تھے (آئینہ تاریخ نما صفحہ ۵۴) راون اپنے زمانے کا بڑا بااقبال اور عالیشان بادشاہ گذرا ہے چونکہ یہ راجہ آریہ نسل سے نہیں تھا، اس لئے آریہ مورخوں نے اسے دیو اور راکھشوں کا خطاب دیا ہے اور تمام غیر اقوام کے لوگوں کے لئے جو اُن کے خیال میں غیر مذہب تھے اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتے تھے (سری رام چند جی مصنفہ دیا رام ص ۵۰) عورتوں کے پکڑنے کا جو الزام ہے اس کے متعلق ایک مضمون علیحدہ ہے یہاں اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ شریعت اسلام میں مسلم وغیر مسلم کسی کی بہو بیٹی کا پکڑنا جائز نہیں اور مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا ہندوؤں میں یہ رواج تھا اور اس پر بڑی بڑی مقتدر ہستیوں نے عمل کیا ہے، اور منو شاستر میں یہ ایک قسم نکاح کی قرار دی گئی ہے کہ لڑکی کو جبراً پکڑ لانا اور اس کے اعزاء اقارب کو قتل وزخمی کر آنا، پروفیسر گوالیار کالج لکھتے ہیں بیاہ کا تو کچھ ٹھکانا نہیں تھا (قدیم ہندوؤں میں) تین بہن ایک آدمی سے اور پانچ بھائی ایک عورت سے بیاہ کر سکتے تھے علاوہ اس کے مغلوب دشمن کی عورتیں گویا اپنی ہی بیاہتا تھیں منوجی دھرم شاستر میں بیاہ کی یہ بھی ایک

قسم لکھتے ہیں کہ ڈاکوؤں کی طرح گھر والوں کو مار باندھ کر روتی اور چلاتی عورت کو لے بھاگے (طرز معاشرت ہندو انگلینڈ ص ۵۱) راجہ شیو پرشاد نے آئینہ تاریخ نما میں یہی لکھا ہے مہتہ آنند کشور لکھتے ہیں پرانے زمانے میں کشتریوں میں زبردستی لڑکیاں اُٹھا کر لے جاتے اور ان کے ساتھ شادی کرنے کا رواج تھا جیسا کہ خود سری کرشن نے ایسا کیا، ارجن دیو نے ایسا کیا، مگر زمانہ حال میں ایسا کرنا مہا پاپ سمجھا جاتا ہے (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص ۱۳۱ و ص ۱۳۲) راجہ ششپال والی چندیری کی شادی رکمنی والی کندن پور لڑکی سے ہوئی، لگن کے وقت جب رکمنی گھر کو واپس جارہی تھی سری کرشن اسکو راستے ہی سے لے اُڑے (حیات سری کرشن ص ۳۱) آسام کا راجہ جونس حسین عورتوں کو پکڑ لیتا تھا۔ سولہ ہزار حسین عورتیں اسکی قید میں تھیں (حیات سری کرشن ص ۳۴) لڑکی کے رشتہ داروں ور دوستوں کو لڑائی میں قتل یا زخمی کرنے کے بعد اس کے مکان میں گھس کر لڑکی کو بجر لے جانا جب وہ رو رہی ہو اور مدد طلب کر رہی ہو راکشش ازدواج کہلاتا ہے۔ (دہرم شاستر مصنفہ رائے بجے ناتھ ص ۵۶ بحوالہ منوشاستر) تمام سلاطین اسلام نے ہندوؤں کی پرورش کی، اور اُن کو عہدے دئے، سلطان صدرالدین کا سپہ سالار ہندو پنجہ بٹ تھا، سلطان شہاب الدین کے عہد میں ہندوؤں کا صاحب اقتدار ہونا اس مؤلف کو بھی تسلیم ہیے، سلطان سکندر کے دو وزیر اڈک و ساہس ہندو تھے، علی شاہ کے عہد میں لدراج سپہ سالار اور گور کہہ گورنر تھے۔ سلطان زین العابدین کے افسر دار الترجمہ افسر الاطباء مصاحب مورخ اور بہت سے عہدیدار ہندو تھے اس کا ہر

ہندو مورخ کو اقرار ہے اکبر کے زمانے میں پنڈت طوطا رام اعلیٰ عہدیدار تھا، اورنگ زیب کے عہد میں راجہ رگھناتھ متصدی مہمات دیوانی اور مہیش چودھری صاحب اقتدار تھے، احمد شاہ درانی کے عہد میں پنڈت کیلاش در صاحب کار پنڈت مہانند دیوان ملکی راجہ سکھ جیون نائب صوبہ گورکھ سنگھ مددگار صوبہ، تیمور شاہ کے عہد میں دلا رام صاحبکار، دیوان سنگھ مدار المہام زمان شاہ کے عہد میں سہج رام صاحب کار، نند رام ٹکو مصاحب، ہیرا داس خزانچی، مدد خان صوبیدار نے (بہ عہد تیمور شاہ) اس قدر ہندو ملازم رکھے کہ تمام دفاتر میں ہندو ہی ہندو ہو گئے، صاحب سلیمان باغ لکھتے ہیں ؎

دیوانی دخل یافت ہنود ۔ دفتر ظلم را حساب افزود

محمود شاہ درانی کے عہد میں نند رام دیوان تھا، عطا محمد صوبیدار کے عہد پنڈت سہج رام افسر دیوانے تھا۔ عظیم خان کے عہد میں سہج رام افسر دیوانی ہیرا داس صاحب کار، بیر بر اور سوکھ رام افسران مال تھے، اس مؤلف نے سلطان سکندر پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ اس نے ہندوؤں کی کتابیں جلائیں یہ الزام ان متعصبین کا خود تراشید ہے اس کا کوئی ماخذات و ثبوت نہیں، یہ امر محتاج ثبوت نہیں کہ زمانہ سابق میں لکھے پڑھے آدمی کم تھے مطالع تھے، قلمی کتابیں ہوتی تھیں، وہ بھی خاص خاص لوگوں کے یہاں، اس لئے یہ خیال کرنا کہ کشمیر میں لاکھوں ہزاروں کتابیں ہونگی صحیح نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ تاریخ سے ثابت ہے کہ کشمیر میں سال میں دو ایک بار آتشزدگی بھی ہمیشہ ضرور ہوتی رہی ہے سیلاب و زلزلوں سے بھی بربادیاں ہوتی رہی ہیں۔ ایسی صورت میں کتابوں کا محفوظ رہنا

کیونکر ممکن تھا۔ سلطان سکندر سے پانسو برس پہلے جیا پیڈ نے کشمیر میں جس قدر ویدوشاستر تھے جمع کر کے سب دفن کرا دئے تھے اس سے ایک بند بن گیا تھا جو آج تک موستھور کے نام سے مشہور ہے ابتدائی تیرھویں صدی عیسوی سے یعنی سلطان سکندر سے بچاس ساٹھ برس قبل سے عہد راجگاں ہنود سے کشمیر میں پے درپے جو بربادی آتش زدگی اور لوٹ مار سے ہوئی اگر جیا پیڈ کے بعد کچھ کتابیں بچی ہونگی تو وہ ان حادثات کی نذر ہو گئیں۔ اور قدیم کتابیں بھوج پتر پر لکھی ہوئی تھیں آگ میں باروت کا کام دیتا ہے اسی مؤلف نے ایک آتش زدگی کے متعلق لکھا ہے (جلتے ہوئے بھوج پتر نے ہوا سے اڑ کر محلہ املہ مری نہر قاضی زاد تک خاک سیاہ کر دیا، گلدستہ کشمیر ص ۱۵۵) جہاں یہ صورتیں ہوں وہاں کتابیں کیونکر محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ایسی جگہ سے کتابوں کا نہ نکلنا یا کم نکلنا اس پر دلیل نہیں ہوسکتا کہ کسی نے کتابیں جلائیں۔ جس طرح اس مؤلف نے یہ لکھا ہے کہ سلطان سکندر نے کشمیر میں ہندوؤں کا اور مندروں کا نام ونشان تک نہ چھوڑا اس کا یہ بیان غلط ثابت ہوا۔ (تاریخ کے باب میں اور آخر میں اس کا ثبوت ہے) اسی طرح اب بھی کشمیر سے قدیم کتابیں برآمد ہوئی ہیں اور اس تعداد میں نکلتی ہیں کہ جس سے زیادہ کسی محفوظ مقام میں بھی نکلنی مشکل ہیں یہی مؤلف لکھتا ہے (بھولر صاحب متوطن جرمنی یہاں آکر (۱۸۵۰ء میں) بہت سی پستکیں سنسکرت کی پرانی جو بھوج پتر پر لکھیں تھیں لے گئے انکی تعداد قریب آٹھ سو کے تھی، گلدستہ کشمیر ص ۲۲۲) قریب آٹھ سو کے قدیم کتابیں غیر ملکی خرید کر لے گئے تو ان سے زیادہ ایسی تعداد ہوگی جنکو مالکان کتب نے فروخت نہ کیا ہوگا۔

اور ایسی بھی ہونگی جو موافق مقصد نپا کر خریدار نے نہ خریدار ہوگا، ایک خریدار کا ذکر اس مؤلف نے کیا ہے اور بھی یورپین سیاحوں نے خریدی ہونگی (لیکن کشمیر کی جتنی فارسی یا سنسکرت کی تاریخیں اور دیگر علوم وفنون کی کتابیں ہیں اہل کشمیر کی جہالت کی وجہ سے ہنوز پردہ گمنامی میں ہیں بلکہ اکثر ضائع ہو چکی ہیں کچھ انگریز اور جرمن سیاح خرید کر لے گئے اور کچھ مالکان کتب کی نا قابلیت کی وجہ سے کیڑوں کی نذر ہو رہی ہیں شباب کشمیر ص ۷۰) ذوالقدر خان عرف زولجو کے قتل وقتال کی شکایت بھی بے جا ہے زولجو رئیس قندہار کا سپہ سالار تھا اس سے پہلے راجگان کشمیر چند بار قندھار کو پامال کر چکے تھے، قندہاریوں پر وحشیانہ مظالم کر چکے تھے۔ مہرکل نے تو بری طرح برباد کیا تھا، اگر ایک دفعہ کسی قندہاری نے کشمیر پر حملہ کر کے اپنا بدلہ لے لیا تو گویا غضب ہوگیا، ہم بحیثیت مسلمان ہونے کے زولجو کو اپنے مذہبی نقطہ نظر سے بشرطیکہ وہ مظالم ثابت ہوں قابل ملامت سمجھتے ہیں لیکن متعصب پنڈت نے جو مذہبی وقومی رنگ دے کر طنز و طعن کیا ہے اسکے مقابلہ میں یہ جواب ترکی بہ ترکی ہے۔

مؤلف گلدستہ کشمیر کا تعصب اور بزرگان اسلام کی توہین

یوں تو اس پنڈت نے ہر جگہ تعصب سے کام لیا ہے جو عبارتین اس کی نقل کی جا چکی ہیں انہیں سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ غایت درجہ کا متعصب ہے جو امور اظہر من الشّمس ہیں ان پر بھی اپنی ہٹ دھرمی سے پردہ ڈالنا چاہتا ہے جس جگہ ہندو پیشواؤں کا ذکر کرتا ہے تعظیمی الفاظ لکھتا ہے (اور سری کرشن

مہاراج کے وہاں رونق افروز ہونے کی خبر پا کر گلدستہ کشمیر ص ۱۷) جہاں بزرگان اسلام کا ذکر آتا ہے تو توہین آمیز الفاظ لکھتا ہے (جب سید علی ہمدانی یہاں آیا، گلدستہ کشمیر ۱۰۴) (میر سید محمد فرزند سید علی ہمدانی بھی بمعہ بہت سے مریدوں کے یہاں پہونچا، گلدستہ کشمیر ۱۰۶) (جب سید علی ہمدانی مر گیا، گلدستہ کشمیر ص ۱۰۷) کون نہیں جانتا کہ حضرت سید علی ہمدانی اور انکے صاحبزادے حضرت میر سید محمد ائمہ اسلام میں سے ہیں اور کشمیر کے مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز و مدار ہیں اسی طرح ہندو حکمرانوں کی وفات کا ذکر تعظیمی الفاظ مین کیا ہے راجہ ابھی مینو جس کے عہد میں قتل وقتال کی گرم بازاری رہی) کی وفات کے متعلق لکھتا ہے (شفا خانے آخرت کو سدھارا، گلدستہ کشمیر ص ۷۴) راجہ اونتی ورما کے متعلق لکھا ہے بہشت کو سدھارا (گلدستہ کشمیر ص ۶۶) اگر کسی ہندو کے متعلق معمولی الفاظ بھی لکھے ہیں تو وہ بھی بہت نرم، راجہ گلشن دیو (جس کے مظالم و بدچلنی کی طویل داستانیں اس نے خود لکھی ہیں) کے متعلق لکھا ہے اس کی زندگانی کا دن تمام ہوا (گلدستہ کشمیر ص ۸۲) سلاطین اسلام کا ذکر توہین کے ساتھ کیا ہے، سلطان سکندر مرحوم مسلمانوں میں نہایت محترم سلطان ہیں مسلمان اُن کو بزرگ مانتے ہیں ان کے عہد کے علماء اور اولیاء نے ان کی وفات کا نہایت تعظیم وتکریم سے ذکر کیا ہے (خدا شناس چیمہ صفت سکندر شاہ) مگر یہ متعصب لکھتا ہے آخر الامر یہ ظالم بھی ۲۴ برس حکومت کے بعد اس جہانِ فانی سے عذاب گور جاودانی میں کیڑے مکوڑوں کے دہن میں جا پڑا نام بد چھوڑ کر لعنت پائدار ہمراہ لے گیا۔

نماند ستمگار بدر روزگار   بماند بر ولعنت پائدار

گلدستہ کشمیر ۱۰۴ ہندونواز سلطان شہاب الدین کے متعلق لکھا ہے حکومت کے بعد مرگیا گلدستہ کشمیر ۱۰۴ مسلمان مورخوں نے ایسا نہیں کیا انہوں نے سلطان شمس الدین کے متعلق لکھا ہے ساقی اجلش شراب حسرت چشانید (واقعات کشمیر) سلطان علاؤالدین کے متعلق لکھا ہے یہ بیماری درگذشت (واقعات کشمیر) میر شیر علی افسوس نے پانڈوں کے داد کے متعلق لکھا ہے آخر بیکنٹھ باشی ہوا، راجہ پرنحیت کے متعلق لکھا ہے بیکنٹھ میں جابسا (تاریخ راجگان ہند جلد دوم ص ۴۹) راجہ رام چندر جی بھی کشمیر میں رونق افروز ہوئے تھے مکمل تاریخ کشمیر ص ۱۸) حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام پیغمبر اسلام ہیں اس کندہ دہن پنڈت نے ان کے متعلق یہ حکایت لکھی ہے جو نہایت دل آزار ہے (روایت ہے کہ ملکہ میں ایک رکھی یعنی عابد جو مکشیور مہادیو کی عبادت میں مصروف تھا اکثر گومید جگ کیا کرتا تھا اور پھر برکت عبادت سے گاؤ زندہ کرتا آخر جگ میں جبکہ دواپر کا آخیر تھا اس کی عورت نے جو حاملہ تھی کسی قدر گوشت اس کا کھالیا جب بعد اختتام جگ عابد نے گاؤ کو زندہ کیا تو اس کے جسم میں اسی قدر گوشت کم پایا، اور عورت مذکورہ نے کھالینے کا اقرار کیا، اسوقت عابد نے کہا کہ تیرا کچھ قصور نہیں تو نے دوسرے آتما کی خواہش سے جو تیرے پیٹ میں ہے یہ کام کیا، گناہ کبیرہ گردن پرلیا، اب جولڑکا پیدا ہوگا وہ آتم کے نام سے ہوکر اسی کھانے کے جرم میں مقہور الٰہی ہوگا اس کی اولاد قدیمی دھرم سے محروم رہے گی، پس قدرت الٰہی سے دعائے عابد سے وہ لڑکا پیدا ہوا۔ اور عابد اس کو تنہا چھوڑ کر

چلا گیا۔ وہی آتم (آدم) کے نام سے مشہور ہوا۔ ضمیمہ گلدستہ کشمیر ص ۶) ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ اس بے سرو پا کہانی سے مسلمانوں کی کس قدر دل آزاری ہوئی ہوگی، اس نادان مؤلف کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت آدم تو بغیر ماں کے پیدا ہوئے تھے وہ جس کا ذکر کرتا ہے وہ آدم پیغمبر نہیں کوئی آتم (پدر کش مادر آزار) مہاتما ہوگا۔ مگر اس روایت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ملکہ قدیم اور اصلی معبد باقی ایجاد بندہ، دوسرے یہ کہ بزرگان ہنود گائے ذبح کرتے تھے تیسرے یہ کہ یہ ہندو رکھی علم و انصاف وحمیت مذہبی سے بے بہرہ تھا قصور عورت کا بدعادی بے گناہ بچے کو جس عورت نے گناہ کیا اس کے ساتھ رہا، جب بے گناہ بچہ پیدا ہوا چھوڑ کر چل دیا۔

ایسے ہی بزرگوں کی تقلید کا اثر ہوا کہ کشمیر کے راجہ سندر سین کی عدالت میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا خسر میری بیوی (باپ بیٹی سے) تعلق رکھتا ہے راجہ صاحب نے بعد ثبوت مدعی کو افشائے راز کے جرم میں سزا دی اور زانیہ زانی کو بری کر دیا، (مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول ص ۶۹) جب گومید جگ ہوتے تھے تو گوشت بھی کھایا جاتا ہوگا کیونکہ ہر شخص تو گائے کو زندہ کرنے کی کرامات نہیں رکھتا، اگر پھینک دیا جاتا ہوگا تو مال ضائع کرنا اہل عقل کا کام نہیں۔ یہ روایت اس لئے بھی غلط معلوم ہوتی ہے کہ قدیم ہندو گائے ذبح کرتے تھے اور اُس کا گوشت کھاتے تھے (جہاں جہاں گومید وغیرہ لکھے ہیں (ویدوں شاستروں میں) وہاں وہاں حیوانات میں نر حیوان کا مارنا لکھا ہے جو بانجھ گائے ہوتی ہے اس کو بھی گومیدہ میں مارنا لکھا ہے (ستیارتھ

پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء) کو شک منی کے سات بیٹوں نے ایک گائے کھا کر نجات حاصل کی (ست تروپن) گوشت خواری اور قربانی کی بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے یہاں موقع نہیں۔

مسلمان قوموں کے اخلاق پر حملہ

قوم ہانجیاں بڑی بدمعاش، رذیل اور خراب فرقہ ہے تمام شرارتیں انہیں سے ہوتی ہیں اکثر سیاحان کشمیر بھی لوگ عیاشی اور رنڈی بازی میں ڈال کرلوٹتے ہیں اور بعض اوقات اپنی ہاتھوں کو پنڈتانیوں کالباس پہنا کران کے پاس لے جاتے ہیں (گلدستہ کشمیر حصہ اول ص ۷۷) اس کا فیصلہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جو کشمیر گئے ہیں، میں ایسے بیہودہ معاملہ کی تفصیل نہیں کرنا چاہتا۔ صرف اس قدر کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ وہ ایسے عقل مند، سیاح اور عیاش ہوں گے جو ایک مسلمان، جاہل، رذیل غیر مہذب غریب ہانجن کو ہندو شریف خواندہ امیر مہذب برہمنی سمجھ لیتے ہوں گے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے   جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

صفحہ ۷۳ پر لکھا ہے مسلمان لوگ دراز قد ہوا بین یہودیوں کی وضع پر مضبوط، بعض رذیل، شریر، فتنہ انگیز متعصب، بے صبر ناخواندہ کاریگر بارکش پست ہمت منافق بزدل ہوتے ہیں۔ جو شخص ان سے نیکی کرے بلا مضائقہ اس سے بدی کرتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

اگر قحط الرجال افتد ازیں سر انس کم گیری

یکے افغان دوم کنبوہ سویم بدذات کشمیری

کشمیری بے پیرانہیں کے حق مشہور ہے (گلدستہ کشمیر حصہ اول) ان فقرات کا جواب کہیں اس کتاب میں ہے، باقی پنڈتوں کے جو صفات پنڈتوں نے لکھی ہیں ان پر نظر کر لینا کافی ہے باقی امور جن پر اعتراض ہے جہاد، جزیہ، غنیمت، غلامی وغیرہ ان کی تحقیق آخر کے ابواب میں ہوگی۔

کشمیر کی تاریخیں اور مورخ

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ قدیم ہندوؤں نے کوئی تاریخ مرتب نہیں کی، اور وہ علم تاریخ سے واقف نہ تھے ان میں قصے کہانیوں کا رواج تھا کشمیر کی تاریخ سب سے پہلے پنڈت رتنا گر نے لکھی اس کا نام راج ترنگنی تھا، یہ تاریخ زبانی قصوں کہانیوں سے مرتب ہوئی تھی، رتنا گر نویں صدی عیسوی میں تھا پھر کلہن پنڈت نے جو بارہویں صدی عیسوی میں تھا راجہ ترنگنی نام تاریخ لکھی یہ بھی زبانی روایات وحکایات سے جمع کی گئی، کلہن پنڈت کو تاریخ لکھتے وقت رتنا گر کا نسخہ دستیاب نہیں ہوا یہ دونوں تاریخیں تو ہم آمیز اور دوراز قیاس افسانوں سے پر ہیں، مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی لکھا ہے راج ترنگنی بھی شاعرانہ طور سے مبالغے اور پرانے دستور کی موافق لکھی ہے (ص ۱۱) پندرہویں صدی عیسوی میں سلطان زین العابدین بڈشاہ کے عہد میں سلطان کے دارالترجمہ کے افسر پنڈت زونراج نے سلطان کے نام پر زینہ ترنگنی تاریخ لکھی جس میں ہندوؤں کے آخری عہد سے سلطان کے زمانہ تک کی تاریخ تھی یہ اب نایاب ہے مسٹر آسٹن صاحب نے اپنے نوٹوں میں اس کے حوالے دئے ہیں بڈشاہ

کے دارالترجمہ کے ایک رکن سوم پنڈت نے زین چرت نام تاریخ لکھی اس میں بڈشاہ کے عہد کے حالات تھے یہ اب ناپید ہے، پنڈت شربد بر نے ایک تاریخ لکھی اس کا نام بھی راج ترنگنی ہے اس میں ۱۴۷۷ء تک کے حالات ہیں راجاوتی نام ایک تاریخ پرجے بھٹ نے بعہد اکبر بادشاہ لکھی تھی، ملا احمد نے وقائع کشمیر لکھی یہ مورخ بڈشاہ کا ملک الشعرا تھا اس کو پنڈت رتناگر کا نسخہ بھی مل گیا تھا اس نے اس کا ترجمہ فارسی میں کر دیا تھا۔ ملا نادری نے تاریخ کشمیر لکھی، یہ اب ناپید ہے، مرزا حیدر فرمانروائے کشمیر نے فارسی میں تاریخ رشیدی اور پنڈت بیربل کاچرو نے مختصر التواریخ خواجہ اعظم نے تاریخ اعظمی، سیف الدین نے تاریخ جدولی دیوان کرپارام نے گلزار کشمیر، مولوی عزیز الدین نے احسن التواریخ لکھی، ایک تاریخ ملا بہاء الدین متو نے لکھی، ملا عبدالنبی نے وجیز التواریخ، تاریخ حسن پیر حسن شاہ نے تاریخ خلیل ملا اخوند خلیل نے تاریخ کشمیر مولوی ہدایت اللہ نے، پنڈت نرائن کول عاجز نے تاریخ کشمیر لکھی تاریخ سلیمان باغ کشمیر کی نظم تاریخ ہے یہ سب فارسی میں ہیں۔ راجہ سکھ جیون نل حاکم کشمیر نے ۱۷۷۶ء میں کشمیر کی تاریخ نظم لکھانی شروع کی، سات شعراء کو معقول وظائف مقرر کر کے اس کام پر مامور کیا، محمد علی خان متین، عبدالوہاب شائق، ملا راجح، محمد جان سامی، ملا محمد توفیق، رحمت اللہ نوید، حسن اور ایک ایک شعر کے لئے ایک ایک روپیہ انعام مقرر کیا، شائق نے ساٹھ ہزار، توفیق نے دو ہزار سامی نے ایک ہزار شعر تیار کئے تھے کہ راجہ کا آفتاب اقبال غروب ہو گیا، اور یہ تاریخ ناتمام رہ گئی انگریزی میں اسلامک کلچر ان کشمیر مسٹر غلام محی الدین

نے، شارٹ ہینڈ آف کشمیر مسٹر گوشہ لعل بی۔اے نے، ویلی آف کشمیر مسٹر والٹر لارنس نے لکھی، اردو میں تاریخ کشمیر خواجہ حسن ملک نے، گلدستہ کشمیر پنڈت ہرگوپال نے لکھی، مکمل تاریخ کشمیر تین حصوں میں منشی محمد الدین فوق نے لکھی یہ تاریخ کشمیر کی تاریخوں میں سب سے بہتر ہے کیونکہ فوق صاحب کو رتنا کر کا اصل نسخہ بھوج پتر پر لکھا ہوا اور چند نایاب تحریرات دستیاب ہوگئی تھیں، فوق صاحب کی اس جستجو کی تعریف ٹھا کر اچھر چند مترجم راج ترنگنی نے بھی کی ہے ایک تاریخ کشمیر کی میرے دوست مولوی محمد شاہ صاحب سعادت مورخ کشمیر نے بھی لکھی ہے جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی، یہاں تک جس قدر تاریخوں کا ذکر ہوا ہے ان میں بعض نایاب ہیں بعض غیر مطبوعہ ہیں اکثر موجود اور مطبوعہ ہیں اردو میں ایک تاریخ موسوم بہ تاریخ ریاست جموں و کشمیر ہے جو ریاست کشمیر کے مدارس میں رائج ہے، باقی بعض متفرق کتب اور تاریخوں میں بھی مختصراً کشمیر کا بیان ہے جیسے رسائل طغرا، تاریخ ہند پروفیسر ذکاء اللہ کشمیر میں علم تاریخ کی بنیاد پنڈت رتنا کر نے ڈالی اور اس کی تقلید کاہن پنڈت نے کی، اگرچہ مبالغہ اور افسانہ سازی سے دونوں نہ بچ سکے لیکن ضروری دونوں مصنف تعریف و شکریہ کے مستحق ہیں رتنا کر کا نسخہ چونکہ نایاب ہوگیا تھا اس لئے ہندو، مسلمان، انگریز تمام مورخوں کا ماخذ کاہن کی راج ترنگنی ہے مگر افسوس ہے کہ سب نے آنکھیں بند کر کے تقلید کی ہے۔ بہت کم کدو کاوش کی ہے۔

جنگ مہابھارت

چونکہ ہندوستان کی کوئی صحیح اور قدیم تاریخ موجود نہیں اور ہندو مصنفین کی مبالغہ آمیزی ثابت ہے ان کے جگوں کا حساب خلاف قیاس ہے اس لئے اس کا صحیح پتہ نہیں لگتا کہ جنگ مہابھارت کس زمانہ میں ہوئی، پروفیسر ذکاء اللہ نے بھی تاریخ ہند میں یہی لکھا ہے ہندوؤں کے بیان کے موافق ساڑھے پانچ ہزار برس سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں اکثر یورپین مورخین نے قیاس آرائی سے کام لیا ہے اس مضمون کے مطالعہ سے ناظرین کو ضرور اس جنگ کا زمانہ قریب قریب تحقیق ہو جائے گا۔ یہ لڑائی کورو پانڈوؤں میں کرکشیتر (قریب تھانیسر) کے میدان میں ۲۴ دن تک رہی۔ سری کرشن کی بہن ارجن پانڈو سے بیاہی تھی اس لئے وہ پانڈوؤں کے شریک تھے، پانڈو راجہ پانڈ کے بیٹے تھے، راجہ پانڈ نے کنتی سے شادی کی، جو بیاس جی کی بہن اور کرشن و بلرام کی خالہ تھی، اس سے جدہشٹر بھیم، ارجن تین بیٹے پیدا ہوئے بعض نے نکل اور سہدیو کو بھی لکھا ہے، بعض نے نکل اور سہدیو کو راجہ پانڈو کی دوسری رانی مادری کے بطن سے لکھا ہے (عمدۃ التواریخ رتن لال) ارجن کی شادی سپھدرا ہمشیرہ سری کرشن سے ہوئی (حیات سری کرشن) یعنی خالہ زاد بہن سے اب ہندو ایسے رشتوں میں شادی نہیں کرتے۔ اس جنگ کے حالات میں بیاس مصنف وید نے جو اس زمانے میں موجود تھے مہابھارت نام کتاب تصنیف کی، لالہ سورج نرائن بی اے ایل ٹی لکھتے ہیں پانچوں پانڈو بہت دنوں تک اِدھر اُدھر

بھیک مانگ کر گذارہ کرتے پھرے بیاس جی سے انکی ملاقات ہوئی۔ (کتاب ہند کے جان نثار") بابو منمتھ دت ایم اے لکھتے ہیں اسی زمانہ میں برگزیدہ بیاس نے ویدوں کی تالیف کی (رہنمایان ہند) ان حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ بیاس جی مصنف وید مہابھارت پانڈوں کے ہمعصر تھے اب بیاس جی کے زمانہ کا تعین ہونا چاہیے۔ وہی زمانہ اس جنگ کا ہوگا۔ الفنسٹن صاحب نے بیاس کے باپ کے متعلق مختلف سن بیان کئے ہیں ان میں سے ایک روایت ۵۷۶ قبل مسیح کی بھی ہے بیاس زردشت کے شاگرد ہیں صاحب دبستان مذاہب اور اکثر مورخین نے یہی لکھا ہے بیاس کے زردشت سے ملاقات کرنے اور مرید ہونے کا ذکر پارسیوں کی کتاب وساتیر اور سفر نگ میں ہے (اس کی بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے) بیاس دیو کا ہونا پارسیوں کے صحیفے آسمانی دساتیر میں درج ہے (گلدستہ کشمیر ص ۱۷) لالہ تلسی رام لکھتے ہیں یہ غلط ہے کہ بیاس جی زردشت کے چیلے تھے بلکہ وہ مباحثہ کرنے لگے تھے اس کامیاب سفر سے واپسی پر انہوں نے ویدوں کو جمع کیا (واقعات ہند) بیاس کا لقب انگھر نکھا دبھی ہے جو صحف پارسیان میں مذکور ہے اور بیاس نے اپنے استاد کا نام منترین بیان کیا ہے، یہ زردتشت کا لقب ہے (تلخیص التواریخ بحوالہ نوٹ اتیر پارک وید) پنڈت لیکھرام لکھتے ہیں۔ پارسی مذہب وزردشت نے بیاس کی زندگی میں جاری کیا (کلیات آریہ مسافر ص ۹۸) بیاس زردشت کا مرید ہو یا نہ ہو یہاں اس بحث کا موقع نہیں صرف یہ مقصد ہے کہ بیاس وزردشت ہم عصر تھے زردشت کس زمانے میں تھے یہ اس طرح تحقیق ہوتا ہے۔

زردشت نے شہنشاہ ایران گستاسپ کو مرید کیا، زردشت نے گستاسپ سے شرط کی تھی کہ اس کا بیٹا مذہب کے لئے جنگ کرے (حالات قوم پارسیان ص ۳۰) بحوالہ زرتشت نامہ مصنفہ زرتشت بہرام) سرجان مالکم لکھتے ہیں اتفاق است برین کہ او درزمان اور (گستاسپ) خروج کرد، او یکے از تلامذہ ارمیابود گستاسپ رار بودۂ خود کرد ہرکدام دران کتاب (کتاب زرتشت) طعنے یا قدحے کرد اور اور عقوبت کشید، چنان شد کہ خلائق درعہد دولت دی دین مجوس گرفتند (معجم فی آثار ملوک العجم) زرتشت کے بعد اس کا پوتا بہمن تخت نشین ہوا (تاریخ ایران) بہمن نے بخت نصر کے بیٹے کو معزول کیا اسلئے بخت نصر اور گستاسپ ہمعصر ہوئے، بخت نصر نے ۶۰۶ قبل مسیح بیت المقدس کو برباد کیا۔ اس لئے گستاسپ زرتشت بخت نصر بیاس ہ سب ہمعصر ہوئے اور یہ لوگ ساتویں صدی قبل مسیح میں موجود تھے ۔ قریب قریب یہی زمانہ جنگ مہابھارت کا ہوسکتا ہے اس زمانہ کا تعین ایک اور طرح بھی ہوتا ہے بہرام گوید فرستان نے زردشت کو (۲۵۸) سال قبل سکندر لکھا ہے (مجمل التواریخ) اور سکندر (۳۲۵) قبل مسیح تھا اسلئے زردشت (۵۸۳) قبل مسیح ہوا۔ یورپین مورخین نے جنگ مہابھارت کا زمانہ چارسو پانسو قبل مسیح اندازہ کیا ہے ایسا ہی تاریخ ہند میں پروفیسر ایشوری پرشاد نے لکھا ہے، پروفیسر بنتلی نے پانڈوں کے استاد گرگ رشی کی جنتری سے چارسو پانسو قبل مسیح اندازہ کیا ہے (تلخیص التواریخ) لالہ رتن لال صاحب عمدۃ التواریخ گرگ رکھشیر کے حوالے سے (۵۷۵) قبل مسیح لکھتے ہیں، غرض جنگ چھٹی صدی قبل مسیح میں ہوئی ہے اور

یہی زمانہ سری کرشن کا ہوا۔

مہاراجہ رام چندر جی

ہندو مصنف رام چندر کو گذرے ہوئے ساڑھے آٹھ لاکھ برس بیان کرتے ہیں (آئینہ تاریخ نما) سری کرشن کا زمانہ جنگ مہابھارت میں تحقیق ہو چکا ہے کہ وہ چھٹی صدی قبل مسیح میں تھے رام چندر راجہ اچھواکو بانی سلطنت اجودھیا کی نسل ہیں۔ اکشواکو اور رام چندر کے درمیان (۵۷) پشتین گذریں سری کرشن بدھ کی اولاد سے ہیں، بدھ اکشواکو کا بہنوئی تھا، بدھ اور سری کرشن کے درمیان (۵۱) پشتین گذریں (جام جہاں نما مصنفہ شیو پرشاد جلد دوم) اس لئے سری کرشن رام چندر سے چھ پشت قبل گذرے ہیں اس لئے ان کا زمانہ سری کرشن س بہت بعد ہے اس زمانہ کا تعین ایک اور طرح بھی ہوسکتا ہے والمیک مصنف رامائن رام چندر جی کا ہمعصر تھا (دلیہ ان تاریخ ہند مصنفہ لکشمی کانت ایم۔اے) مورخین یورپ نے رامائن کا زمانہ تصنیف ۵۰۰ سنہ قبل مسیح اندازہ کیا ہے، ایسا ہی پروفیسر ایشوری پرشاد نے تاریخ ہند میں لکھا ہے تلخیص التواریخ میں بحوالہ زائچہ والمیک وسٹر مارشمین رامائن کا زمانہ ۳۰۰ قبل مسیح لکھا ہے اس تمام بیان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رام چندر پانچویں صدی قبل مسیح میں تھے۔

گوتم بدھ

تاریخ نہ ہونے کی وجہ سے اور فرضی قصوں کے وجود سے یہ نوبت

پہونچی ہے کہ مشاہیر ہند کے صحیح حالات وزمانے کا پتہ نہیں چلتا ہندو اپنے کسی بزرگ کے صحیح حالات پیش نہیں کر سکتے ۔ زمانہ قدیم کا تو کیا ذکر ہے یہ عجیب اتفاق ہے کہ زمانہ حال میں ہندوستان کے رشی گذرے ہیں ان کے حالات کا بھی صحیح پتہ نہیں ، پنڈت دیانند نہ معلوم کس وجہ سے اپنا اصل نام ولدیت چھپاتے تھے اسی وجہ سے لوگوں کو ان کے متعلق شبہات پیدا ہوئے اور بعض رکیک امور انکی طرف منسوب کئے گئے (دیکھو آئینہ افعال دیانند) پنڈت دیانند کے دیکھنے والے ابھی بہت سے موجود ہیں پنڈت جی کے بعد جوان کے حالات تحقیق کئے گئے تو بقول خود شہر موروی کے باشندے تھے ، مگر دیگر آریہ مصنفین کی تحقیقات میں رام پور (علاقہ موروی) کے باشندے قرار دئے گئے اب ٹنکارہ علاقہ (موروی) کے باشندہ ثابت ہوئے ۔ پہلے ان کا نام مول شنکر ولد امبا شنکر تحقیق ہوا۔ اب مول جی ولد کرشن جی تر دیدی تحقیق ہوا (الامان ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء) اس لئے ان کے بعض مشاہیر کے متعلق بعض محققین کا یہ خیال ہو گیا کہ یہ فرضی نام ہیں جیسے وید کے چار رشی اگنی وایو آدت انگرہ اسی طرح گوتم بدھ کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ یہ فرضی نام اور لقب ہے بدھ کا زمانہ بھی بہت دور از قیاس بیان کیا جاتا ہے ، ہاشمی صاحب لکھتے ہیں لنکا کی مذہبی کتابوں سے اس قدر تو سراغ ملتا ہے کہ گوتم راجہ اشوک کی تخت نشینی سے دو سو اٹھارہ برس پہلے ہوا (تاریخ ہند) راجہ اشوک ۲۶۹ قبل مسیح مرا ہے اس لئے بدھ کی ولادت ۴۸۷ قبل مسیح ہوئی داراب شہنشاہ ایران پسر بہمن راجہ اجات سر اور بدھ کا ہم عصر تھا داراب نے ۵۱۸ قبل مسیح ہندوستان پر حملہ کیا یہی زمانہ

بدھ کا ہوا، بدھ راجہ اجات سر سے ملا تھا اور اس کو نصیحتیں کی تھیں یہ بدھ کے بڑھاپے کا زمانہ تھا، یہ روایت بدھ مذہب کی ایک کتاب سے ماخوذ ہے ڈائیگولس آف بدھ)۔ بم سا ۵۵۴ قبل مسیح مرا اس کا بیٹا اجات سر تھا (آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا) بدھ نے دوسو برس قبل عزیمت سکندر کے وفات پائی (آئینہ تاریخ نما) بدھ مذہب ۵۵۰ قبل مسیح شروع ہوا (کلیات آریہ مسافر ص ۱۳) ان تمام اقوال س یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بدھ پانچویں صدی قبل مسیح میں تھا۔

شنکر اچارج

شنکر اچارج کے زمانے میں بھی اختلاف ہے، پنڈت لیکھرام نے تاریخ دنیا میں ۲۰۰ سنہ قبل مسیح یا اس کے قریب تسلیم کیا ہے بعض دیگر اقوال سے بھی اس اندازے کی تائید ہوتی ہے بعض نے ۱۰۰۰ سنہ ء بعض ن ۸۰۰ سنہ ء لکھا ہے، ولسن لبروک، راجہ رام موہن رائے، یاج نیشتر شاستری، پروفیسر جے نرائن ان سب کی رائے ۸۰۰ سنہ ء کی ہے بعض نے ۱۱۰۰ سنہ ء اور ۱۴۰۰ سنہ ء لکھا ہے۔ ہنٹر صاحب نے شنکر اچارج کو کمار لا رکا چیلا لکھا ہے، کمار لا ۹۰۰ سنہ میں تھا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر صفحہ ۶۸ پر لکھتا ہے کہ شنکر اچارج بقول بعض ہم عصر محمد تھا، تاہم روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شنکر اچارج سرزمین کربلا کے راجہ پیر ول کے عہد میں پیدا ہوا، یہ راجہ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں تھا اور یہی زمانہ رسول کریم کا تھا۔ یہ راجہ مشرف بہ اسلام ہوا تھا (اس کا مفصل تذکرہ ہماری کتاب غاریان ہند میں ہے۔)

ڈاکٹر برنل صاحب شنکراچاریہ کی پیدائش کا زمانہ ۶۵۰ء قرار دیتے ہیں ان تمام اقوال پر نظر کرنے سے شنکراچارج کی ولادت شروع ساتویں صدی عیسوی میں معلوم ہوتی ہے۔

مورخین کشمیر کی غلطیاں

مورخین کشمیر کے بیانات کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو مورخین عالم کی بہت سی مسلمہ تحقیقاتوں پر قلم پھیرنا پڑے گا۔ یہ ماننا پڑے گا کہ گشتاسب و بہمن و داراب و دارا و نوشیروان شاہان ایران وسکندر اعظم، سلطان محمود غزنوی، سری کرشن، مہاراجہ رام چندر، گوتم بدھ، بیاس، شنکراچارج، مہرکل، اشوک، کنشک یہ سب لوگ دنیا میں دو دو گذرے ہیں اور ان کے متعلق مورخین عالم نے جو سنین بیان کئے ہیں وہ سب غلط ہیں کشمیر کے مورخ جس زبردست راجہ کا ذکر کرتے ہیں تمام ہندوستان اور لنکا و برہما و افغانستان وغیرہ کو اس کے فتوحات میں شامل کرتے ہیں اور ان ممالک کی تاریخیں ان بہادر فاتحوں کے ذکر سے خالی ہیں کشمیر کی تاریخ میں ایک ایک نام کے کئی کئی راجہ ہیں یہ ممکن ہے مگر تمام واقعات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام مقرر آئے ہیں۔

پورن کرن پسر راجہ دیاکرن والی جموں کو کشمیر کا پہلا راجہ لکھا ہے، پورن کرن کا ۳۱۸۰ء قبل مسیح تخت نشین ہونا بیان کیا گیا اس کے پوتے سومدت کا ۳۱۲۵ء قبل مسیح جنگ مہابھارت میں مارا جانا لکھا ہے لیکن ہندوؤں کے مذہبی بیان اور تاریخوں س ثابت ہے کہ سری کرشن جنگ مہابھارت میں

شریک تھے اور سری کرشن کو گذرے ہوئے ساڑھے پانچ ہزار برس ہوئے اس حساب سے جنگ مہابھارت کا زمانہ سری کرشن سے کم وبیش چار صدی کے بعد ہو جاتا ہے۔

دیا کرن راجہ جامبولوچن بانی جموں کا پوتا تھا

اگنی گردوم برادر اگنی برن

جامبولوچن

پورن کرن

دھرم کرن	دیا کرن
اگن کرن	پورن کرن
کرت کرن	

اودھ کے حکمران سورج بنسی خاندان میں ۵۲۸ قبل مسیح راجہ اگن برن تھا۔ اس کا بھائی اگن کرن کا بیٹا دلیپ تھا۔ یہ چچا کے ظلم سے تنگ آ کر تارک وطن ہوا، اسکی اولاد نے سیالکوٹ میں آبادی قائم کی ان میں جامبولوچن ہوا جس نے جموں آباد کیا، اسی طرح دوسو برس گذر گئے ان میں راجہ دھرم کرن ہوا (تاریخ ریاست جموں وکشمیر ص ۶) ٹھاکر کاہن سنگھ نے لکھا ہے کہ اگنی گرگ دوم کے اٹھارہ بیٹے تھے ہرایک کے نام کے ساتھ لفظ لوچن لگا ہوا تھا جیسے دھرم لوچن، دیپ لوچن باپ کے بعد باہولوچن تخت نشین ہوا یہ لاولد مرا تو اس کا بھائی جامبولوچن تخت نشین ہوا (تاریخ راجپوتان ملک پنجاب جلد اول صفحہ ۲۸۳) جامبولوچن باہولوچن کا بھائی تھا (تاریخ کا روشن پہلو صفحہ ۱۵)

صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے اگنی گرب دوم کے دو بیٹے پالوشرب اور دلیپ لکھے ہیں۔اور اگنی برن دوئم کی جگہ پالوشرب تخت نشین ہونا بیان کیا ہے۔اس کی چھٹی پشت میں جامبولوچن کو بیان لیا ہے تاریخ ریاست جموں وکشمیر میں دلیپ کو جامبولوچن کا مورث قرار دیا ہے،اور چند پشتوں کے بعد جامبولوچن کو لکھا ہے میرے خیال میں اس معاملہ ٹھاکر کاہن سنگھ کا بیان معتبر ہے،کیونکہ وہ اسی خاندان کے فرد ہیں،خیر جامبولوچن اگنی گرب دوم کا بیٹا ہو یا اس کی چھٹی پشت میں مجھے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں،میرا مقصد یہ ہے کہ جامبو لوچن نے جموں آباد کیا،اور جامبولوچن کا باپ ۵۲۸ ؁ قبل مسیح تھا،تو جامبو لوچن کا زمانہ سے زیادہ ۵۰۰ ؁ قبل مسیح قرار دیا جا سکتا ہے۔جموں کی آبادی دوسو برس بعد دھرم کرن ہوا اس لئے دھرم کرن کا زمانہ ۳۰۰ ؁ قبل مسیح ہوا۔یہی زمانہ اس کے بھائی دیا کرن کا ہوا،دیا کرن کا بیٹا پورن کرن تھا جو کشمیر کا راجہ ہے یہ زمانہ زیادہ سے زیادہ ۲۷۵ قبل مسیح ہوسکتا ہے۔دیا کرن کے زمانہ کا تعین ایک اور طرح بھی ہوسکتا ہے،صاحب مکمل تاریخ کشمیر اپنی دوسری تصنیف میں لکھتے ہیں،دیا کرن کو (پورن کرن نے) اہل کشمیر کی درخواست پر کشمیر بھیجا جو تمام چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو مطیع اور باجگذار بنا کر خود راجہ بن گیا،یہ واقعہ سکندر یونانی کے حملے سے تھوڑا عرصہ پہلے کا ہے (حکایات کشمیر صفحہ ۵،۶) تمام مورخ متفق ہیں کہ سکندر کا حملہ ۳۲۷ قبل مسیح ہوا،اس بیان کے موافق دیا کرن ۳۵۰ ؁ قبل مسیح موجود تھا،اور اسی زمانہ میں پورن کرن کشمیر کا راجہ بنا،صاحب تاریخ ریاست جموں وکشمیر لکھتے ہیں۔راجہ دھرم کرن کی

وفات کے تھوڑے عرصہ بعد یونان کے بادشاہ سکندر نے پنجاب پر حملہ کیا اس زمانہ میں راجہ پورس ہندوستان کے کچھ حصہ پر حکمران تھا، اس جنگ میں راجہ دھرم کرن کا بیٹا اگن کرن راجہ پورس کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کرت کرن گدی پر بیٹھا جس نے ڈوگرہ حروف ایجاد کئے (ص ٦) اس بیان سے دھرم کرن کا زمانہ سکندر کے حملہ یعنی ۳۲۷ قبل مسیح سے کچھ قبل ہے، یہی زمانہ دیا کرن کا ہے اس بیان کے موافق وہی ۳۳۰ قبل مسیح، اس لئے پورن کرن کو کشمیر کی ریاست تیسری صدی قبل مسیح کے آخر میں ملی، اب کہاں ۳۱۸۰ قبل مسیح اور کہاں یہ ۳۰۰ قبل مسیح،

راجہ رندھا جد ہشتر کا ۲۵۰ قبل مسیح تخت نشین ہونا بیان کیا اور اس کا سکندر اعظم سے نبرد آزما ہونا لکھا، کسی تاریخ میں سکندر کا کشمیر پر حملہ کرنا مذکورہ نہیں۔ اس کے علاوہ سکندر چوتھی صدی قبل مسیح کے ابتداء میں تھا۔

کشمیر میں راجہ جے سنگھ ۱۱۲۶ء حکمران تھا اس کا چنگیز خان سے جنگ کرنا بیان کیا حالانکہ چنگیز خان نے ۱۲۲۱ء میں ہندوستان پر حملہ کیا۔

راجہ رنادت کا دور حکومت ۴۹۷ قبل مسیح تک لکھا ہے اور بہمن شہنشاہ ایران سے اس کی لڑکی کا بیاہ ہونا اور اس لڑکی کا ایران میں کتابوں نام سے مشہور ہونا لکھا ہے حالانکہ بہمن چھٹی صدی قبل مسیح میں تھا اور کتابون اس کی دادی یعنی گستاسپ کی بیوی کا نام تھا جو قیصر روم کی بیٹی تھی (تاریخ ایران سائنٹفک سوسایٹی علی گڈھ) بہمن اپنے دادا گستاسپ کے بعد تخت نشین ہوا گستاسپ کا زمانہ جنگ مہا بھارت کے بیان میں تحقیق ہو چکا، ایک اور طرح

بھی اس زمانہ کا تعین قریب قریب ہوتا ہے، واراب شاہ ایران نے ۵۱۸ قبل مسیح ہندوستان پر حملہ کیا (ہسٹری جارج این کنگ) داراب سے پہلے (۴۰) سال اسکی، ہمایا نے حکومت کی اسلیئے ۵۱۸+۴۰=۵۵۸ قبل مسیح ہے

کشمیر میں خاندان مالوہ کے حکمرانوں میں راجہ وسہ کل کا بیٹا راجہ مہر کل ۷۰۴ قبل مسیح میں لکھا ہے تمام مورخ بیان کرتے ہیں کہ مہر کل قوم ہن سے تھا اس کا باپ تورمان تھا جس نے ۵۱۰ء میں اپنی سلطنت قایم کی، مہر کل بڑا ظالم وسفاک تھا، تمام راجون نے اس سے تنگ آکر بسر کردگی راجہ یشودہرمن والی مالوہ وراجہ بالا دتیہ والی مگدہ اس سے جنگ کی اور بمقام کارولب دریائے سندھ اس کو شکست دی، مہر کل کشمیر کو بھاگا (تاریخ ایشوری پرشاد) وسط ایشا سے ہون نامی ایک خونخوار ذات نے حملہ کیا (کمار گپت پسر چندر گپت کے عہد ۴۵۰ء میں ہندوستان پر) اور اپنی حکومت قائم کی، ان کا پہلا رانہ تورمان تھا اس کا لڑکا مہر کل تھا یہ سب ظالم اور بودھ مذہب کے دشمن تھے، (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ) یہ (مہر کل) پنجاب میں بمقام شکل (چنیوٹ) کا راجہ تھا۔ نہایت ظالم وسفاک تھا۔ پنجاب کے تمام راجاؤں نے تنگ آکر اور ایکا کر کے راجہ جشو دھرمن اور راجہ بالا دتیہ والی مگدھ کے زیر کمان اس مقام کارولب دریائے سندھ شکست دی یہ کشمیر کی طرف بھاگ آیا، (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ)۔

مہر کل کے جو سکے برآمد ہوئے ہیں ان سے یہی پتہ لگتا ہے کہ یہ سفید ہن قوم سے تھا۔ حاشیہ صفحہ ۶۲۴، راج ترنگنی مرقومہ مترجم) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کا راجہ وسہ کل اسکا رشتہ دار ہوگا اسی وجہ سے یہ کشمیر کو بھاگا موقع پا کر خود

تخت پر قبضہ کرلیا، اگر کوئی دوسرا مہر کل ہوتا تو کشمیری مورخ اس کا بھی ضرور ذکر کرتے، کیونکہ مہر کل پنجابی کا کشمیر پر دخل پانا تمام مورخ بیان کرتے ہیں واقعات بھی دونوں کے ایک ہیں فرق اس قدر ہے کہ کشمیری مورخوں نے حسب عادت اس کے زمانہ میں بارہ سو برس کا اضافہ کردیا ہے۔

راجہ اشوک والی مگدہ جو کشمیر پر بھی حکمران تھا، مورخین اس کا زمانہ ۲۶۹ قبل مسیح تک لکھتے ہیں۔ یہ اشوک بدھ مذہب کا بڑا مبلغ تھا لیکن کشمیر میں چودہ صدی قبل مسیح سے بھی پہلے اس کا راج ہے وہ بدھ مذہب کا پیرو ہے حالانکہ صاحب مذہب گوتم بدھ پانچویں صدی قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے، صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے دو اشوک بتائے ہیں ایک اشوک کشمیری دوسرا اشوک ہندی اور دونوں کے حالات یکساں ہونے کا اقبال کیا ہے، اشوک کشمیری کو اشوک ہندی سے علیحدہ ثابت کرنے پر بحث کی ہے لیکن اس تمام بحث کے جواب میں یہی کافی ہے کہ اشوک کشمیری کو بھی بدھ مذہب کا مبلغ قرار دیا ہے اور چودھ صدی قبل مسیح اس کا زمانہ ہے لیکن صاحب مذہب گوتم بدھ کی ولادت پانچویں صدی قبل مسیح میں ہے کلہن اور رتنا کر کے ہفوات پر محققین کی تحقیقاتوں کو قربان نہیں کیا جا سکتا، اس کے بعد کسی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر ہم چند دلیلوں کا جواب ضرور لکھیں گے جو سب سے زبردست سمجھی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ اشوک مگدی کے کتبات تمام ملک میں پائے جاتے ہیں مگر کشمیر میں نہیں اگر وہ کشمیر کا حکمران ہوتا تو یہاں بھی اس کے کتبات ہوتے، ماہران فن سیر آگاہ ہیں کہ کشمیر ہندو دھرم اور بدھ مت کا زبردست اکھاڑہ رہا

ہے اور دونوں مذاہب کے کشمیری حکمران مذہب غیر کے روکنے اور ان نشانات مٹانے میں دنیا بھر کے حکمرانوں سے بڑھ گئے اس کے علاوہ کشمیر میں اس قدر آتش زدگی اور زلزلوں سے بربادی ہوئی ہے کہ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، ایسی صورت میں اشوک کے کتبات کیونکر محفوظ رہ سکتے تھے یہ تو صدیوں قبل مسیح کے کتبات تھے زمانہ قریب میں یعنی پندرہویں صدی عیسوی کے حکمران بڈشاہ نے جو اپنے ضوابط کندہ کرا کر نصب کرائے تھے، ان کا تو پتہ ہی نہیں، اشوک کے پتھروں کا کیا ذکر اشوک خود کشمیر میں نہیں رہا، اس نے کشمیر پر ایک وایسرائے کے ذریعہ حکومت کی، ویسرائے کا بھی صدر مقام کشمیر نہ تھا بلکہ ٹکسلا تھا اس لئے کشمیر میں اگر کتبات ہوں گے بھی تو دو چار، جو یا تو امتداد زمانہ سے خود برباد ہو گئے ہوں گے یا برباد کر دئیے گئے ہوں گے۔

ایک دلیل یہ ہے کہ صاحب مکمل تاریخ کشمیر کو بدھ مذہب کے علماء نے اپنی مذہبی کتابوں میں دکھلایا کہ گوتم بدھ سولہ سو قبل مسیح پیدا ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کی قدیم قوموں کی افسانہ سازی مشہور و ثابت ہے یہ طے شدہ امر ہے کہ بدھ پانچویں صدی قبل مسیح میں تھا۔

ایک دلیل یہ ہے کہ اشوک مگدی غیر متعصب تھا جیسا کہ اس کے کتبات سے ثابت ہے اور اشوک کشمیری نے شیومت کے منادر منہدام کرائے، یہ کوئی معقول دلیل نہیں، اسی کشمیر کی تاریخ میں کئی ایسے راجاؤں کا ذکر ہے جو پہلے عادل تھے پھر ظالم ہو گئے اور بعض پہلے ظالم تھے پھر عادل ہو گئے جو شجرۂ نسب اشوک مگدی کا ہے وہی اشوک کشمیری کا ہے مؤلف گلدستہ کشمیر نے اسی کو

گو دہر کے چچا شکنی کی اولاد سے بتایا ہے (شکنی کا ذکر مہابھارت میں ہے)
ایک دلیل یہ ہے کہ اشوک کشمیری راجہ شکنی کی اولاد سے تھا، اور اشوک مگدی چندر گپت کا پوتا تھا، چندر گپت کے ماں مورا قوم شودر کی ایک عورت اور اس کا باپ بھی کسی ادنیٰ قوم کا آدمی تھا، لیکن یہ غلط ہے کیرنڈل نے لکھا ہے چندر گپت ایک چھتری شہزادہ تھا اس کا ملک کوہ ہمالیہ کے آس پاس تھا جو موروں کی کثرت کے باعث موراراج کر کے مشہور تھا جین مصنف بھی مورا راجاؤں کو چھتری مانتے ہیں۔ مولف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ ناسک والا لکھتا ہے کہ اشوک چندر گپت کا پوتا تھا یعنی اشوک بن بندوسار بن چندر گپت، چندر گپت قوم ناگ سے تھا، لالہ جوالا سہائے لکھتے ہیں قدیم ہندوستان کا ناگ نبس تکشک کہلاتا تھا۔ چندر گپت قوم موری سے تھا اس کو تکشک کی نسل سے بتلاتے ہیں (وقائع راجپوتانہ جلد اول) اشوک کے بعد جلوک تخت نشین ہوا جلوک کو اشوک کا بیٹا لکھا ہے لیکن نمر ناسک والے نے لکھا ہے کہ جلوک اشوک کا پوتا تھا یہی صحیح ہے پروفیسر ایشوری پرشاد نے اشوک کے جانشین بیٹے کا نام دسرتھ اور اس کے بیٹے کا نام سمرتھ لکھا ہے (تاریخ ہند) یہ جلوک اشوک کے دوسرے بیٹے کونال کا بیٹا ہوگا، اور دسرتھ نے کشمیر کی ریاست بھتیجے کو دیدی ہوگی، مورخین لکھتے ہیں کہ اشوک کے بعد کشمیر ہندوستانی سلطنت سے آزاد ہو گیا، (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ) اگر اشوک کشمیری اور اشوک مگدی دو ہوتے تو قدیم مورخ دونوں کا تذکرہ کرتے کیونکہ اشوک مگدی کا بھی تو کشمیر پر قبضہ رہا ہے ہر طرح ثابت ہے کہ اشوک ایک ہی ہے اس کا زمانہ ۲۶۹ قبل مسیح ہے۔

تیرہ صدی قبل مسیح کنشک کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی بدھ مذہب کا مبلغ تھا، وہی وقت یہاں بھی پیش آتی ہے جو اشوک کے بیان میں ہے اصل میں کشمیر میں یہ خاندان کوتہن کہلاتا ہے جو ۷۸ ء سے شروع ہوکر ۲۲۵ ء پر ختم ہوتا ہے، ترکستانی قوموں کو یورپین مورخ ستھین کہتے ہیں

ستھین کی ایک شاخ یوچی تھی۔ یوچی کی ایک شاخ قوم کش تھی، کنشک اسی قوم سے تھا اس قوم نے سوسوا برس قبل مسیح بلخ وکشمیر تک حکومت کی (مقدمہ تاریخ ہندقوم)

کنشک قوم کش زبردست راجہ گذرا ہے ۷۸ ء میں تخت نشین ہوا، اس کا دارالسلطنتہ پورش پور (پشاور) تھا۔ اس نے کابل کشمیر بخارا قندہار وغیرہ مما لک فتح کیئے، شمالی ہندوستان میں اس کی حکومت پٹنہ تک تھی، یہ بدھ مذہب کا پیرو تھا اس کے سن جلوس کوسمت کا شا کہتے ہیں جو بعد کوسن شالباہن مشہور ہوا (اس کے زمانہ تک بودھوں میں بہت اختلاف ہو گئے تھے انہیں درست کرنے کے لئے کنشک نے کشمیر میں بودھ بھکشوں کی ایک بڑی مجلس منعقد کی (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ) اس کے عہد میں بدھ مذہب کو کشمیر میں بڑی کامیابی ہوئی (تاریخ پروفیسر ذکاء اللہ) جب یہ چین پر حملہ کرنے جارہا تھا تو اس کے وزیر نے اس کو دغا سے قتل کردیا (تاریخ ہند پروفیسر ایشوری پرشاد) اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی۔ اسکے بعد اس کا بیٹا ہوشک تخت نشین ہوا، اس نے ہوشک پورہ آباد کیا جو اب بارہ مولہ کے قریب اشکر نام سے مشہور ہے (تاریخ ریاست جموں وکشمیر) کنشک کے دو بیٹے تھے واششک اور

ہوشک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واشسشک باپ کے سامنے ہی فوت ہو گیا، کنشک کے بعد ہوشک تخت نشین ہوا، ہوشک کے بعد ۱۳۸ء میں باسد یو تخت نشین ہوا (اس کا نام زشک یا جسک الملقب باسد یو لکھا ہے) اس کے سکوں پر مہادیو اور نندی کی تصویریں بنی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شیومت کا معتقد تھا (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) یہ ۲۲۵ء میں مرا، اس پر اس خاندان کا خاتمہ ہوا۔ کشمیری مورخوں نے جو کنشک بنایا ہے وہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا، یہاں بھی وہی اعتراض ہوتا ہے کہ اگر وہ کنشک تھے تو دوسرے کنشک کا ذکر کیوں نہیں کیا، وہ بھی تو کشمیر کا فرمانروا تھا، صاحب مکمل تاریخ نے ہشک کنشک زشک کو ہمراہیان سلیمان علیہ السلام میں سے لکھا ہے اگر یہ حضرت کے ہمراہی ہوتے ان کے سکوں پر مہادیو اور نندی کی تصویریں نہ ہوتیں مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے ہشک کنشک زشک بھی شیو جی کو مانتے اور انہوں نے بودھ اور شیو اور اگنی پوجن تینوں مت کو ملا کر ایک کیا تھا (ص ۲۴)

رتنا گر نے اپنی تاریخ کو دیا کرن پسر راجہ جموں سے شروع کیا ہے اور اوکنند کو شخص غیر بتایا ہے۔ کاہن پنڈت کا بیان مورخین نے اس طرح نقل کیا ہے، کاہن پنڈت نے اپنی تاریخ میں سب سے اول راجہائے معلوم شدہ کے راجہ اد گونند کو لکھا ہے (گلدستہ کشمیر ص ۱۶)

دیا کرن کی اولاد میں سے راجہ گونند اول کے عہد سے کشمیر کے حالات ملنے شروع ہوتے ہیں۔ اس کی حکومت کا زمانہ جنگ مہابھارت سے بیس سال پہلے خیال کیا جاتا ہے، مگدھ کا راجہ اجرسندھ اس کا رشتہ دار تھا، اس

نے سری کرشن سے جنگ چھیڑ دی اور گونند اول جراسند کی مدد کے لئے گیا اور متھرا کی لڑائی میں مارا گیا، (تاریخ ریاست جموں وکشمیر ص ۸۱)

''جس وقت کورو پانڈوں میں بمقام کورو چھتر جنگ عظیم ہو رہی تھی اور کلجگ کے (۶۵۳ برس گذر چکے تھے، راجہ آد گونند جلوہ فرمائے تخت شاہی کشمیر ہوا یہ راجہ جراسندھ کا رشتہ دار تھا اس لئے اسکی درخواست سے اراجہ آد گو نند نے یہاں سے نہضت فرما ہو کر شہر مھترا کا محاصرہ کیا اور سری کرشن سے رزم خواہ ہوا، بلبھدر برادر سری کرشن جی کے ہاتھ سے دریائے جمنا کے کنارے پر مغلوب ہو کر مارا گیا،، (گلدستہ کشمیر)۔

راس بیان میں چار غلطیاں ہیں ؛ایک جنگ مہابھارت کا کلجگ کے ۶۵۳ برس گذرنے کے بعد ہونا، جنگ مہابھارت سری کرشن کے عہد میں ہوئی ہے اُن کے زمانہ میں کلجگ کی آمد آمد تھی، یہی ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا بیان ہے اور تمنا گر نے بھی یہی لکھا ہے، دوسرے جراسندھ کا جنگ مہابھارت کے وقت موجود ہونا، جراسندھ کو کرشن، بھیم، ارجن وغیرہ جنگ مہابھارت سے بہت پہلے قتل کر چکے تھے، جراسندھ کو کرشن کی جوانی کا واقعہ ہے اور جنگ مہابھارت ان کے بڑھاپے کا قصہ ہے، جراسند اور سریکرشن کی عداوت کی بنیاد یہ ہے کہ سری کرشن نے اپنے ماموں راجہ کنس کو قتل کیا۔ کنس راجہ جراسندھ والی مگدہ (بہار) کا داماد تھا اس کے بعد سری کرشن نے اپنے نانا اوگرسین کو تخت نشین کیا رسم تخت نشینی کے وقت جراسندھ بھی موجود تھا۔ اس نے تمام راجوں اور اہل شہر کو مخاطب کر کے کہا کہ تم کیسے کمینے آدمی ہو کہ اس بوڑھے کو گدی نشین

کرتے ہو جس کی امداد پر کرشن بلرام جیسے نا خواندہ و کم عمر چھوکرے ہیں (حیات سری کرشن مصنفہ رگھبیر سنگھ ص ۲۱) اس کے بعد جراسندھ نے متھرا پر فوج کشی کی، سری کرشن اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور وہاں سے کاٹھیاوار چلے گئے وہاں سمندر کے کنارے دوارکا میں اپنی حکومت قائم کی یہ سری کرشن کی (۲۴) سال کی عمر تک کے واقعات ہیں، ڈاکٹر رام پرشاد ترپاٹھی ایم، اے ڈی ایس سی لکھتے ہیں سری کرشن نے اپنی ابتدائی جوانی میں متھرا کے راجہ کنس اپنے ماموں کو قتل کیا، کنس کے خسر راجہ جراسندھ نے متھرا پر فوج کشی کی، کرشن اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور کاٹھیاوار چلے گئے وہاں سمندر کے کنارے دوارکا میں اپنی راجدھانی قائم کی (اونکار ریڈر) گونند اول اسی جنگ میں شریک ہو کر مارا گیا ہوگا۔ اس جنگ کے بعد بھیم ارجن کرشن بہار پہونچے اور جراسندھ کو قتل کیا (رہنمایاں ہند) جنگ مہابھارت ان واقعات سے بہت بعد ہوئی ہے یہ جوانی کے واقعات ہیں اور جنگ مہابھارت سری کرشن کے پوتے انرودھ کی شادی کے بعد ہوئی ہے جنگ مہابھارت سے قبل سری کرشن کی بہن سبھدرا زوجہ ارجن پانڈو کے بیٹے کی بھی شادی ہو چکی تھی، صاحب مکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں ”ارجن پانڈو راجہ راٹ کے یہاں نوکر تھا جب اس کو ارجن کا حال معلوم ہوا تو اس کے بیٹے سے جو سبھدرا ہمشیرہ سری کرشن کے بطن سے تھا اپنی لڑکی کی شادی ٹھہرائی اس تقریب میں سری کرشن اور بہت راجے جمع ہوئے، سری کرشن نے پانڈوں کی مظلومیت بیان کر کے سلوانلی امداد پر آمادہ کیا پھر خود دریودھن کورو کے پاس گئے اسکو سمجھایا جب وہ نہ مانا تو کرشن نے میدان

میں جنگ ہوئی (جلد اول) تیسری غلطی یہ ہے کہ جنگ مہابھارت کے وقت متھرا کا محاصرہ ہونا بیان کیا ہے، مہابھارت کرکشیتر کے میدان میں ہوئی، متھرا کے محاصرہ کیا واسطہ، افسوس ان مورخ پنڈتوں کو اپنے گھر کی تاریخ کی بھی خبر نہیں، آدگونند جنگ مہابھارت سے بیس سال قبل تخت نشین ہوا اور سترہ سال حکومت کی، گویا جنگ مہابھارت آدگونند کے مرنے سے تین سال بعد ہوئی۔ جنگ مہابھارت کے زمانے میں اس کا پوتا نابالغ بال گونند عرف گونند دوم تھا۔ چنانچہ ادگونند دوم کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ بسبب صغرسنی جنگ عظیم الشان مذکورہ میں شریک نہ ہوسکا (گلدستہ کشمیر ص ۱۸) گونند اول کے متعلق تو لکھا ہے کہ جب جنگ مہابھارت ہورہی تھی وہ تخت نشین ہوا، اور سترہ برس حکومت کی اس کے پوتے کے متعلق لکھا ہے کہ بوجہ صغرسنی جنگ مہابھارت میں شریک نہ ہوسکا، تو گویا جنگ مہابھارت بیس پچیس برس تک ہوتی رہی، ایک خاندان کے تین فرمانرواؤں کے بیس برس کی مدت کے بیان میں ایسا عظیم الشان اختلاف اور غلطی؟ اسی معلومات اور یادداشت وحافظ کے بھروسہ پر ہزاروں برس کی تاریخ لکھی گئی ہے، یہ تو پنڈتوں نے پہلی ہی بسم اللہ غلط کردی۔

مکمل تاریخ کشمیر رتناگر کے نسخہ سے مرتب کی گئی ہے اس میں دیا کرن سے سلسلہ شروع کیا ہے اور دیا کرن کے پوتے سومدت کا جنگ مہابھارت میں مارا جانا بیان کیا ہے، سومدت نام کا ایک راجہ جنگ مہابھارت میں شامل تھا لیکن اس تاریخ کے بیان کو صحیح تسلیم کرنے میں ایک اور مشکل کا

سامنا ہوتا ہے کیونکہ دیا کرن پھر اس کا بیٹا پھر اس کا پوتا سومدت جو جنگ مہابھارت میں مارا گیا اس کے بعد اوکنند نام شخص غیر کا تخت نشین ہونا بیان کیا ہے اور اس کا متھرا کے محاصرہ میں بمقابلہ سری کرشن مارا جانا لکھا ہے لیکن متھرا کی جنگ جیسے کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں جنگ مہابھارت سے پہلے کا واقعہ ہے اس لئے سومدت اوکنند سے پہلے نہیں ہوسکتا، آگے اوکنند کا بیٹا دامودر لکھا ہے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ راجہ قندہار کی لڑکی کے سویمبر میں گیا، وہاں سری کرشن بھی آئے تھے اس نے باپ کا انتقام ان سے لینا چاہا، سری کرشن نے اس قتل کرادیا، راجہ قندہار کی لڑکی کا سویمبر جنگ مہابھارت سے پہلے ہوا۔ ہاں جنگ متھرا کے بعد ہوا، دامودر کے مارے جانے کے متعلق مکمل تاریخ کشمیر میں ایک نوٹ ہے کہ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ سری کرشن نے دامودر کو برہمنوں سے جادو کرا کر مار ڈالا یہ بھی ایک غلطی ہے اصل بیان یہ ہے کہ دامودر کو جادوؤں نے مار ڈالا، جادو یادو اس نام سے سری کرشن کا خاندان مشہور تھا کیونکہ اُن کے مورث کا نام یدو تھا اسلئے جادو بنسی کہلاتے تھے مطلب یہ ہے کہ جادو بنسیوں نے مار ڈالا۔

یہ ایسی عظیم الشان اور صریح غلطیاں ہیں جن سے کوئی انکار نہیں کرسکتا مگر افسوس کہ مورخین نے اب تک ان کی طرف توجہ نہیں کی۔

پنڈت مورخوں کا تعصب اور بدتمیزی

مورخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ متعصب نہ ہو اس کی عبارت دل

آزار نہ ہو۔ ہندو فن تاریخ سے نابلد تھے ان کو افسانہ تراشی اور فحش نویسی میں ید طولیٰ حاصل تھا، مسلمانوں کی دیکھا دیکھی اس فن شریف کی طرف متوجہ ہوئے، اگرچہ کسی قدر احتیاط کی مگر تعصب تو ہم پرستی، افسانہ سازی بدزبانی دل آزاری جوان کی گھٹی میں پڑا تھا، اکدم نہ نکل سکا، کلہن پنڈت نے جسکو مورخین ہنود میں ابوالمورخین کہنا چاہیے اپنی راج ترنگی میں مسلمانوں کی طرف لفظ (پالتوسور) سے اشارہ کیا ہے، اچھر چند مترجم راج ترنگی نے حاشیہ ص ۶۵ پر لکھا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ کلہن پنڈت کا اشارہ اُن مسلمان سپہ سالاروں کی طرف ہے جو ہرش کے یہاں ملازم تھے کیونکہ مسلمان سور نہیں کھاتے، (جلد اول) ہم اگر چاہیں تو اس پنڈت کی نسبت رسم پنچگو اور مسئلہ تناسخ کی بنا پر اس طرف کر سکتے ہیں جو ہر طرح موزوں ہوگی، اور بر بنائے مسئلہ نیوگ اس حسب ونسب پر شرمناک تنقید کر سکتے ہیں، مگر شرفا اور اہل تہذیب کا کام نہیں کہ گالی کے جواب میں گالی دیں اور بدتمیزوں کی بدتمیزی پر مشتعل ہونا عقلا کا کام نہیں ہمارے پاک مذہب نے ہم کو صبر کی تعلیم کی ہے۔

حکایت بر سبیل تمثیل

سگے پائے صحرا نشینے گزید — بخشمے کہ خویش زندان چکید
شب از درد بیچارہ خوابش نبرد — بخیل اندرش دخترے بود خورد
پدر را جفا کرد وتندی نمود — کہ آخر ترا تیز دندان نبود
پس از گریہ مردے پراگندہ روز — بخندید کے بابک دل فروز

محال است اگر تیغ بر سر خورم کہ دندان بپائے سگ اندر برم

احسان فراموش کرپارام گلزار کشمیر میں سلطان صدرالدین کی وفات کے متعلق لکھتا ہے (رخت درسیہ خانہ وحشت کشید) یہ وہی سلطان ہے جسکی ہندونوازی کی مؤلف گلدستہ کشمیر نے ص ۱۰۱ پر تعریف کی ہے۔ اسی متعصب نے اپنی دوسری کتاب گلاب نامہ میں عظیم خان حاکم کشمیر کے متعلق لکھا ہے۔

نماند ستمگار بدروزگار بماند بر ولعنت پائدار

باقی مؤلف گلدستہ کشمیر نے جو بدتمیزیاں کی ہیں اُن کا بیان علیحدہ ہے

حکایات کشمیر

میں نے تو ہم پرستوں کے دور از عقل و قیاس افسانوں کو جمع کیا لیکن چونکہ میں نے کشمیر کی تاریخ کو اسی طرح لکھا ہے جیسا کہ اب تک لکھتے چلے آئے ہیں اور اپنی تحقیقات کا اظہار مختلف مضامین کی صورت میں کیا ہے چونکہ قدیم تاریخ سے ناظرین کو محروم نہیں کیا گیا لہذا ان تو ہم پرست مورخوں نے جو تاریخ میں افسانے لکھے ہیں ان میں سے دو چار چھوٹے قصے ضیافت طبع ناظرین کے لئے یہاں لکھے جاتے ہیں۔

راجہ سندیمان اری رائے

یہ راجہ جے اندو کا وزیر تھا، راجہ نے ناراض ہو کر اس کو سولی دیدی اس کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی تھی رات کو آسمان سے کچھ عورتیں اُتریں، تمام زمین منور ہوگئی، اُن عورتوں نے اس کو زندہ کیا، اور ہر ایک نے نمبر وار اس سے

مباشرت کرائی اور صبح ہوتے ہی یہ کہتی ہوئی آسمان کو اُڑ گئیں کہ یہ راجہ ہوگا۔ چنانچہ صبح کو لوگوں نے اسے راجہ منتخب کرلیا،

راجہ بک

یہ راجہ معہ اپنے تمام رشتہ داروں کے اپنی معشوقہ کے گھر دعوت کھانے گیا اُس نے جادو کر کے سب کو مار ڈالا صرف اس کا لڑکا کہتے نند بچا،

راجہ نر

یہ ایک عیاش راجہ تھا اس کے زمانہ میں بسا کھی نام ایک برہمن تھا اس نے دیکھا کہ چشمہ سرد ناگ سے دو حسین لڑکیاں نکلیں اور گلے سڑے جو میوے پڑے تھے وہ کھانے لگیں یہ ایک سانپ کی بیٹیاں تھیں ان میں ایک کا نام چندر یکھا تھا اس پر یہ برہمن عاشق ہوگیا اس نے اس لڑکی سے دریافت کیا کہ تم اس قدر حسین ہو کر گلے سڑے میوے کیوں کھاتی ہو اس نے کہا کہ یہ بات ہمارا باپ تم کو بتائے گا چنانچہ وہ ان کے باپ کے پاس گیا اُس سے دریافت کیا اُس نے کہا وہ دیکھو وہ لمبی چوٹی والا آدمی جو درخت کے نیچے بیٹھا ہے وہ میوہ جات اور غلات کا موکل ہے جب تک وہ نئی چیز نہ کھائے ہم نہیں کھا سکتے اگر تم اس کو کسی طرح کھلا دو تو ہم پر بڑا احسان ہو چنانچہ اس برہمن نے دھوکے سے اس موکل کے کھانے میں نیا اناج ملا دیا وہ موکل بے خبری میں کھا گیا، اس وقت سانپ نے اولے برسانے شروع کر دئے اور بھتسا اناج فراہم کر کے اپنے چشمے کی طرف لے گیا بساکھی کو بھی ساتھ لے گیا اور خوش ہو کر بولا مانگ

کیا مانگتا ہے اُس نے چندر یکھا کو طلب کیا سانپ بہت تلملایا مگر مجبور ہو کر اس کے ساتھ لڑکی کی شادی کر دی اور بہت کچھ مال و اسباب دے کر رخصت کیا چندر یکھا کے حسن کی شہرت سن کر راجہ نر نے اس کو لینا چاہا، برہمن اپنی جورو کو لے کر بھاگا اور اپنے خسر ناگ سے جا کر فریاد کی، ناگ غصے میں بھر گیا اور تمام شہر پر آگ برسا ڈالی راجا پر جا سب جل کر خاک سیاہ ہو گئے، چندر یکھا کی بہن کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ بھی غصہ میں بھر کر ایک پہاڑ اُٹھا کر لائی کہ راجہ کے اوپر پھینکدے مگر اس کے پہونچنے سے پہلے راجہ کا کام تمام ہو چکا تھا اسلئے اُس نے وہ پہاڑ راستے ہی میں پھینکدیا جس سے بیس کوس تک پتھر ہی پتھر ہو گئے اس جگہ کو کورن ٹوی یا کشمیری زبان میں اس آرہ کہتے ہیں جو آج تک اس واقعہ کی یادگار چلی آتی ہے اس کے بعد یہ ناگ شیشرم ناگ چلا گیا اور اپنے داماد کو بھی ساتھ لے گیا چنانچہ دونوں خسر داماد ناگ امرناتھ کے راستے میں اب تک ملتے ہیں۔

راجہ تونجین

یہ راجہ بڑا نیک تھا اس کے زمانے میں قحط ہوا، راجہ نے خدا سے دعا کی اسکی دعا کی برکت سے روزانہ کبوتروں کے غول لوگوں کے گھروں میں آجاتے لوگ پکڑ پکڑ کھاتے، مدت تک اسی طرح گذارہ ہوتا رہا۔

راجہ میگواہن

یہ بڑا نیک اور منصف راجا تھا، ایک دن یہ جنگل میں تھا، اس کے کان

میں آواز آئی، چور چور مگر کوئی چیز نظر نہ آئی راجہ نے فوراً کہا باندھ لو، پھر کوئی بات سننے میں نہ آئی۔ چند روز کے بعد راجہ جنگل کو تفریح کے لئے گیا تو چند خوبصورت عورتیں سامنے آئیں اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ ہم ناگنیاں (سنپیے) ہیں چند روز گذرے ہمارے خاوند رات کو سیر کے لئے نکلے تھے زمینداروں نے چور سمجھ کر غل مچایا، چور چور حضور کی زبان سے نکل گیا باندھ لو۔ ہمارے شوہر اسی وقت سے قدرتی قید میں بند ہیں، آپ ہم پر رحم فرماویں، راجہ نے مسکرا کر کہا ''اچھا چھوڑ دو'' وہ سب قید سے چھوٹ گئی اور راجہ کے فرمانبردار بن گئے اور کئی سخت موقعوں پر راجہ کے کام آئے، ایک مرتبہ راجہ دریائے اٹک کے کنارے پہونچا اور کشتیاں نہ ملیں تو انہیں ساپنوں نے دریائے اٹک پر ساپنوں پل باندھ دیا اسی طرح ایک دفعہ جھیل ولر میں راجہ کی کشتی بادتند سے غرق ہونے کو تھی کہ ایک دم تمام جھیل میں سانپ ہی سانپ پیدا ہو گئے اور اس کی کشتی کو صحیح سلامت کنارہ پر پہونچا دیا،

کشمیر کی آبادی اور حکومت

پنڈت مورخ لکھتے ہیں کہ پہلے یہ خطہ بصورت تالاب تھا پانی ہی پانی بھرا تھا، قدرت خدا اس پر سیر کیا کرتی تھی، یہاں ایک جل بھود یو تھا جو لوگوں کو ستاتا تھا اتفاقاً کشپ رشی یہاں آئے اُن سے سب نے فریاد کی انہوں نے دعا کی اور ایک طرف سے پہاڑ کاٹ کر پانی نکال دیا غرض وہ دیو ہلاک ہو گیا زمین نکل آئی، لوگ آباد ہو گئے اور کشپ رشی کی وجہ سے اس کا نام کشپ مر ہوا۔

مؤلف گلدستہ کشمیر لکھتا ہے گو یہ لکھا ہے کہ پہلے کشمیر بصورت تالاب تھا مگر اس کے کیا معنی ہیں کہ جلد بہودیو جس کا ذکر شارکا مہاتم میں ہے کس کو دکھ دیتا تھا اور شارکا بھگوتی نے کس کے بچانے کو اوتار لیا تھا، ان باتوں سے ضرور پایا جاتا ہے کہ یہاں کشپ رشی سے پہلے بھی آبادی تھی اور آدگونند تک جس کو ہزار ہا سال گذرے کشپ رشی کے وقت بھی ضرور ہر قسم کا نظم نسق حاکم ومحکوم تھے جیسا کہ وسہ نندن وبھوننددن کا حال برتھ کتھا میں اور وشونکس اور پرتاب بھانو وغیرہ کا پورانوں میں راجہ دریا دیو کا ذکر نیلہ مت پوران میں سورج ورما کا گیتا میں درج ہے جو غالباً انہیں امام کے راجاؤں میں تھے جو فرمانرائے کشمیر تھے (گلدستہ کشمیر ص ۱۳) یہ لوگ (اہل کشمیر کشپ رشی کے آبادی قائم کرنے کے بعد) صرف گرما کے چند ماہ (کشمیر میں) بودو باش رکھ کو موسم سرما میں نجوف افراط بروف قوم اجنہ جو بکثرت ہوتے تھے یہاں سے جا کر کوہستان گردونواح بھمبر وغیرہ میں رہ کر تابستان کو یہاں واپس آجاتے تھے ایک مدت تک یہی حال رہا یہ ایک سال کا ذکر ہے کہ وقت روانگی کوہستان کے ایک شخص مسمی چندرا دیو برہمن نے جو نہایت سن رسیدہ اور بوڑھا تھا اپنے لواحقوں سے بسبب ناتوانی کہا چونکہ مجھ میں تاب سفر لانے کی نہیں ہے اس لئے واجب ہے کہ میرے واسطے تمام سامان خوراک وغیرہ مہیا پہونچا کر تم لوگ جاؤ میں یہاں رہونگا اگر بچ گیا تو پھر ملاقات ہوگی ورنہ موت تو ہر جگہ ممکن ہے ان لوگوں نے اس کی درخواست کی موافق عمل اس کو تمام سامان مطلوبہ بہم پہونچا کر خود راہی کوہستان ہوئے جب برف بہت گرگئی تو قوم جن حسب معمول آئے، ایک

اجنبی شکل دیکھ کر تعجب سے اس بوڑھے کو مثل گیند کی اِدھر اُدھر اُچھالنے لگے حتیٰ کہ بے چارہ ایک جن کی ضرب زور سے تالاب نیلہ ناگ کے کنارے جا پڑا، دیکھتا ہے تو راجہ نیلہ ناگ جس کے گردو پیش غلامان زریں کمر وحلقہ بگوشان پری پیکر پوشش ہائے بوقلموں اور زیور ہائے گونا گوں پہنے ہوئے کھڑے ہیں مسند آرائے حکومت ہے نیلہ ناگ نے اس بوڑھے کی زبان ی اس کا تمام حال سنکر بہ کمال ترحم وکرم اسکو کتاب نیلہ مت پران دی اور زبانی فرمایا کہ اس کتاب میں عدم مزاحمت قوم اجنہ وفعیہ دیگر بلیات کا انسداد درج ہے تم لوگ اس کے مطابق عمل پیرا ہوکر وقتاً فوقتاً خیرات کیا کرو اس سے ہر سال مصائب طی مراحل وعبور منازل سے محفوظ رہو گے پھر بذریعہ غلام صبار فتار کے بوڑھے کو اس کے مسکن میں پہنچا دیا، بہار کے موسم میں اسکے لواحقین نے اسی سلامت پاکر اس کی زبانی تمام کیفیت سُنی اور کتاب نیلہ مت پوران اپنے راجہ دریا دیو مسند نشین وقت کو دی اس نے ان کو انعام دیکر اس کتاب کے موافق عمل کیا اور اپنی رعایا سے بھی عمل کرایا، قدرت پادشاہ حقیقی سے بلائے افراط برف وجن دور ہوگئی لوگوں نے بارہ ماہ سردی وگرمی بودوباش کشمیر اختیار کرلی۔ اور آبادی بخوبی ہوگئی، کلہن پنڈت نے اپنی تاریخ میں سب سے اول راجہائے معلوم شدہ کے راجہ ادگونند کو لکھا ہے (گلدستہ کشمیر ص ۱۶، ۱۷)

یہ ہیں پنڈتوں اور کشمیر کے مورخوں کے بیان جو باہم متضاد ہونے کے علاوہ ہر طرح دور از عقل وقیاس ہیں اور فرضی افسانے معلوم ہوتے ہیں، کتاب نیلہ مت پُران کو راجہ دریا دیو کے عہد کی کتاب کہا جاتا ہے اور دریا دیو کا

زمانہ کشپ رشی سے کچھ ہی بعد ہے گویا دوارب سال کی تصنیف بیان کیا جاتا ہے لیکن کرپارام مورخ کشمیر نے تحقیق کر کے لکھا ہے کہ یہ کتاب چندرااچارج کی تصنیف ہے جو راجہ ابھی مینو کے عہد میں ۱۲۴۱ قبل مسیح تھا (گلزار کشمیر)

لہذا یہ نیلہ مت پوران کا قصہ ہی غلط ہے (ناگ) ہندو اس کو سانپ سمجھتے ہیں اور ناگ حقیقت میں ایک قوم تھی قوم گاتھ کی دو شاخیں تھیں ایک سترو، دوسری ویسی، ناگ ویسی کی شاخ تھی، ناگ اور ترشک اور تشک یہ ایک ہی لفظ ہیں،

لالہ جوالا سہائے کہتے ہیں ناگ وتکشک سنسکرت میں ہم معنی ہیں تشک خلف ترک وہی تھا جس کو پرانوں میں ترشک کہا ہے (وقائع راجپوتانہ ص ۵۵) قدیم زمانے کا ناگ بنس تکشک کہلاتا تھا چندر گپت اسی نسل سے تھا (حوالہ مذکورہ)

اصل حقیقت جسکی ہم نے اس کتاب میں دوسری جگہ تفصیل کی ہے یہ ہے کہ کشمیر کو اول حضرت سلیمان علیہ السلام نے آباد کیا ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں یہاں انہیں کا مذہب اور حکومت ہوگی، چونکہ ہندوؤں نے تاریخ نہیں لکھی اسلئے نہیں معلوم ہوسکتا کہ حضرت سلیمان کے بعد کون حکمران ہوا اب جب تاریخی حساب کچھ چلتا ہے تو ہم کورتنا گر کے خلاف حسب بیان کلہن آدگونند کو کشمیر کا راجہ تسلیم کرنا چاہیے، اور اسکی تخت نشینی جنگ مہابھارت سے تین چالیس سال قبل قرار دینی چاہیے کیونکہ اس کا جراسندھ کے ساتھ جنگ متھرا میں شریک ہونا بیان کیا گیا ہے اسکے بعد اس کا بیٹا دامودر ہے جو راجہ قندرہا کی لڑکی کے سوئمبر کے موقع پر بمقابلہ سری کرشن مارا گیا پھر اسکی بیوی جسومتی کا زمانہ ہے اس کے بعد کشمیر کا راجہ سومدت ہے کیونکہ یہ جنگ

مہابھارت میں شریک تھا، اس کا عہد حکومت چھٹی صدی قبل مسیح کا آخری حصہ ہے کلہن نے دامودر کے بیٹے کا نام دیال گونند لکھا ہے کشمیر میں ایسے راجہ بھی گذرے ہیں جن کے دو دو نام تھے یاسومدت کا لقب دیال گونند ہوگا جنگ مہابھارت کے بعد کشمیر کا راجہ سوراندر یا سُندر تھا کیونکہ اس کی لڑکی بہمن کو بیاہی تھی۔

پانچویں صدی قبل مسیح مہاراجہ رام چندر کی حکومت یہاں ہوئی، تیسری صدی قبل مسیح کے آخری حصہ میں پورن کرن پسر دیا کرن والی جموں یہاں حکمران تھا، تیسری صدی قبل مسیح کے نصف میں یہاں اشوک مگدی کی حکومت تھی ۹۵ھ قبل مسیح میں کشمیر راجہ بکرما جیت کے زیراثر تھا اس کے بعد کنشک کی حکومت ہوئی، اس طرح کشمیر کی صحیح تاریخ مسلسل ہو جاتی ہے اور ایران و ہندوستان کی تاریخ سے مطابق ہو جاتی ہے ان ناموں کے درمیان جو زمانہ ہے اس کی خانہ پُری خواہ ملکھن کے بیان کردہ ناموں سے کر لے جائے یا رتنا گر کے، مہاراجہ اشوک قوم ناگ سے تھا۔ اسی زمانہ سے اسی نسبت سے کشمیر میں اکثر موقعوں اور چشموں کے نام ناگ پر ہیں جیسے ویرناگ انت ناگ وغیرہ، ناگ سے مراد سانپ نہیں۔

جنت دُنیا

کشمیر جنت نظیر مشہور ہے ہندو اس کو زمین کا سر اور آنکھ کہتے ہیں اور نہایت متبرک جانتے ہیں ایک اشلوک کا ترجمہ ہے (پاتال میں جو تیرتھ ہیں یا زمین پر جو ہیں بہشت میں جو ہیں وہ سب کشمیر دیس میں ہیں۔ گلدستہ کشمیر ص ۱۷)

خواجہ حسین خوازرمی نے اسکو چاہ رندان سے نسبت دی ہے اگر حالات پر نظر کی جائے تو ان کا یہ قول غلط ثابت نہ ہوگا، پہاڑوں نے اس کو ہندوستان اور وسط ایشیا سے علیحدہ کر کے ایک قفس بنادیا ہے کشمیر جانا سب سے تعلقات کا منقطع ہوجانا ہے، اور راستہ کا پیچ وخم اور نشیب وفراز اللہ اللہ ے

رہ فقر از رہ کشمیر پید است — کہ گام اول او ترکِ دنیا ست

بہ کشمیر اعتقاد ما درست است — ولے ایمان براہش سخت سُست است

دریں رہ خوش بود معشوق دلخواہ — کہ نتواندکس اورا برداز راہ

عاقل خان نے خوب کہا ہے ے

بے رنج محال است بفردوس رسیدن — ہمواری رہ گلشن کشمیر ندارد

ایک طرف سر بفلک پہاڑ دوسری طرف بے تہاہ غار، اس میں آب جہلم سانپ کی طرح لہریں مارتا ے — اگر خواہی سلامت بر کنار ست

مولانا ادریس صاحب سارے راستے یا حافظ یا سلام پڑھتے رہے کشمیر کی آمد و رفت کے دو تین دن میں انہوں نے خدا کو جس قدر یاد کیا اتنا شاید عمر بھر نہ کیا ہوگا، برف باری اور سردی کی یہ شدت کہ موسم سرما میں کشمیریوں کو گردن میں آگ کی انگیٹھی لٹکانی پڑتی ہے جس کو وہ کانگڑی کہتے ہیں تاکہ سینہ گرم رہے، سینہ سیاہ ہوجاتا ہے، داغ پڑ جاتا ہے، باطن یہ سیاہی اندر کا حال خدا جانے، کہتے ہیں ظاہر کا اثر باطن پر ضرور ہوتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطہ پر پچاس برس بھی اطمینان سے نہیں گذرے۔ کوئی نہ کوئی آفت ومصیبت پڑتی رہی، کبھی جنگ وفساد کبھی اور آفات ارضی وسماوی و

بازلزلہ طوفان قحط، بادتند، آتشزدگی، کشمیر چونکہ دلچسپ مقام ہے اس لئے ہیضہ خان، طاعون بیگ چیچک خانم کا بھی اکثر بطور سیر وتفریح یہاں آنا ہوا ہے۔ اور باوجود طویل قیام کے کشمیر نے انکی میر بانی میں دریادلی کا ثبوت دیا ہے آگ ایسی ایسی لگی ہے کہ بارہ بارہ ہزار گھر جل کر خاکستر سیاہ ہو گئے ہیں، آندھیاں ہفتوں چلی ہیں جنسے درخت اور مکانات منہدم ہو گئے۔ ایسی زہریلی ہوا بھی چلی ہے جس ہزاروں آدمی مر گئے۔ زلزلے مہینوں تک آتے رہے، قحط ایسے ایسے پڑے کہ ۔

ملخ بوستان خوردومردم ملخ

طوفان ایسے ایسے آئے کہ بڑی بڑی آبادیاں زیرآب ہوگئیں، ایک مرتبہ شہر مثل خزانہ قارون کی زمین میں اس طرح دھستا چلا گیا کہ ایک متنفس بھی نہ بچ سکا۔

جگہ جوامن کی ڈھونڈی توراہ بھی نہ ملی　　وہ قہر تھا کہ خدا کی پناہ بھی نہ ملی

برفباری ایسی شدت سے ہوئی کہ فوجیں برف کے نیچے دب کر مر گئیں۔ ایک مرتبہ حضرت میکائل کو جو غصہ آیا تو ستر گز لمبے برف کی سل پھینک ماری نارجحیم کی لپٹیں کوہ سویم جی کے ذریعے سے کشمیر پہونچ رہی ہیں (وَقِنَا رَبَّنَا عذابَ النَّار)اس طرح آفات کا نزول ہوتے دنیا میں کہیں دیکھا نہ سنا کہتے ہیں کہ کشمیری حسین ہوتے ہیں مجھے اس کا کیا احساس ہوسکتا تھا۔

شیخ مجبور ہیں اس سے کہ وہ اب سن ہی نہیں

اور کچھ تاک جھانک کا موقع بھی نہیں ملا، کیونکہ ساتھ تھا حیدر آباد کے مشہور و معروف متقی امیر مولوی فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ اور مولانا الحافظ الحاج محمد ادریس صاحب کا، مگر کچھ سفید سفید، بے نمک چہرے نظر آئے اور چال ڈھال طور وطریق بھی کچھ دل لبھانے والا نہ دیکھا ؎

حسن کو چاہیے انداز و ادا ناز و نمک
کیا ہوا گر ہوئے گوروں کی طرح گال سفید

اس بے نمکی کی شکایت شہنشاہ جہانگیر نے بھی کی ہے کشمیری اکثر کثیف اور میلے کچیلے رہتے ہیں مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی لکھا ہے، بسبب سردی اور افلاس کے غلاظت وکثافت یہاں کے باشندوں کے ساتھ رہتی ہے (ص ۸۷)

شہنشاہ جہانگیر کشمیر کو جنت نظیر کہا کرتا تھا ایک مرتبہ ہاتھی پر سوار سری نگر کی سیر کرتا پھرتا تھا کشمیری عورتیں راستوں پر کھڑی دعائیں دے رہی تھیں جب ہاتھی اُن کے برابر آیا تو بادشاہ کو بدبو آئی دریافت کیا کہ یہ بدبو کیسی ہے ایک مصاحب نے عرض کیا، جہاں پناہ یہ حوران جنت کے لباس کی خوشبو ہے۔

ایک شاعر نے لکھا ہے ؎

کسانیکہ آفاق گردیدہ اند | بسے سال و مہ در سفر بودہ اند
بہ تعریف کشمیر و کشمیر یاں | بہشتے پراز دوزخے گفتہ اند

کشمیر کے دارالحکومت سرینگر کے متعلق مؤلف گلدستہ کشمیر کا بیان ہے آب وہوا اس کی صحیح المزاج نہیں، (گلدستہ کشمیر) اگست میں شہر کی آب و ہوا باوجود پانچ ہزار دوسوفٹ کی اونچائی کے ذرا گرم اور ملیریاوالی ہو جاتی ہے

(رہنمائے کشمیر ص ۱۰۹) ان تمام حالات پر نظر کر کے اور اس فلاکت وادبار کو دیکھ کر جو ملک پر گھٹا ٹوپ اندھیرے کی طرح چھایا ہوا ہے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ خطہ ارض مغضوب ہے تصویر کا ایک رُخ تو یہ تھا دوسرا رُخ یہ ہے تمام ملک سرسبز ہے پھولوں پھلوں کی کثرت ہے جگہ جگہ چشمے اور آبشار چاروں طرف پہاڑ کھڑا ہے بیچ میں ہرا بھرا میدان ہے گویا پتھر کی انگوٹھی میں زمرد کا نگینہ چڑا ہے جب برف پڑتی ہے جھیلوں کے پانی پر یخ کے جمنے سے فرش بلور نظر آتا ہے

کشمیر مگو رشک پری خانہ چین است

فی الجملہ بہشتیست کہ برروئے زمین است

کشمیر کی ہوا فَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کہتی ہوئی چلتی ہے اور يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ کا معجزہ ظاہر کرتی ہے۔

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر در آید گر مرغ کباب ست کہ بابال و پر آید

شاہزادی زیب النساء کا شعر ہے۔

در مذہب عشاق دم از عشق زوا نیست مرغے کہ ہوائے خوش کشمیر ندارد

جہانگیر بادشاہ نے لکھا ہے کشمیر ایک باغ ہے، سدا بہار قلعہ آہنی حصار بادشاہوں کیلئے گلشن فرحت افزا، درویشوں کے لئے خلوت کدہ دلکشا چمن خوش آبشار دلکش۔

از شاہ جہانگیر دم نزع چون پرسند با حسرت دل گفت کہ کشمیر دگر ہیچ

ہوا اور پانی سرد اور خوشگوار ہے، دسمبر جنوری میں سردی بہت بڑھ جاتی ہے فروری میں برف گرتی ہے موسم بہار میں سب سے اول بید مشک پر پھول آتا

ہے پھر شگوفہ بادام آتا ہے کاتک میں زعفران پر پھول آتا ہے، موسم خزان میں سیب، شفتالو، چنار کی فصل ہوتی ہے۔

اکبر بادشاہ نے دیکھ کر فرمایا۔

ذوقِ فنا نیافتیٔ ورنہ در نظر　　رنگین تراز بہار بود جلوۂ خزان

چنار کے پتے سرُ خ ہوکر بہار دکھاتے ہیں۔

اگر چہ مایۂ دل بستگی است قامت سرد　　عنان ہوش بدست چنار کشمیر است

کسی شاعر نے صحیح کہا ہے۔

ز آب و آتش است آباد کشیر　　ازیں ہامی شود برباد کشمیر

پانی نہ ہو آگ نہ ہو تو زندگی محال ہے، پانی بڑھ جائے تو سیلاب آجائے ذرا آگ لگ تو لکڑی کے مکانات ہیں اک دم میں راکھ کا ڈھیر ہو جائیں۔

تصویر کے دونوں رُخ دیکھ کر بھی میں تو اسے ثانی زمہریر کہتا اور سب کے جواب دے لیتا مگر کیا کروں حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یکے گفتا کہ درا قصائے کشمیر　　ز شیر ینی نبا شد ہیچ تقصیر

مقام خوبر دیاں آن زمین است　　بخوبی رشک فردوس برین است

بزرگوں کے سامنے لب کشائی کی مجھے جرأت نہیں چلو جنت نظیر ہی سہی

جس کو دنیا کہے اس بات کو کیوں کر نہ کہوں

کشمیر جنت نظیر ہے۔ (جنۃ تجری تحتہا الانہار) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو قدرت ہی نے جنت نظیر بنایا ہے یا انسانی ہاتھوں نے یہ باغ اگایا ہے، اگر یہ حضرت انسان کی کارگذاری ہے تو وہ کون لوگ تھے جن کا یہ بے نظیر

کا زمانہ ہے اس تحقیقات کیلئے ہم کشمیر کو تین زمانوں پر تقسیم کرتے ہیں، عہد قدیم یعنی زمانہ قبل از اسلام، عہد متوسط حکومت اسلامیہ کا زمانہ، عہد جدید حکومتِ اسلامیہ کے بعد سے اب تک کا زمانہ۔

عہد قدیم

یہ آیندہ ابواب میں ثابت کیا جائے گا کہ اس خطہ میں زمین نمودار نہ تھی پانی ہی پانی بھرا تھا، حضرت سلیمان کے عہد میں ایک پہاڑی کے منہدم ہونے سے زمین نمودار ہوئی ایک پہاڑی پر آ کر حضرت نے قیام فرمایا جو آج تک تخت سلیمان کے نام مشہور ہے جب خطہ زمین نمودار ہو گیا حضرت نے اس پر آبادی قائم کی، اول مقام بابل اور اسور یہ جس کو اب سرینگر کہتے ہیں آباد ہوئے اس کے بعد تاریخ پر تاریخ پر تاریکی چھائی ہوئی ہے جب تاریخی زمانہ آتا ہے اور تاریخیں لکھی جاتی ہیں اور تحقیقات کی جاتی ہے تو اس سرزمین پر ہندو ہی ہندو نظر آتے ہیں، ہندوؤں ہی کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عہد میں کوئی ترقی نہیں ہوئی تھی ایک قدیم مورخ کا بیان ہے درتمام آن ولایت سوائے کوہستان وہامون درازمنہ سابقہ چند ہزار محل عمارت و زراعت بود بحوادث ونوازل کہ بجائے خود مرقوم خواہد شد اکثرے نماندہ (واقعات کشمیر) اور ہندو عہد میں کوئی ہو بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ ہندوؤں نے نہایت سخت حکومت کی ہے، ولسنٹ اسمتھ نے لکھا ہے دنیا میں بہت کم ملک کشمیر کے ان راجہ رانیوں کی طویل فہرست کی برابری کرسکتے ہیں جن کا

طغرائے امتیاز شرمناک طمع وحشیانہ سفاکی اور بے دردانہ بدنظمی کے سوا کچھ نہ تھا (ارلی ہسٹری) ہندوؤں کے عہد میں پس اس قدر ہوا کہ بعض راجاؤں نے مندر بنائے، بعض راجاؤں نے ان کو توڑا جلایا، ان کی یادگار مندر ہی اب تک باقی ہیں جن میں تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہیں جن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، نہ کسی نے زراعت کے لئے آراضیات درست کرائیں نہ باغات لگائے نہ اجناس ومیوہ جات پھول پھلوار لگوائے یہاں تک کہ کشمیر میں سنگھاڑا اور نیلوفر تک بھی نہ تھا۔ زعفران ضرور ہوتا تھا مگر اس پر تین پھول سے زیادہ نہ کھلتے تھے اکبر بادشاہ کے عہد میں آٹھ تک نوبت پہونچی، (تاریخ کشمیر حصہ دویم ص ۱۸۸) نہ ملک میں کوئی کارخانہ تھا نہ صنعت وحرفت تھی نہ تعلیم تھی، مکانات بھونڈے بھونڈے بدقطع تھے، اہل ملک کا طرز معاشرت، لباس پوشاک وغیرہ تک میں معقولیت نہ تھی، نہ سڑکیں تھیں نہ پل، سرینگر کے ایک محل سے دوسرے محل میں جانے کیلئے ڈونگے اور کشتیاں استعمال کی جاتی تھیں یہ کشمیر جنت نظیر نہ تھا بلکہ ایک مرغزار تھا۔

عہد متوسط

۱۳۲۶ء سے کشمیر میں اسلامیہ حکومت ہوئی اور زراعت وتجارت وصناعت عمارت میں ترقی ہونی شروع ہوئی، ممالک غیر سے میوہ جات وپھول وغیرہ منگا کر لگائے گئے، خداوند ذوالجلال نے افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں کو بھی کچھ نہ کچھ سبزا پھول پھل عنایت فرمائے ہیں، کشمیر کے مرغزار کو

محروم کیا ہوگا، مگر تاریخ پتہ نہیں دیتی کہ زعفران کے سوا کشمیر میں کس کس قسم کے میوے اور پھل پھول تھے، معمولی مشہور میوے سنگھاڑا ناشپاتی، توت اور معمولی پھول گلاب اور نیلوفر تک نہ تھے غلوں میں صرف شالی ہی شالی تھی، تمام پھول پھل اور اجناس مسلمانوں نے لگائے، پُل بنائے، سڑکیں نکالیں، نہریں نکالیں، محلے اور موضعے آباد کیے باغات لگائے، مکانات بنائے، کارخانے قائم کیے غرض اس مرغزار کو جنت نظیر بنادیا، صاحب رہنمائے کشمیر لکھتے ہیں جب مسلمان بادشاہوں کا زمانہ آیا تو سوائے چند ایک کے قریباً تمام سلاطین کشمیر نے صنعت وحرفت میں دلچسپی لی (ص۹۴) شاہان مغلیہ تو صنعت وحرفت کے سرپرست و دلدادہ تھے ان کی تمام دلچسپیوں نے تو واقعی کشمیر کو جنت نظیر بنادیا خصوصاً اکبر، جہانگیر، اس کی ملکہ نور جہاں بیگم، شاہجہان اور داراشکوہ نے تو مکانات اور مساجد کے علاوہ باغات اور چشموں کو بھی نمونہ ارم بنادیا، چشمہ ویر ناگ (قریب اسلام آباد) چشمہ شاہی، شالیمار، نشاط باغ، چنار باغ، پری محل، پتھر مسجد، قلعہ ہری پربت، غرض کئی عمارتیں باوجود اپنے درودیوار خستہ ہونے کے قدیم نقش ونگار کا ثبوت دے رہی ہیں (رہنمائے کشمیر ص ۹۵و۹۴)

کشمیر میں ماہران فن نے عمارت کو تین قسم پر منقسم کیا ہے، ان تینوں قسموں میں ہندوانی طرز کو جگہ نہیں دی (۱) مغلیہ عہد سے قبل طرز تعمیر (۲) چوبی طرز عمارت (۳) خاص مغلیہ طرز، (اسلامک کلچر ان کشمیر بحوالہ کیا لوجیکل سروے رپورٹ ۶و۱۹۰۷ء) سب سے پہلا مسلمان بادشاہ سلطان صدرالدین تھا اس نے محلات تعمیر کرائے جن کو احسان فراموش حاسد ہندوؤں نے ملچھ مر

(خبیث کا مقام) کہنا شروع کیا، مسلمانوں نے (بلندی) بلدی مرنام رکھا، ۱۳۴۸ء میں سلطان علاؤ الدین نے علاؤ الدین پورہ ۱۳۶۰ء سلطان شہاب الدین نے شہاب الدی پورہ ۱۳۷۸ء میں سلطان قطب الدین نے قطب الدین پورہ ۱۳۹۴ء میں سلطان سکندر نے سکندر پورہ آباد کیا، اور سلطان سکندر نے سد تالاب سالن مرگ تا پرگنہ بھاگ تعمیر کرائے سلطان کی بیگم کے مقبرے میں جو احاطہ مزار السلاطین میں ہے روغنی سانچے میں ڈھلی ہوئی نیلے رنگ کی انیٹیں لگی ہیں جس کی یورپین ماہران فن بھی مداح ہیں۔ سید مدنی کے مقبرے میں رنگین ٹائیلوں کا کام ہے جس کی مسٹر نکولس نے بھی تعریف کی ہے (اسلامک کلچران کشمیر) سرینگر کی جامع مسجد جو اپنی آپ نظیر ہے سلطان سکندر ہی کی تعمیر ہے۔

کشمیری زبان میں پل کو کدل کہتے ہیں، سرینگر کے بعض محلوں کے نام کدل ہی پر ہیں سب سے پہلے سلطان علی شاہ نے ۱۴۱۷ء میں سلطان زین العابدین کی تخت نشینی کے وقت صرف یہی ایک پل تھا (فتوحات کبرویہ) ۱۴۲۳ء میں سلطان زین العابدین نے زینہ کدل، ۱۴۹۰ء میں فتح شاہ نے فتح کدل اور اس کے وزیر ملک سیف نے ۱۴۹۲ء میں صفا کدل، ۱۵۵۳ء میں حبیب شاہ نے حبہ کدل ۱۷۷۴ء میں امیر خان جوانشیر نے امیرا کدل بنایا، تمام مورخ متفق ہیں کہ سلطان زین العابدین کی عمارتیں نایاب روزگار تھیں، زینہ لنک، سونا لنک آج موجود ہوتے تو دنیا ان کو دیکھ کر حیرت کرتی، اس سلطان کا زمانہ تو کشمیر میں ایسا گذرا ہے کہ ایسے دن کشمیر نے نہ کبھی پہلے دیکھے تھے اور نہ آئندہ دیکھنے نصیب ہوں۔

سلطان شہاب الدین کے تذکرہ میں پنڈت نرائن کول نے لکھا ہے کہ کشمیر کہ بسبب نزول اتراک ویران شدہ بود بزراعت وعمارت آورد (تاریخ کشمیر) سلطان زین العابدین کے بیان میں کرپا رام نے لکھا ہے درتزاید زراع ومعموری بقاع توفیق یاب شد زینہ گیر زینہ کوٹ زینہ لور وزینہ، ڈب، زینہ کدل، زینہ لنک، زینہ بازار از ترقیات اوست، پیشہ دراں چوں حکاک و مہرکن وکاغذگر وقلمدان ساز وغیرہ از امصار بعیدہ تحس وتجس آوردہ ہنر ہارا رواج داد (گلزار کشمیر) شالبافی جو کشمیر کی خاص صنعت ہے اسی سلطان کی یادگار ہے اس سلطان نے میوے پھول اجناس ممالک غیر سے منگوا کر یہاں کاشت کرائے مدرسے، شفا خانے، محتاج خانے، دارالترجمہ قائم کئے، آثارات قدیمہ یعنی منادر ہنود کی مرمت کرائی توت، سنگھاڑا، انگور، سیب، ناشپاتی، نیشکر ممالک غیر سے منگا کر کاشت کرائے۔ بقول صاحب شباب کشمیر اس نے اپنی حکومت کو دارالامان اور کشمیر کو جنت نظیر بنا دیا (ص ۸۰) اکبر بادشاہ نے جب اول مرتبہ کشمیر کا سفر کیا تو راستے کی یہ کیفیت تھی کہ بادشاہ کو کچھ گھوڑے پر اور کچھ پیدل سفر کرنا پڑا (شاہی سیر کشمیر) باوجودیکہ آگے آگے سفر مینا راستہ بناتی جاتی تھی۔ ابوالفضل لکھتا ہے سہ ہزار سنگ تراشان کوہ کن و خارا شگافان فرہادفن دو ہزار بیلداران کارگذار بسر گردگی قاسم خان دستوری یافتند راستے کے متعلق قدیم مورخ کا بیان ہے، قدرے درزمان سلاطین کشمیر واکثر بعد تصرف بادشاہاں چغتائیہ صاف وہموار شد (واقعات کشمیر) شاہ جہاں کے عہد میں سڑکوں پر سرائیں وغیرہ بنائی گئیں، کرپارام لکھتا ہے از آغاز استیلا

دولت چغتائیہ باغات نضارت افزاوعمارات دل کشا صورت تعمیر پذیر فتند (گلزار کشمیر ص ۳۶) اکبر نے قلعہ ناگر نگر تعمیر کرایا شالیمار کی بنیاد ڈالی، اس کے غلام نواب نسیم خان نے باغ لگایا، جہان نے باغ فرح بخش باغ چشمہ وُیر ناگ، باغ صاحب آباد، چشمہ شاہی چشمہ انت ناگ چشمہ مارٹنڈ، باغ بجبہاڑہ، اس کے وزیر نواب آصف خان نے نشاط باغ شہزادہ داراشکوہ نے اپنی بیگم کے لقب پر پری محل، نواب ظفر خان صوبیدار نے باغ ظفر آباد باغ گلشن، نواب علی مردان صوبیدار نے باغ تیل بل وسرائے ہفت چنار، نواب لشکری خان صوبیدار نے باغ تیل بل، نواب سیف خان نے باغ سیف خان، امیر خان جوانشیر نے شیر گڈھی باغ امیر آباد وغیرہ بنائے، یہاں بعض باغوں اور عمارتوں کے متعلق مجملاً لکھ دیا گیا ہے تاریخ کے باب میں مفصل مذکور ہے۔ ناظرین کو واضح ہو جائے گا کہ تقریباً تمام مسلمان سلاطین وحکام نے باغات وعمارت میں ترقی کی ہے، عہد افاغنہ میں بھی بعض باغات وعمارت بنائے گئی اور آثار قدیمہ کی تو برابر مرمت ہوتی رہی، گئے گذرے زمانے میں بھی مسلمان حکام قدیم عمارات و باغات کو سنبھالے رہے،

اب زراعت ومیوہ جات اور پھولوں کا ذکر سنئے، مؤلف گلدستہ کشمیر سلطان زین العابدین کے حالات میں لکھتا ہے، کشمیر میں زراعت وتجارت کو از حد ترقی ہوئی، اہل فضل وکمال ہر فرقے کے منگوا کر یہاں آباد کیا، ان کی معاش خاطرہ مقرر کی، بہت سے مدارس بھی بنوائے ویران شدہ زمین اس کے عہد میں آباد ہوئی، (گلدستہ کشمیر) درختان میوہ دار یہاں منگوائے انگور، سیب

وغیرہ کے درخت بھوٹان کی طرف سے منگوا کر باغات بنوائے، سنگھاڑا تخم نیلوفر، تالابوں میں لگوائے، اس کے وقت میں نیشکر بھی بوئے گئے تھے جو بخوبی ہو آئے تھے، (گلدستہ کشمیر ص۱۱۲) توت کشمیر میں اسی زمانے میں آئے (شباب کشمیر ص۹۹) سیب اور ناشپاتی کے درخت اسی کے زمانہ میں کشمیر میں آئے (تاریخ ریاست جموں وکشمیر ص۱۰۱) اس کے عہد میں کریوہ مارٹنڈ پر انگور کے باغ کثرت سے تھے اور یہاں کا انگور مشہور تھا، (راج ترنگنی پنڈت شری دہر) شہنشاہ اکبر کے زمانے میں کشمیر کا حاکم مرزا حیدر تھا (کاتب کی غلطی ہے ہمایوں کا اکبر لکھدیا) اس کے زمانے میں اسپ کلان کی سواری اور بنانے عمارات دل نشین اور اکثر وضع معقول نے رواج پایا، اشجار میوہ دار کے پیوند لگانے کا رواج کشمیر میں نہ تھا ہندوستان میں محمد قلی افشار داروغہ باغات کشمیر نے اکبر کے عہد میں اس کا رواج دیا اول کابل سے شاہ آلو کو منگا کر پیوند دیا، تو یہاں کی آب و ہوا کے موافق ہوا اس زمانے سے اس کا رواج پھیلا (اقبالنامہ جہانگیری) زعفران کو جو ترقی اکبر کے عہد میں ہوئی اس کا ذکر اور حوالہ پہلے لکھا جا چکا ہے، اکبر اور جہانگیر کے عہد میں ڈیڑھ پیسے کے چار سیر انگور ملتے تھے (شباب کشمیر ۱۶۴) گلاب، گل رنبق، کیلاس اور بہت سے میوے اور پھول شجہان کے عہد میں نواب ظفر خان صوبیدار نے ممالک غیر کے منگوا کر کاشت کرائے، قدیم مورخ کا بیان ہے میوہ ہا کہ دروقت ایشان (راجگان و سلاطین کشمیر) نبود در سلطنت سلاطین تیموریہ بسعی حکام خصوص ظفر خان ہمہ اش رسیدہ و بحدے وافر شد کہ بہایم ودواب را میسر است، انواع درخت میوہ ہا

واقسام گل از ولایت بسعی وتر دد تمام آوردہ درین دو باغ (شالا مار وفیض بخش) مذکورنہال نمودہ است خصوصاً گل زنبق، وگل گلاب ومیوہ کیلاس کہ پیشتر درکشمیر بنود درعہد اوبہم رسید (واقعات کشمیر) ظفر خان کی اس سعی کا تمام ہندو مورخین نے بھی اعتراف کیا ہے، میوہ ترل یہ افغانوں کے عہد کی یادگار ہے۔ (رہنمائے کشمیر ص ۷۶) اس بیان کو پڑھ کران حوالوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں قبل ازعہد اسلام جھاڑ پھاڑ برف وآبشار معمولی سبزہ زار کے سوااور کچھ بھی نہ تھا، اب جو کچھ کشمیر میں میوہ جات واجناس وپھول وغیرہ ہیں وہ سب مسلمانوں کا صدیقہ ہیں، مسلمانوں نے یہ ثابت کرنیکے لئے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کا لایا ہوا، لگایا ہوا ہے ایک یہ خصوصیت قائم کردی ہے کہ جامع مسجد کی چھت پرایسے ایسے پھول لگائے ہیں جو کشمیر میں دوسری جگہ نہیں، اسکا اقرار حالات جامع مسجد سرینگر میں شیر مال ریاست کشمیر نے بھی کیا ہے صنعاعت زراعت تجارت کی ترقی کی وجہ سے ملک ہیں اس قدر خوشحالی تھی کہ اکبر کے عہد میں سرینگر میں تیس ہزار سے زیادہ کشتیاں تھیں (رہنمائے کشمیر) اس زمانے میں نہ ریل تھی نہ موٹر سیاحت وتفریح کیلئے باہر سے بہت کم لوگ آتے تھے، یہ تعداد کشتیوں کی رعایا ہی کی سیر وتفریح کی وجہ سے تھی یہ کشمیر تھا جو جنت نظیر کہلایا،

عہد جدید

حکومت اسلامیہ کے بعد کشمیر میں نہ کوئی نیا میوہ آیا، نہ نئی جنس آئی،

زعفران کی وہ برکت کافور ہوگئی قدیم عمارتیں کچھ سکھوں نے منہدم کردیں کچھ خبر گیری نہ ہونے کی وجہ سے خود پیوند خاک ہوگئیں سونالنک روپالنک اب پتھروں کا ڈھیر ہے روپالنک میں ایک مکان تھا جسکو سلطان حسن شاہ نے تعمیر کرایا تھا اسکو سکھوں نے منہدم کردیا (جغرافیہ ریاست جموں وکشمیر مصنفہ پنڈت نندکول) شالامار کے نگینہائے عقیق مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں اکھاڑے گئے (تاریخ خلیل) راستہ جس پر رعایا کی آمد ورفت ہے وہ ہر طرح خراب وویران ہے (کلام فوق ص ۵۷) شہر میں (سرینگر) صفائی کی حالت بہت بُری ہے، گلی کوچے بازار سب غلیظ (رہنمائے کشمیر ص ۱۰۹) سرینگر کے مقامات گو اب بھی خوشنما ہیں مگر خاص شہر اب سیاح کے دل پر عموماً بہت اچھا نقش نہیں چھوڑتا، (شاہی سیر کشمیر ص ۵) شہر کے گلی کوچے غلیظ اور تنگ ہیں جنہیں دیکھ کر سیاح دنگ ہیں کہ یاالٰہی بہشت میں یہ کثافت کہاں سے آئی، جہاں دولت سرا دونوں اوجڑ پڑے ہیں ان کے فوارے بالکل ٹوٹ گئے ہیں حوضوں میں پانی کی عوض سوکھی کائی جمی ہے (اُردو کورس مڈل پنجاب مرتبہ لالہ رام کشن ۱۸۹۹ء) غرض سکھوں اور ڈوگروں کے عہد میں کشمیر برباد ہوگیا جو کچھ تفریح گاہیں شالامار وغیرہ بُری بھلی حالت میں ہیں وہ انگریزوں کے اثر کا طفیل ہے ورنہ ڈوگرے تو صفحہ تاریخ پر بھی ان کا نشان نہ چھوڑتے زراعت و تجارت صناعت کا تنزل اس سے ظاہر ہے کہ نوے فیصدی رعایا نان شبینہ کو محتاج ہے غلاظت وکثافت کا بڑا سبب فلاکت ہے اس زمانے میں کہ سڑکیں صاف ووسیع تیار ہیں، ریل موٹریں موجود ہیں ہزاروں سیاح ہر سال

کشمیر جاتے ہیں مگر کشتیوں کی تعداد حسب تصریح محکمہ معتمد دربار کشمیر (۱۷۶۷) اکبر کے عہد کی تعداد سے نصف سے کچھ زیادہ ہے بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

انگریزی گورنمنٹ چونکہ آثار قدیمہ کی نگرانی رکھتی ہے اسلئے کچھ قدیم آثار باقی ہیں، جامع مسجد غریب مسلمانوں کے چند ٹکے بل پر کھڑی ہے، گورنمنٹ کی طرف سے ریاستوں کو تاکید ہے تعمیرات وغیرہ میں ایک معقول رقم سالانہ خرچ کیا کریں تا کہ مزدوروں کی شکم پوری ہوتی رہے اسلئے موجود حکومت کشمیر نے کچھ باغات وکوٹھیات تعمیر کرائی ہیں۔ یہ رسمی عمارتیں سونا لنک، روپالنک پری محل عمارتوں کا جواب نہیں ہوسکتیں، رزیڈنسی کے اطراف وجوانب کی سڑکوں کی درستی وصفائی سے شہر کے متعفن وتنگ وتاریک راستوں کا دھبہ دھل نہیں سکتا،

غرض کشمیر اب وہ کشمیر نہیں رہا جس کو جنت نظیر کہا جاتا تھا، اب کچھ اور نام تجویز ہونا چاہیے۔

وہ خطاب اس کا تو مٹ گیا وہ اب ایک اجڑا دیار ہے

☆☆☆

باب سوم

کشمیر کا جغرافیہ

کشمیر کی وجہ تسمیہ

کلہن پنڈت نے لکھا ہے کہ کشمیر کا پہلا نام تت سر بھو (تیرتھوں کی سرزمین) تھا، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہاں زمین نہ تھی، نہ آبادی تھی جیسا کہ آئندہ بیان سے واضح ہوگا۔ اور ابتدا میں ہندوستان میں معبد وغیرہ بھی نہ تھے تو تیرتھوں کی سرزمین کیسی اور وہ نام رکھنے والا کون تھا، پھر اس کا نام ستی سر ہوا پھر کشپ مر جس کا آخو کو کشمیر بن گیا، ان ناموں کے متعلق یہ روایت ہے اصل میں اس خطہ کا نام کشپ مر تھا یعنی مکان کشپ رشی کا، یہ بھی کہتے ہیں کہ قدیم الایام میں اس خطہ کی صورت تالاب کی سی تھی اور ہر طرف اس مین پانی ہی پانی تھا ھستی جی یعنی شکتی (قدرت) مہادیو جی کی اس میں سیر کیا کرتی تھیں اس لئے اس کا نام ستی سر تھا، بعد اس کے کشپ منی نے جلد بھودیو کو مار کر پانی براہ بارہ مولہ اخراج کر کے اسے آباد کیا، تو اسی کے نام سے مشہور ہو کر کشپ مر کہلانے لگا، بعض کا بیان ہے کہ قدیم ہی سے اس کا نام کشمیر تھا، کم پانی کو کہتے ہیں اس میں سے (ک) لیا گیا اور شمیر باہر نکلنے کو کہتے ہیں، چونکہ پانی

اس کا باہر نکالا گیا اس لئے کشمیر ہوا، شاہ بابر کا قول ہے کہ قول کاش کے نام پر جو درۂ سندھ سے یہاں بسنے آئی تھی اس کا نام کاشمیر ہوا بلکہ کاشغر اور کاغان وغیرہ ایسے نام کے شہر اسی قوم کے نام سے مشہور ہوئے ہیں، تبتی لوگ اس ملک کو کش جھیل اور تبت خورد والے کش چھپا گلگت والے کشیر کہتے ہیں، یہ کسی تاریخ سے ثابت نہیں کہ کشپ رشی کے عہد سے آد گونند کے وقت تک فرمانروایان کشمیر کون تھے اور ان کو کیا ہوا اور کشپ رشی سے پہلے یہاں کون لوگ آباد تھے، گو یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے کشمیر بصورت تالاب تھا مگر اس کے معنی ہیں کہ جلد بھود یو لوگوں کو آزار پہونچاتا تھا۔ جب یہاں آبادی نہ تھی تو دیو مذکورہ نے تکلیف کس کو دی اور بکا سر دیو جس کا ذکر شارکا رمہاتم میں ہے کس کو دکھ دیتا تھا اور شارکا بھگوتی نے کس کے بچانے کو اوتار لیا تھا، ان باتوں سے ضرور پایا جاتا ہے کہ یہاں کشپ رشی سے پہلے بھی آبادی تھی اور آد گونند تک جس کو ہزار ہا سال گذرے کشپ رشی کے وقت سے بھی ضرور ہر قسم کا نظم و نسق حاکم و محکوم تھے (گلدستہ کشمیر ص ۱۴)

اس بات پر سب کو اتفاق ہے کہ پہلے کشمیر ایک تالاب تھا اور ستی جی دختر دکھ پرجاپت جو ستی ہوئی تھیں اس پر سیر کرتی تھیں، ان ایام کا نشان کشتی باندھنے کا اب تک شوپیان کے نزدیک ویسہ باد پر نوکا بندن میں موجود ہے بلکہ لفظ نوکا بندن کے معنی بھی کشتیاں باندھنے کی جگہ ہے اس سبب سے اس کو ستی سر کہتے ہیں کشمیر کے دوسرے معنی یہ ہیں شاستری میں پرجاپت سے مراد کشپ رشی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ کشپ رشی ہی بانی آبادی کشمیر تھا۔

(گلدستہ کشمیر ص ۱۳) کشپ رکھی پوتا برہما کا ہندوستان کے تمام معبدوں اور مندروں اور تیرتھوں کی یاترا کرتا ہوا موضع بونیر متصل راجوری کے پہونچا، اور جلد بھو کا حال سن کر اُس کے دفعیہ کے فکر میں بمقام نوکا بندن میں جو ہیر پور کے متصل ہے ایک ہزار سال تک عبادت کرتا رہا، وہاں اس کی دعا قبول ہوئی اور سودرشن چکر کے ذریعہ سے (جو خاص آلہ مخرج آب پیدا کرنے کا ہے) کوہستانی غربی بارہ مولہ کے نیچے سے ایک مخرج نکال کر پانی کے بہہ جانے سے سطح زمین نمودار ہوا اور جلد بھو دیو کوہ ماران میں جہان ایک عمیق قلعہ پانی کا باقی رہ گیا تھا جا چھپا، کشپ منی نے یہ دیکھ کر پھر عبادت شروع کی، دوسری دفعہ بھی مدعائے عابد قبول ہوئی اور شاکا بھگوتی یعنی قدرت حق نے جس کا یادگار اب تک کوہ ہاری پربت معابد ہنود سے ظاہر ہو کر پارۂ کوہ سمیر کو لا کر رہائش گاہ دیو مذکورہ پر رکھدیا اور وہ سفاک خاک میں مل گیا، سطح ستی سر تمام بلاؤں سے پاک ہو کر قابل بود و باش ہو گیا۔ تب ہی سے اس خطہ کا نام کشمیر مشہور ہوا (گلدستہ کشمیر ص ۱۵) لالہ رتن لال مست لکھتے ہیں کاش ہیں کاش ایک دیو تھا اور میر اس کی زوجہ تھی جب دونوں اس کوہستان میں آئے تو اس صحرا کی آبادی کے لئے ایک مرد اور ایک عورت ممالک متفرقہ سے پکڑ لائے وہاں جمع کیا اور جوڑی لگایا کہ ان لوگوں سے وہاں آبادی ہوئی (عمدۃ التواریخ)

صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے کشپ رشی کی زوجہ کا نام میر لکھا ہے اور اس کو کشمیر کی وجہ تسمیہ بتلایا ہے (ص ۱۹) کرپا رام نے گلزار کشمیر میں اس کے بانی کا نام کشف لکھا ہے۔ کشمیر کی آبادی اور وجہ تسمیہ کے متعلق یہ روایتیں ہیں

جو ہندو مورخوں اور پنڈتوں نے بیان کی ہیں۔ اگر ان بیانات کو معمولی نظر سے بھی دیکھا جائے تو ان کے باہمی تضاد سے ان کے بطلان پر یقین ہو جاتا ہے اگر کشمیر بصورت تالاب تھا اور ستی جی یعنی قدرت الٰہی اس پر سیر کرتی تھی اور کوئی آبادی نہ تھی تو یہ نام رکھنے والا کون تھا اور اس میں کیا خصوصیت ہے، قدرت خدا ہر جگہ ہر وقت موجود ہے اگر ستی جی پرجاپت کی بیٹی تھی تو ان ناموں سے اور اس بیان سے بیٹی کا باپ سے مقدم ہونا لازم آتا ہے یہ قومی شبہ واقع ہوتا ہے کہ ستی جو قدرت خدا سے کسی انسانی صورت کا نام ہے، صاحب گلاب نامہ نے پرجاپت کی بیٹی کا نام اوتی لکھا ہے صاحب عمدۃ التواریخ لکھتے ہیں ستی سر کہتے تھے (کشمیر کو) یہ نام مہادیو کی اول زوجہ کا ہے بعد اسکے پاربتی زوجہ ہوئی (ص ۴۳) غرض ستی جی کا وجود اور اس کا کشپ رشی سے تعلق ہی ثابت نہیں لہذا ستی سر کی داستان فرضی ہے کشپ رشی کو مولف گلدستہ کشمیر نے برہما کا پوتا لکھا ہے صاحب گلاب نامہ نے کشپ رشی کو پرجاپت کا داماد لکھا ہے، راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں کہ پرجاپت آفتاب کو کہتے ہیں (آئینہ تاریخ نما) اس طرح طرح کشپ رشی کا وجود بھی ثابت نہیں، اس کے علاوہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ دنیا کی ابتداء برہما سے ہوئی لیکن اس داستان سے معلوم ہوتا ہے کہ برہما کی اولاد سے علیحدہ کوئی جلد بھودیو کی قوم بھی تھی اور برہما کے بعد تیسری ہی پشت تک اس قدر آبادی کا ہو جانا کہ ہندوستان سے کشمیر تک آبادی پھیل جائے کسی طرح خیال میں نہیں آ سکتا، یہ بیان کہ کشپ رشی ہندوستان کے تمام معابد و منادر کی زیارت کرتا ہوا یہاں پہونچا خلاف قیاس ہے اس قدر قلیل مدت میں

معابد کی یہ کثرت کیونکر ممکن ہے اس کے علاوہ منادر کی بحث میں ہمنے ہندوؤں کی تاریخ سے ثابت کیا ہے کہ پانچویں صدی قبل مسیح سے پہلے مندر نہ تھے، غرض جہاں تک غور کیا جائے یہ داستان بے بنیاد ثابت ہوگی، ایک روایت یہ ہے کہ میر نام ایک پری تھی، اس پر کشف نام دیو عاشق تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام جب اس طرف آئے تو انہوں نے کشف سے فرمایا کہ اگر تو اس کا پانی نکال دے تو میر تجھ کو دیدیا جائے گی، کشف نے آلہ جھکر سے اس کا پانی نکالدیا حضرت نے میر سے اس کا نکاح کردیا، اس لئے خطہ کا نام کشف میر ہو (مکمل تاریخ کشمیر ص ۱۵) اس روایت میں دیو پری کا معاملہ وہی سابقہ روایتوں کا سا افسانہ ہے اصل حقیقت صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ یہ خطہ چاروں طرف س پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا، درمیاں میں پانی بھرا ہوا تھا، امتداد زمانہ سے ایک طرف پہاڑ کے منہدم ہونے سے سطح زمین نمودار ہوگئی۔ ایسا ہی صاحب تاریخ ریاست جموں وکشمیر نے لکھا ہے کچھ عرصہ کے بعد حضرت سلیمانؑ ادھر آئے انہوں نے اس خط کو آباد کیا۔ حضرت کی تشریف آوری کا ذکر پنڈت رتنا گر نے اپنی تاریخ میں اس طرح کیا ہے کہ راجہ نراندر کی تخت نشینی کے چند روز بعد سندیمان نام ایک شخص جو مغربی ممالک کے رکھیشروں میں سے تھا کشمیر پہونچکر کوہ لارجیت پر مقیم ہوا، سندیمان کا ویمان (تخت روان۔ ہوائی جہاز) آسمان پر چلتا تھا۔ تمام جن دیو، چرند اس کے مطیع تھے اُس نے ہی کشمیر کا پانی خارج کرایا۔ (مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول حاشیہ ص ۱۰۹)

ان تما روایتوں سے حضرت سلیمانؑ کا کشمیر میں آنا اور پانی خارج

کرانا ثابت ہے صرف اس قدر واقعہ کے علاوہ باقی افسانہ ہے حضرت کا تعلق حضرت کا تعلق کشمیر سے کچھ نہ کچھ ضرور ہے اول تو یہ روایتیں دوسرے کشمیر میں تخت سلیمان نام ایک پہاڑ بھی ہے، حضرت کی نسبت سے نواح ایران میں بھی ایک مقام تخت مشہور ہے، تیسرے قدیم زمانہ میں یہ خطہ ضرور حضرت کی نسبت سے مشہور تھا چنانچہ شیخ سلیمان کشمیری سے جب ان کا وطن دریافت کیا (یہ ساتویں صدی ہجری میں تھے) تو انہوں نے کشمیر نہیں کہا، باغ سلیمان کہا، قدیم مورخ نے بھی کشمیر کی تاریخ کا نام باغ سلیمانؑ رکھا ہے غرض حضرت کے عہد میں جو دسویں صدی قبل مسیح زمانہ ہے پہاڑ گرنے سے پانی نکل کر یہ خط نمودار ہوا اور حضرت نے اس کو آباد کیا۔ اس خط میں اول کون لوگ آباد ہوئے یہ خراسان وغیرہ اور اس کے نواح کے قبائل تھے کیونکہ یہ ممالک حضرت کے زیر اثر تھے اس لئے حضرت نے وہیں کے قبائل کو ادھر منتقل کیا ہوگا، اور تبت قریب ہے پھر کچھ تبت کے لوگ آئے ہوں گے کیونکہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اہل کشمیر اہل تبت کی نسل سے ہیں خراسان یا اُس کے نواح کے قبائل ہوں خواہ اہل تبت یہ سب بابل واشوریہ کے قبائل کی نسلیں تھیں کیونکہ انہیں مقامات سے قوموں نے منتشر ہوکر مختلف ممالک آباد کئے۔ ڈاکٹر سنولیس لکھتے ہیں کہ بعد طوفان لوگوں نے شہر بابل آباد کیا اور ایک برج تعمیہ کرنا شروع کیا جس کو آسمان سے ملانے کا ارادہ تھا، خدا کو ان پر غصہ آیا، ان کی زبان میں اختلاف پیدا کردیا وہ ایک دوسرے کے زبان سمجھنے سے مجبور ہوگئے اسلئے وہاں سے اطراف عالم میں منتشر ہوکر آباد ہوئے (تاریخ ملل قدیمہ ص ۱۱۸) بابل سے نکل کر قبیلہ اشّ

کی شاخ نے مختلف آبادیاں قائم کیں، چند محققین نے لکھا ہے کہ سامی قبائل میں ایک قبیلہ کش نام تھا جس کی سلطنت چار ہزار قبل مسیح بابل میں قائم تھی (تاریخ قدیم پروفیسر رالینس وتاریخ پروفیسر راجسر س وغیرہ) اس قبیلہ نے جو آبادیاں قائم کیں وہ اسکے نام سے مشہور ہوئیں، ایک آبادی ان کی ترشیز کے قریب تھی اس کا نام کشمیر ہو گیا (ایک شہر کش نام نخشب کے قریب تھا (غیاث اللغات) اسی طرح کاشغر و کاشان وغیرہ اسی قبیلہ کی نسبت سے یہ ملک کشمیر مشہور ہوا، یہاں انہوں نے اول دو آبادیاں قائم کیں اور ان دونوں کے نام اصل وطن کی یاد میں دو آبادیاں قائم کیں اور ان دونوں کے نام اصل وطن کی یاد اسوریہ اور بابل رکھے اسوریہ کو ہندو مورخ سوریہ نگر لکھتے ہیں جواب سرینگر ہے بابل اب ایک موضع ہے پرگنہ وچھن پارہ میں جس طرح اصل شہر بابل کے متعلق مشہور ہے کہ ایک کنویں میں دو فرشتے قید ہیں چونکہ وہیں کے قبائل یہاں آئے یہ روایت ساتھ لائے اب امتداد زمان سے وہ روایت کشمیر کے متعلق کسی قدر تغیر سے اس طرح مشہور ہے کہ مسجد سید علی ہمدانی واقع پرگنہ بومہ زدہ کے نیچے ایک کنواں ہے جس میں دو فرشتے قید ہیں قدیم زمانہ میں قوم کش کی آبادی کا ذکر راج ترنگنی میں بھی ہے، لارنس صاحب کی کتاب انڈین اینی چوڈ جلد اول ص ۱۰۲ پر ہے کہ قدیم زبان سنسکرت میں کہش اس قوم کا نام تھا جو کوہ ہمالہ میں ملک کے بہت بڑے حصہ میں آباد تھی مگر بہت سی حالتوں میں یہ رشک پڑتا ہے کہ یہ نام کہش کس قوم پر استعمال کیا جائے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم سلسلہ کوہ ہمالہ میں ایک تھوڑی سی جگہ میں آباد تھی اور یہ وہ

قلعہ ہے جس کے مغرب میں دریائے وتشہ (جہلم) کی گذرگاہ کا درمیانی حصہ اور مشرق میں کشتوار ہے راج ترنگنی میں کئی جگہ ذکر آیا ہے کہ راجپوری (راجوری) کے حکمران کہش قوم کے راجہ تھے اور انکی فوج میں بھی اس قوم کے لوگ تھے، بانہال کی طرف دریائے چندر بھاگا (چناب) تک کے وادی میں کہش قوم کی جائے رہائش کا پتہ ملتا ہے۔ ترنگ نمبر ۸ کے اشلوک ۴۰۹ میں ویرانک کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دریائے وتشتہ کے وادی جو بارہ مولہ سے نیچے کی طرف ہے کہشوں کیجائے رہائش تھی وہ قوم جس کا نام زمانہ میں کھش تھا آجکل کہکہ کہلاتی ہے (اقوام کشمیر ص ۱۳۸ و ۱۳۹) غرض قبیلہ کش کی نسبت سے یہ خط کشمیر مشہور ہوا، مگر یہ لفظ عربی ہے اس کے معنی جائے گذر ہیں چونکہ عربی زبان تمام زبانوں کی اصل ہے (اس کی بحث ہماری کتاب میزان التحقیق میں ہے) اس لئے عربی الفاظ ہر زبان میں موجود ہیں۔ کشمیر کے قرب و جوار میں اکثر نام عربی ہی زبان میں تھے۔ جموں کا قدیم نام بروع تھا (تاریخ شجاع حیدری) بروع کے معنی خوبصورت ہیں چونکہ یہاں سے تفریحی مقامات شروع ہوتے ہیں اس لئے یہ نام رکھا گیا، توی کے معنی عربی میں فرحت و انبساط کے ہیں دریائے جہلم کا قدیم نام بہت ہے، بہت کے معنی حیرت میں ڈالنے والا حیران کردینے والا، چونکہ اس دریا کے چھوٹے سے منبع اور اس سے جھیل میں سے ہوکر گذرنے سے تعجب و حیرت ہوتی ہے اور اس کا لاتعداد چکر کھا کر پہاڑوں سے گذرنا مسافر کی حیرانی کا باعث ہوتا ہے اس لئے اس کو بہت کہنے لگے۔ کوئی ان افسانہ بازوں سے پوچھے کہ کیا ترشینے سے نزدیک جو

مقام کشمر تھا وہاں بھی کشپ رشی آلہ جھکر سے اخراج آب کر کے جلد بھود یو کو قتل کرنے گئے تھے، غرض کشمیر کی اصل کشمر ہے جو قبیلہ کش سے منسوب ہے اسی وجہ سے اہل تبت اس کو کش جھیل اور تبت خورد والے کش چھپا، گلگت والے کشیر کہتے ہیں، اس بیان کو پڑھ کر ان ناموں پر غور کیا جائے تو سب موزوں نظر آئیں گے، باقی پنڈتوں کی مبالغہ آمیزی وافسانہ طرازی مشہور ہے۔

چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

کشمیر

ہمالہ کے کوہستان کے درمیان ایک وسیع خطّہ ہے جو پنجاب کی سرحد شمالی بناتا ہے وہ تمام کوہستانی سلسلہ جو پنجاب و جموں و کشمیر تک پھیلا ہوا ہے اس کو ہندوستان اور اُس کوہستان نے جو تبت ولداخ وغیرہ تک ہے اس کو وسط ایشیا سے جُدا کر دیا ہے، گویا کشمیر وسط ایشیا اور ہندوستان کے درمیان ایک خطّہ بشکل منحنی ہے اول یہ ملک ہی علیحدہ تھا لیکن چند صدی قبل مسیح سے اس کا تعلق ہندوستان سے قائم ہوا اس لئے اس کا شمار ہندوستان میں ہوتا ہے کشمیر کو طول ۸۴ میل ہے عرض شمال مغرب سے جنوب مشرق تک ۴۰ میل ہے رقبہ ۱۹ ہزار میل مربع بلندی سمندر سے چھ ہزار فٹ ہے اس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اٹھارہ ہزار فٹ تک بلند ہیں، مگر ننگا پربت ۲۷ ہزار فٹ کے قریب ہے۔

حُدود اربعہ

شمال میں تبت خورد (لداخ) تلیل، درآور، بلتستان، حصورہ، اسکردو

جنوب میں	اکھنور، جموں، پونچھ، نوشہرہ، کشتواڑ (کاشغر) بھدرواہ، جہلم، گجرات، سیالکوٹ،
مشرق میں	دارس، زنکار، مدرد لداخ
مغرب میں	دارد پہکلی، گہکر، ہزار، راولپنڈی

کشمیر کی آب و ہوا صحت بخش اور مفرح ہے، قدرتی مناظرہ دلچسپ و نظر فریب ہیں، ہندو کشمیر کو زمین کا سر اور آنکھ کہتے ہیں، ایک اشلوک کا ترجمہ ہے (پاتال میں جو تیرتھ ہیں یا زمین پر جو ہیں بہشت میں جو ہیں وہ سب کشمیر دیس میں ہیں، گلدستہ کشمیر ص ۱۷) تمام ملک سرسبز، پھولوں اور پھلوں کی کثرت، ہر جگہ چشمے اور آبشار، برفیلے پہاڑ، جہانگیر بادشاہ نے اس کو جنت دنیا خطاب دیا ہے، باقی تفصیل ہم نے ایک خاص مضمون میں کی ہے، کشمیر کا قدیم راستہ تو وہ ہے جو بادشاہی راستہ کہلاتا ہے اور ع پیر پنچال کا راستہ بھی کہتے ہیں یہ سڑک ۱۰۲۹ھ ہجری مطابق ۱۶۲۰ء میں طیار ہوئی تھی، آجکل کا راستہ جہلم ویلی روڈ کہلاتا ہے یہ سڑک کوہ بالہ سے سری نگر تک دریائے جہلم کے کنارے کنارے چلی گئی ہے، راولپنڈی سے مری تک تو انگریزوں کی آمد و رفت کی وجہ سے سڑک پہلے سے طیار تھی، مری سے کوہ بالہ تک بعد کو طیار ہوئی، کوہ بالہ سے بارہ مولہ تک ۱۸۴۰ عیسوی میں اور بارہ مولہ سے سرینگر تک (۳۴ میل) ۱۸۹۰ء میں تیار ہوئی کوہ بالہ سے سرینگر تک (۱۳۲) میل ہے اس سڑک پر ندی نالوں، دریاؤں پر چھوٹے بڑے دو ہزار سے زیادہ پل بنے ہیں یہ سڑک وسیع اور عمدہ ہے، چنا اور نیشکر کے علاوہ تمام اجناس پیدا ہوتی ہیں، زعفران موضع

پانپور یا پم پور اور قطعہ دانتو میں پیدا ہوتا ہے کل زعفرانی رقبہ دس بارہ میل ہے دانتو کا زعفران پانپور سے اچھا ہوتا ہے، پہل گام کے قریب بنفشہ ہوتی ہے یہاں عام لوگ اس کو گنفشہ کہتے ہیں چاول کی پیداوار زیادہ ہے اور یہی کشمیریوں کی عام غذا ہے مگر جیسا نفیس چاول ممالک متحدہ آگرہ واودھ کے اضلاع پیلی بھیت، دہرہ دون، سہارنپور، ٹانڈہ (ریاست رام پور) کا ہوتاہ ایسا یہاں نہیں ہوتا، سیب انگور، کیلاس، آلو بخارا، زرد آلو، آلوچہ، بادام، کانجی، توت بادام، خربوزہ تربوزہ وغیرہ ہر قسم کے میوے اور پھل ہوتے ہیں ایک میوہ ترمل ہوتا ہے جو کسی قدر ترشی مائل ہے، یہ میوہ پٹھانوں کے عہد کی یادگارہ، نیشکر، آم، لیموں، کیلہ، نارنگی، سنترہ، بیر نہیں ہوتے، شالبافی، چکن، کاغذ، لکڑی کی صنعتیں قابل دید ہیں آبریشم کا کارخانہ بھی ہے پشمینہ، پارجات اونی، زعفران، بہدانہ، بنفشہ، چوب دیودار، ریشم خام، زیرہ سیاہ یہاں سے ممالک غیر کو جاتاہ، یہاں ایک قسم کا پتھر نیلے رنگ کا ہوتا ہے جو نہایت ہی خوشنما ہے اس کو شالما کہتے ہیں۔

مشہور قصبات

اسلام آباد، گلمرگ، بارہ مولہ، بانہال، پہلگام، ان میں گلمرگ کے سوا کوئی بارونق و صاف ستھری آبادی نہیں۔

سرینگر

یہ کشمیر کا سب سے بڑ شہر اور دارالحکومت ہے۔ اسکی آبادی ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے ان میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان ہیں، پنڈتوں نے لکھا ہے

کہ اس کا اصل نام سوریہ نگر (شہر آفتاب) تھا، کثرت استعمال سے سرینگر ہوگیا، اس کا نام پروسین پورہ بھی ہے اس کو راجہ پرورسین نے ۱۰۲ء میں آباد کیا (گلدستہ کشمیر ور ہمائے کشمیر) راجہ پرورسین نے اس کو رونق دے کر دارالسلطنت بنایا لیکن یہاں آبادی پہلے بھی تھی جس کا نام بقول ہندو مورخین کے سوریہ نگر تھا حقیقت یہ ہے کہ قوموں کی ابتدا بابل واشوریہ سے ہے اور زمانہ قدیم میں ان شہروں کا عروج تمام خطوں سے بڑھا ہوا تھا اس لئے یہاں جو قومیں آئیں انہوں نے وطن اصلی کی یاد میں سوریہ نام رکھا، سرینگر کی آب و ہوا باعتبار کشمیر کا دارالحکومت ہونے کے اچھی نہیں، شہر کی حالت بھی اچھی نہیں، سرینگر کے مسلمان باشندے مفلوک الحال ہیں، (مسلمان گو سوداگر اور تاجر بھی یہاں نظر آتے ہیں اور بعض جاگیردار اور معزز گھرانے بھی ہیں مگر ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے بالعموم فلاکت زدہ ہیں، مسلمان مردوں اور عورتوں کے لباس سب تعلیم یافتہ ہیں یہ لوگ دوکانداری بھی کرتے ہیں، بیوپار بھی اور تمام دفتروں پر بھی چھائے ہوئے ہیں۔ (رہنمائے کشمیر ص ۱۱۰)

اہل کشمیر کے مزاج میں صفائی اور نفاست کم ہے سرینگر میں ایک مسلمان قوم ہے جو ہانجی کہلاتے ہیں یہ ملاحی پیشہ ہیں، بوٹ ہاؤس اور شکارے (ڈونگے، چھوٹی کشتیاں) کہتے ہیں۔ یہ چھوٹی بڑی کشتیاں ہر قسم کی ہوتی ہیں، اعلیٰ درجہ کی مکلف اور خوشنما بھی، اوسط درجہ کی بھی ادنیٰ درجہ کی جن پر سائبان حسپوش (چھپر) ہوتا ہے، اسی سے اس قوم کا گذارا اوقات ہوتا ہے اس زمانہ میں بہت شکستہ حال ہیں۔

ڈل

ڈل یعنی تالاب شہر پانچ میل لمبا، ڈھائی میل چوڑا، پندرہ فٹ گہرا ہے، اس کا ایک حصہ جسکو سدورہ کھوں کہتے ہیں ۴۵ فٹ گہرا ہے اس کے چاروں طرف باغات ہیں۔ دامن کوہستان شالا مار میں ہے اس میں لکھا نا، سنگھاڑا، نیلوفر ہوتا ہے بعضوں نے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، ایک ڈل کلان جو حضرت بل کے سامنے ہے دوسرا ڈل خورد جو کوہ سلیمان سے نشاط باغ تک ہے، تیسرا سدرہ کھون جو کوہ ماران کے نیچے ہیے۔ زمانہ سلف میں (حضرت سلیمان کے وقت جب کشمیر کا پانی خشک ہوا تو یہاں بھی میدان ہو گیا، اس کو تالنی مرگ کہتے تھے (تاریخ حسن) جب راجہ پرورسین نے دریائے جہلم کا بند نادہ پور میں بنایا تو دریا کا پانی یہاں جمع ہو گیا۔ راجہ درلب دروں کے زمانہ میں طغیانی سے اور پانی جمع ہو کر یہ جھیل بن گئی۔

مصنوعی جزیرے

روپا لنک (چاندی کا لنکا) نسیم باغ کے سامنے ہیے (۴۶۵) گز مربع ہے، پانی سے تین فٹ بلند ہے۔

سونا لنک (سونے کی لنکا) ڈل کلان یعنی جنوبی حصہ تالاب میں ہے ۴۰ گز لمبا، ۳۶ گز چوڑا ہے۔ سلطان زین العابدین نے یہ جزیرہ بنایا تھا اور اس پر محل تعمیر کیا، عہد دولت مغلیہ میں اس کی مرمت ہوئی، امیر خان جوان شیر نے اس کو خوب رونق دی (تاریخ حسن) اب پتھروں کا ایک ڈھیر ہے۔

زینہ لنک، سلطان زین العابدین نے جھیل اولر میں زینہ لنک کے نام سے ایک مکان تعمیر کرایا تھا اس کے متعلق ایک مسجد بھی تھی، اس مکان کا نام خرم آباد تھا جس کے آثار میدپوہ کے قریب اب بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کی وسعت دوسو گز مربع اور بلندی دس گز تھی اسکی تاریخ تھی ؎

این بقعہ چو بنیاد فلک محکم باذ　　مشہور بہ زینہ ڈینب در عالم باد
شہ زین عبادتادر وجشن کند　　پیوستہ چو تاریخ خودش خرم باد

۱۸۸۱ء تک بقول صاحب تاریخ حسن مسجد موجود تھی اب کچھ بھی نہیں۔

باغات

شالا مار۔ اس نام اور اس کے معنی کے متعلق بہت اختلاف ہے، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے یہاں کا مدیو کا مکان تھا، شاستری والے اسکو مار کہتے ہیں اور شالا مکان کو جس سے شالا مار یعنی کامدیو کا مکان ہوا۔ ایک وجہ یہ لکھی ہے مار کشمیری میں دریا کو کہتے ہیں۔ یہاں زمانہ سابق میں پشمینہ دھوتے تھے اسلئے شالا مار ہوا (گلدستہ کشمیر ص ۵۴)

کیا خوب! جہانگیر اور شاجہاں باغ بنائیں اور اس کا نام رتیس کا مدیو کے نام یا شال شوئی کے کام پر، اس کو کوئی دیوانہ بھی قبول نہ کریگا۔ شالی کشمیر میں ایک قسم کے پتھر کا بھی نام ہے شالا باغ نواح مظفر آباد (علاقہ کشمیر) میں ایک موضع کا بھی نام ہے، موضع اودم پور (علاقہ جموں) کی ایک ندی کا نام شالا مار ہے، یہ ندی کشتوار کے پہاڑ ناگنا شیر کی چوٹی سے نکلی ہے۔ رائے بہادر

پنڈت شیونرائن شمیم ایڈوکیٹ پنجاب نے بحوالہ اگنی پران لکھا ہے کہ شالی مالی نام ایک پھول تھا (تاریخ شالا مار باغ لاہور)۔راجہ پرورسین نے اپنے محلات کا نام شالی مالی رکھا تھا۔ یہ محلات اسی مقام پر تھے جو شالا مار باغ کے قریب ہے(تاریخ شالا مار باغ لاہور)

اس مقام کوشالی مار کہنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ شالی مار یعنی شالی کا دریا اس کی آبپاشی سے شالی کثرت سے پیدا ہوتی ہے جو کشمیر کی عام خورش ہے،ان تمام باتوں پرنظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دیودیوی کا اثر نہیں نہ لوئی کمبل کا ذکر ہے، اصل حقیقت یہ ہے کہ پتھر کا نام ہو یا پھول کا یا ندی کا یا گاؤں کا، شالی کی پیداوار کشمیر میں زیادہ ہےاوراسی کی پیداوار پر کشمیر کی مرفہ الحال کا مدار ہے، غالبًا اسی کی رعایت سے یہ تمام نام ہیں، اصل شالی مرہوگا یعنی شالی کی جگہ کثرت استعمال میں کوئی شالا مار رہ گیا، کوئی شالی مالی ہوگیا، کوئی شالا مار ہوگیا۔اس باغ کا نام یہ معمولی فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ دیو دریا شالی ان میں سے کسی کی نسبت سے اپنے باغ کا نام جہانگیر وشاہجہاں نہ رکھ سکتے تھے۔ باغ کا نام شاہ لیمار ترکی لفظ ہے جس کے معنی ہیں شاہی تفریح گاہ مختلف زبانوں کے الفاظ آپس میں ملتے جلتے ہیں ہیں یہ ایک اتفاق ہے کہ جہان شالیمار ندی ہے جہاں شالی مالی پھول ہے جہاں شالمار پتھر ہے وہاں شاہی باغ کا نام بزبان ترکی جو تجویز ہوا وہ ان سے ملتا ہوا ہے، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں اس کی وجہ تسمیہ پر بحث ہوئی تو کسی نے دیودیوی دریا کا ذکر نہیں کیا، کہا تو ترکی لفظ شالیمار کہا (تاریخ شالا مار باغ لاہور ص۹) ابتداء میں

شالیمار نام کے باعث سے اس کو شالی مار کہتے تھے۔ شالا مار نہیں کہتے تھے۔ جہانگیر کا شاعر مرزا سلیم کہتا ہے۔

چو شد دامانِ دریا جلوہ گاہش بسوئے شالی مار اُفتادراہش

شاہ جہان کے آخر عہد میں کثرت استعمال سے شالا مار بولا جانے لگا، ظفر خان کا شعر ہے

برآوردہ پر از شوق نگارش کہ تا بوسد کنار شالا مارش

اگر اس نام کا تعلق دیو، دریا، راج محل کے نام سے ہوتا تو وہ نام کشمیر ہی کے باغ تک محدود رہتا دوسرے مقام کے شاہی باغ کا نام نہ ہوتا۔ لاہور کے باغ بھی نام ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ اس لفظ کا تعلق دیو دریا وغیرہ یا شاستری زبان سے نہیں بلکہ یہ لفظ ترکی بمعنے تفریح گاہ شاہی ہے، شاعر نے اسکی اس باغ کی قطعہ تاریخ میں اسی لفظ کے معنی سے تاریخ نکالی ہے۔ اور اگر جہانگیر ایسا ہی دیو دیوی کا معتقد اور شاستری زبان کا دلدادہ ہو گیا تھا تو اور لوگوں کو کیا ہوا تھا جو اپنی باغوں کے نام یہی رکھے۔ شالا مار باغ کالکا، شالا مار باغ کپورتھلہ، شالا مار پٹیالہ، شالا مار راجوری، شالا مار باؤلی قلعہ دہلی، شالا مار سوہدرہ۔ شالا مار باغ کشمیر کے بنانے کا خیال سب سے پہلے اکبر بادشاہ کو ہوا، اس نے حکم دیا تھا۔ تالاب ہارون (سرینگر سے ۶ میل فاصلہ پر ایک مقام ہارون نام ہے یہاں جھیل بھی ہے یہ مقام شالی مار بھی مشہور تھا) سے ایک نہر نکالی جائے اور آب ڈل کے کنارے پر اسی مقام پر ایک باغ بنایا جائے۔ اس تجویز پر اُس کے عہد میں صرف اس قدر عملدر آمد ہوا کہ چہار دیواری بنادی گئی، جہانگیر نے ۱۰۲۸ھ

میں اس کا کام بہ نگرانی شاہزادہ خرم (شاہجہاں) شروع کرایا، ۱۰۳۱ء تک تکمیل ہوئے اور اس کا دوسرا نام فرح بخش تجویز ہوا، قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

چوشد آراستہ باغ فرح بخش بحکم حضرت ظل الٰہی
شہنشاہ شہاں شاہ جہانگیر کہ مشہور است ازمہ تابماہی
پے تاریخ این گلزار ریحان خرد فرمود، فرحت گاہ شاہی

شاہ جہان کے عہد میں نواب ظفر خان صوبیدار نے اس باغ کے شمالی حصہ کو وسعت دی اور اس حصہ کا نام فیض بخش رکھا، راس کا قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

چو باغِ فیض بخش از حکم شاہی برد باغ ارم گشتہ مباہی
فرح بخش از کمال افتخارش چوگل برطریق خود دادہ قرارش
ازین روکاشمر فخر جہاں ست کہ دردی گلشن شاہجہاں است
پئے تاریخ سالش صبح گاہی خرد گفتا، مسرت گاہ شاہی

شالا مار کا طول ۵۹۰ گز وعرض ۲۰۷ گز، بلندی ۱۰ فٹ ہے، ڈل سے باغ تک ۱۲ گز چوڑی نہر ہے، زوال حکومت مغلیہ کے بعد عظیم خان صوبیدار نے اس کی مرمت کرائی تھی مسلمانوں کے بعد ان کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں اس کی حالت بہت ردی تھی (تاریخ شالا مار ص ۵۸ و تاریخ پنجاب خان بہادر محمد لطیف) مہاراجہ رنبیر سنگھ نے اسکی مرمت کرانی چاہی مگر بجائے مرمت کے خاین اہلکاروں نے اور خراب کر دیا، محمد خلیل مرجانپوری لکھتا ہے" نودانہائے نجاس ازمیان کشید بردندو بجائے آن نادو انہائے سفالین چسپانیدہ نگین ہائے عقیق وغیرہ بمقدار دوخروار زیر بقبضہ آود

ندا این ہمہ موجب خرد بردا ہلکاران شد (تاریخ خلیل)

باغ چشمہ شاہی

یہ شاہجہاں کی یادگار ہے۔ ۱۱۳ گز طول ۴۳ گز عرض، بلندی ۷ فٹ، ۱۰۶۷ ہجری میں نواب علی مردان خان صوبیدار کے اہتمام سے تیار ہوا، قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

دوش دیدم نشستہ بر کوثر — شاہِ مردان علی جم جاہی
گفتمش السلام گفت علیک — گفت برگو د گرچہ میخواہی
گفتمش بہر چشمہ تاریخ — گفت برگو کہ، کوثر شاہی

نشاط باغ

شاہ جہاں کے وزیر آصف خان نے بنایا۔ ۵۹۵ گز طول ۳۶۸ گز عرض، بلندی ۱۳ فٹ۔

نسیم باغ

اکبر بادشاہ کے غلام نواب نسیم خان نے اگایا، اس میں ۱۲۵۶ درخت چنار کے ہیں، اس کے پتے خزان میں سرخ ہوکر بہار دکھاتے ہیں جہانگیر اس باغ کو جنت الدنیا کہا کرتا تھا۔ باعتبار زمانہ اس باغ کا ذکر شالامار سے پہلے ہونا چاہیے تھا، مگر خاکسار مصنف نے غلاموں کو صف نعل میں ہی جگہ ملتی دیکھی ہے۔

چشمے

مانسبل تمام چشموں میں خوبصورت ہے۔ اچھ بل یہ چشمہ انت ناگ سے تین کوس دامن کوہ میں ہے، راجہ اچھ (رکھ) کے نام پر مشہور تھا شاہ جہان نے تعمیر کرا کر اس کا نام صاحب آباد رکھا اور بھی کئی خوبصورت چشمے ہیں

تالاب

انچار ڈل سے بڑا ہے۔ سری نگر کے گوشہ شمال مغرب میں ایک کوس کے فاصلہ پر ہے۔ اس میں نالہ مار پڑتا ہے اور دریا ایک طرف سے اس کے ساتھ مل کر پھر علیحدہ ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی تالاب ہیں۔

جھیل

جھیل اولر سرینگر سے پندرہ کوس فاصلہ پر ہے، بارہ میل طول، دس میل عرض، سولہ فٹ گہری ہے، دریائے جہلم اس کے بیچ میں چلتا ہے کشمیری مورخ لکھتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں یہاں شہر سندھ مت نگر آباد تھا، جو غرق ہو گیا چونکہ اول پانی ایک سوراخ سے نکلنا شروع ہوا تھا جس نے ایک طوفان بن کر شہر کو غرق کر کے جھیل بنا دیا اور کشمیری زبان میں اولر بمعنی سوراخ ہے اس لئے اس جھیل کا نام اولر مشہور رہا، اس کا اصلی نام پدم ناگ تھا۔

دریا

بہت یونانی اس دریا کو ہائڈس، مسلمان ویتھ، پنڈت وتستا پنجابی

جہلم کہتے ہیں ی دریا چشمہ وتر ترموضع پولی (قریب چشمہ ویرناگ) واقع پرگنہ شاہ آباد سے نکلتا ہے اور تمام کشمیر کو سیراب کر کے ترموگھاٹ پر دریائے چندر بھاگا (چناب) سے مل کر بہ ہمراہی دریائے سندھ بحر عرب میں گرتا ہے، کنہ بل سے بارہ مولہ تک اس پر تیرہ پُل بنے ہیں ایک شاعر اس کی تعریف میں لکھتا ہے ۔

آبِ او از سحاب فیض عمیم — برزمین آسمان کشمیر است
کرد سیراب خطہ پنجاب — آب جہلم نشان کشمیر است
درتن مردگان روان بخشد — این کہ آب روان کشمیر است

مرگ

مرگ اصل میں باغ ہے، مرغزار کا مخفف ۔ زیادہ مشہور، سونہ مرگ، کوگل مرگ، گلمرگ ہے گلمرگ اچھا مقام ہے ۔ ساڑھے آٹھ ہزار فٹ بلند ہے

پہاڑوں پر چشمے

کولہ ناگ، شیشہ ناگ، جد ہرناگ، انت ناگ، سب سے زیادہ مشہور چشمہ ورناگ ہے دامن کوہ بانہال میں ہے پچیس فٹ گہرا ہے اس کے گرد چوبیس محرابین بنی ہیں ایک پتھر پر کندہ " بادشاہ ہفت کشور عدالت گستر ابوالمظفر نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ غازی بتاریخ ۱۵ جلوس درین سرچشمہ فیض نزول اجلال فرمود ۔

از جہانگیر ابن اکبر شاہ — این بنا سرکشیدہ برافلاک
بانی عقل یافت تاریخش — قصر آباد وچشمہ ورناگ

چشمہ کے باہر سنگ موسیٰ پر جواب شکستہ ہے کندہ ہے۔

حیدر بحکم شاہ جہان بادشاہ دہر — شکر خدا کہ ساخت چنین آبشار جو
این جوئے دادہ است زجوئے بہشت یاد — زین آبشار یافتہ کشمیر آبرو
تاریخ جوئے گفت بگوشم سروش غیب — از چشمۂ بہشت برون آمداست جو

اس تاریخ میں چشمہ بہشت کے اعداد ۱۰۵۵ھ میں سے جُو کے اعداد ۹ تفریق کرنے سے ۱۰۴۶ھ برآمد ہوتے ہیں، یہ نہایت لطیف تخرجہ ہے۔

کریوہ

معمولی سطح زمین سے جو زمین بلند ہو اس کو کریوہ کہتے ہیں۔ کریوہ اسلام آباد اور کریوہ پان پور زیادہ مشہور ہیں۔

نمبل

یعنی دلدلی زمین جس میں پانی ہمیشہ بھرا رہتا ہے زیادہ مشہور کونہ بل اور گھیر بل ہیں۔

پہاڑ

بانہال، پیر پنچال، شوپیان، ہاری پربت (ماران) سرینگر سے ایک میل بجانب شمال ہے سرینگر کی سطح سے ۲۵۰ فٹ بلند ہے۔ اس پر اکبر بادشاہ

کے حکم سے ۱۰۰۶ھ ہجری مطابق ۱۵۹۶ء میں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا جو دس سال میں بن کر تیار ہوا۔ قطعہ تاریخ یہ ہے ۔

بنائے قلعہ ناگر نگر کوٹ — بحکم بادشاہ داد گستر
کروردہ لک از مخزن فرستاد — دوصد اُستاد ہندی جملہ چاکر
نہ کردہ ہیچ کس بیگار آنجا — تمامی یافتند از مخزنش زر
چہل چار از ظہور بادشاہی — ہزار و شش ز تاریخ پیمبر

سنگین دروازہ کی طرف کھنڈرات کے متصل یہ اشعار کندہ ہیں ۔

بنائے قلعہ ناگرنگر بعون اللہ — بحکم حضرت ظل الٰہ اکبر شاہ
بہ سعی خواجہ محمد حسین گشت تمام — حقیر بندۂ از بندہ ہائے اکبر شاہ
بقائے دولتِ این شاہ تا ابد باشد — بحق اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

جہانگیر نے اس قلعہ میں باغات و عمارات کا اضافہ کیا، عطا محمد صوبیدار نے اپنے عہد میں اس کی مرمت کرائی اور کچھ عمارت میں بھی اضافہ کیا، یہ قلعہ اب تک موجود ہے۔

ننگا پربت۔ سرینگر سے ۷۵ کوس ہے اس پر قلعہ ہے سطح سمندر سے ستائیس ہزار فٹ بلند ہے۔

تخت سلیمان۔ اس کو کرہ سندیمان بھی کہتے ہیں یونکہ راجہ سندیمان نے اس پر مندر بنایا تھا اور شنکر اچارج بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ شنکر اچارج نے یہاں آ کر قیام کیا تھا۔ اس پہاڑ کے متعلق مؤلف کلدستہ کشمیر نے لکھا ہے (۲۰۸۸) کلجگ میں اپنے نام سے کوہ شنکر اچارج ابتک مشہور ہے اس

کی چوٹی پر ایک سنگین مندر موجود ہے اس میں شیو جی کا لنگ ہے)۔ اس ناواقفیت کا کیا ٹھکانا ہے۔ شنکر اچارج سے پہلے کشمیر میں مسلمان کہاں تھے جو سندیمان کو سلیمان بنا گئے ص ۶۸ پر خود ہی لکھا ہے کہ (شنکر اچارج بقول بعضے ہمعصر محمد تھا) لیکن یہاں اس کو بھول گیا تامل روایات سے ثابت ہے کہ شنکر اچارج سرزمین کربلا کے حکمران پیرومل کے عہد حکومت میں پیدا ہوا۔ پیرومل رسول کریمؐ کے عہد میں تھا اور مشرف با اسلام ہوا، اس کا تذکرہ ہماری کتاب غازیاں ہند میں ہے ڈاکٹر برنل نے شنکر اچارج کا سن ولادت ۶۵۰ء قرار دیا ہے، راجہ سندیمان سے بہت عرصہ پہلے سلیمان کا زمانہ ہے کیونکہ راجہ سواندر والی کشمیر ہم عصر تھا بہمن شہنشاہ ایران کا بہمن کی بڑی بیگم (ملکہ) قبیلہ رجعام بن سلیمان سے تھی اور سوراندر کے بعد حسب بیان گلدستہ کشمیر ۳۵ راجہ گذرے جب سندیمان ہوا، اس لئے تخت سلیمان نام قدیم ہے کوہ سندیمان قدیم نہیں۔ کشمیر راجاؤں نے بعد کو مندر بنایا ہے اور غالباً مسجد توڑ کر بنایا ہے کیونکہ اس مندر کے متصل مسجد کے نشانات محراب وغیرہ باقی ہین اور ایک قبر بھی ہے۔ (رہنمائے کشمیر ص ۱۲۶)۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے ایک اور سندیمان کا ذکر کیا ہے جو سلیمان سے قبل ہے۔ اس سندیمان کو انہوں نے خاندان پانڈوں کے راجہ راما نند کا بیٹا اور جانشین قرار دیا ہے۔ اور اسی شہر سندھ مت نگر کا بانی لکھا ہے اور اسی نے یہ مندر تعمیر کیا ہے، لیکن یہ سندیمان اگر شہر آباد کرتا تو اس کا نام اپنے نام یا اپنے باپ کے نام پر رکھتا، سندھ مت نگر کیوں رکھتا۔ سندھ مت نگر اور یہ مندر اصل میں سندیمان عرف ارمی رائے کا ہے۔ اس کے باپ

کا نام سندھ مت تھا۔ یہ خاندان بجے کے حکمرانوں میں شامل کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کا زمانہ حسب بیان رتنا گرو صاحب مکمل تاریخ کشمیر سلیمان سے بہت عرصہ بعد ہے جسکو رتنا گر سندیمان کر کے بیان کرتا ہے اور اس کے بعد حالات بیان کرتا ہے وہ حضرت سلیمان کے حالات سے ملتے ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں، سلیمان زبان پر چڑھتے چڑھتے سندیمان ہو گیا، اگر ہم دو سندیمان ہی بقول صاحب مکمل تاریخ کشمیر تسلیم کر لیں تو بھی سندھ مت نگر اور یہ مندر ہم کو اس قوی قیاس کی بنا پر سندیمان دوم کا بنا کردہ ماننا پڑے گا۔ اور اس کا زمانہ سلیمان سے بہت بعید ہے ایک شخص شنکراچارج نام تیرہویں صدی عیسوی میں بعہد راجہ بھم دیو آتا اور کوہ سلیمان پر مقیم ہوا (تاریخ جدولی کشمیر) اسی وقت سے اس کو کوہ شنکراچارج کہنے لگے بہر صورت تخت سلیمان نام قدیم ہے۔

سویم جی ۔ سرینگر سے ۲۵ میل فاصلہ پر ہے چھ ہزار فٹ بلند ہے، آتش فشاں مشہور ہے اس میں سے کبھی گرمی نکلتی ہے

گلمرگ ۔ سطح سمندر سے ساڑھے آٹھ ہزار فٹ ہے

یہ سب کوہستان ہمالہ کی شاخیں ہیں۔

کانیں

ہرمکھ پہاڑ میں ہیرے کی کان ہے۔ علاقہ دراس میں سونے کی، [illegible] و کامراج میں چاندی اور تانبے کی، بورنیا میں سرمہ کی، کامراج میں سندبل کی، علاقہ پچھن پارہ میں بلور کی، موضع کھرو شار میں سنگ موسیٰ و چقماق کی، علاقہ ہندوارہ میں شیشہ و کانچ کی، کوہ آہک میں سنگ چونہ کی بعض مقامات پر لوہے اور کوئلے کی بھی کانیں ہیں۔

متفرقات

پرگنہ مارشد موضع بونہ زدہ میں ایک مسجد ہے جس کو حضرت سید علی ہمدانیؒ نے تعمیر کرایا تھا عوام میں مشہور ہے کہ چاہ بابل جس میں دو فرشتوں کے قید ہونے کا قصہ مشہور ہے اسکے نیچے ہے۔ پرگنہ دچھن پارہ سرحد تبت کے نزدیک ایک موضع ہے جس کا نام بابل ہے۔ یہ موضع ملک کشمیر کی آبادی کی ابتدائی یادگار ہے۔ بابل سے جب اقوام عالم منتشر ہوکر اطراف عالم میں پہونچیں تو بعض نے اپنے قدیم وطن، بعض نے اپنے اجداد، بعض نے اپنے قبیلے کے نام پر اپنی جدید آبادیوں کے نام رکھے۔ اسی طرح اس موضع کا نام بابل رکھا گیا، صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے کہ یہ موضع راجہ رام دیو نے آباد کیا۔ لیکن یہ امر قرین قیاس نہیں۔ رام دیو موضع آباد کرتا تو اس کا نام رام نگر وغیرہ رکھتا۔ اس کو بابل سے کیا نسبت تھی۔ اصل یہ ہے کہ رام دیو نے اس کو گاؤں سے شہر بنایا۔ کشمیریوں کی عام غذا اور کشمیر کی عام پیداوار چاول ہے۔ کشمیری ٹخنوں تک لمبا کرتا پہنتے ہیں۔ موسم سرما میں گلے میں ایک مٹی کی انگیٹھی لٹکاتے ہیں جس میں آگ ہوتی ہے، اکثر سینہ پر سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ ایک شاعر نے لکھا ہے۔

زآبِ وآتش است آباد کشمیر　　　ازیں ہامی شود برباد کشمیر

پانی کی کثرت، شالی کی پیداوار اور ملک کی سرسبزی کا باعث ہے آگ تاپنے سے سردی سے حفاظت ہوتی ہے۔ جب پانی بڑھ جاتا ہے،

طوفان آ کر آبادی خطرے میں پڑ جاتی ہے آگ لگ جاتی ہے تو لکڑی کی عمارتوں کی وجہ سے شہر جل کر خاکستر سیاہ ہو جاتا ہے۔

اقوام کشمیر

رتنا گر اور کلہن وغیرہ مورخین کشمیر نے کشمیر کی آبادی کے متعلق جو روایات لکھی ہیں ان میں سے بعض نقل کی جاتی ہیں اور بعض آئندہ بیانات میں مذکور ہونگی وہ سب لے بند اور دیوی دیو کی دور از عقل وقیاس داستانیں ہیں، کشمیر کی آبادی حضرت سلیمان کے عہد سے شروع ہوئی اور وہاں خراسان وغیرہ ممالک سے قبائل آ کر آباد ہوئے، زیادہ تر تبت کے قبائل یہاں آئے ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے لکھا ہے کہ زیادہ تر کشمیر کے قدیم باشندے اہل تبت کی نسل سے ہیں (پریچنگ آف اسلام) اُن قدیم اقوام کے حالات نہیں ملتے کشمیری اقوام کی ایک تقسیم یہ بھی مشہور ہے۔ مل ماسی، باناماسی، ملماسی وہ غیر ملکی جو سلطان زین العابدین کے عہد میں دیگر ممالک سے آ کر آباد ہوئے۔ اب جو مشہور قومیں آباد ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ متمول سرکاری مصنفوں نے جو لکھا ہے وہ مع حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔ پنڈت ہرگوپال لکھتے ہیں۔ تیز ہوشیار چالاک، ذہن رسا طامع فضول خرچ، قبیلہ پرور، مدمغ، مغرور، مخنتی بزدل، (گلدستہ کشمیر ص ۹۶)۔ برہمنان کشمیر کا ہندوستان کے برہمنوں سے خورد ونوش نہ کرنے کا یہ باعث ہے کہ سلف میں ایک شخص ذات کا چمار یہاں کے فاضل پنڈت کے پاس شاستری پڑھنے کو بلباس برہمن آیا۔ ایک مدت تک پڑھتا

رہا۔ اس کے ساتھ کھاتا پیتا بھی رہا۔ آخرالامر معلوم ہو گیا (گلدستہ کشمیر ص ۷۰)
مسٹر لارنس صاحب سابق مہتمم بندوبست لکھتے ہیں، یہ (کشمیری پنڈت) عموماً
کوتاہ اندیش اور قدامت پسند ہوتے ہیں (ویلی آف کشمیر)۔ منشی محمد الدین فوق
لکھتے ہیں۔ کشمیری پنڈتوں میں پردہ مطلق نہیں ہے۔ اکثر پنڈتانیاں دریا کے
کنارے پر علی الصباح کثرت سے نظر آتی ہیں۔ مسلمان کشمیریوں کی نسبت
پنڈتانیاں زیادہ نازک اور خوبصورت ہوتی ہیں۔ پنجابی عورتوں کی نسبت کشمیری
عورتیں ان میں سے بھی کشمیری پنڈتانیاں زیادہ خوبصورت ہوتی ہیں۔ اور اُن
کے حسن و جمال کا تمام ہندوستان میں چرچا ہے (اقوام کشمیر ص ۱۸۱ و ۱۸۶)
پنڈت مرد اور عورتیں مسلمان عورتوں اور مردوں کی نسبت زیادہ شکیل اور آسودہ
حال ہیں۔ (رہنمائے کشمیر ص ۱۱۰) یہ لوگ مسلمان کے ہاتھ کی روٹی پکائی ہوئی
کھالینا کچھ عیب نہیں جانتے۔ یہ کشمیری دوسرے ملک میں جا کر پنڈت کہلاتے
ہیں (جام جہاں نما جلد سوم ص ۵۵) پنڈت شیونرائن رینہ کاشمیری وکیل چیف
کورٹ پنجاب لکھتے ہیں۔ اس کا (کشمیری پنڈت کا) میلان طبع عیاشی کی
جانب زیادہ ہوتا ہے۔ عیاشی سے مراد نہ بد وضعگی اخلاقی ہے بلکہ اس میں عیش و
عشرت امیرانہ بھی شامل ہے (ص ۱۸) خرچ کے بارے میں اندازے سے
زیادہ صرف کونے کو تیار رہتا ہے۔ اگر اس میں اپنا خط نفس شامل ہو مسلمانوں کی
میل جول نے اسے نہ صرف مہمان نواز بنادیا ہے بلکہ فضول خرچ بھی کر دیا
ہے (ص ۱۹) خود غرضی نے اس کو اس قدر کم حوصلہ کر دیا ہے غیر قوموں س اس کا
اتحاد صرف بظاہر ہوتا ہے (ص ۲۰) اس میں دلیری اور شجاعت کا نام و نشان نہیں،

گفتگو ظاہر ایسی کرتا ہے کہ گویا رستم زمان ہے مگر نہایت بودا اور کم دل ہوتا ہے (ص ۲۱) اگر خاطر خواہ آسودہ نہیں ہے تو دیانتدار نہیں رہ سکتا (ص ۲۲) کانیتھر (ایک رسم ہے جو بچے کی ولادت پر ہوتی ہے) کے موقع پر ایک نسخہ موسوم پنچگو تیار کیا جاتا ہے۔ پنچگو عجیب نسخہ ہے۔ اس کے اجزاء پانچ ہوتے ہیں۔ گھی، دہی، دودھ، گائے کے پیشاب کے چند قطرے، گوبر خفیف مقدار میں۔ اس میں قدرے میٹھا ملا کر ایک چھوٹی سی کٹوری میں تیار کرتے ہیں اس میں بچے کو قدرے بموقع کانیتھر چٹاتے ہیں اور قدرے گھر کی عورتیں بھی استعمال فرماتی ہیں۔ معجون پنچگو زنار بندی پر بھی تیار کی جاتی ہے اور زنار بندی کے امیدوار کو چٹائی جاتی ہے (ص ۵۵) نیوگ (جسکے دوسرے معنی زنا کاری ہے) اولاد نرینہ پیدا کرنے کے لئے جائز ہے۔ اکثر پنڈت کہتے ہیں کہ فی الحقیقت ویدوں سے لیکر منوسمرتی تک احکام موجود ہیں کہ بیوہ اپنے خاوند کے روحانی فائدے کے لئے بحالت بیوگی اولاد نرینہ غیر مرد سے پیدا کرا سکتی ہے، لیکن ازدواج ثانی نہیں کر سکتی (ص ۴۷) جب کوئی بیمار قریب المرگ ہوتا ہے تو اس کو فوراً چارپائی پر سے اتار کر زمین پر ایک چٹائی پر ڈال دیتے ہیں۔ بیمار اس نامعقول سلوک سے ہر انسان ہو جاتا ہے (ص ۱۱۸) قمار بازی عام اس رسم (دوائی) پر ہونی ضرور سمجھی جاتی ہے ورنہ لوگ کہتے ہیں کہ اکا ا جنم گدھے یا چوہے کا ہوتا ہے، کشمیریوں کے یہاں ہر زن و بچہ پوجا کے بعد قمار بازی کرتے ہیں (ص ۱۳۴) بہت سے کشمیری منشیات کے عادی ہیں (ص ۱۴۲) گرو جی مہاراج محفلوں میں علانیہ بھنگ اور افیون استعمال فرماتے ہیں بھنگ کو بھی مذہبی

غیرت انہوں نے دی وہ شیو جی کی بوٹی کہلاتی ہے (ص ۱۴۳) کتاب کشمیری پنڈت مطبوعہ ۱۸۹۳ء۔ مسٹر تالبورٹ صاحب لکھتے ہیں۔ (اکثر کشمیری پنڈت) علمدار اور چالاک ہیں۔ دستی محنت نہیں کرتے، اختیار حاصل کرکے اوروں پر ظلم و ستم کرتے ہیں (خلاصہ حال اقوام ہند مطبوعہ ۱۸۷۰ء ص ۳۴) (حاشیہ دیکھئے)[1]

دراصل ہنداؤوں میں سب سے شریف قوم برہمن ہے، یہی حاملان مذہب ہیں انہوں نے علوم وفنون میں ترقی کی، ہندوؤں کے عہد حکومت میں ہندستان میں ان کا بڑا اقتدار تھا کشمیری پنڈتوں کے بہت سے گوت (خاندان) ہیں مثلاً کچلو، مصری، خارنہرو، سپرو، رینہ بٹ وغیرہ۔ بٹ عام طور پر تبّتی نسل سے ہیں۔ (راج ترنگنی حاشیہ ص ۱۴۶)

راجپوت

ہندوؤں میں چار ذاتیں ہیں اوران کی بہت سی گوتیں ہیں۔ اصل یہ چار ہیں برہمن چھتری، ویش، شودر، جو لوگ علمی و مذہبی خدمت کرتے تھے وہ برہمن ہوئے۔ جنہوں نے ملک گیری و ملکداری کی وہ چھتری کہلائے، تجارت پیشہ لوگ ویش مشہور ہوئے، خدمتگاری کرنے والے شودر کہلائے۔ راجپوت چھتری کی ایک شاخ ہے، چھتریوں میں دو خاندان نامور ہیں۔ سورج بنسی اور چندر بنسی (سورج بنس یہ خاندان برہما کے پوتے بیسواں سے

[1] ۱۷۴۹ بکرمی میں وساکھی کے میلے کے دنوں شری گرو جی نے برہم بھوج کیا اور متحانا حکمدیا کہ جو برہمن مانس کھایگا اُس کو ایک اشرفی یومیہ دکشنا دی جائے گی اور دوسروں کو صرف دو پیسے دیے جائیں گے یہ سن کر سب برہمنوں نے مانس کھالیا صرف پانچ برہمن ایسے نکلے جنہوں نے لالچ میں آکر اپنا دھرم نہ بگاڑا (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص ۱۳۳)

جس کو سورج بھی کہتے ہیں چلا ہے اس لئے سورج ہنس کہلایا، چندر ہنس یہ خاندان برہما کے دوسرے پوتے چندر مان سے چلا جس کو سوم بھی کہتے تھے تواریخ راجپوتان ملک پنجاب جلد اول ص ٦ مصنفہ ٹھاکر کاہن سنگھ رئیس بسوہلی علاقہ کشمیر)

لالہ کشوری لال لکھتے ہیں راجپوت میں بہت فریق ہیں اصل ان کی چھتری سے ہے اکثر اولاد حرم سے جو چھتریاں ہوئیں وہ بلقب راجپوت وٹھا کر مشہور ہوئے) (اقوام الہند) وہ راجپوت بالکل مختلف قوموں کی اولاد سے ہیں جن میں سے بعض قدیم سے ہندوستان میں آباد تھیں۔ بعض نسلاً آریہ ہیں اور بعض بہت بعد ہندوستان میں آئیں۔ اس امر کی عمدہ شہادتیں موجود ہیں کہ چندیل راجپوتوں کا ہندوستان کے قدیم گونڈوں سے قریبی تعلق تھا۔ اور اس بنا پر یہ نتیجہ نکالنا بالکل حق بجانب ہوگا کہ چندریل راجپوت درحقیقت بھار یا گونڈ قوم کے لوگ ہیں جو ہندو مذہب اور تمدن کے رنگ میں رنگ گئے اور حکومت و بادشاہی حاصل کرنے کے بعد کشتری یا راجپوت سمجھے جانے لگے (ارلی ہسٹری) راجپوت چھتریوں کی شاخ ہے ان کے نام ساتھ میاں لکھا جاتا تھا مگر مہاراجہ نے ممانعت کردی اب ٹھاکر کا لفظ لکھا جاتا ہے (اقوام کشمیر ص ۱۹۰)

راجپوت چھتری کا دوسرا نام ظاہر ہوا تب یہ راجپوت ایک ذات مقرر ہوئی (تاریخ سکھاں ص ۱۰ مصنفہ عطر سنگھ قلمی موجودہ پبلک لائبریری لاہور)

ملک پنجاب دریاست ہائے کوہستان پنجاب میں راجپوت قوم کے دو فرقے ہیں۔ ایک جیکاریہ، دوسرا اسلامیہ یا ایک ہیرہ۔ جیکاریہ راجپوت وہ

خاندان ہے جو ہل نہیں چلاتا، ایک مدت سے یہ لوگ سوائے خاندان اسلامیہ کے بلقب میاں نامزد رہے ہیں الا حال میں تحریک راجپوت سبھا جموں و بمنشائے حکم حضور سری مہاراجہ صاحب بہادر والی جموں و کشمیر بجائے لفظ میاں کے ٹھاکر کہلانے لگے (تواریخ راجپوتان ملک پنجاب جلد اول ص ۶۸) اگرچہ سلسلہ انساب سلامیہ راجپوتوں کا بھی انہیں راجگان سے ملتا ہے جن سے کہ جیکاریہ راجپوت مگر فرق صرف ہل چلانے کا ہے (حوالہ مذکورہ ص ۲۸۱) مثل کشمیر پنڈتوں کے تجارت وزراعت کو پسند نہیں کرتے (میاں لوگ) اور بخلاف ان کو برہمنوں کے) مستورات کا ستر رکھتے ہیں اور جنگی ملازمت میں خوش رہتے ہیں لڑکی کا مار ڈالنا کی قدیم رسم تھی جس رسم بد کو مہاراجہ گلاب سنگھ نے ۱۹۰۳ سنہ بکرمی مطابق ۱۸۶۴ سنہ میں بند کر دیا۔ ان کی عورتیں ستی بھی ہوتی تھیں (گلدستہ کشمیر ص ۶۹) ٹھکروں کی اصل میاں لوگوں سے تھی جنہوں نے زراعت اختیار کی وہ ٹھکر ہو گئے (گلدستہ کشمیر ص ۶۸) یہ لوگ (ٹھکر) ان سے (دامادوں سے) بموقعہ شادی بعوض دختروں کے دو دو سو بلکہ زیادہ روپے لیتے ہیں۔ اور بوڑھے بوڑھے ہو کر یہ لوگ شادی کرتے ہیں جبکہ وہ چالیس برس کے ہوتے ہیں تو عورت ان کی ہنوز طفل نابالغ ہوتی ہے جس کے سبب سے بہت خرابیاں ظہور میں آتی ہیں (گلدستہ کشمیر ص ۳۰) ٹھکروں کی بابت افسر مردم شماری نے اس طرح رپورٹ کی ہے کہ وہ بھیڑ بکری کا سڑا ہوا گوشت کھاتے ہیں۔ بہت گندے اور میلے کچیلے رہتے ہیں ان کی لڑکیاں کنوار پن ہی میں جننا شروع کر دیتی ہیں۔ رسم شرادہ شاذ و نادری ہی کرتے ہیں اور شیو دیوتا

کی پوجا کرتے ہیں (اقوام کشمیر ۱۱۵) ٹھکر جنوب و مشرق کے پہاڑی علاقوں کے باشندے تھے (راج ترنگنی حاشیہ ۶۶۳) ان میں اور بھی بہت سی سوشل برائیاں ہیں (اقوام کشمیر ۱۹۱)

ڈوگرہ

حسب بیان تواریخ راجپوتان ملک پنجاب۔ خاندان راجپوتان جموں وال ان کا ابتدائی نکاس اجودھیا سے ہے یہ سورج بنسی ہیں مہاراجہ رام چندر کے پسر کش کی نسل سے ہیں راجپوتانہ میں ان کی برادری کچھواہا کہلاتی ہے۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے علاقہ جات جموں کو ڈوگرتھ ولیش بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ڈوگرتھ کے معنی دو معتبرک ہیں یہ اشارہ ہے دو چشموں سروں سر اور مان سر کی طرف جو راجپوت یہاں رہتے ہیں ڈوگرے کہلاتے ہیں (گلدستہ کشمیر ص ۲۸) ڈوگرے راجپوتوں کی حالت اس طرح لکھی ہے طامع اور کسی قدر تنگدست سب سے پہلے فراخ حوصلہ اور پھر خوف کھانے والے، آرائش بدن کے شایق ظاہری نمود کرنے میں تیار، بہادر، دلاور، بارکش محنتی (گلدستہ کشمیر ص ۲۸)

بُدھ

مسلمان کے ہاتھ سے یہ لوگ کھانا کھا لیتے ہیں اور اپنے مذہب پر پابند ہیں اگر ایک گھر میں سات بھائی ہوں اور ایک کی شادی ہو جائے تو گویا سات ہی کی شادی ہو جاتی ہے (گلدستہ کشمیر ص ۲۴) یہ ایک مذہبی فرقہ ہے اس

کے بانی گوتم بدھ ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے انہوں نے کسی قدر اختلاف کے ساتھ ہندو مذہب سے بدھ مذہب کی بنیادی قائم کی اور ہندوؤں ہی نے ہندوستان میں اول ان کا مذہب قبول کیا جو رسم ان کے متعلق گلدستہ کشمیر میں لکھی ہے وہ ہندوؤں کی قدیم رسم ہے دروپدی کا قصہ تمام تاریخوں میں مذکور ہے اور ہندوؤں میں بعض مقامات میں زمانہ قریب تک رائج تھی اس زمانہ میں اس قدیم رسم پر کہیں کہیں عمل درآمد ہوا ہے، اس کا مفصل بیان ہماری کتاب غازیان ہند میں ہے۔

سکھ

یہ ایک مذہبی فرقہ ہے اس میں ہر ذات کے لوگ شامل ہیں، رائے بہادر لالہ کہنیاں لال لکھتے ہیں کہ خاکروب، بخارو غیرہ کو بھی گرو گوبند سنگھ نے سکھ بنالیا (تاریخ پنجاب ص ۴۱) ہم راجپوت کھتری لوگ ہیں (گرو گوبند سنگھ ہندوؤں نے کہا) اور آپ کے سکھ لوگ اکثر شودر لوگ ہیں پھر ان لوگوں کے ساتھ مل کر ہم لوگ کھانا پینا وغیرہ کیسے کر سکتے ہیں (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص ۱۷) کشمیر میں زیادہ مشہور سکھوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جنسی یعنی وہ سکھ جو اول کشمیر میں آئے، یہ راجہ سکھ جیون کے عہد میں آئے اور فوج میں ملازم ہوئے خواہ انہوں نے اپنی تنخواہ میں بجائے نقد کے جنس مقرر کرائی اسلئے جنسی مشہور ہوئے ان کے بعد جو آئے وہ زمیندار کہلائے ان کے رسم ورواج ہندوؤں کے قریب قریب ہیں۔

ہانجی

یہ ایک مسلمان قوم ہے ان کا پیشہ ملاحی ہے، اکثر کشتیوں میں رہتے ہیں کشتیوں کا کرایہ ان کا ذریعہ معاش ہے، مہتمم بندوبست کشمیر لکھتے ہیں یہ قوم راجہ پرورسین کے عہد حکومت ۱۰۲ء میں لنکا سے آئی تھی (ویلی آف کشمیر) ہانجی کہتے ہیں کہ ہم نوح کی نسل سے ہیں (اقوام کشمیر) خیر نوح کی نسل سے تو ساری دنیا ہے یہ وہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کتاب اقوام کشمیر میں ان دروغگوئی، بدزبانی، فریب کاری کی شکایت لکھی ہے اور یہ ایک حد تک صحیح ہے لیکن متعصب مؤلف گلدستہ کشمیر نے ان کی بہت ہی ہجو لکھی ہے وہ لکھتا ہے قوم ہانجیاں بڑی بدمعاش رزیل اور خراب فرقہ ہے تمام شرارتیں انہی سے ہوتی ہیں اکثر سیاحان کشمیر کو بھی یہی لوگ عیاشی اور رنڈی بازی میں ڈال کر لوٹے ہیں، اور بعض اوقات اپنی ہانجنوں کو پنڈتانیوں کا لباس پہنا کر اُن کے پاس لے جاتے ہیں (گلدستہ کشمیر حصہ اول ص ۷۷) ہانجی لوگ جاہل و مفلس اور اکھڑ ہیں۔

مسلمان

مسلمانوں میں بہت سی قومیں اور قبیلے ہیں۔ شیخ، سید، مغل، پٹھان، مسلمان شرفاء جس کثرت سے کشمیر میں آئے ہندوستان کے کسی اور خطہ میں اس کثرت سے نہیں آئے، ان کی نسلیں اب تک موجود ہیں مگر اکثر جاہل مفلس

تو ہم پرست، کم ہمت، مؤلف گلدستہ کشمیر نے عام مسلمانوں کی بہت ہجو کی ہے (مسلمان لوگ دراز قد، یہودیوں کی وضع پر مضبوط بعض شرفاء بعض رزیل قوم، شر فتنہ انگیز متعصب، نمک حرام، بے صبر، ناخواندہ، کاریگر، ہوا بین، بارکش، پست ہمت منافق، بزدل ہوتے ہیں جو شخص ان سے نیکی کرے بلامضائقہ اس سے بدی کرتے ہیں چنانچہ کسی نے خوب کہا ہے۔

اگر قحط الرجال افتد ازین سہ انس کم گیری یکے افغان دوم کنبوہ، سویم بدذات کشمیری

کشمیری بے پیری انہیں کے حق مشہور ہے، گلدستہ کشمیر حصہ اول ص ۴۷) اچھے اور برے ہر قوم وملت میں ہوتے ہیں عام طور پر کسی قوم کا نام لیکر ایسے سخت الفاظ لکھنا شرافت وانسانیت سے بعید ہے۔ اس کتاب میں جابجا ہر قسم کے اقوال نقل کئے گئے ہیں، ہر قوم کے متعلق رائے قائم کرنے کا ناظرین کے لئے کافی سامان ہے میں ایسے بے ہودہ بیان میں اوراق سیاہ کرنا نہیں چاہتا نہ ایک مورخ ہوکر تعصب کے جال پھنسنا چاہتا ہوں، جو مشہور قدیم شعر و مثل نقل کی ہے اس میں مسلم وغیرہ مسلم کی خصوصیت نہیں ہے اور یہ صفات انہیں میں زیادہ راسخ ہونگی جن کی مدت قیام کشمیر میں زیادہ ہے، شریر فتنہ انگیز کہنا غلط ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد سے آج تک ہندوؤں کی رعایا بنے ہوئے غربت و مظلومیت کی زندگی بسر کررہے ہیں یہ شریر سے ممکن نہیں مفلس بے صبر ہوتا ہی ہے، پست ہمتی اور بزدل اُن کی ظاہر ہے کہ حکومت نے اُن کے ہر قسم کے حقوق پامال کئے مگر انہوں نے کان تک نہ ہلایا، ناخواندہ صحیح ہے مگر اس کا بار حکومت کے ذمہ ہے حکومت نے رعایا کی تعلیم کا کافی انتظام نہیں کیا، باقی نیکی

کے بدلے بدی کرنے والے اس صفت کا کوئی ثبوت تاریخ سے نہیں ملتا ہے، تاریخ اس کے خلاف بیان کرتی ہے، سلطان سکندر نے اڈک ہندو کو وزیر بنایا اُس نے سلطان کے بھائی کو زہر دیا اُس کے ماموں کو قتل کیا، سلطان نے اس پر بھی درگذر کی لیکن یہ شرمندہ نہ ہوا، اور بغاوت کی۔ عبداللہ صوبیدار نے (بعہد زا احمد شاہ درانی) سکھ جیون کو نائب صوبیدار بنایا، اس نے بغاوت کی، عظیم خان نے پنڈتوں کو محکمہ مال سپرد کیا انہوں نے غبن وغضب کیا، اس کے خلاف سارشیں کیں، پنڈت کاک کے متعلق خود اسی مؤلف نے ص ۲۰۰ پر لکھا ہے کہ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو فتح کشمیر کی ترغیب دی۔ راجہ سیف اللہ خان نے لکھپت ہندو کو وزیر بنایا اس نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو حملہ کرنے کی ترغیب دی، مسلمانوں میں سادات شیوخ وغیرہ کے وہی خاندان مشہور ہیں جو اکثر ممالک میں ہیں، ہمدانی، بخاری، گیلانی، اندرابی، بیہقی، مشہدی وغیرہ، شیوخ قریشی، فاروقی، گنائی، شاہمری وغیرہ، پٹھان کا کاخیل، آفریدی، یوسف زئی وغیرہ، مغل عشائی، بانڈے وغیرہ مسلمان قلیل تعداد میں شیعہ ہیں، باقی سنی ہیں، ان میں وہی مذہبی اور شادی غمی کے رسم ورواج ہیں جو عام طور پر مسلمانوں میں ہیں۔ زیادہ تر بدعات کی طرف مائل ہیں (شریف گھرانوں میں پردے کا سختی سے رواج ہے، متوسط درجے کے لوگ بھی پردے کے پابند ہیں (رہنمائے کشمیر ص ۱۱۰) ان قدیم اور باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کے علاوہ جو کشمیری مسلمان ہوئے ہیں ان کے رسم ورواج بھی قدیم مسلمانوں کی طرح ہیں، ان میں سے اکثر اپنے قدیم ناموں سے مشہور ہیں۔

مثلاً ڈار، ڈامر، راتھر، ڈانگر (ان کی اصل کھتری ہے ویلی آف کشمیر) بوؔن یہ قبیلہ ویش سے مسلمان ہوا (ویلی آف کشمیر) ماگرے یہ بھی کھتری تھے ان میں کا پہلا شخص لالی ناگری حضرت سید علی ہمدانی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا (اقوام کشمیر ص ۸۸) نایکؔ پال بٹ برہمن سے مسلمان ہوئے (اقوام کشمیر ص ۱۸۹ بحوالہ لارنس صاحب) مسلمانوں میں بعض قبائل کنٹ، ملک، کاوس وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں انکے یہ خطابی واضافی نام ہیں ملک شاہی زمانہ میں ایک عہد تھا جو راستوں میں امن وامان قائم رکھنے کا ذمہ دار ہوتا تھا، اب جو لوگ ملک کہلاتے ہیں وہ انہیں عہدیداروں کی اولاد ہیں، یہ کھتری ہیں، کنٹ اکبر بادشاہ نے اپنے میر عمارت صوبہ کشمیر خواجہ حسین کابلی کو انعام میں طلائی کنٹھ دیا لوگ ان کو خواجہ حسین کنٹھ کہنے لگے، ان کی اولاد اسی نام س مشہور ہے، کاوس ملا یوسف کاوس کی نسل سے ہیں، (اقوام کشمیر) ایک خاندان بمبہ مشہور ہے، صاحب تاریخ حسن نے انکو بنی امیہ لکھا لیکن تالبورٹ صاحب نے خلاصہ حال اقوام ہند میں لکھا ہے کہ برہمن سے مسلمان ہوئے۔

چک

یہ ایک قبیلہ ہے جو مسلمان ہوگیا اور مدتوں کشمیر پر حکمران رہا، ان میں ایک فریق شیعہ ہوگیا تھا باقی سنی رہے، مؤلف گلدستہ کشمیر نے ان کے متعلق ایک عجیب اہانت آمیز روایت لکھی ہے کہ واردستان میں ایک عورت سے ایک جن نے زنا کیا اس سے جولڑکا پیدا ہوا اس کا نام چک رکھا گیا، ظاہر ہے کہ ایک

متعصبوں کی گھڑی ہوئی کہانی ہے اصل میں چک کے معنی حد ہیں کشمیری اپنے حدود پر رہنے والے قبیلہ کو چک کہتے تھے۔ لارنس صاحب نے لکھا ہے کہ ان کا نسب چیلاس کی قوم درد سے ملتا ہے (گلشن کشمیر) چک ایک قوم کا نام ہے جو قدیم الایام سے علاقہ دردستان اور گلگت میں بود و باش رکھتی تھی (اقوام کشمیر ص ۱۷) ابتدائے چودھویں صدی عیسوی میں راجہ سہدیو کے زمانے میں ایک شخص لنگر چک نام اس اس قوم کا کشمیر میں آ کر آباد ہوا یہ داردستان کا رہنے والا تھا (مکمل تاریخ کشمیر)

جزال

یہ ایک راجپوت قبیلہ ہے جو مسلمان راجگان بھمیر کی اولاد میں سے ہیں ہندوان کو بیٹیاں دیتے تھے مگر مہاراجہ نے اس کی ممانعت کر دی (جزال لوگ جو راجگان بھمیر مسلمان شدہ کی اولاد ہیں۔ سابقاً یہ لوگ ماہلی وغیرہ قوموں ہنود کی دختروں سے شادی کر لیتے تھے باوجود مسلمان ہونیکے انہوں نے یہ طریقہ دانستہ نہ بدلا تھا مگر مہاراجہ حال نے اس رسم کو بند کر دیا، گلدستہ کشمیر ص ۳۱) ہندوؤں کی لڑکیاں برابر اس خاندان میں چلی آتی ہیں جو شادی کے روز مسلمان کی جاتی تھیں (تذکرہ بے مثل ص ۱۵۵)

بعض قبائل ایسے ہیں جو ہندو مسلمانوں میں مشترک ہیں یعنی ان کی بعض شاخیں مسلمان ہیں بعض ہندو جیسے کول رینہ، خوشد بٹ، ور، یہ د، کچلو، پنڈت، باقی اور چھوٹی قومیں ہیں جن کی کوئی تاریخ نہیں ملتی، انیسویں صدی

سے عیسائی قومیں بھی پہنچ گئی ہیں یہ مخلوط ہیں۔

زبان کشمیر

کشمیر کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے آباد کیا ان کی زبان عبرانی تھی اس لئے یہ قوی قیاس ہے کہ کشمیر کی ابتدائی زبان عبرانی تھی جب آبادی قائم ہوگئی تو اہل تبت یہاں آئے، تبت، ایران اوراس کے قرب وجوار کی نسلیں آباد ہوئیں تھیں اس لئے ان کی زبان ابلامی) (آرین) تھی پھر ہندوستان کی طرف سے قبائل جا کر آباد ہوئے، ان تمام زبانوں کے ملنے سے ایک زبان پیدا ہوئی جو کشمیری زبان ہے، کشمیر پرآباد ہونے کے بعد ایک غیر معلوم زمانہ سے ہندوؤں کا تسلط ہے اس لئے کشمیری زبان میں ہندوؤں کی زبان کا زیادہ میل ہے۔ عہد حکومت اسلام سے زمانہ قریب تک کشمیر کی سرکاری فارسی رہی، کشمیری زبان میں فارسی الفاظ بھی زیادہ ہیں غرض جس طرح ملک کشمیر مختلف اقوام سے مرکب ہے، اسی طرخ کشمیری زبان بھی مختلف زبانوں سے مرکب ہے آجکل کشمیری زبان تو سب جانتے ہیں، فارسی، عربی، انگریزی، سنسکرت کے جاننے والے کم ہیں اُردو عام طور پر رائج ہے۔

مذاہب کشمیر

کشمیر کو اول حضرت سلیمان علیہ السلام نے آباد کیا جو اسلام کے پیغمبر تھے انہیں کے مطیع و متبعین آباد ہوئے اس لئے کشمیر کا پہلا مذہب اسلام ہے

اسکے بعد کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کشمیری کب اس مذہب سے منحرف ہوئے اب تاریخ جو پتہ دیتی ہے تو کشمیر مین ہندو مذہب کا رائج ہونا ثابت ہوتا ہے، حضرت سلیمان ۱۰۰۰ سنہ قبل مسیح تھے، اسلئے تخمیناً کہا جاسکتا ہے کہ ہندو مذہب کشمیر میں ۸۰۰ سنہ قبل مسیح سے رائج ہے اور پانچویں صدی قبل مسیح میں وہاں بدھ مذہب کا رواج ہوا بدھ مذہب نے یہاں اچھا عروج پایا لیکن پھر ہم برہمنوں نے اس کو ایسا مٹایا کہ اب یہ مذہب صرف برائے نام ہے سنہ ۹۰۰ سے اسلام کشمیر میں داخل ہوا، لیکن اس کی عام اشاعت تیرہویں صدی عیسوی سے ہوئی سکھ مذہب ۱۷۵۳ء میں کشمیر میں پہونچا، اور انیسویں صدی عیسوی میں عیسائی مذہب پہونچا، کشمیر میں پچانوے فی صد مسلمان ہیں باقی پانچ فیصدی دیگر اقوام مذاہب کے لوگ ہیں۔

☆☆☆

باب چہارم

تاریخ کشمیر، خاندان جموں

۳۱۸۰ قبل مسیح لغایت ۳۱۲۵ قبل مسیح

کشپ رشی کے بعد جب گاؤں، قصبات آباد ہوئے تو قبیلے کا بزرگ ہر قبیلہ پر حکمران ہوتا تھا، کچھ عرصہ کے بعد...... ایک ایک گاؤں کا حاکم ہو گیا پھر آپس میں لڑ بھڑ کر ایک آدمی کئی کئی گاؤں پر قابض ہو گیا اور انہوں نے کوٹ (قلعہ) تعمیر کر لئے، یہ زمانہ کوٹہ راج کا زمانہ مشہور ہے اس کے اور حالات نہیں ملتے کشمیر میں بہت سے کوٹہ راج تھے، اندر کوٹ، زینہ کوٹ، شیرہ کوٹ، سودوہ کوٹ، شال کوٹ، دور کوٹ، بنہ کوٹ، سردار کو متر کہتے تھے ان کوٹہ راجوں کو ملک گیری کی ہوس ہوئی ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے مدت تک یہی سلسلہ قائم رہا آخر سب نے تنگ آ کر راجہ پورن کرن والی جموں سے درخواست کی کہ وہ کوئی امن وامان کی صورت پیدا کر دے۔ راجہ جموں نے اپنے بیٹے دیا کرن کو فوج دیکر بھیجا اس نے سب کو زیر کر کے اپنی حکومت قائم کر لی، دیا کرن کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا، اس کا نام اور حال کچھ معلوم نہیں، اس کے بعد اس کا بیٹا سومدت تخت نشین ہوا یہ جنگ مہابھارت میں

کوروں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا اس کے کوئی اولاد نہ تھی، اس خاندان میں پچپن سال سلطنت رہی۔

خاندان اوکنند

۳۱۲۱ قبل مسیح لغایت ۳۰۳۶ قبل مسیح

سومدت کے بعد چار سال تک طائف الملو کی رہی آخر سب نے متفق ہوکر ایک شخص اوکنند نام کو راجہ بنالیا یہ راجگان متھرا کے خاندان کا آدمی تھا۔ اس نے عدل وانصاف سے سترہ سال حکومت کی جب سری کرشن نے متھرا پر حملہ کیا تو یہ راجہ متھرا کی مدد کے لئے گیا، اور سری کرشن کے بھائی بلبھدر (بلرام) کے ہاتھوں جمنا کے کنارے مارا گیا۔

نوٹ

یہ روایت صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے غالباً پنڈت رتنا کر کی تاریخ سے نقل کی ہے، سری کرشن متھرا کے راجہ کنس کو قتل کرنے گئے تھے اس وقت تو ایسے دور ودراز سے راجاؤں کی آمد و جنگ مذکورہ نہیں، کنس کے قتل کے بعد جب سری کرشن نیاپیت نانا اوگرسین کو تخت نشین کیا تو کنس کے خسر راجہ جراسندھ نے متھرا پر فوج کشی کی، اس جنگ میں ضرور راجاؤں کا اجتماع ہوا، کلہن کے بیان کا سلسلہ ملتا ہے وہ پہلی روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کلہن نے لکھا ہے کہ یہ جنگ مہابھارت سے بیس سال قبل تخت نشین ہوا، یہاں یہ دقت پیش آتی ہے کہ متھرا پر سری کرشن کی جنگ جراسندھ سے مہابھارت کی لڑائی

سے چالیس سال سے بھی زیادہ قبل ہوئی ہے۔

اوکنند کے بعد اسکا بیٹا دامودر تخت نشین ہوا یہ راجہ عادل و باذل تھا اس نے قرب وو جوار کے علاقے بھی فتح کیے اس سے اکثر راجے خائف رہتے تھے (تاریخ اعظمی) یہ راجہ قندہار کی لڑائی کے سویمبر میں گیا، وہاں سری کرشن بھی آئے تھے اُس نے اپنے باپ کا انتقام لینا چاہا اس پر جنگ ہوئی۔ جادو بنسیون نے اُس کو مارڈالا اُس نے تیرہ سال حکومت کی،

نوٹ

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سری کرشن نے برہمنوں سے جادو کرا کر مارڈالا یہ غلط ہے اور یہ غلطی اس لئے واقع ہوئی کہ مورخین نے لکھا ہے کہ جادوؤں نے مارڈالا یہ تو سمجھے نہیں کہ جاؤو (یادو) سری کرشن کے مورث کا نام تھا اس لئے ان کا خاندان جادو بنسی کہلاتا تھا اُن کے خاندان والوں کو جادوؤں لکھا ہے یہ سمجھ گئے کہ جادو کرا کر مارڈالا۔

دامودر جب مارا گیا تو اس کی رانی جسومتی حاملہ تھی اس نے ریاست کو سنبھالا اور چودہ برس تک حسن انتظام سے کاروبار سلطنت کو انجام دیا اس کے لڑکا پیدا ہوا تھا اس کا نام دیال گونندر کھا گیا تھا ی چودہی برس کی عمر میں بلقب گونند دوم تخت نشین کیا گیا، صاحب تاریخ ریاست جموں و کشمیر نے لکھا ہے کہ اس کے عہد میں جنگ مہابھارت ہوئی چونکہ یہ بچہ تھا اس لئے اس کو کسی فریق نے شرکت کے لئے نہیں بلایا (ص ۸۲) اس نے چالیس سال حکومت کی اس کے عہد حکومت میں انتظام ابتر رہا، پانڈوؤں کی نسل کا ایک آدمی ہردیو

یا ہرن دیونام اس کے پاس آ کر نوکر ہوا اور ترقی کرتے کرتے وزیر ہو گیا، آخر اس نے بلوہ کرا کر راجہ کو قتل کر دیا، اور خود اور تخت نشین ہو گیا۔ اس خاندان میں پچاسی برس حکومت رہی۔

نوٹ

خاندان اوکنند کے بعد کلہن پنڈت اور ان تمام مورخوں نے جنگی بنیاد کلہن پنڈت کی راج ترنگی پر ہے (۳۵) راجاؤں کے حالات سے لاعلمی ظاہر کی ہے، کشمیر کی سب سے پہلی تاریخ پنڈت رتنا گر کی راج ترنگی ہے جو کلہن کو دستیاب نہیں ہوئی تھی سلطان زین العابدین کے عہد میں ملا احمد ملک الشعراء مورخ کشمیر کو اس کا نسخہ مل گیا، اس نے ترجمہ کر کے شامل تاریخ کیا، منشی محمد الدین صاحب فوق نے رتنا گر اور ملا احمد کی تاریخ اوز نیز دیگر نایاب نسخوں سے مکمل تاریخ کشمیر کو مرتب کیا، اس میں ان راجاؤں کے حالات ہیں جن کے کلہن نہیں لکھ سکا ہے اس لئے کشمیر کی تمام تاریخوں میں یہی معتبر و مستند ہے۔ ہم نے راجاؤں اور سلاطین کی ترتیب میں مکمل تاریخ کشمیر کو ہی ترجیح دی ہے اور راجاؤں اور سلاطین کے حالات میں گلدستہ کشمیر کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔

خاندان پانڈو

دیال گونند کو قتل کرا کر ہرن دیو بن پرتجیب بن ابھمن بن ارجن پانڈو تخت نشین ہوا یہ اپنے بھائی جمہ جی سے لڑ کر یہاں آ گیا تھا، اس نے راجہ دیال گونند سے ظاہر کیا کہ وہ پانڈوؤں کی نسل سے ہے، اسلئے راجہ نے اس کی قدر کی،

یہ ترقی کرتے کرتے وزیر ہو گیا پھر اُس نے بلوہ کرا کر راجہ کو قتل کر دیا اور خود راجہ بن گیا۔

نوٹ

ہرن دیو کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے وہ بھی خلاف قیاس ہے گذشتہ بیان سے ثابت ہے کہ خاندان گونند اور پانڈوں سے مخالفت تھی پانڈو سری کرشن کے حلیف تھے اس لئے ہرن دیو اگر پانڈو خاندان سے ہوتا تو گونند دوم کے پاس نہ آتا۔ اگر آتا اپنا تعلق اس خاندان سے ظاہر نہ کرتا، اگر کرتا تو گونند دوم اسکی قدر تو کیا کرتا اُس کو قتل کرا دیتا۔

ہرن دیو نے پانسو راجوں کو شکست دے کر اپنا مطیع کیا، اس نے ہندوستان کے کچھ حصہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا (تاریخ ریاست جموں و کشمیر) اس کے عہد میں رعایا سے پیداوار کا چھٹا حصہ لیا جاتا تھا۔ یہ تیس برس تک عدل و داد سے حکومت کر کے مرا۔

رامدیو ۔ اپنے باپ ہرن دیو کے بعد تخت نشین ہوا، اس نے خراج بجائے چھٹے حصہ کے دسواں حصہ مقرر کیا، ایک نہر بنائی، عالیشان مندر تعمیر کرائے، سادھوں، گسائیوں کو خوب مال و زر دیا، ہارو سوامی اور مارو سوامی دو برہمن فقیر اس کے پیرو مشیر تھے اس نے کابل، ملتان، مالوہ، بیجانگر، کمایوں، جموں وغیرہ ممالک فتح کئے اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا، کئی راجاؤں سے ڈولے لئے، مارواڑ کی قوم کچھواہا کے کئی راجاؤں کی لڑکیاں داخل حرم تھیں آخر تارک الدنیا ہو کر فقیر ہو گیا۔ اُس نے ۲۹ سال حکومت کی۔

بیاسید ۔اپنے باپ رامدیو کے بعد تخت نشین ہوا۔اس نے مدارس جاری کئے تالاب بنایا۔مندر آباد کئے ،آخر ۵۶ برس تک عدل وداد سے حکومت کر کے مرا۔

درنا دیو ۔یہ بیاسدیو کا بیٹا تھا۔اس نے ۵۸ برس تک حسن و خوبی سے حکومت کی۔

سہمدیو ۔یہ درنا دیو کا بیٹا تھا۔اس کے حسن انتظام سے ملک نے خوب ترقی کی۔۵۴ برس تک حکومت کر کے مرا۔

گوپالدیو ۔ سہم دیو کا بیٹا تخت نشین ہوا یہ دایم المریض اور کاہل وغافل تھا مگر وزیر نے انتظام سلطنت کو سنبھالے رکھا،ختن کے راجہ کا شغر کے راجہ پر حملہ کر کے قتل کیا،راجہ کا شغر گوپا دیو کا سالا تھا،اُس نے اس کے انتظام کے لئے ختن پر فوج کشی لیکن اسکی تمام فوج ماریگئی اس غم میں مر گیا، تیرہ سال حکومت کی۔

وزیا نند ،یہ راجہ گوپال دیو کا بیٹا تھا،بھائی کے بعد تخت نشین ہوا اس نے ختن پر فوجکبسی کر کے راجہ ختن کو شکست دیکر اس کی لڑکی کو داخل حرم کیا، لڑکی کا نام سمرن تھا،اور بشیمار مال غنیمت لیکر واپس آیا۔پچیس سال حکومت کر کے مرا۔

سکھدیو ،یہ راجہ گوپال دیو کا بیٹا تھا،چچا کے بعد تخت نشین ہوا پنے چچا زاد بھائی رامانند پسر راجہ وزیانند کو وزیر بنایا،یہ راجہ عیاش وغافل تھاایک دن موقع پاکر رامانند وزیر نے اس کو گرفتار کر کے دریا میں ڈال دیا

یہ چوالیس سال حکمران رہا۔ اس کے عہد میں بعض ممالک بھی قبضہ سے نکل گئے تھے۔

رامانند ۔وزیر خود تخت نشین ہوا، اِس نے ملک کا انتظام خوبی سے کیا، راجہ سکھدیو کے زمانہ میں جو ممالک قبضہ سے نکل گئے تھے ان میں سے بعض فتح کیئے اس نے خراج میں اضافہ کیا، دسواں حصہ لینے کی عوض پانچواں حصہ لینا شروع کیا، ستاون سال حکومت کر کے مرا، سندیمان یہ رامانند کا بیٹا تھا اس نے سندہ مت نگر آباد کیا، اکیس مندر تعمیر کرائے تخت سلیمان معروف کوہ شنکراچارج پر جو مندر ہے وہ اسی کا تعمیر کردہ ہے اس نے کابل، قنوج، قندھار وغیرہ فتح کیئے، راجہ قندھار نے اپنی بیٹی نذر کی، سندیمان اس کے عشق میں ایسا محو ہوا کہ سب کچھ بھول گیا، یہ رانی کشتی کے اُلٹنے سے دریا میں ڈوب گئی، راجہ اس کے غم میں مجنوں من ہو گیا راجہ قندھار نے اپنی دوسری لڑکی بھیجدی، جب کی حالت درست ہوئی اس کے بعد یہ اُمورِ سلطنت سے غافل ہو گیا م اور عیش و عشرت میں مشغول رہا، ۶۵ برس حکومت کر کے مرا۔

نوٹ

سندہ مت نگر کی آبادی کو اس سندیمان کی طرف منسوب کرنا خلافِ قیاس ہے یہ اگر کوئی شہر آباد کرتا اس کا نام اپنے پر سندیمان نگر رکھتا یا اپنے باپ کے نام پر مانند نگر رکھتا سندہ مت نگر رکھنے کے کیا معنی، سندہ مت نگر سندیمان دوئم عرف اری رائے نے آباد کیا ہوگا کیوں نکہ اس کے باپ کا نام سندمت تھا م۔

مرہن دیوی سند یمان کا بڑا بیٹا تخت نشین ہوا، اُس نے اپنے بھائی کا من دیوکو وزیر بنایا کامن دیو نے رعایا پر ظلم وستم کیے، پھر بھائی سے بھی باغی ہوگیا آخر اس طرح صلح قرار پائی کہ کامن دیو کو کشمیر کا غربی حصہ دیا گیا، جو کامن راج کے نام سے مشہور ہوا، اب کامراج کہلاتا ہے ط، مرہن دیو کے حصہ میں شرقی علاقہ رہا جو مرہن راج مشہور ہوا اب مراج کہلاتا ہے، مرہن دیو (۵۵) سال عدل وانصف سے حکوت کے مرا۔

چندر دیو یہ مرہن دیو کا بیٹا تھا، تخت نشین ہوا۔ اُس نے اپنے چچا کامندر دیو پر فوجکبشی کی چونکہ کامند یو ظالم تھا اس لئے رعایا نے بھی چندر دیو کا ساتھ دیا م کامند یو گرفتار ہو کر قتل ہوا، اس کا بیٹا رکھد یو قید کر دیا گیا اس کے فتح کے بعد چندر دیو عیش وعشرت، شراب وکباب میں مشغول ہو کر سلطنت سے بے خبر ہوگیا۔ اِس کے تین سوساٹھ رانیاں تھیں ۔ راجہ کو غافل دیکھ کر امرأ وزرانے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا، یہ ۵۲ سال حکومت کر کے مرا۔

آنند دیو یہ مرہن دیو کا دوسرا بیٹا تھا بھائی کے بعد تخت نشین ہوا اس نے نہایت ظلم وستم سے حکومت کی ، ہزاروں بے گناہ قتل کرادے ، (۲۸) سال وانصاف سے حکومت کر کے مرا۔

درپتادیو۔ یہ آنند یو کا بیٹا تھا اس نے (۵۱) سال عدل وانصاف سے حکومت کی آخر اس کے بھائی ہرنا مدیو نے بغاوت کر کے قتل وجدال کیا، درپتادیو اسی جنگ میں مارا گیا،

ھرنام دیو بھائی کو قتل کر کے تخت نشین ہوا، اس نے ظلم وستم

سے حکومت کی۔ شراب کے نشہ میں ہر وقت مخمور رہتا۔ رقص وسرور میں محو رہتا۔ اس کے عہد میں ناچ، رنگ، قمار وزنا نے خوب رواج پایا۔ یہ راجہ رعایا کی بہو بیٹوں کو خراب کرتا تھا۔ راہ میں چلتی عورتوں کو پکڑ والیتا تھا اس کے وزیر نے بغاوت کی اور شاہی محلات میں آگ لگا دی لیکن وزیر مغلوب ہو کر قتل ہوا کچھ دنوں کے بعد وزیر کے بعد لڑکے نے باپ کے انتقام میں پا کر اس کو قتل کر دیا۔ اس نے ۳۹ سال حکومت کی۔

سلکن دیو اپنے باپ ہرنام دیو کی جگہ تخت نشین ہوا یہ بھی باپ کی طرح عیاش تھا مگر ہفتہ میں ایک دن امور سلطنت کو حسن وخوبی سے انجام دیتا تھا ۲۸ سال حکومت کر کے مرا۔

سنیادت۔ یہ راجہ سلکنؔ دیو کا بڑا بیٹا تخت نشین ہوا احمق بھی تھا۔ عیاش بھی تھا سترہ سال حکمران رہا۔ اس کے بھائی منگلادت نے اس کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔

منگلادت ۔ یہ بھی عیاش وظالم تھا، اس کے عہد میں ایک مرتبہ ایسی زہریلی ہوا چلی کہ ہزاروں آدمی مر گئی اس نے (۳۹) سال حکومت کی۔

کھیمہ اندر ۔ منگلادت کا بیٹا نشین ہوا، اول اول اس نے خوب انتظام واہتمام سے حکومت کی پھر ظالم وعیاش ہو گیا۔ رعایا کے گھروں میں گھس کر عورتوں کی عصمت دری کرتا، وزیر کی بیوی سے بھی آشنائی کر لی، وزیر کو ناگوار ہوا، اس نے ملازمین شاہی سے سازش کر کے ایک رات کو قتل کر دیا۔ اس نے (٦٦) سال حکومت کی۔

بھیمہ سین ۔تخت نشین ہوا یہ کھیمہ اندر کا بیٹا تھا۔ یہ عیاشی شرابخوری، ظلم وستم میں سب سے بڑھکر تھا۔ راجہ ختن نے فوج کشی کر کے کاشغر پر قبضہ کرلیا، اس نے اس کے مقابلہ کے لئے لشکر روانہ کیا جو کوہ قراقرم پر شدت برفباری سے تباہ ہوگیا۔ یہ راجہ (۶۱) سال حکومت کر کے مرا۔

یندر سین ۔بھیم سین کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ یہ عیاشی وستمرانی میں اپنے باپ کا بھی باپ نکلا۔ اس کے عہد میں فسق وفجور کی یہ کثرت تھی کہ لوگ اپنی بیٹیوں سے ملوث تھے۔ نند گپت کمہار نے دعویٰ کیا کہ اس کو خدا نے ہدایت خلق پر مامور کیا ہے اور وعظ ونصائح شروع کئے لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ اس کو ستایا جب وہ تنگ ہوگیا تو عذاب الٰہی کو پیش گوئی کر کے شہر سے باہر چلا گیا، رات کو ایسا زلزلہ آیا کہ تمام مکانات منہدم ہو گئے ایک سوراخ میں سے پانی نکلنا شروع ہوا۔ زمین پھٹ گئی۔ سارا شہر غرق ہوگیا۔ راجہ پرجا میں سے کوئی بھی نہ بچا کہتے ہیں کہ اس جگہ اب جھیل ولر موج زن ہے، سندھ مت نگر شہر یہیں تھا۔ چونکہ اول ایک سوراخ سے پانی ابلنا شروع ہوا اور کشمیری میں سوراخ کو ولر کہتے ہیں اس لئے اس جھیل کا نام وہر ہے۔ سندر سین نے ۴۱ سال حکومت کی۔

خاندان مالوہ

۲۰۴۲ قبل مسیح لغایت ۱۸۸۸ قبل مسیح

سندھ مت نگر کے خسف کے بعد دو مہینے تک ملک بے سر رہا۔

آخر سب سے لو نام ایک شخص کو راجہ منتخب کیا، یہ راجگان مالوہ کے کے خاندان سے تھا اور پریشان ہو کر کشمیر آ گیا تھا اور راجاؤں کی قدر دانی سے علاقہ لولاب میں جاگیر حاصل کی تھی۔

لو نے تخت نشین ہو کر اچھی طرح انتظام سلطنت کیا ایک شہر لولو نام آباد کیا۔ ایک موضع لیوا نام آباد کر کے برہمنوں کو جاگیر میں دیا۔ اس نے قرب و جوار کے علاقے فتح کئے ۶۰ سال حکومت کر کے مرا۔

کوشی یہ راجہ لو کا بیٹا تھا اس کو کوش سیاکھ اور کنول میں بھی کہتے تھے اس نے ۱۷ سال عدل و داد سے حکومت کی۔ موضع کوہارو (کولہ) آباد کر کے برہمنوں کو جاگیر میں دیا۔

خگندر یہ راجہ کوشی کا بیٹا تھا (۳۰) سال عدل و انصاف سے حکومت کر کے مرا۔

سوراندر خگندر کا بیٹا تخت نشین ہوا اس نے عمارتیں بنوائیں۔ مواضعات آباد کئے برہمنوں کو جاگیریں دیں، عدل و انصاف سے حکومت کی اس کے بیٹا نہ تھا اس نے لولو نام ایک لڑکا پرورش کر لیا تھا اس کی بیٹی نہایت حسین تھی، بہمن اسفندیار بادشاہ ایران نے اس لڑکی کے حسن و جمال کی تعریف سن کر حکیم جاماسپ کو بطلب دختر راجہ کے پاس بھیجا۔ راجہ نے لڑکی معہ بہت سے تحائف کے بھیجدی اور لولو کو بھی ساتھ کر دیا۔ یہ لڑکی ایران میں کتابوں کے نام سے مشہور ہوئی (اس واقعہ کی تحقیق ہم لکھ چکے ہیں) راجہ سوراندر ۴۷ سال حکومت کر کے لاولد مرا۔

خاندان گودہر

۱۸۸۷ قبل مسیح لغایت ۱۶۶۵ قبل مسیح

گودھر راجہ سورا ندر کے لاولد مرنے پر گودہر نام ایک شخص راجہ بنایا گیا اس نے چند مواضعات آباد کیے۔ برہمنوں کو جاگیریں دیں۔ ۳۰ سال عدل وانصاف سے حکومت کر کے مرا۔

سودرن گودہر کا بیٹا تخت نشین ہوا اس نے ایک موضع آباد کیا۔ نہر کھدوائی، عدل وبذل سے ۳۵ سال حکومت کر کے فوت ہوا۔

جنک یہ سودرن کا بیٹا تھا ۳۲ سال نیکنامی سے حکومت کر کے وفات پائی۔

سچی نر جنک کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ ۴۰ سال عدل وانصاف سے حکومت کر کے لاولد مرا۔

گلکندر یہ سچی نر کا بھتیجا تھا۔ چچا کے بعد جانشین ہوا اس نے ملک کو رونق دی نہر جاری کی۔ نوگر نام ایک موضع آباد کیا۔ قوانین وضوابط جاری کیے۔ ۴۵ سال حسن وخوبی سے حکومت کر کے مرا۔

بلدیو گلکندر کا بیٹا تخت نشین ہوا یہ رعیت پرور منصف مزاج تھا اس کے عہد میں راجہ بھیکم والی اُجین نے حملہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ بلدیو ۳۵ سال حکومت کر کے مرا۔

نل سین راجہ بلدیو کا بیٹا تخت نشین ہوا یہ بڑا ظالم تھا۔

اس نے ایک لاکھ آدمی بے گناہ قتل کرائے تمام ملک میں لوٹ کھسوٹ مچادی۔ایک رات محل میں آگ لگی۔ یہ معہ اہل وعیال جل کے مرا۔۲۵ سال حکومت کی۔

خاندان جموں بار ثانی

۱۶۲۵ قبل مسیح لغایت ۱۵۷۰ قبل مسیح

گوکرن ۔نل سین کی بربادی کے بعد اہل ملک نے راجہ دیا کرن کی نسل سے گوگرن نام ایک شخص کو راجہ بنایا۔اس نے مندر تعمیر کئے (۲۶) سال عدل وانصاف سے حکومت کر کے مرا۔

پرهلادیه گوکرن کا بیٹا تھا۔باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔یہ فقیر منش آدمی تھا۔کاروبار سلطنت اپنے وزیر بمبور پر چھوڑ کھا تھا۔اس کے عہد میں عہد وانصاف سے کام ہوا، گیارہ سال حکومت کر کے تخت وتاج وزیر بمبور کے حوالے کر کے تارک الدنیا ہو گیا۔

بمبور نے آٹھ برس تک عدل وانصاف سے حکومت کی آخر اپنے چچازاد بھائی کی بیوی پر عاشق ہوا اور دیوانہ ہو کر نکل گیا۔

خاندان گودھر بار دوم

۱۵۷۰ قبل مسیح لغایت ۱۲۸۲ قبل مسیح

پرتاب شیل ۔بمبور کے بعد اہل ملک نے راجہ گلکندر کے پوتے

پرتاب شیل نام کو راجہ منتخب کیا اس نے ۳۶ سال حسن وخوبی سے سلطنت کی۔

سنگرام چند ۔ پرتاب شیل کا بیٹا باپ کے مرنے کے بعد تخت نشین ہوا اور ایک سال چار ماہ حکومت کر کے مر گیا۔

الارک چند ۔ یہ پرتاب شیل کا دوسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا اس نے موضع الارک نگر آباد کیا۔ ایک نہر جاری کی جو نہر لاری کے نام سے مشہور ہے۔ ۳۱ سال حکومت کر کے مرا۔

بیرم چند ۔ الارک چند کا بیٹا تھا۔ بڑا سخی تھا۔ ۴۵ سال حکومت کر کے مرا۔

ببھکن ۔ بیرم چند کا بیٹا تھا یہ کم عقل تھا لیکن اس کی رانی چکرا نام نہایت دانشمندی تھی وہی کاروبار سلطنت انجام دیتی تھی اس نے سترہ برس حکومت کر کے زہر سے خودکشی کی۔ شوہر کے بعد رانی چکرا بھی تارک الدنیا ہوگئی اس راجہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔

بھگونت ۔ یہ بیرم چند کا دوسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا یہ چودہ سال حکومت کر کے لاولد مرا۔

اشوک ۔ گودہر کے پوتے راجہ جنک کے بھائی شکنی کے اولاد سے اشوک نام ایک شخص تخت نشین ہوا یہ بہادر شجاع عادل تھا۔ اس نے بہت سی فتوحات کیں۔ ایک شہر پاٹلی پاتر جو آجکل پٹنہ کے نام سے مشہور ہے آباد کیا۔ یہاں پہلے ایک شہر پشپ پور آباد تھا لیکن اشوک کے عہد میں یہ ویران تھا۔ اس کی سلطنت کے آثار برہما، کابل، قندہار، ترکستان میں پائے جاتے ہیں۔

شاہِ چین بھی اس کا باجگذار تھا۔ ابتداء میں شیومت کا معتقد رتھا پھر بودھ مذہب اختیار کرلیا۔ اس نے بودھ مذہب کی اشاعت کے لئے مما لک غیر برہما، تبت، چین وغیرہ میں مبلغ بھیجے اس نے برہمنوں کو ذلیل خوار کیا پرانے مندر مسمار کر کے اپنے مذہب کے معبد بنائے۔ بچبہارہ کے مشہور مندر گرا کر بدھ وہار بنایا۔ اس کی ایک رانی تشیار کشا نام اسکے بیٹے کونال پر عاشق ہوگئی۔ اور اس سا ناجائز تعلق کی درخواست کی۔ اس نے سوتیلی ماں کے ساتھ یہ تعلق پسند نہ کیا۔ رانی نے اس کو اندھا کرادیا۔ جب راجہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا اس نے رانی کو زندہ جلوادیا۔ یہ ۵۱ سال حکومت کر کے ۸۲ برس کی عمر میں ۱۴۷ قبل مسیح میں مرا۔ (اس کے متعلق ہم پہلے تحقیق لکھ چکے ہیں)۔

جلوک ۔ اشوک کا لڑکا تخت نشین ہوا یہ شیومت کا پیرو تھا۔ پنڈت ادوبٹ اسکا اُستاد اور مشیر تھا۔ اس نے شیومت کی اشاعت کی ملک کو ترقی دی یہ مدبر و منتظم تھا۔ مگر اس نے بودھوں کو برباد کیا۔ (وفرقہ بودھ کہ در کشمیر غلبہ ساختہ بودند از شہر بدر کردہ گلزار کشمیر)۔ ۶۰ سال حکومت کر کے مرا۔

نوٹ

جلوک اشوک کا بیٹا نہ تھا مورخین ہند اشوک کے بیٹے دسترتھ اور اس کے پوتے سمپرتھ کا ذکر کرتے ہیں۔ (تاریخ ہند پروفیسر ایشوری پرشاد) تمرناسک والے نے جلوک کو اشوک کا پوتا لکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلوک اشوک کے بیٹے کونال کا بیٹا ہوگا کیونکہ راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں اشوک کا دوسرا پوتا

جلوک کشمیر میں شیو پرست تھا (آئینہ تواریخ نماز صفحہ ۸۱) اشوک کے بعد اس اس کے بیٹے دسترتھ نے یہ ملک بھتیجے کو دیدیا ہوگا۔ کیونکہ ایک محقق نے لکھا ہے اشوک کے بعد کشمیر ہندوستانی سلطنت سے آزاد ہوگیا۔(ہندوستا نک ابتدائی تاریخ) اشوک کی بحث ہم لکھ چکے ہیں اس کے بعد یہ نوٹ پڑھنے سے سمجھ میں آجاویگا کہ جلوک اشوک کا پوتا تھا۔

دامودر ۔ جلو کے بعد اس کا بھائی دامودر تخت نشین ہوا۔ اس نے ۳۲ سال عدل وانصاف سے حکومت کی۔ برہمنوں کی بددعا سے یہ راجہ شانپ بن گیا۔

نراندر۔ یہ دامودر کا بیٹا تھا اس کے عہد میں حضرت سلیمان کشمیر میں آئے۔ ان کا ہوائی تخت کوہ جیت لارک کی چوٹی پر ٹھیرا، ان کی عظمت و شان دیکھ کر لوگ اُن پر ایمان لائے۔ راجہ نراندر بھی حاضر خدمت ہوگیا۔ اور راج پاٹ چھوڑ کر ہمراہ ہوگیا۔ راجہ سندرسین کے زمانہ میں جو سندھ مت نگر طوفان سے غرق ہوا تھا۔ اس زلزلہا اور طوفان میں بارہ مولہ کے پاس مقام کہا وہ نیار کے موقع پر پہاڑ کا ایک ٹکڑا گرا جس سے دریائے بہت کی روانی مسدود ہوگئی تمام کامراج میں عالم آب دکھائی دینے لگا تھا۔ حضرت سے لوگوں نے درخواست کی کہ اگر یہ رکاوٹ دور ہوکر پانی نکل جائے جو اراضی زیر آب ہے وہ قابل آبادی وزراعت ہوجائے حضرت نے حکم دیدیا۔ چنانچہ قوم جن نے دریا کو گہرا کرکے مخرج آب پیدا کردیا۔ زمین نکل آئی۔ جب حضرت روانہ ہونے لگے راجہ نراندر بھی ہمرکاب جانے کو تیار ہوا تو حضرت نے اپنے ہمراہیوں میں سے تین ترکی شہزادوں کنشک، ہشک، زشک کو کشمیر کی حکومت

عطا فرمائی (حضرت سلیمان کے متعلق تحقیق ہم پہلے لکھ چکے ہیں)

خاندان ترکی

۱۲۸۲ قبل مسیح لغایت ۱۲۴۱ قبل مسیح

ہشک نے موضع ہشکر جواب اشکورہ کہلاتا ہے کنشک نے کنشک پورہ (کانسپور) زشک نے زشک پورہ (ذوکرہ) آباد کئے ان کے عہد آخری عہد میں برہمنوں نے بدھ مذہب کی مخالفت کی، مخالفت کے باعث بغاوت کر کے ان کو معزول کر دیا۔ ان تینوں نے عدل وداد سے (۴۱) سال حکومت کی، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ یہ تینوں شیو جی کو مانتے تھے اور انہوں نے بودھ شیو، اگنی، پوجن ان تینوں مت کو ملا کر ایک کیا تھا (ص ۲۴)

(نوٹ) اگر یہ حضرت سلیمان کے ہمراہی ہوتے تو شیو وغیرہ کی پرستش کیوں کرتے۔ ان کے متعلق تحقیق ہم نے لکھدی ہے اور حضرت سلیمان دسویں صدی قبل مسیح میں تھے۔

خاندان گودہر بارسوم

۱۲۴۱ قبل مسیح لغایت ۱۲۱۸ قبل مسیح

ابھی مینو۔ ترکی شہزادوں کو معزول کر کے راجہ بھگونت کے لڑکے مینو کو تخت نشین کیا۔ اس نے بودھوں پر ایسے ایسے مظالم کئے کہ جن کے بیان سے بقول صاحب مکمل تاریخ کشمیر قلم سینہ شق ہوتا ہے۔ اس نے بودھ مت

انسداد کر کے شیومت کو ترقی دی چندرا اچارج برہمن جو ہندوستان کا رہنے والا تھا کشمیر آیا۔ راجہ اس کا معتقد ہو گیا اس نے کتاب چندرا بیا کرن تصنیف کی اس راجہ نے موضع ابھی پور جو آجکل ابہہ پور کہلاتا ہے آباد کر کے برہمنوں کو جاگیر میں دیا۔ چندرا اچارج نے اسے اور بھی متعصب بنا دیا۔ اسکے عہد میں شدت برف سے ملک تباہ ہوا۔ یہ ۳۲ سال حکومت کر کے لاولد مرا۔

نوٹ

بیرم چند سے ابھی مینو تک سوا دو برس سے کم زمانہ ہوتا ہے۔ ان کے درمیان (۹) راجہ ہوئے۔ کشمیری مورخوں کی یادداشت و حافظ کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس قلیل عرصہ میں ایسی شدید غلطی کہ بیرم چند کے دونوں بیٹوں بیکھن اور بھگونت کو لاولد لکھا۔ یہاں بھگونت کا بیٹا ابھی مینو کر دیا۔ ایسے قوی الحافظ مورخوں نے زبانی یادداشتوں سے کشمیر کی تاریخ مرتب کیا ہے۔ ان راجاؤں کا بیان مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول کے ۹۱، ۹۳، ۹۴، ۱۱۲، ۱۱۳ پر ہے ہم نے اسی کے اتباع میں بیرم چند و ابھی مینو کے درمیان میں انکو لکھا ہے۔

خاندان مالوہ بار دوم

۱۲۱۸ قبل مسیح لغایت ۱۹۲ قبل مسیح

اس خاندان کے بیان کے ابتداء میں صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے کہ مشہور کلہن پنڈت کی ترنگنی کا وہ حصہ جو تاریخ نویسی کے باب میں درج کرنے کے قابل ہوسکتا ہے اسی اورنگ سے شروع ہوتا ہے اس کے پہلے

[1] یہ ترکی شہزادوں کے عہد حکومت میں علاقہ وچھن پارہ میں جاگیردار تھا راجہ بیرم چند کی اولاد سے تھا

کے حالات کلہن پنڈت نے وضاحت سے نہیں لکھے اس نے اپنی تاریخ راجہ اوکنند سے شروع کی وہ لکھتا ہے کہ راجہ گونند سوم سے پہلے باون راجاؤں کے حالات اسے بالکل معلوم نہیں ہوکسے، منجملہ ان کے اس نے صرف سولہ راجاؤں کے حالات درج کیۓ ہیں لیکن ان کا زمانہ حکمرانی بھی اُسےس تحقیق معلوم نہیں ہوسکا، صرف نیلہ مت پورارن سے اوکنند دامودر جسومتی بال گونند راج ترنگنی پدمہ مہر سے لوگوشی جگند رسوران گودہر سودرن جنک شچی نراور راج ترنگنی چھولا کر سے اشوک جلوک دامودر اور ہشک کنشک زشک کے نام اسے مل گئے جو اس نے اپنی تاریخ میں درج کردیۓ باقی ۳۷ راجاؤں کا نام تک بھی اس کو معلوم نہیں ہوسکے۔ اس لیۓ جو کچھ ھالات ہم نے اوپر بیان کیۓ زیادہ تر پنڈت رتنا گر کی جانکاہ کوششوں کا نتیجہ ہیں جس کے لیۓ وہ خاص شکریہ کے مستحق ہیں ورنہ کلہن پنڈت کے حوصلہ پر دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ کی تاریخ ہماری نظروں سے بالکل پوشیدہ تھی باقی تمام جدید مورخوں نے بھی کلہن پنڈت ہی کی تقلید کی ہے (ملخص بیان مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول اورنگ یازدہم ص ۱۱۵ مطبوعہ ۱۹۳۱ء۔

گونند سویم۔ ابھی مینو کے لاولد مرنے پر اہل ملک نے راجہ لو کے خاندان سے گونند نام ایک شخص کو تخت نشین کیا اس نے ہندومت میں نئی جان ڈالدی (تاریخ ریاست جموں وکشمیر) ۳۵ سال حکومت کر کے مرا۔

نوٹ

گونند سویم کو راجہ لو کے پوتے خگندر کی اولاد سے لکھا ہے لیکن نے گذشتہ اوراق میں ملاحظ فرمایا ہوا گ خگندر کی نسل اس کے بیٹے سوراندر کے لاولد مرنے پر ختم ہو چکی۔ اب یہاں خگندر کی نسل کہاں سے پیدا ہو گئی اگر خگندر کی نسل سے کوئی ہوتا تو سواندر کے بعد تخت نشین ہوتا اور حکومت خاندان گود ہر کو نہ ملتی وہاں صاف لکھا ہے کہ راجہ سوراندر کی وفات پر وارث تخت کوئی نہ رہا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول ص ۷۸)۔

وبیش ۔گونند سویم کا بیٹا تھا ساڑھے ترپین سال عدل وانصاف سے حکومت کر کے مرا۔

اندر جیت ۔وبیش کا بیٹا تھا اس نے کچھ فتوحات کیں ساڑھے پینتیس سال حکومت کر کے مرا۔

راون۔اندر جیت کا بیٹا تھا اس نے ہندوستان میں بہت سی فتوحات کیں اس نے وٹی شور نام ایک مندر تعمیر کر یا۔(کاہن نے پنج بلی مندر ہونے کے باعث اس مندر کا وہ مقام قرار دیا ہے جہاں اب بڈ شاہ کا مقبرہ ہے لیکن یہ غلط ہے مقبرہ مذکورہ کا نام کو کی شری ہے مکمل تاریخ کشمیر) اس نے ۳۰ سال حکومت کی۔

وبیش ثانی ۔ یہ راون کا بیٹا تھا، علم موسیقی کا ماہر تھا۔ صاحب تصنیف تھا ہمیشہ رقص وسرود عیش وعشرت میں مشغول رہتا ۳۶ سال حکومت کر کے مرا۔

نر عرف کنر ۔وبیش ثانی کا بیٹا تھا یہ عیش وعشرت میں مشغول رہتا۔ امور سلطنت سے غافل تھا۔اس نے بدھوں کے مندر جلائے اور گھر جلائے ان کی جاگیریں ضبط کر کے برہمنوں کو دیدیں (تاریخ ریاست جموں کشمیر وگلدستہ کشمیر) ایک برہمن کی بیوی چندر ریکھا نام کو زبردستی چھننا چاہتا تھا وہ اپنی بیوی کو لیکر فرار ہو گیا۔اس کا طویل قصہ گلدستہ کشمیر ص ۲۷ پر لکھا ہے اس کے عہد میں آگ لگی یہ بڑا ظالم تھا (تاریخ اعظمی) ۳۹ سال ۹ ماہ حکومت کر کے مرا۔

شدہ نر کا بیٹا ۶۰ سال عدل وانصاف سے حکومت کر کے مرا۔

اوت پلالکھ (۳۰) سال حکومت کر کے مرا۔ یہ شدہ کا بیٹا تھا

ھرنیاپلاکھ ۔اوت پلاکھ کا بیٹا (۳۷) سال ۷ ماہ حکومت کر کے مرا۔

ھرنیہ کل ۔ہرنیا پلاکھ کل کا بیٹا (۶۰) سال حکمران رہا۔

وسہ کل ۔ہرنیا کل کا بیٹا (۶۰) سال حکمران رہا۔

مھر کل ۔وسہ کل کا بیٹا یہ بڑا سنگدل اور ظالم تھا اس کے عہد میں ایک ترکستانی رئیس نے کشمیر پر حملہ کیا مہر کل نے اس کو شکست دی پھر اس نے تمام ہندوستان کو روند ڈالا، قتل وغارت لوٹ کھسوٹ کرتا ہوا والنکا تک جا پہونچا۔لنکا کے راجہ کو قتل کر کے دوسرے شخص کو تخت نشین کیا۔مہر کل لوگوں کو تکلیف دیکر مزے لیا کرتا تھا۔اس کے دربار میں ہر وقت قتل وخونریزی ہوا کرتی تھی شکاری درندے اور جانور موجود رہتے تھے جو مقتولین کا گوشت

کھاتے تھے یہ کوہ پیر پنچال پر تھا کہ اس کے ایک ہاتھی کا پیر پھسل گیا اور ہاتھی چنگھاڑ تا لڑکتا دردناک چیخیں مارتا نیچے گر کر مر گیا یہ تماشا اس کو اچھا معلوم ہوا اس نے سو ہاتھی اس طرح پہاڑ سے گرا کری تماشا دیکھا اس نے علاقہ کھادر پارہ میں نہر چندرہ کول جاری کرائی۔ اس مین پہاڑ سے ایک پتھر آ کر گرا پانی کی روانی رُک گئی لوگوں نے بہت کوشش کی پتھر نہ ہٹا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اگر کوئی باعصمت عورت اس کو ہٹائے تو ہٹ سکتا ہے۔ اس نے حکم دیا ہزاروں عورتوں نے کوشش کی مگر پتھر نہ سرکا۔ ایک کمہار کی لڑکی نے اس پتھر کو ہٹا دیا اس پر راجہ غضبناک ہوا کہ تمام عورتیں بے عصمت ہیں۔ اس نے تمام عورتوں کو اُن کی اولادوں کو، اُن کے شوہروں کو اُن کے باپوں کو اُن کے بھائیوں کو سب کو قتل کرادیا۔ ان کا مقتولین کی تعداد تین کروڑ تھی۔ اس زمانہ میں فسق و فجور کی ایسی کثرت تھی کہ اکثر لوگ بہنوں اور بیٹیوں سے ملوث تھے اس نے قندھار فتح کیا اور وہاں خوب لوٹ کھسوٹ کی اور بہت سے قندھاری قیدیوں کو دریائے سندھ میں غرق کرایا یہ بودھوں کا جانی دشمن تھا۔ اس نے ایک موضع مہرپورہ آباد کر کے برہمنوں کو بخشدیا۔ مہرکل برہمنوں پر مہربانی کرتا اور ان کی پرستش کرتا تھا۔ (راج ترنگنی حاشیہ ص ۱۳۹) آخر (۷۰) سال ستمرانی کر کے آگ میں جل کر خودکشی کی۔

بک۔ مہرکل کا بیٹا اس نے شہر پونچھ آباد کیا۔ نہر بنوائی، یہ سخی و عادل تھا (۶۳) سال ۹ ماہ حکمران رہا۔

کھتیے نند بک کا بیٹا ۳۰ سال عدل و انصاف سے حکومت

کر کے مرا۔

وسہ نند کہتے نند کا بیٹا یہ ذی علم صاحب تصنیف قدردان علماء اور عادل تھا۔۵۲ سال حکومت کی۔

نرثانی۔ سہ نند کا بیٹا ۶۰ سال حکمران رہا

اچھ۔ نرثانی کا بیٹا تھا اس نے اچھ بل آباد کیا۔۶۲ سال حکومت کی

گوپادت۔ اچھ کا بیٹا۔ اس نے چند مواضعات آباد کئے سرحد پر کچھ فتوحات کیں مندر بنائے برہمنوں کو جاگیر دیں عدل وداد سے ۶۰ سال ۶ ماہ حکومت کی۔

گوکرن ثانی۔ گوپادت کا بیٹا ۵۸ سال حکمران رہا۔

نرندرادت۔ گوکرن ثانی کا بیٹا ۳۶ سال ۳ ماہ حکمران رہا۔

جدھشتر نرندرادت کا بیٹا تھا۔ اسکی آنکھیں بہت چھوٹی چھوٹی تھیں اس لئے اندھا مشہور تھا۔ اس نے ابتداء میں عدل وانصاف سے حکومت کی پھر انتہا درجہ کا ظالم وعیاش ہوگیا۔ جبراً عورتوں کی عصمت دری کرتا۔ یہ ۶۵۰ قبل مسیح تخت نشین ہوا۔ اس کا بھائی دبیڑ نام نے اسکندر سے جبکہ وہ ہندوستان میں فتوحات کرر ہا تھا۔ جدھشتر کے مظالم کی فریاد کی سکندر نے اپنا لشکر ساتھ کردیا۔ جدھشتر تاب نہ لا سکا، ہندوستان کی طرف بھاگا اور راجہ پورن والی ہستناپور سے مدد لیکر آیا۔ سکندر سے مقابلہ کیا مگر مارا گیا۔ سکندر نے کشمیر کی حکومت جدھشتر کے بھائی دبیڑ کو دیدی اور خود سیر تفریح میں مشغول ہوا ایک شخص نے سکندر کے بازوؤں پر تیر مارا۔ سکندر زخمی ہوا ملزم پکڑا گیا۔ اُس

نے بیان کیا کہ میں نے یہ حرکت وبیٹر کے حکم سے کی۔ سکندر نے وبیٹر کو معہ اس کے خاندان کے قتل کرادیا اور حکومت کشمیر خاندان راجگان اُجین کے ایک شخص پرتاب ادت کی سپرد کر کے چلا گیا۔ (یہ رنتاگر کا بیان ہے اس کے متعلق تحقیق ہم پہلے لکھ چکے ہیں) دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ جب جدھشٹر کے مظالم حد سے گذر گئے تو رعایا نے بغاوت کی یہ ہندوستان کو بھاگا۔ راستہ میں ایک راجہ نے اس کو پہچان کر مار ڈالا۔ یہ ۵۸ برس حکمران رہا۔

خاندان

۱۹۲ قبل مسیح لغایت ۹۲ قبل مسیح

پرتاب آدت ۔ یہ بکرماجیت راجہ اجین کے خاندان سے تھا۔ کوئی مورخ بیان نہیں کرتا کہ کشمیر کیوں آیا، اندھا جدھشٹر کے بعد لوگوں نے اس کو راجہ منتخب کیا۔ اس نے ۳۲ سال عدل وداد سے حکومت کی۔ واہ مورخان کشمیر کیا کہنا بکرماجیت تو خود مسیح سے ۵۷ برس قبل تھا۔ یہ ۱۹۲ قبل مسیح ا۔کا خاندان کہاں سے پیدا ہو گیا۔

جلوک ثانی ۔ پرتاب آدت کا بیٹا تھا ۳۲ سال حسن وخوبی سے حکومت کر کے مرا۔

تونجین ۔ جلوک ثانی کا بیٹا تھا۔ یہ عادل و باذل تھا۔ اس نے رعیت پروری کی اسکی رانی واگ یسٹا نام حسن صورت سیرت میں یکتا تھی۔ اس کے عہد میں قحط پڑا۔ ۳۶ سال حکومت کر کے لاولد مرا۔

خاندان بجے

۹۲ قبل مسیح لغایت ۱ قبل مسیح

بجے ۔رعایا نے بجے نام ایک شخص کو راجہ بنایا۔اس نے بجبہارہ آباد کیا ۸ سال حکومت کر کے مرا۔(بجبہارہ تو پہلے سے آباد تھا اشوک نے وہاں بدھ مذہب کا مندر بنایا تھا۔

جے اندر ۔ بجے کا بیٹا تھا غافل وسادہ لوح تھا۔اس نے اپنے لایق وزیر سندھ متی کو حاسدوں کے کہنے سے پھانسی پر چڑھایا۔ ۳۷ سال حکومت کر کے لاولد مرا۔

سندیمان اہل ملک نے سندھ متی وزیر کے بیٹے اری رائے کو تخت نشین کیا اس نے سندیمان لقب اختیار کیا۔ ۴۷ سال حکومت کر کے تارک الدنیا ہو گیا۔کلہس نے لکھا ہے کہ سندھ متی وزیر پھر زندہ ہو کر بلقب سندیمان تخت نشین ہوا۔اس کی حکایت ہم نقل کر چکے ہیں۔

خاندان مالوہ بار سوم

۱ء لغایت ۹۵ء

اندھا جدھشٹر کا ایک بیٹا تھا اس کا نام معلوم نہیں اس کا بیٹا گوپادت نام تھا جب اندھا جدھشٹر بھاگا تو اس کا خاندان بھی منتشر ہو گا۔آخر اس خاندان نے قندہار میں قیام کیا۔گوپادت کا بیٹا میگواہن ۱ء میں کشمیر آیا۔ اسی زمانہ میں سندیمان نے سلطنت چھوڑی اس لئے یہ تخت نشین کر دیا گیا۔

میگواهن یہ جانور کشی کو سخت گناہ سمجھتا تھا۔اس نے گردو پیش کے راجاؤں کو فتح کرکے اُن سے جانور کشی چھڑائی پھر ہندوستان کی طرف مہمات لے گیا اسی لنکا تک پہونچا ،تمام حکمرانوں سے حفاظت حیوانات کا عہد لیا۔ جانور کشی چھڑانے کے لئے خوب مردم کشی کی اس نے بعض مواضعات آباد گئے ۔۳۴سال حکومت کرکے مرا۔

سرشٹ سین میگواہن کا بیٹا اسکوتو بخین اور پرورسین بھی کہتے تھے ۳۰سال حکومت کرکے مرا۔

ھرن سرشٹ سین کا بیٹا تھا۔اس نے اپنے بھائی تورمان کو وزیر بنایا۔تورمان نے بغاوت کی اس وقت تک کشمیر میں کوڑیوں کا رواج تھا تورمان نے اپنے نام کا سکہ چلایا۔آخر راجہ ہرن نے اس کو گرفتار کرکے قید کردیا مال واسباب ضبط کرلیا۔تورمان کی بیوی رانی انجنا جو سورج بنسی خاندان کے راجہ وزندرگھو بنسی کی لڑکی تھی وہ اس زمانہ میں حاملہ تھی۔ وہ بھاگ کرنگر کوٹ پہنچی اور ایک کمہار کے گھر پناہ لی۔ وہاں اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ انجنا نے اس کا نام پرورسین رکھا۔ پرورسین کا ماموں جے اندر اپنی بہن کی تلاش میں پھرتا تھا نگر کوٹ پہونچکر بہن بھانجے کو پایا۔ان سے ملا ،اس کے بعد راجہ ہرن نے تورمان کو رہا کردیا۔ وہ بھی اپنے بیوی بچے سے آملا ،مگر جلد ہی مر گیا۔ جب پرورسین جوان ہوگیا۔تو وہ ہندوستان کے معابد کی زیارت کو گیا ۹۵ء میں راجہ ہرن مرگیا۔ یہ لا ولد تھا۔ چونکہ کوئی وارث تخت نہ تھا۔اہل کشمیر نے سمندر پال بکرم راجہ اُجین سے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے کوئی راجہ منتخب

کردے۔ والی اُجین نے یہ ملک اپنے ایک خادم برہمن ماتر گپت کو بخشا۔

خاندان برہمن

۹۵ ء لغایت ۱۰۲ء

ماترگپت راجہ اُجین کا خادم قوم کا برہمن تھا۔ راجہ اُجین نے اس کو تخت کشمیر بخشا۔ اس نے نہایت خوبی سے ۶ سال ۹ ماہ حکومت کی پھر تاریک الدنیا ہو گیا۔

خاندان مالوہ بار ششم

۱۰۲ء لغایت ۲۱۷ء

پرورسین نے جب سنا کہ اس کا چچا راجہ ہرن لا ولد مرا اور تخت کشمیر ایک برہمن کو مل گیا تو جمعیت فراہم کر کے آیا۔ لیکن اس کے حملے سے پہلے ہی ماتر گپت ترک سلطنت کر کے جا چکا تھا۔ یہ بے کھٹکے کشمیر آ کر تخت نشین ہو گیا۔ اول انتظام بسلطنت میں مصروف ہوا پھر فتوحات پر متوجہ ہوا۔ ہندوستان کو پامال کرتا ہوا سمندر تک جا پہونچا۔ یہ جس کا ملک فتح کرتا اُسی کو بخش دیتا، شیلادت پسر راجہ اُجین کو جب اس کے دشمنوں نے نکال دیا تو اس نے اسکی مدد کر کے ملک واپس دلایا۔ پھر شیلادت نے اس سے بغاوت کی۔ اس نے اسکو شکست دی شیلادت نے معافی چاہی اس نے معاف کر دیا اسی طرح شیلادت نے چندر بار کیا۔ اس نے شہر سرینگر آباد کیا اس کا نام پرورسین پورہ تھا۔ ۶۰ برس حکومت کر کے مرا۔

جدھشٹر پرورسین کا بیٹا ۳۹ سال ۳ ماہ حکمران رہا۔

نرندادت۔ جدھشٹر کا بیٹا ۱۳ سال حکمران رہا۔

تونجین یہ جدھشٹر دوسرا بیٹا تھا تخت نشین ہوا۔ اور اپنے بھتیجے راجہ نرندادت کے لڑکے وزیر بنایا۔ پھر دونوں میں مخالفت ہوگئی، جنگ وجدل ہوئی۔ وزیر مارا گیا۔ اس کا ہفت سالہ لڑکا سرب سین بھاگ کر راجہ نگرکوٹ کے یہاں پناہ گزیں ہوا۔ راجہ نے اس سے اپنی لڑکی بیاہ دی کچھ عرصہ کے بعد جمعیت فراہم کر کے کچھ سسرال سے مدد لے کر تونجین سے معرکہ آرا ہوا تونجین میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس نے ۴۳ سال حکومت کی۔

سرب سین۔ تونجین کو قتل کر کے تخت نشین ہوا۔ اس نے گردونواح کے علاقے فتح کیے ہندوستان پر بھی فوج کشی کی۔ عدل وانصاف سے ۴۸ سال حکومت کر کے مارا گیا۔

گندھرب سین۔ سرب سین کا بیٹا تھا۔ عیاش وظالم تھا کاروبار سلطنت سے غافل تھا۔ کئی علاقے اس کے قبضہ سے نکل گئے۔ یہ ہر وقت رقص وسرود میں محو رہتا، تونجین کا پوتا لچھمن علاقہ دچھن پارہ میں جاگیردار تھا وہ جمعیت فراہم کر کے چڑھ آیا۔ اور گندھرب سین کو گرفتار کر کے قید کر دیا اس نے ۲۷ سال حکومت کی۔

لچھمن گندھرب سین کو قید کر کے تخت نشین ہوا۔ اس نے گردو نواح کے علاقے فتح کیے۔ جب ملتان کے راجہ سوم کرن پال سے لڑنے کو چلا، راستہ میں مر گیا۔ ۳۲ سال ۶ ماہ حکومت کی۔

شورک ۔ یہ پچھمن کا بھتیجا تھا۔ یہ تخت نشین ہوا۔ پچھمن کا لڑکا بجرادت نابالغ تھا۔ اس نے ملتان فتح کیا۔ راجہ واردستان نے کامراج پر حملہ کیا۔ شورک مقابلہ کئے لئے گیا۔ آخر گرفتار ہو گیا جب اس کی گرفتاری کی خبر کشمیر پہونچی بجرادت راجہ پچھمن کا بیٹا فوج لے کر اس کو چھڑانے گیا اور قلعہ پٹن کا جس میں شورک قید تھا محاصرہ کرلیا۔ لیکن واردستان والوں نے شورک کا سر کاٹ کر باہر پھینکدیا۔ شورک نے عدل وداد سے ۵۱ سال حکومت کی۔

بجرادت نے قلعہ پٹن فتح کر کے شورک کے قاتلوں کو سزا دی اور تخت نشین ہو گیا۔ شورک کا لڑکا جے اندر جمعیت فراہم کر کے مراج پر قابض ہو گیا۔ بجرادت بھی فرج فراہم کر کے پہنچا، خوب جنگ وجدل ہوگئی۔ آخر صلح ہوگئی، لیکن بجرادت نے جے اندر کو ملاقاتِ کے بہانے سے بلا کر قتل کر دیا۔ بجرادت نے کئی مندر تعمیر کرائے پُرانے مندروں کی مرمت کرائی۔ ۱۰ سال ۸ ماہ عدل وانصاف سے حکومت کر کے مرا۔

رنادت ۔ بجرادت کا بیٹا یہ نہایت نیک تھا اسکی رانی نارمہ نام بھی بہمہ صفت موصوف تھی۔ اس نے شفا خانے، مسافر خانے، مندر تعمیر کرائے اس کے عہد میں نوشیروان نے ہند پر حملہ کیا۔ اور اس کے بعض مقبوضات بھی قبضے سے نکل گئے۔ ۶۰ سال ۳ ماہ حکومت کر کے یہ معہ اپنی کے تارک الدنیا ہو گیا۔ اس نے ۴۹۷ء تک حکومت کی۔

نوٹ: نوشیروان کا حملہ ہندوستان پر ۵۳۰ء کے بعد ہوا ہے۔

دینادت ۔ رنادت کا بیٹا باپ کے بعد ۴۹۷ء میں تخت نشین

ہوا۔ یہ بھی فقیر منش آدمی تھا۔ ۴۳ سال حکومت کر کے سلطنت سے دست کش ہو گیا۔

بکرمادت ۔ یہ رنادت کا دوسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا۔ ۴۲ سال حکومت کر کے مرا۔

بالادت ۔ یہ بکرمادت کا بیٹا تھا اسکو جیانند بھی کہتے تھے۔ یہ نہایت دانشمند اور بہادر تھا اس نے سمندر تک ممالک فتح کیے۔ ۳۵ سال حکومت کر کے ۶۱۷ میں مر گیا۔ اسکے بعد اولاد نرینہ نہ تھی ایک لڑکی اننگ لیکھا نام تھی۔ اس لڑکی کی شادی داروغہ اصطبل کے لڑکے درلب درون سے ہوئی تھی۔ اننگ لیکھا کی اپنے باپ کے وزیر کنک نام سے آشنائی تھی۔ درلب درون نے ان دونوں کا اختلاط بچشم خود دیکھ کر چشم پوشی کی اسلئے وزیر درلب درون کا خیر خواہ تھا۔ راجہ کے بعد وزیر کی حسن تدبیر سے درلب درون تخت نشین کر دیا گیا۔

خاندان کارکوٹ

۶۱۷ء لغایت ۸۷۲ء

درلب درون ۔ اگرچہ داروغہ اصطبل کا لڑکا تھا مگر اس کی ماں کارکوٹ بنسی خاندان سے تھی اسلئے یہ خاندان کارکوٹ بنسی مشہور ہے اس نے انتظام سلطنت حسن وخوبی سے کیا۔ اس کے عہد میں چینی سیاح ہون سانگ کشمیر میں آیا۔ ۳۶ سال حکومت کر کے ۶۵۳ء میں مر گیا۔

درلبک ۔ درلب درون کا بیٹا ملہن باپ ہی کے سامنے مر گیا

تھا۔ درلبک اس کا بیٹا تھا اس کا نام پرتاب پیڈ بھی تھا۔ دادا کی جگہ تخت نشین ہوا۔ یہ عیش وعشرت میں مشغول رہتا لیکن انتظام سلطنت کو اس کا وزیر سنبھالے رہا۔ یہ راجہ ایک سوداگر کی عورت نرندر پربھا پر عاشق ہوگیا۔ سوداگر اس عورت کو راجہ کے پاس رقاصہ کے لباس میں بھیجا کرتا تھا۔ اس کے بطن سے راجہ کے تین لڑکے چندراپیڈ، تاراپیڈ، مکتاپیڈ پیدا ہوئے۔ ۵۰ سال حکومت کر کے مرا۔

چندراپیڈ عرف بجرادت ۔ یہ درلبک کا بیٹا تھا اس نے شہنشاہ چین کے پاس سفارت بھیجکر اپنی حکومت تسلیم کرائی اور خراج دینا قبول کیا۔ شنہشاہ چین نے ۷۲۰ء میں اسکو شاہی خطاب عطا کیا یہ بڑا رحمدل اور منتظم تھا۔ ۸ سال ۸ ماہ حکومت کر کے مرا۔

تاراپیڈ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا اس کا لقب اودیادت بھی تھا۔ اس کے ظلم سے سارا ملک ویران ہوگیا۔ کچھ ملحقہ علاقہ بھی قبضہ سے نکل گیا۔ اس نے اپنی لڑکی کی شادی کی خوشی میں ہزاروں آدمی ذبح کرائے۔ ۴ سال ۲۴ دن حکومت کر کے مرا۔

مکتاپیڈ عرف للتادت ۔ بھائی کی جگہ تخت نشین ہو۔ یہ بڑا عالی ہمت اور بہادر اور قدر دان علم و ہنر مدبر بر منتظم تھا۔ مورخین نے اس کی اس قدر فتوحات لکھی ہیں کہ ان پر یقین کرنا مشکل ہے کابل وقندھار۔ ہندوستان کے تمام خطے، لنکا، روس کا علاقہ، یہ سب اس کی فتوحات میں شامل ہیں ۔ لوٹ کھسوٹ سے اس نے بے انتہا دولت جمع کی ۔ بھکر کے راجہ سے شکست کھا کر دوسری طرف متوجہ ہوا۔ راجہ گوڑ دیس اور راجہ بنگال کو عہد و

پیمان کر کے لایا پھر دغا سے بلاوجہ ان کو قتل کر دیا۔ راجہ بنگال کے ہمراہیوں نے کشمیر آ کر خوب قتل و غارت کیا۔ مندروں کو بھی لوٹا۔ اسکے عہد میں موضع شیر دروں میں زمین کھودنے سے ایک مندر نیچے سے دبا ہوا نکلا اس پر کتبہ تھا کہ یہ مہاراجہ رام چندر اور لچھمن کا تعمیر کیا ہوا ہے یہ راجہ ایک مہم سے واپسی میں کوہ ار باٹک (دیوہ سوی) پر شدت برف س معہ فوج ہلاک ہوا جب یہ آخری مرتبہ اپنے ملک سے چلا تھا تو اس نے اپنی اولاد اور امراُ کو وصیت کی تھی ۔ ا۔ سب اتفاق و اتحاد سے رہیں ۔۲۔ کوہستانی قوموں کو تعزیری شکنجہ میں اینٹھے رکھنا ضروری ہے ۔۳۔ زمینداروں کے پاس ایک سال سے زیادہ خرچ کا غلہ نہ رہنے پائے، نہ کاشتکاروں کے پاس ضرورت سے زیادہ بیل وغیرہ رہیں ۔۴۔ دیہاتیوں کو شہریوں کا طرز معاشرت نہ اختیار کرنے دیں نہ شہریوں اور دیہاتیوں میں رشتہ ہونے دیں۔ ۵۔ قلعوں اور مورچوں اور راستوں کی مرمت جاری رہے۔ ۶۔ فوج کو ایک ہی جگہ نہ رہنے دیں اور ایک ہی قوم سے ایک ہی مقام سے فوج بھرتی نہ کریں ۔۷۔ اہلکار لوگ باہم رشتہ داری نہ کریں ۔۸۔ ملازمین میں بددلی پیدا نہ ہونے دیں ایک ہی خاندان کے بہت سے لوگوں کو عہدے نہ دئے جائیں ۔ اس راجہ نے چند مواضعات آباد کرائے ۔ مندر بنائے مشہور ناٹک نویس بھوا بھوتی کو اپنے دربار کا ملک الشعراُ مقرر کیا۔ ۳۶ سال ۷ ماہ حکومت کر کے مرا۔

کولیا پیڈ ملتاپیڈ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اسکے بھائی وزرادت نے بغاوت کی ۔ آخر یہ راجہ ایک سال پندرہ دن حکومت کر کے تارک الدنیا

ہو گیا۔

وزرادت عرف بجرادت ۔ بھائی کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس نے للتادت ثانی بھی لقب اختیار کیا۔ اس کو راجہ کو بی کمبہ بھی کہتے تھے۔ یہ بڑا عیاش و ظالم تھا۔ ہزاروں بے گناہوں کا خون بہایا۔ رعایا کو لوٹا کھسوٹا، مندروں کو لوٹا، اسکے حرم میں تین سو ساٹھ رانیاں تھیں یہ لوگوں کو سخت عذاب سے مارتا تھا۔ سات سال حکومت کر کے مرا۔

پرتھواپیڈ ۔ وزرادت کا بیٹا یہ باپ سے بھی زیادہ ظالم و سفاک تھا۔ چار سال ایک ماہ حکومت کی۔ اس کو اس کے بھائی سنگرام پیڈ نے معزول کیا۔

سنگرام پیڈ ۔ بھائیکو معزول کر کے تخت نشین ہوا۔ اس کو سات دن بعد اس کے دوسرے بھائی جیا پیڈ نے قتل کر دیا۔

جیا پیڈ ۔ بھائی کو قتل کر کے تخت نشین ہوا۔ یہ راجہ بہادر عالی ہمت، قدردان علم و فن تھا۔ اس نے اول عدل و انصاف سے حکومت کی پھر ظلم پر کمر باندھی۔ پنجاب و بنگال میں فتوحات کر کے نیپال پہونچا۔ وہاں اس کی فوج ایک دلدل میں پھنس گئی۔ راجہ نیپال نے اُس کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ لیکن اپنے وزیر کی جان نثاری اور حکمت عملی سے یہ قید سے چھوٹا۔ اور پھر نیپال پر حملہ کر کے راجہ نیپال کے محل کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس کی غیبت میں اس کی رانی ایک برہمن سے ملوث ہو گئی۔ پھر جب اس کو گناہ کا خیال آیا تو گرو سے مسئلہ دریافت کیا۔ گرو نے کہا اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم آگ میں

جل مرو۔ رانی نے ایسا ہی کیا۔ جب یہ کشمیر واپس آیا تو اس کا خسر پورہ (سالا) زر یاچ نام جسکو یہ قائم مقام کر گیا تھا خود سر ہو گیا اس نے راجہ کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ راجہ نے جب اپنی رانی کا واقعہ سنا تو برہمن کا دشمن ہو گیا۔ ان کی جاگیریں ضبط کیں جلاوطن کیا۔ ان جلاوطنوں میں سے ننانوے آدمی دریائے چندر بھاگا (چناب) میں غرق ہو گئے۔ اب اس نے رعایا کو لوٹا اور ستانا شروع کیا۔ زمینداروں سے سال بھر کی پیداوار چھین لیتا تھا۔ انہیں پیٹ پالنے کیلئے بھیک مانگنی پڑتی تھی مندروں کو لوٹا، ان کے اوقات صنبط کئے ہزاروں برہمن قتل کرائے شاستر اور مذہبی کتابیں جمع کر کے زمین میں دفن کرا دیں یہ کتابیں ایسی کثیر تعداد میں تھیں کہ ان کے دفن ہونے سے ایک سد آب (بند) تیار ہو گئی، جو آج تک قولہ کے راستہ میں موستھو کے نام سے مشہور ہیں پرگنہ کامراج میں اِس کو تانبے کی ایک کان ملی یہ کان اس کو خواب میں پدمناگ (سانپوں کے بادشاہ) نے بتائی تھی اُس تانبے پر اُس نے اپنا سکہ مضروب کرایا۔ اس نے چند مواضعات بھی آباد کئے اس نے اپنا لقب دنیاوت ثانی بھی کھا تھا ۳۲ سال حکومت کر کے مرا۔

للتا پیڈ جیا پیڈ کا بیٹا تھا یہ فضول خرچ عیاش اور امور سلطنت سے غافل تھا ایک مے فروش کی لڑکی جیا دیوی نام پر عاشق ہو کر داخل محل کیا اس نے چند مواضعات آباد کئے برہمنوں کو جاگیریں دیں۔ گیارہ سال نو ماہ حکومت کر کے مرا۔ اس کی اولاد جیا دیوی کے بطن سے تھی سنگراما پیڈ جیا پیڈ کا دوسرا بیٹا تھا۔ اس کا لقب پرتھوا پیڈ بھی تھا۔ سات برس حکومت کر کے مرا۔

چیت جیا پیڈ ۔للتا پیڈ کا بیٹا تھا اس کو برہسپت بھی کہتے تھے یہ کمسن تھا۔اس کے ماموں پدم، ہم آدت، بل، دم منتظم تھے انہوں نے رعیت کو خوب لوٹا جب راجہ ہشیار ہوا تو اس کے دوسرے بائی اجتا پیڈ کو مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔اجتا پیڈ نے اس کو معزول کیا۔یہ بارہ سال حکمران رہا۔

اجتا پیڈ ۔بھائی کو معزول کر کے تخت نشین ہوا۔یہ برائے نام بادشاہ تھا۔اصل حکمران اس کے ماموں تھے جو ظلم و ستم سے دولت حاصل کر کے پانچ حصے کرتے ایک حصہ راجہ کو دیتی۔اور ایک ایک حصہ خود لیتے۔ آکر ان چاروں میں اختلاف ہوا۔سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں ان لڑائیوں میں مم کے بیٹے یشو درم نے بڑا نام پیدا کیا۔راجہ دوسرے ماموں ادت بل کا طرفدار تھا۔ادت بل کو شکست ہوئی۔شنلگ شاعر نے بھونا پدی نام کتاب اس جنگ کے تذکرے میں تصنیف کی یشو درم نے راجہ کو معزول کر دیا یہ ۳۷ سال حکمران رہا۔

اننگا پیڈ ۔مم نے سنگراما پیڈ کے بیٹے انگا پیڈ کو تخت نشین کیا یہ پانچ برس برائے نام حکمران رہا۔ادت بل اور اس کے بیٹے سودرم نے غلبہ پا کر معزول کر دیا۔

ادت پلا پیڈ ۔ادت بل نے اجتا پیڈ کے بیٹے ادت پلا پیڈ کو تخت نشین کیا۔تھوڑے دنوں کے بعد پھر خانہ جنگی شروع ہوئی۔انہیں لڑائیوں میں یہ راجہ مارا گیا۔یہ دو برس حکمران رہا۔

خاندان خمار

۸۷۲ء لغایت ۹۵۶ء

اس خاندان کی اصل حقیقت پر کسی نے روشنی نہیں ڈالی صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے جیا دیوی کے خاندان کے لوگوں کے نام سوکہ ورم ششکی ورم وغیرہ پر قیاس کر کے اس خاندان کے بانی اونتی ورم کو اسی خاندان سے قرار دیا ہے۔ میرے خیال میں ان کا یہ خیال دو وجہ سے صحیح ہے ایک یہ کہ چیت جیا پیڈ کے عہد سے اسی خاندان کا غلبہ تھا۔ دوسرے بعض مورخین نے اونتی ورم کے باپ کا نام سکھتو لکھا ہے جو غالباً سوکھ ورم کا مخفف ہے۔

اونتی ورما اپنے سوتیلے بھائی شبر ورما کی اعانت سے راجہ ادت پلا پیڈ کو قتل کر کے ۸۷۲ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ عادل باذل قدر دان علوم تھا اس کے عہد میں سے کشمیر میں بڑے بڑے فضلا اور مصنفین جمع تھے۔ کشمیر میں موجد فن تاریخ پنڈت رتنا گر اسی کے عہد میں تھا۔ اس نے چند مواضعات آباد کئے۔ اس نے جانور کشی کی ممانعت کر دی تھی۔ اس نے راجوری وغیرہ بعض مقامات قریبہ کو فتح کیا۔ زراعت کو ترقی دی۔ اس کے عہد میں زلزلہ آیا۔ قحط پڑا۔ اٹھائیس سال تین ماہ حکومت کر کے مرا۔

شنکر ورما اونتی ورم کے بعد اس کی اولاد میں تخت کے لئے نزاع ہوا۔ شنکر ورما غالب آیا۔ اس کے بھائی سوکھ ورما نے دوبارہ بغاوت کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے پھکلی، دہمتورہ، بھمبر بزور شمشیر فتح لئے۔

پرتھی چند والی نگر کوٹ نے خود متابعت اختیار کر لی پھر گجرات پر حملہ کیا۔ علی خان راجہ گجرات نے خوب مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کو مغلوب ہوا۔ شنکر ورما نے اس کا ملک اسی کو بخشد یا۔ پھر کابل ہرات غزنی بدخشان پر حملے کر کے پامال کیا۔ ان فتوحات کے بعد زنا اور قمار بازی میں مشغول ہوا۔ جب خزانہ خالی ہو گیا تو رعایا کو لوٹنے لگا۔ مستحقین کی معاشیں ضبط کیں۔ مندروں کا مال لوٹا برہمنوں سے چڑھاوا چھیننے لگا۔ وزن و پیمانے گھٹاوٴے تا کہ اجناس کی قیمت بڑھ جائے جب اس طرح بھی ضرورتیں پوری نہ ہوئیں تو لشکر لے کر دریائے سندھ (اٹک) کے کناروں پر غارتگری و مردم آزاری شروع کی جب لوٹ مار کرتا ہوا اوڑی پہنچا تو اس کے بھائیوں کے ایما سے ایک مخالف نے اس کے تیر مارا یہ مر گیا۔ اٹھارہ سال آٹھ ماہ چار دن حکومت کی تین رانیاں بھی اس کی لاش کے ساتھ ستی ہوئیں۔

گوپال ورما شنکر ورما کا بیٹا تھا۔ یہ عادل و منتظم تھا مگر اس کے باپ جو خرابیاں پیدا کر گیا تھا۔ یہ کما حقہ ان کا انسداد نہ کر سکا۔ اسکی ماں سوگند رانی وزیر و خزانچی سے ملوث ہوگئی گوپال ورما بہت برہم ہوا۔ مگر کچھ نہ کر سکا۔ ۲ سال ایک ماہ حکومت کر کے مر گیا۔

سنگت ورما یہ شنکر کا دوسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا اس نے دس دن حکومت کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ تارک الدنیا ہو گیا۔

سوگند ارانی ۔ راجہ شنکر ورما کی بیوی تخت نشین ہوئی۔ اس نے چند مواضعات آباد کیے مگر انتظام ملک درست نہ کر سکی۔ اقوام نایک، آنگی،

تانتر نے متفق ہو کر اس کی مخالفت کی آخر دو سال بعد رانی کو حکومت سے دست بردار ہونا پڑا۔

پنگو چونکہ اونتی ورم کی اولاد سے کوئی باقی نہ رہا تھا۔ سوگندا رانی نے پنگو (شیر ورما کے لڑکے جو اسی کے خاندان سے تھا) کے حق میں سلطنت سے دست برداری کی لیکن اس پر قبیلہ تانتر راضی نہ ہوا اور پنگو کو معزول کر کے اس کے لڑکے پارتھ کو تخت نشین کر دیا۔

پارتھ جب تخت نشین ہوا اس کی عمر دس سال کی تھی اس کے عہد میں سخت قحط پڑا۔ میر دروں پسر شنکر دروں اور سوگند ادت نے جوارا کین سلطنت تھے رعایا کو لوٹنا ستانا شروع کیا۔ ادھر پنگو بیٹے سے سلطنت چھیننے کے درپے ہوا باپ بیٹوں میں جنگ وجدل ہوئی، پنگو کی بیوی پٹ دیوی وزیر ادت سے پھنس گئی میر دروں نے اپنی بہن کی شادی پنگو سے کر دی یہ بھی وزیر سے ملوث ہوگئی، بیویوں کی عصمت فروشی نے وزرا کو پنگو کا ہمدرد بنا دیا آخر سب نے مل کر پارتھ کو معزول کیا۔ اس نے پندرہ سال ۹ ماہ حکومت کی۔

پنگو اس کا اصل نام نزرتھ ورما تھا بیٹے کی معزولی کے بعد تخت نشین ہوا۔ ایک سال بعد مر گیا۔

چکر ورما پنگو کا دوسرا بیٹا تھا جس کو اس نے ولی عہد بنایا تھا تخت نشین ہوا ۹۵۰ء میں پارتھ نے جمعیت فراہم کر کے حملہ کیا۔ اس جنگ و جدل کے زمانہ میں تانتروں نے راجہ کو معزول کر دیا۔ اس نے دس سال تین ماہ حکومت کی۔

شیر ورما یہ پنگو کا تیسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین کیا گیا، یہ بد چلن تھا۔ اس نے انتظام سلطنت کرنا چاہا۔ مگر ارا کین سلطنت کے سامنے اسکی کچھ پیش نہ گئی۔ ایک سال بعد معزول کر دیا گیا۔

پارتھ باردوم اسکو دوبارہ تخت نشین کیا گیا۔ تانتروں نے ایک سال بعد اسکو معزول کر دیا۔

چکر ورما باردوم دوبارہ تخت نشین کیا گیا۔ یہ عیش و عشرت رقص و سرود میں مشغول ہو گیا یہ برہمنیوں کو جبراً داخل محل کرتا۔ ارکان سلطنت نے رعیت کو لوٹنا شروع کیا۔ چھ مہینے کے اندر ہی لوگ اس کے مخالف ہو گئے یہ تاڑ گیا اوور بہت سا مال و دولت لیکر اکامراج کی طرف بھاگ گیا۔ سنگرام ڈانگر کے یہاں پناہ گزیں ہوا۔

شنبو درون یہ میر دروں کا لڑکا تھا۔ جب چکرورما فرار ہو گیا، تانتروں نے اس کو راجہ بنالیا۔ چکرورما سنگرام ڈانگر سے مدد لیکر آیا۔ اور ایک سخت جنگ کے بعد کامیاب ہوا۔ شنبو درون گرفتار ہو گیا۔

چکر ورما بارسوم اس نے ظلم و ستم اور عیاشی کا بازار گرم کیا۔ برہمنوں اور شریفوں کی بہو بیٹیوں کو بجبراً پکڑتا۔ سنگرام ڈانگر کو جس کی بدولت اس دفعہ اس کو سلطنت نصیب ہوئی فریب سے قتل کیا اس کے رشتے داروں نے محلات شاہی میں گھسکر اس کو معہ اس کی رانی کے قتل کر دیا۔ اس دفعہ اس نے ایک سال دس ماہ بیس دن حکومت کی۔

اونمتا ورما یہ پارتھ کا لڑکا تھا تخت نشین کر دیا گیا۔ یہ چکرورا ما

سے بھی زیادہ ظالم اور بدکردار تھا اس نے حاملہ عورتوں کے حمل گرائے بہت سے بے گناہوں کو تہ تیغ کیا۔ اس کا باپ پارتھ تاریک الدنیا ہوکر فقر و سکنت کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس کو اور تمام اہل خاندان کو قتل کرا دیا۔ دو سال ایک ماہ حکومت کر کے لاولد مرا۔

شیر ورما اونمتا ورما کی رانی نے ایک بچے کو متبنی کر لیا تھا۔ اس کا نام شیر ورما تھا۔ اونتما ورما کے بعد ۹۵۶ء میں یہ تخت نشین کیا گیا۔ کملا درون نے مراج سے آکر اس پر حملہ کیا۔ یہ قتل ہوا۔ ایک ماہ حکمران رہا۔

کملا درون خود تخت نشین ہو گیا لیکن اس کو اہل ملک نے پسند نہ کیا۔ اور راجہ پرورسین کی نسل سے ایک شخص یوشسکر نام کو ۹۵۶ء میں تخت نشین کیا۔

خاندان مالوہ بار پنجم

۹۵۶ء لغایت ۹۶۶ء

یوشسکر اس نے عدل وعطا سے نو سال ۹ ماہ حکومت کی مفید قوانین نافذ کئے مدرسے قائم کئے اپنے زمانہ علالت میں اپنے چچا زاد بھائی ورنٹ و تخت نشین کیا۔

ورنٹ اس نے ایکدم سختی شروع کی یوشسکر ابھی زندہ تھا بیمار تھا اس نے اسکو معزول کر دیا۔ ۶ دن حکومت کی۔

سنگرام دیو ورنٹ کو معزول کر کے یوشسکر نے اپنے

نابالغ بیٹے سنگرام دیو کو تخت نشین کیا۔ یوشسکر کے بعد ایک شخص پروہ گپت نے اس کو پکڑ کر دریا میں ڈبو دیا اس نے ۶ ماہ حکومت کی۔

پروہ گپت یہ پرگنہ گپت کا بیٹا تھا یہ عیاش ظالم قمار باز تھا، رقص و سرود میں مشغول رہتا۔ اکثر زنانہ لباس پہنتا۔ اس کی رانی راجہ کوٹ کی بیٹی تھی ویدارانی نام تھا۔ راجہ اس پر عاشق تھا اس لئے رانی کا سب پر اقتدار تھا۔ وزیر پھلکن نے رانی کا اقتدار گھٹانے کے لئے اپنی لڑکی چندر لیکھا نام راجہ کی نذر کی، اس رانی کو ویدارانی کی طرح کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے وزیر پھلکن ویدارانی سے کبیدہ خاطر تھا۔ یہ راجہ بلیوں کا شکار کھیلا کرتا تھا۔ ایک دن شکار کے لئے جنگل میں گیا اس نے ایک گیڈر دیکھا جس کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے یہ خوف سے بیمار ہو گیا چند روز بعد مر گیا۔ آٹھ سال چھ ماہ گیارہ دن حکومت کی۔

(گیڈر کے منہ سے آگ کے شعلے نکلنے تو افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک زنانہ مزاج بلیوں کے شکاری کا گیڈر سے ڈر جانا قرین قیاس ہے)

ابھی مینو کھیمہ گپت کا بیٹا تھا کم سنی میں تخت نشین ہوا۔ اس کی ماں ویدارانی منتظم سلطنت تھی۔ پھلکن وزیر نے بغاوت کی، بارہ مولہ میں جنگ ہوئی۔ رانی نے رو کر کہا کہ اگر میرا شوہر نہ مرتا تو تم لوگ میری سلطنت کے درپے نہ ہوتے۔ پھلکن وزیر کے دل پر اس کا اثر ہوا اور وہ جنگ سے دست کش ہو کر پونچھ کی طرف چلا گیا۔ پرگنہ مراج میں مہمن شور نے بغاوت کی اسکی مقابلہ کے لئے رانی نے نرواہن وزیر کو بھیجا مہمن شور مارا گیا۔

راجہ تھنکن والی شاہی چڑھ آیا اسکے مقابلہ کے لئے رانی نے زیر کمان یشور لشکر روانہ کیا۔ شیورراجہ کو گرفتار کر لایا۔ اور بہت سالوٹ کا مال لایا رانی کے سامنے پیش کیا۔ رانی بہت خوش ہوئی۔ رانی نے اس کا مرتبہ بڑھایا۔ یہ مغرور ہو کر خود سر ہو گیا۔ رانی نے اس کی جلاوطنی کا حکم دیا یہ مقابلہ پر آمادہ ہو گیا۔ نرواہن وزیر نے اس کو مغلوب کر کے ملک بدر کیا کچھ دنوں کے بعد رانی نے کسی بات پر نرواہن وزیر کو سخت سُست کہا نرواہن کبیدہ خاطر ہو کر وزارت سے دست کش ہو گیا۔ رانی نے پونچھ سے وزیر پھلکن کو طلب کیا جب یہ وزیر معہ اپنی فوج کے آیا اس کی فوج نے شہر میں خوب لوٹ کھسوٹ مچائی۔ اسی زمانہ میں سرینگر میں آگ لگی، تمام شہر جل کر خاکستر سیاہ ہو گیا۔ لیکن رانی نے جلد شہر کی تعمیر شروع کر دی۔ تیرہ سال دس ماہ حکومت کر کے ابھی مینو مر گیا۔

نندی گپت ابھی مینو کا بیٹا باپ کے بعد ۹۹۰ء میں تخت نشین کیا گیا۔ لیکن اصل حکمران رانی تھی ۔ کچھ عرصہ کے بعد راجہ نے کاروبار سلطنت میں مداخلت شروع کی ۔ رانی کو ناگوار ہوا اس نے پوتے کو زہر دیکر دنیا رخصت کیا۔ یہ ایک سال ایک ماہ نوروز حکمران رہا۔

تربھون گپت نندی گپت کا بھائی تخت نشین کیا گیا دو سال بعد رانی نے اس پوتے کو روانہ عدم کیا۔

بھمہ گپت تربھون گپت کا نابالغ لڑکا تخت نشین کیا گیا۔ اسی زمانہ میں پھلکن وزیر مر گیا۔ دوسرا وزیر بوئی نام تھا اس کو رانی نے زہر دے کر ہلاک کیا۔ اور اپنے دوست گلشن دیو کو وزیر بنا لیا۔ پونچھ سے تونگ نام ایک

گوجر خط لیکر آیا۔ رانی اس پر عاشق ہوگئی اول تو اس سے خفیہ تعلق رکھا۔ پھر شادی کر لی۔ بھمہ گپت جب ہوش سنبھالا تو اسکو اس نئے دادا کی اطاعت گران معلوم ہوئی۔ رانی کو جب یہ معلوم ہوا تو اپس کو بھی اُس کے باپ کے پاس چلتا کر دیا۔ یہ پانچ سال چار ماہ برائے نام حکمران رہا۔

ویدارانی ۔سب کو مار کر آخر ۹۹۸ء میں رانی خود تخت نشین ہوئی۔ پرتھی راج راجہ راجوری نے سرکشی کی۔ رانی نے اپنے شوہر تونگ کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا تو تونگ نے راجہ کو شکست دے کر راجوری میں آگ لگا دی۔ ۱۰۱۵ء میں سلطان محمود غزنوی نے حملہ کیا مگر موسم کی ناموافقت کے باعث سرینگر تک نہ پہونچ سکا۔ راستے ہی سے لوٹ گیا۔ راجہ پروہ گپت کی اولاد میں تو کوئی باقی نہ رہا تھا اس لئے رانی نے اپنے بھتیجے سنگرام دیو کو سنگرام راج خطاب دے کر ولی عہد کیا۔ ۱۰۱۷ء میں اٹھارہ سال چار ماہ آٹھ دن حکومت کر کے مری (سلطان محمود غزنوی کا پہلا حملہ کشمیر پر ۱۰۱۶ء اور دوسرا ۱۰۲۰ء میں ہوا۔

خاندان لوہر کوٹ

۱۰۱۷ء لغایت ۱۱۷۷ء

سنگرام راج ویدرانی کے بھائی اودے راج کا بیٹا تھا۔ رانی کے بعد تخت نشین ہوا اس نے تونگ کو وزیر بنایا۔ یہ امر برہمنوں کو ناگوار گذرا۔ اور بغاوت کی۔ تونگ نے برہمنوں کی خوب گوشمالی کی۔ قتل کیا قید کیا جاگیریں

ضبط کیں راجہ انند پال والی لاہور سلطان محمود غزنوی سے شکست کھا کر کشمیر آیا۔ اور سنگرام راج سے مدد کا خواستگار ہوا۔ سنگرام نے زیر کمان تو نگ لشکر روانہ کیا یہ لشکر شکست کھا کر واپس آیا۔ سلطان نے ۱۰۲۳ء (۱۰۲۰ء صحیح ہے) میں راجہ کشمیر کی گوشالی کا ارادہ کیا۔ مگر موسم اور راستے کی خرابی سے راستے ہی سے لوٹ گیا۔ اس راجہ نے ظلم وستم شروع کیا۔ اس نے وزیر بدیشور نے مندروں کو لوٹا۔ راجہ اپنی ایک رانی شری لیکھا کی محبت میں ایسا محو ہوا کہ کاروبار سلطنت کی مطلق خبر نہ رہی۔ ۲۴ سال ۹ ماہ حکومت کر کے ۱۰۴۱ء میں مرا۔

ھری راج سنگرام راج کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ رانی شری لیکھا نے اس خیال سے کہ میں تخت نشین ہو جاؤں گی بائیس دن کے بعد اس بیٹے کو زہر دیکر ہلاک کیا اور خود تخت نشین ہونا چاہا مگر ارا کین سلطنت رضا مند نہ ہوئے۔

اننت دیو امراء نے سنگرام راج کے دوسرے بیٹے دیو کو تخت نشین کیا اس کی عمر دس سال تھی۔ سنگرام راج کے بھائی اگر راج نے جو لوہر کوٹ میں حکمران تھا حملہ کیا۔ اسی جنگ میں مارا گیا۔ کشمیری لشکر نے لوہر کوٹ پہونچکر شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور قلعہ کو آگ لگادی اس کے وزیر رودر پال اور اس کے درباری مسخرے ڈلک اور اسکے داروغہ اصطبل نے جو بہت منہ چڑھے تھے رعایا کو خوب لوٹا ستایا۔ اور مندروں کو لوٹا اس کا ایک وزیر بھون نام باغی ہو گیا مگر شکست کھا کر بھاگا۔ کچھ دنوں کے بعد سات راجاؤں کو اُبھار کر چڑھا لایا۔ اس حملہ آور لشکر کا سپہ سالار راجہ داروتھا پال بے شمار مال غنیمت لے کر راجہ کے حضور میں حاضر ہوا پھر راجہ چمبہ نے بغاوت کی مگر

شکست کھائی۔اس کے ایک وزیر اوت بل نام نے اندھوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ جاری کیا۔اننت دیو کی شادی جالندھر کے راجہ کی لڑکی شریمتی نام سے ہوئی تھی یہ رانی حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت سے بھی آراستہ تھی۔ راجہ کو اس سے بے حد محبت تھی۔اس نے راجہ کو سمجھا کر ظلم وستم سے باز رکھا۔ اور صدقہ اور خیرات پر مائل کیا۔سو گاؤں برہمنوں کو جاگیر میں دلائے چند علماء سے کتابیں تصنیف کرائیں ۔ یہ راجہ آخر اس رانی کے مشورے سے تخت سلطنت سے دست کش ہو کر تارک الدنیا ہو گیا۔اس نے ترپین سال حکومت کی۔

کلشن دیو ۔انَنت دیو ۱۰۹۴ء میں تخت سلطنت اپنے بیٹے کلشن دیو کو سپرد کیا کلشن دیو عیاشی، قمار بازی میں مشغول ہوا۔اپنی چچی اور اس لڑکی دونوں سے تعلق پیدا کیا۔کلہنؔ پنڈت اپنی راج ترنگی میں لکھتا ہے کہ وہ بے کھٹکے اپنی بیٹی سے ناجائز تعلق رکھتا تھا۔شرفا کی عورتوں کی عصمت دری کرتا وقت نشے میں مخمور رہتا۔یتیموں کو ستاتا، مندروں کو لوٹتا اس چند بت بھی توڑے تھے۔(راج ترنگی ص ۶۷۴) جب انَنت دیو کو اس کی آوا گی کی اطلاع ہوئی تو اس کو تخلیہ میں بلا کر سمجھایا۔مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا آخرت انَنت دیو ناراض ہو کر سب زرو جواہر لیکر مندر بجے شور میں جا بیٹھا۔کلشن دیو لشکر لیکر باپ پر چڑھ آیا اس کی ماں شریمتی نے برہمنوں اور امیروں کے ذریعہ سے اس کو فہمائش کرائی۔ یہ لشکر کشی سے باز رہا۔مگر سرینگر آکر باپ کے ہمراہیوں اور ملازموں کے مکانات کو آگ لگادی یہ سنکر انَنت دیو اور برہم ہوا اور اپنے پوتے ہرشد یو کو بجبہارہ میں طلب کیا تا کہ اس کو گدی نشین کرے۔کلش دیو نے

جب یہ سنا بہت گھبرایا اور باپ کے پاس آکر معافی چاہی اور اس کو رضا مند کر کے ساتھ لے آیا۔ دو مہینے بعد باپ کو قید کرنے کی فکر کرنے لگا۔ اننت دیو کو اطلاع ہوگئی یہ بچھبارہ کو بھاگ گیا۔ کلش دیو نے باپ کے ملازموں کو گرفتار کر کے گھاس میں لپیٹ کر زندہ جلوا دیا۔ ایک دن دفعتاً بچھباڑ جا پہونچا رات کے وقت باپ کے محل اور شہر کو آگ لگا دی اننت دیو اور اس کی بیوی جان بچا کر بھاگے۔ اس کا تمام مال واسباب جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔ اننت دیو نے رانی کے زیورات فروخت کر کے ملازموں کے لئے سامان بہم پہونچایا۔ صبح کے وقت اننت دیو کی رانی کو ایک جواہرات کا بنا ہوا لنگ ملا جو جلنے سے بچ رہا تھا۔ اس کو رانی نے ستر لاکھ دینار کو تاک خاندان کے ایک مسلمان سوداگر کے ہاتھ فروخت کیا۔ (راج ترنگی ۶۳۷) کلش دیو کے عہد میں وج برور (ایک موضع سری نگر سے تیں میل) میں ایک مسلمان خاندان آیا دتھا۔ یہ تاک کے نام سے مشہور تھا یہ لوگ تاجروں کی حیثیت میں بہت بڑی شہرت رکھتے (راجہ ترنگی حاشیہ ص ۶۳۷) اننت دیو ایک کوٹھری تعمیر کرا کر عبادت میں مشغول ہوگیا۔ کلش دیو نے پیغام بھیجا کہ اگر زندگی کی ہوس ہے تو کشمیر سے چلے جاؤ پونچھ وغیرہ میں جا کر عبادت کرو ورنہ ذلیل ہوگے۔ تکالیف اٹھاؤ گے اننت دیو نے یہ پیغام سنکر بیوی سے کہا کہ تیری ناقص رائے کی بدولت مجھ کو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ اس پر میاں بیوی میں سخت کلامی ہوئی۔ اننت دیو نے چھری مار کر اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ رانی بھی خاوند کی لاش کے ساتھ ستی ہوئی۔

راجہ سہج پال والی راجوری مرگیا اس کی جگہ اس بیٹا سنگرام پال تخت

نشین ہوا۔ سہج پال کے بھائی مدن پال نے بغاوت کی سنگرام پال چچا کے مقابلہ سے عاجز آیا۔ اسکی بہن نے کلش دیو سے امداد کی درخواست کی کلش دیو نے سرکردگی جیانند لشکر بھیجا مدن پال نے شکست دیکر گرفتار کرلیا۔ کلش دیو نے قرب وجوار کے تمام راجاؤں کو زیر کرلیا تھا۔ اس بچھارہ کے قریب ایک شہر آباد کیا تھا۔ بچھارہ سری نگر اور اسلام آباد کے درمیان میں ہے کلش دیو نے بدظن ہوکر اپنے بیٹے ہرشدیو کو قید کر دیا۔ ہرشدیو کی ماں نے اس غم میں خودکشی کرلی۔ کلش دیو نے اپنے دوسرے بیٹے ادت کرشن کو ولی عہد بنایا۔ کلش دیو رسم میں اپنے گرو کے ساتھ خوب شراب نوشی کرتا تھا۔ کیونکہ اس شراب پی جاتی ہے (راج ترنگنی ص ۶۵۲) ہے منی اس ک ہمراہ جل مریں (راج ترنگنی ۶۷۶)

کرشن تخت نشین ہوا اور اپنے چھوٹے بھائی بجے مل کو وزیر بنایا بجے مل نے درخواست کی کہ ہرد کو رہا کر دیا جائے اس نے یہ درخواست منظور نہ کی اس پر بجے ناراض ہوکر بھاگ گیا اور لار پہونچکر جمعیت فراہم کر کے سرینگر پر حملہ کر دیا راجہ نے داروغہ جیل کو حکم دیا تھا کہ اگر میں تیرے پاس سُرخ نگینے کی انگوٹھی بھیجوں تو تو ہرشدیو کو قتل کر دینا اور اگر سبز نگینے کی بھیجوں تو رہا کر دینا جب میدان کارزار گرم ہوا رتو اس کو مناسب معلوم ہوا کہ ہرشدیو کا خاتمہ کردے اس نے داروغہ کے پاس انگشتری بھیجی مگر سرخ کی جگہ سبز بھیجدی داروغہ نے ہرشدیو کو رہا کر دیا۔ ہرشدیو رہا ہوکر حملہ آور لشکر سے آملا اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی ، ادت کرشن نے جب شکست کے آثار دیکھے خودکشی کرلی۔ یہ ۲۲ دن حکمران رہا۔

ھرشدیو نے تخت نشین ہوکر بجے مل کو وزیر بنایا اور حسن وخوبی سے انتظام سلطنت جاری ہوا یہ راجہ علم ادب اور موسیقی کا ماہر تھا اہل علم کی قدر کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد بجے مل سے مخالفت ہوگئی دونوں میں جنگ ہوئی بجے مل شکست کھا کر وردستان کو بھاگ گیا اور راجہ وردستان سے مدد لیکر آیا۔ مگر راستے میں شدت برف سے مع فوج ہلاک ہوگیا۔ اس فتح غیبی نے ہرشدیو کو مغرور کردیا اور اس کی حالت بدل گئی۔ شراب خوری، قمار بازی عیاشی میں مشغول ہوگیا۔ بقول مؤلف گلدستہ کشمیر ہمشیرہ سے بھی ملوث تھا اس عہد میں وبا پھیلی قحط پڑا اسیلاب آیا۔ اس نے میودار درخت کٹوائے۔ مندروں کا روپیہ ضبط کیا۔ سونے چاندی کے بت فروخت کردئے۔ برہمنوں کو قتل کیا۔ اس کے محل میں تین سو ساٹھ رانیاں تھیں اس پر بھی زنا کاری سے باز نہ آتا تھا۔ واردستان پر چڑھائی کی۔ راجہ دارو نے شکست دی یہ بھاگا راجہ دارو نے تعاقب کیا۔ لیکن اس کے چچازاد بھائی اوچل وسوسل نے دلیری سے مقابلہ کرکے اس کو گرفتار ہونے سے بچایا۔ راجہ بھون نے لوہرکوٹ پر حملہ کیا پرشدیو نے اس کے مقابلہ پر گندہرب نام سپہ سالار کو بھیجا۔ گندہرب نے راجہ کو شکست دی پھر سنگرام والی راجوری نے سرکشی کی۔ گندہرب نے اس کو بھی زیر کیا گندہرب کی ان خدمات سے خوش ہوکر ہرشدیو نے لوہرکوٹ اس کو بخشدیا۔ لیکن پچھ عرصہ کے بعد اس سے ناخوش ہوگیا۔ گندہرب معہ عیال واطفال کاشی کو چلا گیا۔ اقوام ڈانگرولوں نے بغاوت کی ہرشدیو نے ان کا اور ان کے ساتھ برہمنوں کا قتل عام کرایا۔ پھر اس نے اپنے چچازاد بھائیوں اوچل اور سوسل کو قید کرنا چاہا

اوچل راجوری کوسوسل لار کو بھاگ گئے اوچل نے جمعیت فراہم کر کے مراج پر حملہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگا۔ ہرشدیو منادر پر سپور وپٹن کولوٹ کھسوٹ کر واپس ہوا اوچل کو جب ہرشدیو کی واپسی کی خبر ملی۔ بارہ مولہ میں آ کر قدم جما بیٹھا۔سوسل بھی جمعیت فراہم کر کے بھائی سے آملا۔ادھران کے ماموں آنند نام نے قوام ڈانگر اور لون س ساز باز کر کے کامراج میں بغاوت کرادی ان لڑائیوں میں ہرشدیو کا سپہ سالار چندراج مارا گیا اور سوسل اور اوچل متفق ہو کر دارالسلطنت پر حملہ آور ہوئے ہرشدیو بھاگا۔ فاتحوں نے شاہی محلات کو آگ لگادی۔شہر میں خوب قتل وغارت کیا ہرشدیو ایک فقیر کی جھونپڑی میں جا چھپا اوچل کے ایک سپاہی نے پہچان کر اس کے کپڑے اتار لئے اور قتل کر کے ننگی لاش کو پڑا چھوڑ گیا۔ایک لکڑ ہارے نے رحم کھا کر اس کو جلایا اس نے گیارہ سال ۸ ماہ ۲۲ دن حکومت کی ۔ ہرشدیو کی حماقت کی بہت سی کہانیاں کلہن پنڈت نے لکھی ہیں اور اس کے چال چلن کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے باپ کی جن رانیوں نے اسے اپنی گود میں لٹایا تھا انہیں یہ بغل میں لیکر بوسے دیا کرتا تھا۔ اور متواتر ان کے ساتھ عیش وعشرت میں محو رہتا تھا۔ اس نے اپنی بہنوں کے ساتھ بدفعلی کرنے میں بھی فرق نہ کیا۔ راج ترنگنی ص ۶۲۵) کسی گاؤں یا قصبہ یا شہر میں کوئی بھی مندر ایسا باقی نہ تھا جسے اس ترشک راجہ ہرش نے ناپاک نہ کیا ہو (راج ترنگی ص ۱۸۷) ہرش چونکہ بت شکن اور دیوتاؤں کو مورتیوں کو بے حرمت کرنے والا تھا اس لئے اس کے لئے لفظ ترشک استعمال کیا ہے (راج ترنگی حاشیہ ۱۸۷) سب سے پہلے اس نے کشمیر میں

۱۱۰۳ء میں ایک پل کشتیوں کا بنایا (شباب کشمیر)

اوسجل ہرشدیو کے بعد ۱۱۱۴ء میں اوسچل تخت نشین ہوا۔ اس نے باقاعدہ و باضابطہ حکومت کی۔ البتہ سخت کلامی اور باہم لوگوں کو لڑاتے رہنے کا عادی تھا۔ اس نے بھائی سوسل کو لوہر کوٹ کا علاقہ دے دیا۔ اوسچل اہل علم کی قدر کرتا تھا۔ اس نے امن وامان قائم کیا، زراعت کو ترقی دی۔ مندمہ مندار کی مرمت کرائی۔ اس کی بدزبانی وغیرہ کی وجہ سے لوگ اس سے منحرف ہو گئے۔ سوسل نے لوہر کوٹ سے حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ راجہ دارو نے حملہ کیا س نے بھی شکست کھائی۔ راجہ ہرشدیو کا صغرسن پوتا بکھاچر نام تھا۔ اوسچل نے اس کے قتل کا حکم دیا جلاد نے بکھاچر کی کم عمری اور بے گناہی سے متاثر ہو کر اس کو کسی طرح بچا کر راجہ نروام والی مالوہ کے پاس پہونچا دیا۔ راجہ مالوہ نے اس کو اولاد کی طرح پالا ۱۱۲۴ء میں کوہ سوم جی واقع کامراج سے آتش فشانی شروع ہوئی اوسچل تھوڑے سے سپاہی ساتھ لیکر اس کے درشن کرنے گیا۔ وہاں ڈانگروں نے اس پر شبخون مارا راجہ یوشسکر کی نسل کے دو شخص چھوڑ اور رڈ حملہ آوروں میں شامل تھے۔ اس بلوے میں اوسچل اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا۔ مشہور ہو گیا کہ اوسچل مارا گیا۔ چھوڑ اور رڈ راتوں رات دارالسلطنت میں پہونچکر راجہ بن گئے۔ اوسچل بھی آ کر اپنے محل میں مقیم ہوا صبح کو جب اوسچل برآمد ہوا۔ تو چھوڑ اور رڈ کامراج کی طرف بھاگ گئے مگر اوسچل نے دس سال ۴ ماہ آخر ایک دن حکومت کی۔ اس کی لاش کے ساتھ اس کی رانیاں مع چھتہ و چنورستی ہوئیں۔

رڈا وچل کو قتل کر کے رڈ تخت نشین ہوا۔ صبح کو اوچل کے سپہ سالار نے اس پر حملہ کر کے اس کو مع ہمراہیوں کے قتل کیا۔ یہ ایک رات حکمران رہا۔

سھلن اوچل کا سوتیلا بھائی اوچل کی جگہ ۱۱۲۵ء میں بعد قتل رڈ تخت نشین کیا گیا۔ سوسل نے جمعیت فراہم کر کے حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ کچھ دنوں کے بعد راجہ اور سپہ سالار گگھہ چندر میں مخالفت ہوگئی۔ سپہ سالار نے سوسل کو اُبھارا اُس نے حملہ کیا۔ راجہ نے سپہ سالار کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا یہ پہلے ہی اس سے سازش کر چکا تھا۔ اس کو ساتھ لیکر دارالسلطنت میں آپہونچا سھلن قلعہ بند ہوگیا۔ سوسل اور سپہ سالار دروازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہوئے اور سھلن کو معہ اس کے بھائی لوٹن ک گرفتار کرلیا۔ اس نے ۳ ماہ ۲۷ دن حکومت کی۔

سوسل تخت نشین ہوا یہ بہادر اور ذی حوصلہ اور مدبر تھا۔ سپہ سالار سے جس کی وجہ سے اس کو سلطنت نصیب ہوئی تھی اس کی مخالف ہوگئی۔ اس وزیر نے راجہ اوچل کے بیٹے کو اُبھارا اور خود اس کا شریک ہوکر بغاوت کی مگر شکست کھا کر اوچل کا تو بھاگ گیا وزیر اپنے قلعہ میں قلعہ بند ہوگیا۔ سوسل نے اس محاصرہ کرلیا۔ آخر تنگ آکر وزیر باہر آیا۔ اور سوسل کے پیروں پر گر پڑا۔ اس کا قصور معاف کردیا۔ ایک دن سوسل شکار کو گیا۔ قوم ڈانگر کے باغیوں نے اس پر حملہ کیا۔ یہ زخمی ہوا مگر جان سلامت لیکر گھر آگیا۔ ۱۱۲۳ء میں کشمیر میں آگ لگی شہر کے مکانات، مٹھ، منڈیان اور دوسری عمارات سب جل کر راکھ ہو گئیں (شباب کشمیر ص ۱۱۳) ۱۱۳۱ء میں راجہ دیوک والی پراگ کشمیر میں

تیرتھوں کی جاترا کے لئے آیا۔اس کے ساتھ بکھاچر راجہ ہرشدیو کا پوتا بھی تھا۔اس نے لوگوں سے ساز باز کر کے اور سوپال راجہ راجوری اور ڈگر پال والی بہلول کی مدد سے علم بغاوت بلند کیا۔آخر سوسل بھاگ کو سیہ بٹ راجہ تاپر کے یہاں پر پہونچا اس راجہ نے سوسل کو ٹھیرا لیا اور خفیہ بکھاچر کو اطلاع دیدی۔اس کا سپہ سالار اس کی گرفتاری کو آپہونچا سوسل لڑ بھڑا کر بھاگ نکلا اور تن تنہا لوہر کوٹ جا پہونچا۔اس نے آٹھ سال چھ ماہ اٹھارہ روز حکومت کی۔

بکھاچر سوسل کے بھاگنے کے بعد ۱۱۲۳ء میں تخت نشین ہوا۔اس نے تھوڑے دنوں تک تو عدل وانصاف سے حکومت کی پھر عیاشی ولہوولعب میں مشغول ہوگیا۔شراب خوری اور زنا کاری میں ایسا محو ہوا کہ شرم وحیا اور عاقبت بینی سب کو بالائے طاق رکھ دیا رعایا بددل ہوگئی وزیر کی بیوی پر قصہ کرلیا۔اور وزیر کو لوہر کوٹ سوسل کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔وزیر اس سے ساز باز کر کے اور بہت سی جمعیت فراہم کر کے اس کو لیکر آپہنچا بکھاچر نے مقابلہ کیا۔راجہ جوری نے بھی اس کی مدد کی مگر سوسل غالب آیا۔بکھاچر بھاگ نکلا اس نے چھ ماہ ۱۲ دن حکومت کی۔

سوسل بار دوم ۔بکھاچر کے بھاگنے کے بعد سوسل دوبارہ تخت نشین ہوا۔مگر بکھاچر نے ہمت نہ ہاری۔راجگان کوہستان سے مدد لیکر چڑھ آیا۔چکدر میں آگ لگادی ہزاروں حیوان انسان معہ مال واسباب جل گئے۔مگر شکست کھائی اور بھاگ گیا۔کچھ دنوں کے بعد جمعیت فراہم کر کے پھر حملہ کیا عرصہ تک باہم جنگ وجدل رہی اور ان لڑائیوں سے ملک تباہ ہوگیا قحط

پڑا۔ آخر سوسل حکومت اپنے بیٹے جے سنگھ کو سپرد کر کے خود دست کش ہو گیا۔ زاس دفعہ اس نے ایک سال ۳ ماہ ۲۴ دن حکومت کی۔

جے سنگھ تخت نشین ہوا بکھا چر برابر حملے کرتا رہا۔ اس کا دفاع سوسل نے اپنی ذمہ لیا بکھا چر اور سوسل لڑتے رہے جے سنگھ کھٹکے حکومت کرتا رہا۔ اس نے خوب انتظام سلطنت کیا مگر لوگوں کے بہکانے سے باپ کا مخالف ہو گیا۔ اور بکھا چر سے نامہ و پیام شروع کیا۔ بکھا چر نے سوسل کیا یک ملازم نبل نام سے سازش کی نبل نے سوسل کو قتل کر دیا۔ اور اس کا سر لیکر بامید انعام بکھا چر کے پاس کو چلا راستے میں جے سنگھ کے سپاہیوں نے اُسے پکڑ کر قتل کر دیا۔ اب جے سنگھ خود بکھا چر کے مقابلہ کو نکلا خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بکھا چر مارا گیا۔ پھر لوٹن نے بغاوت کی یہ بھی مارا گیا۔ کلہن پنڈت مورخ کشمیر اسی زمانہ میں تھا۔ انہیں دنوں میں چنگیز خان نے پنجاب پر حملہ کیا۔ چنگیز خان کے مقابلہ کے لئے جو راجے جمع ہوئے تھے۔ ان میں جے سنگھ بھی تھا اس کے بعد ایک اور جنگ ہوئی جسے کلہن ترکوں کی جنگ لکھتا ہے۔ اس جنگ کا صحیح طور پر پتہ نہیں چلتا۔ اسی جنگ میں ۱۱۲۶ء میں جے سنگھ مارا گیا۔ اس نے عدل وانصاف سے ۲۶ سال گیارہ ماہ ۲۷ دن حکومت کی۔

پرمانو یہ جے سنگھ کا بیٹا تھا۔ احمق اور ظالم تھا جب تک اس کا وزیر مولچند زندہ رہا کاروبار سلطنت بخوبی چلتا رہا۔ اس کے بعد جو وزیر ہوئے وہ ستم شعار تھے اس نے سات سال ۶ ماہ ۱۰ دن حکومت کی۔

ورتی پرمانو کا بیٹا یہ سات برس حکومت کر کے ۱۱۷۷ء میں

لاولد مرا۔

نوٹ: جے سنگھ کے عہد میں چنگیز خان کا حملہ لکھا ہے یہ غلط ہے چنگیز خان جلال الدین شاہ خوارزم کے تعاقب میں ہندوستان آیا۔ یہ زمانہ سلطان التمش کا تھا ۱۲۲۱ء میں۔

خاندان اوپادیو

۱۱۷۷ء لغایت ۱۳۲۶ء

اوپیاد یورتی دیو کے لاولد مرنے پر اوپیادیو نام شخص غیر راجہ منتخب کیا گیا یہ بے وقوف تھا۔ اس کے عہد میں بربادی وتباہی کے سوا اور کچھ نہ ہوا۔ ۹ سال ۴ ماہ حکومت کر کے مرا۔

رسیہ دیو اوپیادیو کا بھائی تخت نشین ہوا۔ یہ بھی عقل ودانش میں اپنے بھائی کا ہموزن تھا۔ برہمنوں نے بغاوت کی مگر شکست کھائی۔ یہ راجہ ۱۸ برس ۱۳ دن حکومت کر کے مرا۔

جگدیو رسیہ دیو کا بیٹا یہ عادل وسخی و بدتر تھا۔ امرلوٹ کھسوٹ عادی ہورہے تھے ان کو یہ انتظام واہتمام پسند نہ آیا۔ سب نے متفق ہو کر راجہ کو نکال دیا۔ راجہ پھر جمعیت فراہم کر کے آیا۔ اور سب کو شکست دے کر قبضہ کرلیا۔ ۱۲۱۸ء میں اس کے ایک مصاحب پدم نام نے اسکو زہر دے کر مار ڈالا۔ اس نے سال ۳ ماہ ۱۳ دن حکومت کی۔

پدم ۔ پدم جب جگدیو کا خاتمہ کر دیا تو اس کے خاندان پر ہاتھ

صاف کرنا شروع کیا۔ جگدیو کا بیٹا راج دیو کشتوار کو بھاگ گیا۔ پدم تخت نشین ہو گیا۔ راج دیو جمعیت فراہم کر کے آیا۔ باہم جنگ و جدل ہوئی پدم کو اُسی کے ایک سپاہی قتل کر دیا۔ اس نے بھی مہینہ دو مہینہ کچھ حکومت کر لی۔

راج دیو۔ پدم کے قتل کے بعد ۱۲۱۸ء میں راج دیو تخت نشین ہوا اس نے عدل و انصاف سے حکومت شروع کی اس کے وزیر بلاد چند جاگیردار لار نے بغاوت کی مگر باہم صلح ہو گئی پھر قوم بٹ نے بغاوت کی راجہ نے ان کا قتل عام کرایا۔ اس کے عہد میں جملا اچارج ایک فاضل نے کتاب ارماس بچار تصنیف کی راجہ نے اس صلہ میں موضع جمال نگر جاگیر میں دیا۔ اس راجہ نے چند مواضعات بھی آباد کیے ۲۳ سال ۳ ماہ ۲۷ دن حکومت کر کے مرا۔

سنگرام دیو راج دیو کا بیٹا یہ مدبر و منتظم و قدردان اہل ہنر تھا۔ اس نے اپنے بھائی سورج دیو کو وزیر بنایا۔ سورج دیو نے پلادر چند سپہ سالار کو ساتھ ملا کر بغاوت کی اور قلعہ لگنہ گیر میں مقیم ہوئے راجہ نے حملہ کیا یہ دونوں اسکردو کو بھاگ گئے وہاں کے راجہ سے مدد چاہی راجہ تونگ والی اسکردو نے لشکر فراہم کیا۔ مگر سنگرام دیو کے لشکر نے پہونچکر اسکردو کو برباد کر دیا۔ سورج دیو گرفتار ہو کر آیا۔ راجہ نے اس کو قتل کرا دیا۔ پھر کلہن پنڈت مورخ کے بیٹوں نے بغاوت کی مگر مغلوب ہو کر معافی چاہی راجہ نے معاف کر دیا۔ قوم ڈانگر نے ملک میں لوٹ کھسوٹ کی مگر یہ سب فتنوں کو فرو کرتا تھا۔ آخر کلہن کے بیٹوں نے اس کو زہر دے کر ہلاک کیا۔ اس نے ۱۶ سال ۱۰ دن حکومت کی۔

رام دیو سنگرام دیو کا بیٹا تخت نشین ہوا اس نے کلہن کے بیٹوں کو قتل کر کے باپ کا انتقام لیا۔ اس نے پرگنہ دچھن پارہ میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور عدل وانصاف سے حکومت کر کے مرا۔ ۲۱ سال ا ماہ ۱۲ دن حکمران رہا۔ یہ لاولد تھا۔ اس لئے اس نے ایک برہمن کے لڑکے لچھمن کو متبنّی کر لیا تھا۔ جو اس کے بعد تخت نشین ہوا۔

لچھمن اس میں کسی قسم کی قابلیت نہ تھی اس کا وزیر سنگرام چند جاگیردار لار کا چلاتا تھا آخر وزیر سے مخالف ہو گئے۔ وہ ناراض ہو کر اپنی جاگیر کو چلا گیا۔ اور جمعیت فراہم کر کے حملہ آور ہوا اور اسی جنگ میں مارا گیا۔ وزیر کے بیٹے رام چندر نے راجہ کی اطاعت قبول کر لی۔ راجہ نے اس کو وزیر بنا لیا۔ اس کے عہد میں ایک شخص کچل نام کشمیر میں آیا۔ بہت لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور حضرت بلبل شاہ تبت سے معہ بارہ سومریدوں کے کشمیر میں آئے (گلدستہ کشمیر ص ۱۰۱) یہ راجہ ۱۳ سال ماہ ۱۲ دن حکومت کر کے مرا۔

سہمدیو لچھمن کا بیٹا تھا ۱۲۹۲ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں شنکر آچارج آیا۔ کوہ سلیمان پر مقیم ہوا۔ اسی زمانہ سے کوہ سلیمان کو شنکر اچارج کہنے لگے۔ شنکر اچارج نے بدھ مذہب والوں اور کچل کے معتقدوں کو زیر کیا۔ (شنکر اچارج کی تحقیق ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وہ مشہور شنکر اچارج نہیں کوئی دوسرا شخص ہے) اس زمانہ تک کشمیر میں قانون تھا کہ اگر کوئی عورت زنا کرے تو اس کے باپ کو سزا دی جائے۔ راجہ کے دربار میں ایک مطربہ نے آکر گایا۔ راجہ بہت خوش ہوا اور اس سے کہا کہ مانگتی ہے اس نے کہا کہ یہ قانون صریح ظلم ہے اس

کو منسوخ کر دیا جائے راجہ نے یہ قانون منسوخ کر دیا۔ اس نے اول اول عدل وانصاف سے حکومت کی پھر ایسا ظلم وستم اور عیاشی کی کہ رعایا بیزار ہوگئی۔ آخر اس کو اس کے ایک مصاحب نے قتل کر دیا یہ ۱۴ سال ۵ ماہ ۲۷ دن حکمران رہا۔

سہدیو یہ سہم دیو کا بھائی تھا اس کے بعد ۱۳۰۱ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ نرم مزاج کم ہمت اور منصف تھا۔ رام چندر وزیر سہمدیو کے عہد میں ہی عہدے وزارت سے دست کش ہوگیا تھا۔ اس کے عہد میں ایک شخص شہمیر نام آیا (اس کا حال آئندہ مذکور ہوگا) راجہ نے موضع دار اویر اس کو جاگیر میں دیا۔ راجہ بغین والی تبت کا لڑکا ریخچن نام (اسکا حال آئندہ مذکورہ ہوگا) اپنے چچا سے مغلوب ہوکر رام چندر کے پاس آیا۔ راجہ سہدیو نے رام چندر کو وزیر بنالیا۔ رام چندر کا دادا مولچند مدت تک تبت پر حکمران رہا تھا۔ (مول چند ولد راجہ سوم چند جو چندر بنسی راجپوت تھا نگر کوٹ (کانگڑہ) کا راجہ تھا۔ بارہویں صدی عیسوی میں شاہان دہلی نے اس کا ملک فتح کرلیا یہ پریشان ہوکر کشمیر آیا۔ راجہ جے سنگھ نے اس کا لارکا علاقہ جاگیر میں دیا۔ اور فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ چنگیز خان کے حملے کے وقت اس نے ایسی بہادری دکھائی کہ جے سنگھ بہت خوش ہوا اور اس کو تبت خورد وکلان میں بھی جاگیر دی اور رنیہ خطاب دیا) ریخچن عرف رتن جو کے خاندان سے اور مول چند سے اچھے تعلقات تھے اسی وجہ سے پریشان ہوکر رنجو رام چندر کے پاس آیا۔ رام چندر نے اس کو اپنے پاس ٹھہرایا اور راجہ سے سفارش کر کے اس کا وظیفہ مقرر کرادیا۔ ۱۳۰۷ء ایک شخص لنگر چک نام داردستان سے آکر (اس کا حال آئندہ مذکورہ ہوگا)

موضع ترہہ گام میں سکونت پذیر ہوا اس کے بعد ایک اور خاندان گلگت سے جو ہست چک کا خاندان کہلاتا تھا۔ اور موضع کو یہ دارہ میں مقیم ہوا۔ ۱۳۲۳ء میں زولجو نے قبضہ کرکے خوب قتل و غارت کیا آٹھ مہینہ بعد واپس ہوا راستے میں شدت برف سے معہ ہمراہیوں کے ہلاک ہوا۔ اس دوران میں وزیر رام چندر اپنے قلعہ گگنہ گیر میں رہا اس نے ہزاروں آدمیوں کو پناہ دی اس انتظام میں اسکے ساتھ شاہ میرا اور رنچو بھی شریک تھے۔ زولجو کے جانے کے بعد رام چندر نے حکمرانی شروع کی۔

رام چندر اس کے عہد میں ایک کوہستانی قوم نے حملہ کرکے قتل و غارت کیا۔ رام چندر نے شاہ میرا اور رنچو کو ان کے مقابلے پر مامور کیا ان دونوں نے حملہ آوروں کو گرفتار کرکے پھانسی پر لٹکایا پھر رنچو اور رام چندر میں مخالفت ہوگئی۔ رنچو نے ان تبتیوں کو جو وارد کشمیر تھے مجتمع کرکے رام چندر پر حملہ کرکے اس کو قتل کردیا۔ اور اسکی بیٹی کوٹہ رانی سے شادی کرکے خود تخت نشین ہوگیا۔

رنچو عرف رنچن شاہ رام چندر کو قتل کرکے ۱۳۲۵ء میں تخت نشین ہوا اس نے امن وامان قائم کیا۔ کشمیر کے امن وامان کو سن کر کشتوار سے راجہ بھدیو آیا۔ اور تخت حاصل کرنے کے لئے کچھ جدوجہد کی مگر ناکام ہوکر واپس گیا۔ رنچو نے رام چندر کے بیٹے اپنے سالے راون چند کو اس کی سابقہ جاگیر بحال کی۔ اور اس کے ساتھ تبت کا وہ حصہ بھی جو کشمیر کے تابع تھا دیدیا۔ اس کا خطاب زینہ مقرر کیا شاہ میر کو وزیر اور پنجہ بٹ کو سپہ سالار بنایا۔ رنچو بدھ مذہب

کا پیرو تھا لیکن عقائد میں مذبذب تھا بقول صاحب تاریخ اعظمی اسکو ہنود کے کسی فرقے پر اعتماد نہ تھا۔ تبت سے جب یہ نکلا تو صاحب ہوش تھا۔ اور تبت میں مسلمانوں کو دیکھ چکا تھا یہاں شاہ میر کی صحبت سے اسلام سے مانوس ہو چکا تھا اس نے اپنے ہم مذہبوں سے شاہ میر کا مباحثہ بھی کرایا (رہنمائے کشمیر ص ۱۹) آخر حضرت بلبل شاہ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا اس کا سالا راون چند اور اسکی بیوی کوٹہ رانی اور بہت سے آدمی مسلمان ہوئے (مختصر التواریخ) رنچو کا نام صدرالدین قرار پایا۔ اب اس کا ذکر از نام سلطان صدرالدین کیا جاتا ہے۔

سلطان صدرالدین

۱۳۲۵ء میں مسلمان ہوا اس نے چند عمارتیں تعمیر کرائیں، عدل و انصاف سے حکومت کی۔ ۱۳۲۷ء میں انتقال کیا دو سال سات ماہ حکومت کی اس کا حیدر نام ایک چودہ سالہ لڑکا تھا۔ سلطان کے متعلق مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے اس نے مفسدوں کو سزا دے کر امن قائم کر دیا۔ عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔ ہنود کی خاطر داری اور دلدہی کی (گلدستہ کشمیر ص ۱۰۱) اس ہندو نوازی کا یہ صلہ ملا کہ سلطان کے محلات کو ہندو ملچھ مر کہتے تھے بمعنی ناپاک مر جگہ مسلمان ان کے جواب میں بلندی مر کہتے تھے اس لئے بلدی مر مشہور ہوا۔ (شباب کشمیر ص ۲۸۶) احسان فراموش معتصب کرپارام سلطان کی وفات کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے رخت در سیہ خانہ وحشت کشید (گلزار کشمیر ص ۱۵۹) چندر کے متعلق کوئی تفصیل دستیاب نہیں ہوئی۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر

کے بیان سے اس کا بعد سلطان موجود ہونا ثابت ہوتا ہے بس اور کچھ نہیں۔ لیکن کرپارام نے حیدر کو سلطان کا بیٹا بھی لکھا ہے اور پھر سلطان کے متعلق لکھا ہے (چون واتے نداشت) اس لئے یہ خیال قائم ہوتا ہے کہ حیدر سلطان سے کچھ دنوں کے بعد مر گیا۔

راجہ اودیان دیو

۱۳۲۷ء لغایت ۱۳۴۳ء

کوٹہ رانی سلطان صدرالدین کو محبوب بیوی تھی اور مسلمان ہوگئی تھی اس کا اقتدار تھا اس نے بجائے اس کے لسطان کے بیٹے حیدر کو تخت نشین کرتی یا خود تخت نشین ہوتی راجہ سہدیو کے بھائی اودیان دیو کو جو ذوالقدر خان عرف زولجو کے حملہ کے وقت بھاگ تھا۔ اور اسی زمانہ میں بھکلی میں مقیم تھا بلا کر تخت نشین کر دیا اور اس سے عقد کر لیا۔ اودیان دیو کم عقل و کم ہمت تھا معاملات سلطنت کو رانی ہی انجام دیتی تھی ۱۳۳۱ء میں ڈل نام ایک ترک نے کشمیر پر فوج کشی کی ترک کا نام سنتے ہی راجہ تخت وتاج اہل وعیال سب کو چھوڑ سر پر پاؤں رکھ کر تبت کو بھاگ گیا۔ رانی نے شمیر کو ترک کے مقابلہ پر مامور کیا شاہ میر نے ترکوں کی ایسی مرمت کی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ گیا ایسے بھاگے کہ پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھا اس فتح سے ملک میں اور بھی شاہ میر کی ذہاک بیٹھ گئی۔ اور اہل ملک اس کے مضمون احسان ہوئے کہ تباہی سے بچا لیا ورنہ زولجو کی طرح ڈل بھی گت بناتا جب امن وامان ہوگیا رانی نے راجہ کی تلاش کی تبت سے

دستیاب ہوئے اور پھر آ کر تخت پر براجمان ہو گئے اس واقعہ کے متعلق پنڈت نرائن کول لکھتے ہیں بجانب تبت گریخت (راجہ بوقت حملہ ترک) چون اطفائے نائرہ فتن واندفاع آشوب وامحسن بحسن عقل ودرایت وسعی مبارزت شاہ میر مکتفی گردید (تاریخ کشمیر) شاہ میر کے بیٹوں جمشید اور علاؤ الدین کو علاقہ کامراج میں عہدے دئے گئے شاہ میر کی طرف عام رجوعات دیکھ کر راجہ اور رانی اس کا اقتدار گھٹانے کی فکر میں ہوئے۔ راہ نے شاہ میر کا اپنے پاس آنا جانا بند کر دیا۔ آخر پندرہ سال ۲ ماہ حکومت کر کے راجہ مر گیا۔ کوٹہ رانی کے بطن سے ایک خورد سال لڑکا بولہ رتن نام تھا اس کا اتالیق پنجہ بٹ سپہ سالار تھا۔

کوٹہ رانی (۱۳۴۳ء) ادیان دیو کے بعد کوٹہ رانی خود تخت نشین ہو گئی۔ اور اس نے اپنے بھائیوں کو شریک حکومت کرنا چاہا۔ اہل ملک و ارا کین سلطنت مخالف ہوئے شاہ میر نے سب کو متفق کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ پنجہ بٹ سپہ سالار نے خورد سال بولہ رتن کے نام سے مخالفت کی مگر مارا گیا۔ کوٹہ رانی نے پچاس دن خود مختارانہ حکومت کی اور تقریباً چھ مہینے فتنہ وفساد رہا۔ آخر کار شاہ میر کی حکومت تسلیم کرنی پڑی۔

☆☆☆

عہد اسلام

سلطان شمس الدین

راجہ سہدیو کے عہد حکومت میں اپنے وطن کنیر سے (کنیر کا علاقہ سواد سے آگے ہے مضافات کابل سے ہے) ایک شخص شہمیر (شاہ میر) نام آیا۔ بعض مورخین نے میر کا لفظ دیکھ کر اس کو سید لکھا ہے بعض نے وطن کے لحاظ سے مغل بتایا ہے بعض نے ارجن پانڈو کی نسل سے بتایا ہے صحیح وہ ہے جو صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے کہ شیخ تھا) راجہ نے اس کو نوکر رکھ لیا۔ زولجو کے حملے کے وقت اس نے اچھی خدمات انجام دیں۔ راجہ اس پر مہربان ہو گیا۔ اور زمرۂ مصاحبین میں شامل کر لیا۔ راجہ رام چندر نے اس کو بحال رکھا۔ رنجو عرف صدرالدین کے بعد چاہے تھا کہ اس کا بیٹا حیدر تخت نشین کیا جاتا مگر کوٹہ رانی کا اقتدار تھا وہ جانتی تھی کہ اگر حیدر تخت نشین ہوا تو مجھکو حکومت نصیب نہ ہوگی۔ اس نے کم عقل و کم ہمت اودیان دیو کو بلا کر تخت نشین کیا اور خود اس کی رانی بن گئی۔ ایک مسلمان کے تخت پر ایک غیر مسلم کا حقدار کو محروم کر کے قابض ہو جانا شہمیر کو ناگوار ہوا، اس پر طرہ یہ کہ کوٹہ رانی نے اس سے شادی کر لی وہ خود کھلم کھلا مرتد ہو گئی یہ بھی شہمیر کو شاق گذرا، ذل ترک کے حملے کے وقت راجہ نے بزدلی دکھائی شہمیر نے جان پر کھیل کر ملک و رعایا کو بچایا۔ کرپارام نے لکھا ہے، ذل نام با جمعیت تمام از راہ ہیرہ پور نزول نمود شاہمیر و راون چندرو پنجہ بٹ

کہ سر آہ لشکر بونند بدافع او تعین شدند، شاہمیر در رفع خصم آویزشہا و کوششہائے نمایاں بپایان رسانید (گلزار کشمیر ص ۱۵۹) اہل ملک شہمیر کے ممنون و مشکور ہوئے اس کے گرویدہ ہو گئے۔ راجہ اور رانی اس کے اقتدار کو گھٹانے کی فکر میں ہوئے اور راجہ نے اس کا اپنے پاس آنا جانا بند کر دیا اس زمانے میں معتوبین سلاطین کا جو حال ہوتا تھا اس سے تاریخ بین اصحاب خوب واقف ہیں ذرا بادشاہ کی نظر پھری اور جان و مال عزو عیال سب نذر فنا ہوئے ایسے موقع پر ہر شخص اپنا تحفظ کرتا ہے چاہیے تو تھا کہ شہمیر بغاوت کر کے راجہ کا کام تمام کر دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور راجہ کو بدستور تخت پر رہنے دیا اس نے اور اس کے بیٹوں نے اپنے زیر حکم علاقے میں اپنی پرجھی شاہ میر نے تخت کی تمنا نہیں کی اور کوٹہ رانی کو تخت نشین ہونے دیا ان تمام امور سے شاہ میر کی نیک نیتی ثابت ہوتی ہے۔ رانی نے اپنے بھائیوں کو شریک سلطنت کرنا چاہا اس پر عام ناراضی پھیلی اگر یہ صورت قائم رہتی تو کشمیر میں پھر بلوے اور بغاوتیں ہوتیں اور ملک تباہ و برباد ہوتا۔ شاہمیر نے سب کو متفق کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اس طرح کشمیر ایک سخت خونریزی سے بچ گیا۔ اب رانی نے یہ چال چلی کہ پنجہ بٹ سالار کے ذریعہ سے بولہ رتن کے لئے سلطنت کا مطالبہ کیا اگر رانی بولہ رتن کی حکومت چاہتی تو راجہ کے بعد اس کو تخت نشین کرتی اور اپنے بھائیوں کو شریک نہ بناتی۔ شاہ میر اگر اعلان کے بعد بولہ رتن کی حکومت تسلیم کرتا پھر اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا اس پر جنگ ہوئی اور پنجہ بٹ کے قتل ہونے سے یہ مہم ختم ہوئی۔ رانی اندر کوٹ میں حکمرانی کرنے لگی۔ وہ عملی کسی ملک میں

بھی اچھی نہیں ہوتی شاہ میر نے اس کا فیصلہ یوں کرنا چاہا کہ رانی سے عقد کرلیا لیکن رانی اوراس کے لڑکے بولہ رتن کی طرف سے وہ مطمئن نہ ہوسکا۔ اوراس نے دونوں کونظر بند کردیا۔ رانی نے چھری مار کر خودکشی کرلی اس کے بعد قبیلہ لون نے بغاوت کی سلطان نے انکی خوب گوشمالی اوران کوعہدوں سے برطرف کردیا۔ قبائل چک اور ماگرے جو سلطان کے وفادار تھے ان کی عزت افزائی کی، تین سال پانچماہ کے حکمرانی کے بعد سلطان نے وفات پائی جمشیداورعلی دو بیٹے چھوڑے اس سلطان کے متعلق مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے یہ شخص بڑا بہادر اور جوانمرد اور عادل تھا(گلدستہ کشمیر ۱۰۳) سلطان کی تاریخ وفات (آمدہ شمس باز زیر سحاب ۷۴۸ھ) ہےاس زمانہ تک کشمیر میں سن بکری کا رواج تھا سلطان نے اس کو موقوف کرکے ایک نیا اسلامی سن ایجاد کیا جس کی ابتداء رینچن شاہ کی تاجپوشی سے قرار دی یہ سن شاہان مغلیہ کے عہد تک کشمیر میں رائج رہااس کے عہد میں رعایا سے پانچواں حصہ پیداوار کا لیا جاتا تھا۔

سلطان جمشید

۱۳۴۷ءلغایت ۱۳۴۸ء

جمشید نے تخت نشین ہوکر چھوٹے بھائی علی شیر کو وزیر بنایا۔ علی شیر نے تھوڑے دنوں کے بعد بغاوت کی۔ سلطان کے وزیر سراج الدین اور عہدے دار علی شیر سے مل گئے سلطان نے یہ رنگ دیکھ کر سلطنت سے دست کشی اختیار کی اور چندروز بعد انتقال کیا۔ ایک سال دو ماہ ۱۳۴۸ء تک حکومت کی۔

سلطان علاؤ الدین

علی شیر بلقب علاؤ الدین بھائی کی جگہ ۱۳۴۸ء میں تخت نشین ہوا اس کے عہد میں ہر چیز کی فراوانی رہی آخر زمانہ حکومت میں بے وقت بارش ہونے سے قحط عظیم ہوا سلطان نے رعایا کی کافی امداد کی اس سلطان کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا۔ پرانی عمارتوں کی مرمت کرائی سری نگر میں محلّہ علاوالدین پورہ آباد کیا۔ قبائل لون وناٹک سلطان سے منحرف ہو کر کشتوار کو بھاگ گیا۔ سلطان نے ان کی حکمت عملی سے بلا کر محبوس کیا۔ گیارہ سال ایک ماہ حکومت کر کے ۱۳۵۹ء میں مرا ؎

بہر تاریخ وفات سلطان ہاتفے گفت مکانش فردوس

سلطان شہاب الدین

علاؤ الدین کا بڑا بیٹا سیامک بلقب شہاب الدین ۱۳۶۰ء میں تخت نشین ہوا ؎

ہاتف غیب بہر سال جلوس گفت ازمن شہنشہ نامی

صاحب تاریخ فرشتہ نے شہاب الدین وقطب الدین کو سلطان شمس الدین کا بیٹا لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ملا احمد نے اپنی تاریخ میں شہاب الدین کو علاؤ الدین کا بڑا بیٹا لکھا ہے اس مورخ کا بیان بہ نسبت فرشتہ کے زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ کشمیر کا خاص مورخ اور قریب زمانے کا مورخ ہے۔ یہ سلطان بہادر اور خلیق مدبر و منتظم تھا جس دن کسی شہر کے فتح ہونے کی خبر نہ آتی

اس دن کو اپنے ایام زندگی میں شمار نہ کرتا۔ اس نے شہاب الدین پورہ آباد کیا۔ گلگت، تبت، بدخشان، کابل، کاشغر، جموں وغیرہ فتح کیے، کابل پر حملہ کیا اور کابل کے بادشاہ احمد خان کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ آٹھ مہینہ بعد سید تاج الدین بیہقی کی سفارش پر اس کا ملک اُس کو بخشدیا اور اپنی بہن کا عقد اس سے کر دیا۔ اور اس کی بہن سے خود عقد کر لیا۔ پھر پچاس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیادے لیکر سلطنت دہلی پر حملہ آور ہوا، فیروز شاہ تغلق نے مقابلہ کر لیا۔ اسی زمانہ میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کشمیر میں تشریف لائے اور چار ماہ قیام کر کے ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے۔ بمقام فیروز پور سلطان شہاب الدین بھی حاضر خدمت ہوا حضرت کو دو مسلمان بادشاہوں کا لڑنا پسند نہ آیا۔ شہاب الدین کو حکم دیا کہ فیروز شاہ سے صلح کر لو۔ اس وقت شہاب الدین کا پلہ بھاری تھا۔ لیکن حضرت کے تعمیل ارشاد میں اس نے صلح کر لی۔ اس صلح میں کشمیر سے سرہند تک کا علاقہ شہاب الدین کو ملا۔ فیروز شاہ کی تین لڑکیاں سلطان کے آدمیوں سے منسوب ہوئیں۔ ایک سلطان کے بیٹے حسن خان سے دوسری سلطان کے دوسرے بیٹے قطب الدین سے، تیسری سلطان کے سپہ سالار سید حسین بہادر سے، مورخین دہلی اس جنگ و صلح کے ذکر سے خاموش ہیں پھر دکن جا کر سوشرم پور فتح کیا۔ راجہ نگر کوٹ نے خود حاضر ہو کر نذر و تحائف پیش کیے اور ماتحتی قبول کی۔ والی تبت بھی خود ہی درخواست کر کے باجگذار بنا سلطان نہایت عالی حوصلہ اور بلند خیال تھا۔ ملک فتح کر کے مالکان سابق ہی کو بحال کر دیتا تھا۔ اپنی دوسری بیگم کے بہکانے سے اس نے اپنے بیٹوں حسن خان اور

علی خان کو دہلی کی طرف جلاوطن کر دیا اور اپنے چھوٹے بھائی ہندال عرف قطب الدین کو ولی عہد بنایا۔ جب بیمار ہوا اور بچنے کی توقع نہ رہی تو اپنے کیے پر پچھتایا اور حسن خان کو طلب کیا۔ حسن خان جموں تک آنے پایا تھا کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس سلطان کے عہد میں کشمیر میں سیلاب آیا۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے کشمیر میں حضرت سید حسین سمنانیؒ کو بھیجا۔ سلطان اُن کے ساتھ نہایت عزت واحترام سے پیش آیا، حضرت کے ہاتھ پر کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہونے لگے۔ ہندوؤں کو یہ ناگوار گذرا اور شورش برپا کر دی کئی جگہ ہنگامے ہوئے، بجبہارہ (ایک موضع ہے سرینگر سے چالیس میل کے قریب درمیان سرینگر و اسلام آباد) کے مشہور مندر بجبیشور کو مفسدین نے اپنا مرکز قرار دیا۔ اس لئے یہ مندر سلطان نے منہدم کرا دیا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم) ۱۹ سال ۳ ماہ حکومت کر کے ۱۳۷۸ء میں فوت ہوا اس سلطان کے متعلق مؤلف تاریخ ریاست جموں و کشمیر نے لکھا ہے یہ سلطان علم کی قدر کرتا تھا۔ اور انصاف کرتے وقت امیر غریب ہندو مسلمان میں کوئی فرق نہ کرتا تھا (ص ۹۹) اس کے عہد میں ہنود بڑے صاحب اقتدار و وقار تھے گلدستہ کشمیر ص ۱۴) کشمیر کہ بہ سبب نزول اتراک ویران شدہ بود بزراعت وعمارت آوردہ (تاریخ کشمیر مصنفہ پنڈت نرائن کول) اکلیل فرماندہی را بجواہر وزواہر معدلت وحسان زینت داد (گلزار کشمیر ۱۶۰)

سلطان قطب الدین

شہاب الدین کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ہندال بلقب قطب الدین

تخت نشین ہوا۔ یہ بڑا منتظم اور عادل تھا۔ لوہر کوٹ کے صوبیدار نے سرکشی کی اس پر لشکر کشی کر کے سلطان نے اپنا تسلط کر لیا۔ سلطان شہاب الدین کا لڑکا حسن خان جو حسب طلب سلطان شہاب الدین آیا تھا سلطان قطب الدین کے حضور میں آیا تھا قطب الدین نے اس پر بے حد نوازش والطاف کی۔ لیکن دراندازوں نے چچا بھتیجوں میں ناموافقت کرادی سلطان نے حسن خان کو گرفتار کرنا چاہا۔ رائے شیر دل وزیر نے حسن خان کو آگاہ کر دیا، حسن خان لوہر کوٹ کو بھاگ گیا۔ سلطان کو جب اطلاع ہوئی وزیر کو قید کر دیا۔ وزیر بھی قید خانے سے نکل کر لوہر کوٹ پہونچ گیا۔ وہاں کے زمینداروں نے ان دونوں کو گرفتار کر کے سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے وزیر کو قتل کرا دیا اور حسن خان کو قید کر دیا۔ اس سلطان کے عہد میں کئی مرتبہ قحط پڑا۔ مگر سلطان کے جودوسخا نے رعایا کو پریشان نہ ہونے دیا،، مؤلف گلدستۂ کشمیر نے لکھا ہے اس نے اپنے وقت کے بہت سے قحطوں پر رعایا کو اپنا ممنون کیا (ص ۱۰۵) اس کے عہد میں ۷۸۱ ہجری مطابق ۱۳۷۹ء میں حضرت سید علی ہمدانی تشریف لائے ساتھ سو سادات آپ کے ہمراہ تھے اور چھ مہینے قیام کر کے واپس چلے گئے ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کی اصلاح ہوئی۔ حضرت نے اپنی کلاہ مبارک سلطان کو عطا فرمائی سلطان نے اس کو اپنے تاج میں رکھا۔ ۱۵۱۷ء میں فتح شاہ نے وصیت کی کہ یہ کلاہ میرے کفن میں رکھدی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مولانا محمد آنی نے جو اس زمانے کے صاحب کمال بزرگ تھے سن کر فرمایا۔ تاج شاہی از سر شاہان کشمیر بزقا دو سرداری آنہا

روبہ نگوساری نہاد۔ چنانچہ اس کے بعد سلطنت کو زوال شروع ہوا۔ سلطان قطب الدین ذی علم اور شاعر تھا یہ اشعار اُس کے ہیں ؎

اے بگردشمع رویت عالمے پروانہ — وزلب شیرین تو شوریست در ہر خانہ
من بچندیں آشنائی میخورم خون جگر — آشنا برحال این شد وائے بر بیگانہ
قطب مسکین گر گناہے میکند عیبش مکن — عیب بنود گر گناہے می کند دیوانہ

سولہ سال سات دن حکومت کر کے ۱۳۹۴ء میں وفات پائی۔

سلطان سکندر بت شکن

سلطان قطب الدین نے دو خورد سال لڑکے چھوڑے بڑے کا نام اڑ کار اور چھوٹے کا ہیبت خان تھا۔ آشکار کو اس کی ماں نورہ خاتون نے سکندر کے لقب سے تخت نشین کیا اور کاروبار سلطنت خود انجام دینے لگی ؎

شاہ عادل سکندر ثانی — کہ ازو یافت سرفرازی تاج
ملک روشن نیور شرع از وست — گرچہ بودہ زکفر چوں شب داج
بہر تاریخ سال سلطنتش — عقل گفتہ بشرع دادہ رواج

سلطان کی بہن اور بہنوئی محمد شاہ کی نیت میں کچھ فتور آیا۔ سلطان کی والدہ نے آگاہ ہو کر دونوں کو قتل کرا دیا۔ سیہ بٹ اڈک، ساہس رائے مادری یہ چار ہندو وزیر تھے رائے مادری نے سلطان کے بھائی ہیبت خان کو زہر دے کر مار ڈالا چونکہ عینی و کافی شہادت نہ تھی اس لئے سلطان اسکو سزا دینے میں متامل تھا۔ مگر اس سے ناخوش تھا اور وہ بھی سلطان سے خایف تھا اس نے سلطان کی

دسترس سے بچنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ سلطان سے عرض کیا کہ اہالیان تبت خورد قرار واقعی طور پر مطیع نہیں ہوئے اس لئے ان کی گوشمالی پر مجھ کو مامور کیا جائے۔ سلطان نے اس خیال سے کہ شاید یہ اس جنگ میں مارا جائے اس کو اجازت دیدی اس نے تبت پر تسلط کامل کرلیا اور سلطان سے منحرف ہوگیا۔ سلطان نے لشکر روانہ کیا وہ مغلوب ہوکر گرفتار ہوا سلطان نے اس کو قید کردیا۔ اس نے قید خانے میں زہر کھا کر خودکشی کی۔ اسی جنگ میں سلطان کا ماموں اس کے ہاتھ سے شہید ہوا تھا۔ جس قدر مذموم رسومات مروج تھیں سلطان نے حکماً سب کو بند کردیا۔ بہت سے ناواجب محصول بند کردئے جیسے باج تمغہ (محصول عبور دریا و داخلہ شہر) ہمیشہ سے وصول کئے جاتے تھے سلطان نے موقوف کردئے۔ سلطان کے بذل و عطا و قدردانی کا شہرہ سن کر عراق خراسان ماوراء النہر وغیرہ ممالک سے لوگ جوق در جوق آکر ملازمت شاہی میں داخل ہوگئے انتظام مملکت اور بہبودی رعایا کے لئے اس نے بہت سعی کی یہ سلطان بڑا صاحب اقبال تھا بہت سی فتوحات کرکے اپنے مقبوضات کو دور دور تک بڑھایا (مکمل تاریخ کشمیر) ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا ابھی دریائے اٹک کے کنارے تک پہونچا تھا کہ سلطان سکندر نے بمقتضاء عاقبت بینی ایک سفارت اظہار اطاعت کے لئے بسر کردگی مولانا نورالدین امیر تیمور کی خدمت میں بھیجی اور درخواست کی کہ جس جگہ حکم ہو ملاقات کے لئے حاضر ہوں تیمور بہت خوش ہوا اور دو ہاتھی گھوڑا مع ساز و یراق مرصع و خلعت زردوزی بھیجا اور لکھا کہ جب ہم دہلی فتح کرکے پنجاب پہونچیں تو حاضر ہو۔

تیمور جب دہلی سے مراجعب کے سلطان کے تحایف وندزانہ لیکر روانہ ہوا۔ اپنا رے راہ میں سنا کہ تیمور کے وزرا کہتے ہیں کہ سلطان کو تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی نذر لانی چاہئے۔ سلطان یہ سنکر پریشان ہوا واپس لوٹ آیا اور عرضی لکھی کہ حضور کے لایق پیشکش تیار نہ ہوسکی۔ جلدا کہ فراہم کر کے حاضر ہوتا ہوں۔ جب یہ عرضداشت پہونچی تیمور کو سب حال معلوم ہوا تا کہا وزیروں نے نہایت نامعقول حرکت کی ان کو چشم نمائی کی سُلطان کے قاصدوں پر مہربانی کی اور کہا کہ سلطان اس کا کچھ خیال نکرے بے خطر ہمارے پاس چلا آئے سلطان یہ مژدہ سنکر روانہ ہوا بارہ مولہ تک پہوبچا تھا کہ خبر ملی تیمور دریائے سندھ پار ہوکر سمرقند کو روانہ ہوگیا۔ سلطان واپس آیا۔ اور ۸۰۱ھ ہجری میں اپنے بیٹے شاہی خان کو معہ تحایف ونذر سمرقند بھیجا۔ تیمور نے شاہی خان کو نہایت احترام سے سات آٹھ برس تک وہاں ۸۰۸ھ میں واپس آیا۔ سلطان نے سکندرہ پورہ آباد کیا۔ سدتالاب تاسمت پرگنہ بھاگ تعمیر کرائی مشہور عالم ونادر روزگار جامع مسجد سری نگر وخانقاہ معلی تعمیر کرائی سلطان سکند کے عہد میں حضرت سید میر محمد ہمدانی ابن حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی تشریف لائے سلطان نے حضرت سے بیعت کی اور حضرت کے دست حق پرست پر بکثرت ہندو مسلمان ہوئے سلطان کا وزیر سیہ بٹ معہ عیال واطفال وغیرہ مشرف باسلام ہوا اس کا نام سیف الدین رکھا گیا۔ سیہ بٹ نے اپنی دختر بارعہ کا نکاح حضرت سے کر دیا۔ ہندو ابتدا سے اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ تخت کشمیر پر قبضہ کریں نے اُن کو اسلام کی اشاعت بھی ناگوار تھی سلطان شہاب الدین کے عہد سے حضرت امیر

کبیر کی وجہ سے کثرت سے اسلام کی اشاعت ہوئی تو ہندوں کا غصہ اور بھی بڑھا اور مسلمانوں کو آزار دینے لگے (شیخ سلیمان کا بیان دیکھو) سلطان کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ بعض مندروں کو سازش و بغاوت کا مرکز بنایا۔ چنانچہ سلطان شہاب الدین جیسے نرم مزاج غیر متعصب فرمانروا کو جس کے ہندو بھی مداح ہیں مجبور ہو کر سختی سے کام لینا پڑا، اور مرکز بغاوت مندر بجیشور کو منہدم کرنا پڑا لیکن یہ آگ شہاب الدین کی معمولی دار و گیر سے نہ دبی۔ سلطان سکندر کے زمانے میں امیر کبیر کے صاحبزادے نے مستقل طور پر کشمیر میں سکونت اختیار کر لی ان کے کشف و کرامات، اخلاق و عادات کو دیکھکر اس کثرت سے ہندو مسلمان ہوئے جس کی نظیر تاریخ اسلام شاید مشکل سے پیش کر سکے۔ ایک انگریز محقق نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں اسلام کی زد سے کشمیر میں صرف گیارہ خاندان بچے تھے جو جو قبائل مسلمان ہوتے گئے اپنے مندروں کو ڈھا کر مسجدیں بناتے گئے۔ ان اُمور کو دیکھکر راسخ العقیدہ ہندوؤں کو جوش آیا۔ اور دبی ہوئی آگ مشتعل ہوگئی اور بہت سے مندر سازش کا مرکز بنگئے۔ اس آگ کے دبانے کیلئے سیف الدین نے سختی کی جو مندر مرکز سازش تھے منہدم کئے گئے کچھ لوگ جلا وطن کئے گئے جب امن و امان ہوا م جو مندر منہدم کئے گئے اُن میں ایک مندر وزیہ الشیر ی کا مندر تھا جب اس کو مسمار کرنے لگے تو آگ کے شعلے نکلے لوگ ڈرے مگر سلطان نے کچھ پروا نہ کی اور اس کو مسمار کر دیا جب اس کی بنیاد کھودی گئی تو اسمیں سے ایک پتھر نکلا جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔ ''بسم اللہ منتر نیہ تشنت طزیہ الشری ''یعنی بسم

اللہ ایک منتر ہے جس سے مندر دز یہ الیشر ی ویران ہوگا۔
ایک مندر پر سپور تھا اس کو راجہ للتادت نے تعمیر کرایا تھا بنیاد رکھتے وقت نجومیوں سے دریافت کیا یہ کہ یہ عمارت کب تک قائم رہے گی۔ نجومیوں نے کہا ایک ہزار ایک سو سال گذرنے پر سکندر نام ایک بادشاہ اس کو ویران کرے گا۔ راجہ نے یہ مضمون ایک تابنے کے پتر پر کندہ کرا کر ایک صندوق میں بند کرا کر بنیاد میں رکھوا دیا تھا جو منہدم ہونے پر برآمد ہوا۔ مکمل تاریخ کشمیر و تاریخ فرشتہ) سلطان نے اُن مندروں سے تعرض نہیں کیا جو خالص معبد تھے وہ آج تک موجود ہیں ان کا موجود ہونا اس پر شاہد عادل ہے مندروں کا نہدام تعصب مذہبی سے نہیں ہوا بلکہ جو مندر منہدم کئے گئے اس کا کوئی اور ہی باعث ہوگا۔ ان مندروں کے انہدام سے سلطان کا لقب بت شکن پڑ گیا۔ ہندو مورخین نے لکھا ہے کہ سلطان نے ہندوں کو جبراً مسلمان بنایا۔ اور تعصب مذہبی سے مندر منہدم کئے یہ بالکل غلط ہے، جبراً مسلمان کرنا اور غیر مسلم ذمی رعایا کے معابد کا بلا وجہ معقول منہدم کرنا جائیز نہیں سلطان ایک مذہبی آدمی تھا وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اسلام کے مشہور امام حضرت سید محمد ہمدانیؒ صاحب موجود تھے اگر سلطان ایسا کرتا تو وہ ہرگز نہ کرنے دیتے اس قسم کے الزامات متعصبین نے گھڑے ہیں نہ ان کا کوئی ماخذ ہے نہ ان کے پاس کوئی عقلی دلیل ہے۔ متعصبین کے تراشیدہ الزامات کو بعض یورپین اور ہندوستانی مصنفین نے بھی نقل کیا ہے خود عقل و تحقیق سے کام نہیں لیا۔ بعض ایسے مصنفین بھی ہیں جن کے قلم نے کسی پالیسی کے زیر حراست حرکت کی ہے اس قسم کی

تمام تصانیف کو مثل سفیر کشمیر وغیرہ مشہور محقق ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے ناقبل اعتبار قرار دیا ہے (پریچنگ آف اسلام) متعصب مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ سلطان نے برہمنوں سے مسلمان ہونے کو کہا تو برہمنوں نے جواب دیا (ملیچھوں کا بناوٹی نو ایجاد دین پر از شرارتِ ستم رہنمائے جہنم کو قبول نہیں ایسے صاف اور گستاخانہ کلمات سیاہ درون سلطان کے دل پر اور کدورت وغبار پیدا ہوا (گلدستہ کشمیر حصہ دوم ص ۱۰۷) اول تو یہ واقعہ ہی سراسر بے بنیاد ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں اس کے علاوہ اس میں کیا حرج ہے کہ کوئی عیسائی ہندو کو یا کوئی مسلمان ہندو کو یا کوئی مسلمان عیسائی کو اپنے مذہب کی دعوت دیے اس عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے برہمنوں کو دعوت اسلام دی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ دعوت دینے والا خواہ کوئی ہو اور کسی کو دعوت دے تہذیب ومتانت سے پیش آتا ہے جواب دینے والوں کا بھی یہی دستور ہے کہ وہ اپنے ردوقبول کا اظہار تہذیب ومتانت سے کرتے ہیں برہمنوں ن جو جواب دیا وہ نہایت سخت ہے خود یہ مؤلف بھی اس گستاخانہ قرار دیتا ہے۔ اس پر سلطان نے جس قدر بھی عتاب کیا ہو بجا ہے ایک تو سیدھی بات کا الٹا جواب، دوسرے توہین مذہب تیسرے توہین سلطنت یہ تین جرم تھے جو برہمنوں پر عاید تھے لیکن رحم دل سلطان نے سکوت اختیار کیا اس ہٹ دھرمی کا کیا ٹھکانا ہے کہ سلطان کے تحمل کی تو تعریف نہیں کی جاتی اس کو سیاہ دروں کہا جاتا ہے۔ برہمنوں کی بد تمیزی کو سراہا جاتا ہے سلطان سکندر کے عہد میں ہندوؤں یہ زور تھا کہ برہمنوں سلطان کو گستاخانہ جواب دیا اور شیخ سلیمان جب مسلمان ہوئے تو ان کو اپنی قوم

کے خوف سے کشمیر چھوڑنا پڑا (شیخ کا بیان آگے آئے گا) اور ہندو اس درجہ متعصب تھے کہ مسلمان بادشاہوں کے محلات کے بُرے نام رکھتے تھے جیسا کہ رینچن شاہ کے بیان میں گذرا۔ اگر سلطان جابر ہوتا تو برہمنوں کی یہ مجال نہ ہوتی اور مسلمانوں کو اس قدر خوف و ہراس نہ ہوتا کہ ترک وطن پر مجبور ہوتے، کسی عقلی و نقلی دلیل سے ثبت نہیں کہ سلطان نے ہندؤوں پر تشدد کیا۔ مظالم کی داستانوں کے بیان میں متعصبین بھی متفق نہیں۔ مؤلف گلدستہ کشمیر تمام الزامات سلطان کو لگاتا ہے، منشی کرپا رام مصنف گلزار کشمیر سیف الدین کو بانی جور و ستم قرار دیتا ہے۔ مؤلف تاریخ ریاست جموں و کشمیر لکھتا ہے اس نے اپنے پہلے ہم مذہبوں پر بڑے ظلم کیے۔ سلطان نے اسی وزیر کے کہنے سے یہ حکم جاری کیا کہ تمام ہندو یا تو مسلمان ہو جائیں یا کشمیر سے باہر چلے جائیں بت توڑ دیے جائیں (ص ۱۰۰)۔ یہ سفید جھوٹ ہے اگر سلطان ایسا حکم دیدیتا تو اس زمانے میں ہندوؤں کا زور تھا اور وہ مدت سے سلطنت کے خلاف سازشیں بھی کر رہے تھے ایسی بغاوت ہوتی کہ سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا یا کوئی ہندو باقی نہ رہتا تھا۔ سلطان سکندر ہی کے وقت میں لاکھوں ہندو کیونکر ہندو رہے سلطان کے وزیر اڈک اور ساہس کیسے بچے، یہ قدم مندر جو آج تک کھڑے ہیں کیسے بچے۔ انہدام منادر، تبدیل مذہب اور جبر و اشاعت اسلام ان مسائل پر مستقل مضامین علٰحیدہ لکھے جائیں گے حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہندو حصول سلطنت کی مدت سے سعی کر رہے تھے اور اشاعت اسلام کو دیکھ کر برہم ہو رہے تھے۔ حضرت میر سید محمد ہمدانیؒ کی وجہ سے سلطان سکندر کے عہد

عہد میں اشاعت اسلام کثرت سے ہوئی اس پر ہندو اور بھی مشتعل ہوئے۔ جو لوگ مسلمان ہوتے ان کو ہندو ستاتے تھے، یہی برتاؤ انہوں نے سیف الدین کے ساتھ کیا، صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے سیہ بٹ کو جس کا اسلامی نام ملک سیف الدین قرار پایا تھا۔ دین اسلام اختیار کرنے کے بعد راسخ الاعتقاد ہنود نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ ملک کو بھی یہ سب چیزیں پہونچتی تھیں (حصہ دوم ص ۲۶) مفاسد کے انسداد کے لئے کچھ سختی کی گئی اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے فسادات بغیر تنبیہ فرو نہیں ہوا کرتے اس قسم کے مفاسد کو کوئی عقل مند حق بجانب قرار نہیں دے سکتا۔ اور قیام امن بغیر انسداد مفاسد ممکن نہیں۔ سیف الدین ایسا نادان نہ تھا کہ خلاف شرع وانصاف عمل کر کے رعایا کو پریشان اور ملک کو ویران کرتا، صاحب مکمل تاریخ کشمیر سیف الدین کے متعلق لکھتے ہیں۔ مادۂ تعصب کسی قدر کم ہوتا تو اس کا نام آب زر سے لکھنے کے قابل تھا کشمیر میں اس کی عقل ودانش کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں (حصہ دوم ص ۳۱)

سلطان سکندر سے ہندو اس وجہ سے بھی مخالف ہوئے کہ سلطان نے بغرض رفاہ عام وتہذیب خلایق بعض مراسم کو بند کیا جو قدیم سے جاری تھیں اور جن کو ہندو اپنے مذہبی شعار سمجھتے تھے۔ مثل ستی، قمار بازی، شراب خوری وغیرہ، صاحب مکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں اُس نے تمام ممنوعات ودیگر بدعات نامشروع مثل شراب خوری، قمار بازی، زنا کاری، چوری اور دیگر رسومات بد بالکل ممنوع کردیں اور ساز وسرود چنگ ورباب جس کے لوگ عرصہ دراز سے والہ وشیدا ہو رہے تھے ایسے اڑا دیے کہ ملک میں ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا

(حصہ دوم ص ۲۵) ص ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ ستی کو بھی بند کیا، ستی، شراب خوری، قمار بازی، لگانا بجانا۔ یہ قدیم سے ہندوؤں میں رائج تھا اور مذہبی شعار سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کے متعلق بعض مذہبی کتب میں ہدایات ہیں اور متقدمین کا علمدار آمد رہا ہے۔ رگویا میں ہے ''بڑے بڑے قمار بازون کے پھل جب ہوادار اور کشادہ مقام پر ڈالے جاتے ہیں تو میں مست ہو جاتا ہوں جس طرح چرس پینے سے مجھے مزا آتا ہے اسی طرح پان سے مجھے شایق بناتے ہیں (منڈل ۱۰ سوکت ۳۴ منتر ۱۰)

مہادیو نے اپنی بیوی پاربتی سے کہا کہ برہمن کی نجات شراب پینے میں ہے تو بلا شراب مذہب کو نہیں سمجھ سکتی، برہمن کو شراب پینا چاہیے (تانتر)

ہندو فاضل مسٹر دت لکھتے ہیں کہ ہمیں شکنتلا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شراب خانے تھے اور نیچ قوم کے لوگ وہاں جاتے تھے لیکن اعلیٰ ذات کے لوگ بھی شراب سے نا آشنا نہ تھے۔ (معارف جنوری ۱۹۳۳ء)

کالیداس نے اکثر جگہ لکھا ہے کہ عورتوں کے منہ سے شراب کی بو آتی تھیں۔ راجہ للتادت کے بیان میں لکھا ہے کہ اس کی سپاہ نے شراب نارجیل پیا اس سے تکان ان کا دور ہوا (گلدستہ کشمیر ص ۵۰)

سری کرشن نے شراب چھڑکا ہوا کھانا اپنی قوم کو کھلایا (حیات سری کرشن ص ۱۰۶)

لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں پراچین بھارت ورش میں جوا کھیلنے کا مرض عام تھا (تاریخ ہند) لالہ کالیداس کپور ایم۔ اے ایل ایل۔ بی قدیم

آریوں کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ سوم رس پیتے تھے اس سے ایک طرح کا نشہ آجاتا تھا۔ ناچنے گانے اور چوسر کھیلنے کا شوقین تھے (ندوستان کی ابتدائی تاریخ حصہ اول) ستی جی دختر دکھ پرجابت (کشب بن مارج بن برہما کی بیٹی) جو ستی ہوگئی تھی (گلدستہ کشمیر حصہ دوم ص ۱۴۳) مادری راجہ پانڈو کی دوسری رانی رجاہ کی لاش کے ساتھ ستی ہوئی تھی (ہندو کلاسیکل ڈکشنری مصنفہ لالہ دیوی سہائے وتاریخ پنجاب بھائی پرمانند)

راجگان کشمیر میں شنکر ورما، انت دیو، اچل کی رانیاں ستی ہوئیں (گلدستہ کشمیر)

مشہور سیاح شیخ ابن بطوطہ شہراجودہن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں عورتیں اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ ستی ہوتی ہیں۔ غرض قمار بازی شرابخوری، ستی کے روکنے کو ہندو مذہب میں دست اندازی سمجھے۔ ادھر امور کی روک تھام۔ ادھر مرکز بغاوت منادر کا انہدام، پھر کثرت اشاعت اسلام، یہ امور تھے جن کی بنا پر ہندو سلطان سکندر سے ناراض ہوئے اور اس کو مظالم و متعصب بھی کچھ کہا گیا۔

سلطان جب علیل ہوا تو اپنے تینوں بیٹوں میر خان، شاہی خان، محمد خان کو طلب کر کے میر خان کو ولی عہد مقرر کیا۔ علی شاہ خطاب دیا۔ بھائیوں کے متحد رہنے کی ہدایت کی بائیس سال ایک ماہ سولہ دن حکومت کر کے وفات پائی، شعرا اور امرا نے مراثی وتاریخیں لکھیں عام ماتم ہوا۔ حضرت احمد علیہ نے بھی مرثیہ لکھا تھا اس کے چند شعر یہ ہیں

کجاست شاہ سکندر کجاست میدانس — درانتظار ہلاک اندگوئے وچوگانش

عجب کہ دیدہ شود گل شگفتہ در گلزار — عجب کہ کبک خرامد بناز در کہسار

عجب کہ باغ بخند د چو مردمِ غافل — عجب کہ باغ نگرید بسان ابرِ بہار

خدا شناس پیمبر صفت سکندر شاہ — کہ آفرین خدا برروانش باد ہزار

زہجر شاہ دل ہر کہ ہست پرخون ست — جگر زدرد کباب است سینہ جیحون ست

زیادہ مشہور تاریخ (فوت سکندر سر ۸۲۰) ہے

سلطان علی شاہ

سلطان سکندر کی وفات پر ۸۲۰ھ ہجری میں اس کا خورد سال بڑا بیٹا بلقب علی شاہ تخت نشین ہوا۔ کاروبار سلطنت وزیر سیف الدین انجام دیتا رہا۔ علی شاہ کو شادی راجہ جموں کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ہندو مورخ مثل مصنف گلزار کشمیر و مؤلف گلدستہ کشمیر اس رشتے کا ذکر نہیں کرتے بلکہ چھپاتے ہیں۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے تو یہاں تک کوشش کی ہے کہ علی شاہ کے جموں جانے کے بجائے پنجاب جانا لکھا ہے لیکن کشمیر کے قدیم مشہور مورخ صاحب تاریخ اعظمی نے بحوالہ تاریخ نادری لکھا ہے کہ اس کی شادی راجہ جموں کی لڑکی سے ہوئی تھی یہ راجہ مل دیو یا اس کے بیٹے جمیر دیو کی لڑکی تھی۔ ہندو مورخ پنڈت بیربل لکھتے ہیں چوں وارد چکلہ جموں گردید (علی شاہ) راجہ آنجا بنابریں کہ دخترش درعقد علی شاہ بود درخصوص ترک سلطنت اور ملامت نمؤ د و لشکر از ہمراہ خود داد (مختصر التواریخ قلمی موجودہ کتب خانہ سری نگر)

مخالفین سلطنت کی تنبیہ کا سلسلہ جاری رہا۔ جب اطمینان ہو گیا تو بند کر دیا گیا۔ ۸۲۵ھ میں سیف الدین کا انتقال ہو گیا۔ سلطان نے اپنے بھائی شاہی خان کو وزیر بنالیا، شاہی خان نے نہایت خوبی سے کاروبار سلطنت کو انجام دیا۔ ہندوؤں پر مہربانی کی۔ علی شاہ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ سلطنت اپنے بھائی شاہی خان کے سپرد کر کے اپنے خسر راجہ جموں سے ملنے گیا۔ راجہ مذکورہ نے ترک سلطنت پر اس کو ملامت کی۔ راجہ راجوری نے بھی بہکایا۔ علی شاہ نے ارادہ فسخ کر دیا اور راجہ جموں کا لشکر لیکر کشمیر پر قبضہ کرنے آیا۔ دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی علی شاہ فتح یاب ہوا۔ شاہی خان بھاگ کر جسرت گھکر کے پاس گیا۔ (جسرت امیر تیمور کی قید میں تھا۔ وہاں سے بھاگ آیا تھا۔ اور پنجاب وغیرہ کے بعض حصص پر دخل پالیا تھے) علی شاہ نے شاہی کان کا تعاقب کیا، شاہی خان اور جسرت نے مل کر علی شاہ کو گرفتار کر لیا۔ اور پھکلی میں نظر بند کر دیا۔ وہیں مرا۔ اس نے ٦ سال ۹ ماہ ۷ ادن حکومت کی اس کے عہد میں شیر گڈھی کے محلات تعمیر ہوئے تھے والی کاشغر نے یورش کر کے دونوں تبت پر قبضہ کر لیا یہ اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اس کی فوج کا جنرل سدہ راج اور صوبہ کا مراج کا گورنر گورکھ تھا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے اس کو ظالم لکھا ہے لیکن کوئی روایت ظلم وستم کی نقل نہیں کی۔ دوسرے تاریخیں اس قسم کے ذکر سے خاموش ہیں تاریخ اعظمی میں یہ ضرور لکھا ہے کہ قوم چک امور سلطنت میں مداخلت کرنے لگی تھی اسلئے ان کو قتل کیا گیا۔ (چک مسلمان تھے اور شاہی ملازم تھے)

سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ

سلطان زین العابدین یہ سلاطین کشمیر میں سب سے زیادہ نامور بادشاہ گذرا ہے ۸۸۷ء میں پیدا ہوا۔ اس کا نام شاہ رخ مرزا تھا (فتحاتِ کبرویہ) عام طور پر شاہی خان کہتے تھے۔ سلطان سکندر اپنے تینوں بیٹوں کو ایک بزرگ سید حسین خوارزمی مقیم کشمیر کی خدمت میں لے گیا۔ حضرت نے تینوں کیلئے دعا فرمائی۔ زین العابدین شہزادگی کے زمانہ میں حضرت شیخ بہاء الدین گنج بخش کشمیری کی خدمت میں گیا۔ شیخ اس کے اخلاق وعادات سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا (بحکم خدا ترا بادشاہ دین ودنیا کردیم وگنجہائے فراوان بتو بخشیدیم)

زین العابدین نے مولانا کبیر سے علوم فقہ وحدیث وغیرہ حاصل کئے، ۸۲۶ھ مطابق ۱۴۴۲ء اپنے بھائی علی شاہ کو قید کر کے زین العابدین تخت نشین ہوا۔ اپنے استاد مولانا کبیر کو شیخ الاسلام اور اپنے چھوٹے بھائی محمد خان کو وزیر بنایا۔ محمد خان نے خیر خواہی اور عدل وانصاف سے وزارت کی یہ بادشاہ کی زندگی ہی میں مر گیا۔ بادشاہ نے اس کے بیٹے حیدر خان کو وکیل مقرر کیا۔ زین العابدین کا پہلا نکاح سید تاج الدین بیہقی کی لڑکی بی بی خاتون سے ہوا۔ (سید تاج الدین کا سلسلہ نسب چار واسطوں سے سید جلال الدین بخاری سے ملتا ہے (فتحاتِ کبرویہ) لیکن اس بی بی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، بی بی خاتون نے اپنے بھائی سید نور الدین کے پوتے سید محمد امین اویسی بن سید میر حسن منطقی کو متبنّی کر لیا تھا۔ بادشاہ کے تینوں بیٹے، ادہم خان، حاجی خان، بہرام خان

دوسری بیگم سے تھے۔ بادشاہ کی ایک بیگم راجہ سندر سین والی راجوری کی بیٹی تھی۔ (اسلامک کلچران کشمیر بحوالہ جنرل آف دی پنجاب ہسٹوریکل ساسائٹی) قوم چک کے آدمی جو شاہی ملازمت میں تھے معاملات سلطنت میں دخل دینے لگے اس لئے بادشاہ نے ان کو قتل کرایا۔ اس کے عہد میں داردو سندھ وغیرہ فتح ہوئے۔ یہ بادشاہ بہادر، سخی، ذی علم، عادل قدردان، مدبر و منتظم تھا۔ اس کے عہد مین کشمیر نے ہر قسم کی ترقی کی، اس بادشاہ کو ایسی شہرت نصیب ہوئی کہ کشمیر کے کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ سندھ بادشاہ جام تغلق نے بہت سے تحائف اور گھوڑے بھیجے اور ایک قصیدہ خود سلطان کی مدح میں تصنیف کر کے روانہ کیا۔ زین العابدین اس قصیدے کو پڑھ کر بہت خوش ہوا اور شکر خدا بجالایا کہ اس کی مدح میں ایک بادشاہ نے قصیدہ لکھا۔ شریف مکہ، خدیو مصر، سلطان روم، شاہان ترکستان وسیستان، شاہ دہلی، سلطان ابوسعید مرزا والی خراسان، و سلطان محمود شاہ والی احمد آباد گجرات نے تحایف بھیجے (طبقات اکبری، اسلامک کلچران کشمیر و تاریخ فرشتہ)

زین العابدین نے بھی اس سلاطین کو ہدایا و تحائف بھیجے۔ والی لاسہ (تبت سے اوپر سرحد چین پر) نے دوراج ہنس بھیجے (تاریخ فرشتہ وطبقات اکبری) زین العابدین کا علم موسیقی کا طرف زیادہ میلان تھا۔ راجہ ڈونگر سین والی گوالیار نے رشتہ اتحاد قائم کرنے کیلئے دو کتابیں اس علم کی تحفۃ بھیجیں (مختصر التواریخ) یہ بادشاہ ہندوں پر بہت مہربان تھا اسلئے ہندو اسکو بڈ شاہ (بڑا بادشاہ) کہتے تھے اور مسلمان بٹ شاہ (برہمن بادشاہ کہتے تھے۔ اس نے

مندروں کی مرمت کرائی ہندووں کو عہدے دیئے ان کی مذہبی کتابوں کی اشاعت کرائی۔ ان کے مذہبی مدارس قائم کیے اور ان کے حقوق سے زیادہ اُن کے ساتھ مراعات کیں۔ اس حد سے زیادہ ملاطفت کی وجہ سے بعض مسلمان مورخین نے مثل بہاؤالدین متواس کے متعلق اچھا خیال ظاہر نہیں کیا۔ پنڈت زونراج اس کا مورخ تھا۔ اس مورخ نے کلہن پنڈت کے بعد سے زین العابدین کے عہد تک کشمیر کی تاریخ لکھی اور بادشاہ کے نام پر اس کا نام زینہ ترنگی رکھا۔ لیکن وہ اس تاریخ کو مکمل نہ کر سکا مر گیا۔ اب یہ تاریخ نایاب ہے (ترجمہ ونوٹراج ترنگنی ستین صاحب) کشمیر کے مشہور مندر شنکراچارج کی مرمت کرائی۔ مندروں کے ساتھ پاٹ شالائیں قائم کیں شباب کشمیر ص ۱۷۷) ہندو فارسی پڑھنا گناہ سمجھتے تھے۔ زین العابدین نے برہمنوں کو طمع دلا کر اس طرف مائل کیا (مختصر التواریخ) اس کے خاص خاص ہندو افسر یہ تھے۔ سوم پنڈت مصاحب، پنڈت زونراج مورخ، شری بٹ افسرا لاطباء، سدا شیو منجم، ہنمنت رینہ سپہ سالار، گبنش کول قانون گو، ماذہو کول قانون گو، گوپال کول صدر قانون گو، بودی بت مترجم۔ اس وقت تک کشمیر میں صرف تانبے کے سکے رائج تھے اس بادشاہ نے سب سے پہلے سونے چاندی کے سکے چلائے۔ علم موسیقی کا شایق تھا اس فن نے اس کے زمانہ میں بہت ترقی کی تھی۔ اس نے خود چند ساز ایجاد کیئے۔ اس کے دربار میں جس طرح علماء فقرا طبیب، پنڈت، شاعر، و مورخ اور دیگر اہل فن تھے اسی طرح موسیقی کے اہل کمال بھی تھے جس طرح فقہ حدیث کے مدارس کی سرپرستی کرتا تھا۔ اسی طرح سنسکرت کی پاٹ شالاؤں اور موسیقی

کے مدارس کا بھی سرپرست تھا اس کے عہد میں بہت سی ایرانی راگنیاں کشمیر کے مطربوں اور سازندوں نے اختیار کرلیں مثلاً راست ، ساگاہ ، کشمیری راست ، چراغ ، عراق ، نوا ، ایحائے ، شاہ نواز ، نوروز ، نے ، ریر ، ڈنگولہ وغیرہ ۔ بوودی بٹ اس کے درباری ماہر موسیقی نے اس فن پر ایک کتاب تصنفیف کی اس کا نام بادشاہ کے نام پر زین رکھا ۔ سوم پنڈت نے ایک کتاب اس فن میں مالک نام تصنیف کی اسکو بادشاہ کے نام پر معنون کیا ۔ (اسلامک کلچران کشمیر) بادشاہ نے خود ایک عجیب ساز ایجاد کیا تھا (کہ ایک نقش رابہ دوازدہ مقام ادامی نمود ، طبقات اکبری) اس کا ایک درباری ملا عود خراسان کا رہنے والا تھا ۔ بربط بجانے میں کمال رکھتا تھا خواجہ عبدالقادر کا شاگرد تھا ۔ صاحب طبقات اکبری نے اس کی تعریف لکھی ہے ، ملا جمیل ، سلطان ابوسعید میرزا والی خراسان کے دربار کا مطرب تھا ۔ سلطان نے اس کی دیگر تحائف کے ساتھ بڈشاہ کے پاس بھیجدیا تھا ۔ (سیر المتاخرین) بادشاہ شاعر بھی تھا ۔ یہ شعر اسی کا ہے ۔

جہاں تنوان ستر ون نقش عشق سرشکن ہرگز
حکایت ہا زبان تیشہ فرہاد میگرد

اس کے دربار کے بعض مشہور اہل کمال یہ تھے ۔ حضرت سید نصیر الدین خانیاری سفیر ، مولانا کبیر شیخ االاسلام ، سید محمد بہیقی مصاحب ، ملا جمال الدین قاضی القضات ، قاضی حمید الدین صدر مدرس دارالعلوم نوشہرہ ۔

اس کے عہد میں کئی مورخون نے کشمیر کی تاریخیں لکھیں جواب ناپید ہیں ۔ قاضی حمید الدین ملا احمد ، ملا نادری نے علٰحدہ علٰحدہ تاریخیں لکھیں جواب

نایاب ہیں۔آتشبازی و بندوق کی ایجاد کشمیر میں اسی بادشاہ کے ہاتھ سے ہوئی۔ اس نے اس فن پر حلب نام آتشبازی کی مدد سے ایک کتاب سوال و جواب نام تصنیف کی، طبقات اکبری میں اس کتاب کے متعلق لکھا ہے (متضمن فوائد بسیار است سلطان باتفاق او (حلب) تصنیف کردہ) اسی کے عہد میں مکان مس اور کان جواہر دریافت ہوئی۔اسی وجہ سے جواہرات زینہ رتنہ مشہور ہیں۔ اس کے عہد میں صنعت و حرفت میں کشمیر نے بہت ترقی کی۔اس نے سمرقندل، بخارا، خراسان سے ماہران فن کشمیریوں کی کے لئے بلوائے اور بعض کشمیریوں کو ان مقامات پر حصول علوم وفنون کیلیے وظائف دیکر بھیجا۔سنگ تراشی، بوتل تراشی، پتھر کو جلا دینا، بوتل بنانا، سونے کے ورق بنانا، کاغذ سازی، صحافی، قالین بافی، زین سازی جکا کی شیشہ گری، غالیچہ سازی، پیپر ماشی، یہ صنعتیں اسی کے عہد میں رائج ہوئیں (تاریخ رشیدی)

اس کے عہد میں جو قحط ہوئے اُن میں اس نے رعایا کی پوری امداد کی، صاحب تاریخ حسن لکھتے ہیں (خزائن وفائن فراوان وقف محتاجاں کردہ جان بخشی قحط زدگان فرمود) اسلامک کلچران کشمیر میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔راج ترنگنی میں ہے کہ سلطان نے ایک دن دس کرور دینار غرباء کو تقسیم کئے تھے۔اس نے ہندوں کے آثار رات قدیمہ کی مرمت کرائی ابھیتر کوٹ (ابھیتر کے معنی درمیان یا وسط) راجہ جیا پڈ نے تعمیر کیا تھا یہ اندر کوٹ مشہور ہوا بڈ شاہ نے اس کی مرمت کرائی اور یہاں عمارات بنوائیں اب کچھ نہیں (شباب کشمیر) اس بادشاہ کو عمارتیں بنانے کا شوق تھا۔اس نے کشمیر لاجواب عمارتیں تیار کرائیں۔

زینہ کدل جو پل کشمیر میں مشہور ہے وہ اسی بادشاہ کا تعمیر کردہ ہے اسی طرح نالہ مار وغیرہ پر پل بنائے۔ ڈل میں جزیرہ سونہ لنک، جھیل ولر میں زینہ لنک بنائے، زینہ لنک کی تاریخ خرم آباد تھی اس لئے بادشاہ اس کو بھی خرم آباد کہتا تھا۔ زینہ کوٹ ایک مقام کا مراج کے جنوب و مشرق میں آباد کیا۔ پنڈت زونراج مورخ نے اپنی راج ترنگنی کے اشلوک ۱۲۴۸ میں لکھا ہے کہ اس کو بڈشاہ نے آباد کیا، زینہ کوٹ جین کوٹ مشہور ہو گیا۔ کیونکہ پنڈتوں کی زبان میں زین کا جین بولا جاتا ہے، زینہ دیپ (دیب کشمیری میں محل کہتے ہیں) کو آباد کر کے عجیب و غریب محلات تعمیر کرائے۔ عہد مغلیہ میں نواب علی مردان خان نے ان کی مرمت کرائی، تاریخ رشیدی میں ان عمارات کی بہت تعریف لکھی ہے اب کچھ کھنڈرات باقی ہیں جامع مسجد سرینگر کی مرمت کرائی اور اس میں مدرسہ بنایا اس مرمت کی تاریخ (ترمیم المسجد) ہے۔ زینہ گیر آباد کیا، زینہ بازار بنایا، صاحب شباب کشمیر نے سچ لکھا ہے (بڈشاہ نے اپنی مملکت کو دارالامان اور کشمیر کو جنت نظیر بنادیا ص ۸۰) بادشاہ نے ایک کرتا ایجاد کیا تھا جس کا رواج ا کشمیر میں عام ہو گیا تھا۔ اس کو زینہ جامہ کہتے تھے، پنڈت زونراج اپنی راج ترنگنی میں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے نام پر زین پورہ آباد کیا۔ مسافروں کے لئے لنگر خانے قائم کئے۔ شفا خانے، مسافر خانے، پل، سرائیں، تالاب نہریں، مدرسے بنائے کشمند رمورخ نے اپنی پرکاش ایسا ہی لکھا ہے۔ رعایا کو محصول تجارت اور کئی قسم کے ٹیکس معاف کئے اور کئی نہریں نکالیں، ایک نہر کا نام پر زین گنگا رکھا۔ پنڈت جونرج نے اپنی راج ترنگنی میں لکھا ہے کہ یہ جین

گنگا کہلاتی ہے۔ تعلیم عام کے لئے بہت سے مدارس قائم کئے محکمہ تعلیم کا افسرا اعلیٰ ایک پنڈت تھا۔ دارالترجمہ قائم کیا۔ اس کے عہد میں کشمیر خوب سرسبز و شاداب ہوگیا۔ قسم قسم کے میوے اور پھول ممالک غیر سے منگا کر لگائے۔ انگور سیب وغیرہ کے درخت بھوٹان سے منگوا کر الگوائے۔ پنڈت شری دھر نے اپنی راج ترنگنی میں لکھا ہے کہ بڈشاہ کے زمانہ میں کریوہ مارتند پر انگور کے باغات بکثرت تھے۔ یہاں کا انگور مشہور تھا۔ (در تعمیر ولایت و تکثیر زراعت و کندن جو یہا توفیق کہ او یافت ہیچ کس راز احکام کشمیر دست نداده بود، طبقات اکبری) سنگھاڑہ تخم نیلوفر تالابوں میں لگوائے، نیشکر بھی کاشت کرائے، کشمیر کے ہندو اور اکثر مسلمان اس بادشاہ کو ولی سمجھتے تھے اس لئے اکثر کشف و کرامات کے واقعات مشہور و مذکور ہیں شہنشاہ جہانگیر نے لکھا ہے (او را بڈشاہ می گویند، خوارق عادات او بیسار نقل می کنند آثار و علامات اور عمارات او در کشمیر بسیار است، تزک جہانگیری) بادشاہ کے تینوں بیٹوں میں اختلاف تھا۔ حاجی خان نے بغاوت کی، بادشاہ اور ادہم خان نے مقابلہ کیا، حاجی خان شکست کھا کر پونچھ کو بھاگ گیا، ادہم خان نے تعاقب کرنا چاہا۔ بادشاہ نے منع کر دیا۔ پھر ۸۷۸ ہجری میں ادہم خان باغی ہوگیا بادشاہ نے اس کے مقابلہ پر حاجی خان کو پونچھ سے بلا کر بھیجا۔ ادہم خان شکست کھا کر نیلاب کی طرف بھاگ گیا۔ بادشاہ نے ادہم خان کو ولی عہدی سے معزول کر کے حاجی خان کو ولی عہد بنایا۔ اور ۵۱ سال ۲ ماہ ۳ دن حکومت کر کے ۸۷۹ ہجری میں وفات پائی، بڑا ماتم ہوا۔ بہت سے مرثیے اور تاریخیں لکھی گئیں۔

دریغا بادشاہ مسلمین رفت | امام وقت زین العابدین رفت
جہاں تاریک شد از ماتم او | کہ خورشید زمین زیر زمین رفت
کشید از آسمان سرہا تف غیب | ندا در داد ماہ ملک دین رفت

اس بادشاہ نے مفید قوانین جاری کئے اور ان کو تختہائے مس پر کندہ کرا کر شہر و دیہات میں اطلاع عام کے لئے نصب کرایا۔ اس بادشاہ کے متعلق کشمیر کے مورخوں اور ہندو مورخوں رائیں نقل کی جاتی ہیں۔

تمام انتظام ملک عمدہ کر کے جور و ظلم کو دور کیا۔ اس کے عہد میں غریب پر زبردستی نہ تعصب مذہبی ہونے پایا تھا۔ کشمیر میں زراعت و تجارت کو از حد ترقی دی۔ تمام اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ میں بے عدیل و بے نظیر تھا۔ ہرا یک جگہ مکتب و مدارس بنوائے، مفسدوں کو نیست و نابود کیا۔ دیگر ممالک سے درختان میوہ دار منگوا کر یہاں بوئے، انگور و سیب وگیرہ کے درخت بھوٹان سے منگوا کر باغات بنوائے۔ سنگھاڑا و تخم نیلوفر تالابوں میں لگوائے اس کے وقت میں شکر بوئے گئے تھے۔ جو بخوبی ہو آئے تھے۔ اہل فضل و کمال کو ہر فرقے کے منگوا کر یہاں آباد کیا۔ اور ان کی معاش خاطر خواہ مقرر کی۔ بہت سے مدارس بھی بنوائے، ولایت سے فارسی کتابیں منگوائیں صدہا کتب کا ترجمہ فارسی و عربی و ہندی و شاستری میں کرایا۔ شاستری پستکیں بھی جو کشمیر سے معدوم ہو گئیں تھیں۔ اور مقامات سے طلب کرائیں، مہابھارت و برتھہ کہتا اور بعض پورانوں کا ترجمہ کرایا۔ اور کتب تیار کرائیں۔ بہت سے شاستر دور دور سے منگوا کر برہمنوں کو مفت دئے اس سلطان میں مسافر پروری کی صفت بھی

پوری تھی جو مسافر آتا قدر پاتا۔ زولجو کے وقت کی ویران شدہ زمین اس کے عہد میں آباد ہوگئی۔ قحط میں خلقت کی پوری امداد کی، دو برس بعد اس کے سیلاب آیا۔ تپتا کو سالگرہ پر دو طرف بغرض خوشنودی ہنود رعایا خوب چراغان کرایا۔ (گلدستہ کشمیر ص ۱۱۰ الغایت ص ۱۱۵) اس نے اس قدر نہریں بنوائیں کہ کشمیر کا کوئی حصہ نہ تھا جہاں کسی کو پانی کی تکلیف ہو سکے۔ اس کے عہد میں بہت سی بنجر زمین زراعت کے قابل ہوگئی اس نے زینہ کدل کے علاوہ اور کئی پل بنوائے۔ مارٹند کے پاس عالیشان عمارتیں تعمیر کیں اورع کئی نئے قصبے آباد کیے جس طرف یہ نکل گیا وہاں ایک دو باغ ضرور بن گئے۔ سیب اور ناسپاتی کے درخت اسی زمانہ میں کشمیر میں آئے۔ تعلیم کو عام کرنے کے لئے بیشمار مدرسے کھولے اور جازت دی کہ خواہ ہندو ہو یا مسلمان جس کا دل چاہیے وہاں آ کر پڑھے اور بہت سی رعایتوں کے علاوہ ہندوؤں سے ٹیکس لینا بند کر دیا انہیں ان کی ضرورتوں کے موافق زمین عطا کی۔ اُن کے مندروں کی مرمت کر کے اُن کے حوالے کر دیئے یہ حکم جاری کر دیا کہ جس مذہب پر کوئی چاہیے عمل کرے ہندوؤں کے مقدمے دہرم شاستر کیمطابق فیصلہ ہونے لگے اس کے دربار میں ہندو مسلمان عالم جمع ہوگئے۔ اس نے خراسان سے جلا ہے بلا کر کشمیر میں آباد کیے اور تزاید زراع و معموری بقاع توفیق یاب شد زینہ گیر و زینہ کوٹ، زینہ پور، زینہ ڈنب، زینہ کدل، زینہ لنک، زینہ بازار از ترقیات اوست، پیشہ وران چون بھرکن و حکاک و کاغذ گر و قلمدان ساز وغیرہ از امصار بعیدہ از تجسس و تحسس آوردہ ہنر ہا را رواج داد (گلزار کشمیر ص ۱۴۶ ۲ ص ۱۶۶)

ان احسانات اور ہندو نوازیوں کا یہ صلہ ہے کہ آج اس کا مقبرہ خراب و خستہ پڑا ہے ایک سیاح شاعر نے کشمیر کے کچھ حالات نظم کئے تھے۔ اُس نے بھی لکھا ہے کہ ؎ شکستہ حال زین العابدین کا مقبرہ دیکھا۔

اس سلطان کے متعلق تمام ہندو مورخین بالا تفاق لکھتے ہیں کہ وہ متعصب نہ تھا اس کے عہد میں کوئی متعصّبانہ ظالمانہ کاروائی نہیں ہوئی اور اعلیٰ درجہ کا ہندو نواز تھا۔ لیکن فہرست منادر میں مؤلف گلدستہ کشمیر نے مندر پرورسین کے متعلق لکھا ہے کہ بعہد بڈشاہ منہدم کیا گیا۔ اب اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو اس کے مالک و متولی مسلمان ہوئے انہوں نے منہدم کیا یا اس مندر میں خلاف اخلاق امور یا سلطنت کے خلاف سازشیں ہوتی ہونگی کہ ہندو پرور سلطان بھی اس کے انہدام پر مجبور ہوا اور کوئی تیسری صورت نہیں ہو سکتی جو صورت یہاں تجویز کی جائے وہی سلطان سکندر کے عہد کی منادر شکنی میں قبول کرنی چاہیے۔

سلطان حیدر

۸۷۹ھ میں زین العابدین کے مرنے کے تین دن بعد اس کا بیٹا حاجی خان بلقب سلطان حیدر تخت نشین ہوا اس کے بھائی بہرام خان اور اس کے بیٹے حسن خان نے اپنے ہاتھ سے اُس کو تاج پہنایا بادشاہ نے بہرام کو وزیر بنایا اور پرگنہ ناگام جاگیریں دیا۔ حسن خان کو ولی عہد مقرر کر کے کامراج کا صوبیدار بنایا۔ حسن خان نے راجوری گہلر، بھوگہ پال وغیرہ مقامات فتح کئے۔

ایک حجام بادشاہ کا منہ چڑھا تھا وہ حکام سے رشوت لیتا تھا جس سے کچھ نہ ملتا اس کی چغلی کر کے بادشاہ سے عتاب کراتا وزیر اور ولی عہد بھی اس سے ڈرتا تھا چنانچہ حسن خان کچھی جس نے سلطان کو تخت و تاج پر قبضہ کرانے میں سعی کی تھی اسی حجام کی شکایت پر قتل کیا گیا۔ سلطان کے بھائی ادہم خان نے تبت سے فوج جمع کر کے تسخیر کشمیر کا عزم کیا لیکن جموں آ کر راجہ ملک دیو والی جموں کا شریک ہو کر مغلوں سے جو اس نواح میں آ گئے تھے جنگ آزما ہوا۔ اسی لڑائی میں مارا گیا، سلطان کو جب بھائی کو مارے جانے کی خبر پہونچی بہت غمگین ہوا اور اس کی لاش منگوا کر دفن کی، یہ بادشاہ شراب کثرت سے پیتا تھا حجام جو اس کا منہ ہندو تھا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ اس حجام نے چند ہندوؤں کی ناکیں کٹوائیں اس پر فساد ہوا لیکن کشمیر کے قدیم ہندو مسلمان مورخ اس کا تذکرہ نہیں کرتے یہ ایک بے اصل افسانہ ہے، فساد ضرور حقیقت صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ حجام سے تنگ آ کر ہندوؤں نے بغاوت کی اور مقابر و مساجد کو منہدم کیا آگ لگائی سلطان نے جب یہ سنا آگ بگولہ ہو گیا اور ہندوؤں کے قتل عام کا حکم دے دیا اب ہندو بہت گھبرائے اور (نہ بٹوام نہ بٹوام) میں ہندو نہیں کہکر جان بچائی، کسی ظلم پر رعایا کا بغاوت کرنا بیجا نہیں مگر حجام کو قتل کرتے، بادشاہ کو قتل کرتے مساجد و مقابر نے کیا خطا کی تھی جو انکو ڈھانے جلانے لگے اس تعصب و وحشت پر نظر کی جائے تو قتل عام کا حکم درست و بجا معلوم ہوتا ہے حجام کا معاملہ مذہب سے متعلق نہ تھا۔ اس کا پہلا وار ایک مقتدر مسلمان حسن خان ہی پر ہوا۔ اراکین سلطنت نے بھتیجے فتح خان ابن

آدم خان کو ہوگئی وہ سرہند کی طرف تھا وہاں سے لشکر جرار لیکر آپہونچا اور بہت سامال و دولت لاکر سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان خوش ہوا مگر حاسدوں نے پھر اُس سے سلطان کو برہم کر دیا سلطان ایک دن نشے کی حالت میں مکان سے گر کر مر گیا، ایک سال دو ماہ ۱۹ دن سلطنت کی۔

حسن شاہ

سلطان حیدر کے مرنے پر ۸۸۰ ہجری مطابق ۱۴۷۵ء میں اس کا بیٹا حسن خان تخت نشین ہوا اس نے ملک احمد کو وزیر بنایا۔ اس کے بعد اس نے اپنے مخالفوں کو برباد کرنے پر کمر باندھی۔ اس لئے اس کا چچا بہرام خان اپنے بیٹے یوسف کے ساتھ لیکر ہندوستان کو چلا گیا۔ حسن شاہ نے حسن انتظام سے حکومت کی۔ مخالفوں نے اس کے چچا بہرام خان سے خط وکتابت کر کے حملہ کرنے کی ترغیب دی بہرام خان جمعیت فراہم کر کے علاقہ کا مراج میں آداخل ہوا اور ایک خونریز جنگ کے بعد مغلوب ہو کر گرفتار ہوا اور تیسرے دن قید ہی میں مر گیا۔ اس کا بیٹا یوسف بدستور قید رہا۔ حاکم بہلول پور نے بغاوت کی بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی۔ راجہ عجب دیو والی جموں کی فوج بھی شامل لشکر ہوگئی حاکم بہلول پور کی مدد کے لئے تاتار خان حاکم لاہور آیا۔ سیالکوٹ میں جنگ ہوئی تاتار خان شکست کھا کر فرار ہوا سلطان کے وزرا تازی بٹ اور ملک احمد ایتو میں رنجش تھی۔ ایک دن دیوان خانہ شاہی میں مقابلہ ہوگیا، وہیں کشت وخون ہوا نشیمن شاہی کو آگ لگا دی گئی۔ سلطان نے

برہم ہوکر ملک احمد کو قید کردیا وہ قید خانے ہی میں مرگیا اس کی قبر پر یہ شعر لکھے ہیں ؎

زین جہان رفتیم و دل برداشتیم — باجہانداران جہاں بگذاشتیم
ایمنے جُستیم از دستِ اجل — اے دریغا ما غلط پنداشتیم

سلطان نے اپنے خسر سید حسن بیہقی کو دہلی سے بلا کر وزیر بنایا یہ سلطان راگ ورنگ کا شوقین تھا۔ ہزار سے زیادہ قوال ملازم تھے۔ امور مملکت میں خرابی واقع ہوئی راجگان قرب وجوار منحرف ہوگئے۔ ۸۸۵ ہجری میں آگ لگی، جامع مسجد اور خانقاہ معلیٰ دونوں عمارتیں جل گئیں سلطان نے ان کو تعمیر کرایا۔ خانقاہ کی اس تعمیر کی تاریخ (مَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِناً) ہے اس سلطان کے آخر زمانہ میں میر شمس عراقی سلطان حسین مرزا والی خراسان کی طرف سے سفیر بن کر آیا۔ لیکن بادشاہ کی علالت کی وجہ سے باریاب نہ ہوسکا۔ بادشاہ کی بیوی حیات خاتوں کے بطن سے دو بیٹے تھے ایک کا نام محمد تھا دوسرے کا حسین، یہ دونون خورد سال تھے سلطان نے اپنے وزیر سید حسن بیہقی کو وصیت کی کہ میرے بیٹے خورد سال ہیں اسلئے یوسف خان پسر بہرام خان کو جو قید میں ہے یا فتح خان پسر آدم خان کو جو جسر وتھ میں ہے تخت نشین کیا جائے اور میرے بیٹے محمد کو ولی عہد مقرر کیا جائے۔ وزیر نے اس وصیت کو قبول کیا۔ بارہ سال آٹھ ماہ حکومت کر کے ۱۴۷۷ء میں سلطان مرگیا۔

محمد شاہ فتح شاہ

۸۹۲ ہجری مطابق ۱۴۸۷ء سے ۹۴۴ ہجری مطابق ۱۵۳۷ء تک کا

زمانہ تاریخ کشمیر میں عجیب زمانہ ہے محمد شاہ و فتح شاہ تخت و تاج کے لئے آپس میں لڑتے رہے کبھی ایک غالب ہوا کبھی دوسرا۔ اس طرح محمد شاہ پانچ مرتبہ اور فتح شاہ تین مرتبہ بادشاہ بنا۔ محمد شاہ ایک مرتبہ پانچ ہی مہینے بادشاہ رہا۔ درحقیقت اب بادشاہ برائے نام تھے امرا نے ملک تقسیم کر لیا تھا اسلئے ہمیشہ تلوار چلتی رہتی تھی۔

سید حسن وزیر نے حسن شاہ کی وصیت کے خلاف اُس کے خورد سال بیٹے محمد کو تخت نشین کر دیا۔ اور خود متکفل کاروبار سلطنت ہوا۔ تخت نشینی کے بعد حسب دستور محمد شاہ کے سامنے سامان طلا و نقرہ و جوہرات و لباس و متاع نفیسہ و ہتھیار رکئے گئے۔ محمد شاہ نے کسی چیز کی طرف التفات نہیں کیا۔ صرف کمان اُٹھالی۔ اس سے اُمرا نے جرأت و جہانبانی پر تفاؤل کیا چونکہ منتظم حکومت سید حسن تھا اسلئے اپنے اس اقتدار پر سادات بیہقی کو بڑا گھمنڈ تھا وہ کسی کو خاطر میں نہ لائے تھے اس لئے دیگر امرا اُن سے ناخوش تھے پرسرام راجہ جموں اس زمانہ تاتارخان حاکم پنجاب کے خوف سے کشمیر میں پناہ گزیں تھا۔ اس نے لوگوں کا بہکا کر غدر کرا دیا۔ سید حسن معہ تیس سادات کے قتل ہوا۔ سید حسن کے بیٹے سید محمد نے جرأت کر کے کچھ جمعیت فراہم کر کے باغیوں کو شکست دی اسی درمیان میں عیدی رینہ نے چاہا کہ یوسف خان پسر بہرام خان کو جو قید میں تھا تخت نشین کر دے۔ سید علی کو جب اطلاع ہوئی اس نے یوسف خان کو قتل کر دیا۔ یوسف خان کی ماں جو شوہر کی وفات کے بعد صبر و شکر کی زندگی بسر کر رہی تھی اور قائم اللیل و صائم الدہر تھی بیٹے کی قبر پر مجاور بنکر بیٹھ گئی۔ باغیوں نے پھر جمع

ہوکر حملہ کیا۔اب سادات نے تا تار خان سے مدد کی، درخواست کی وہ مدد کے لئے آیا لیکن اس سے راستے میں میں راجہ دھنش والی بھیمر لڑ پڑا۔غرض دو مہینے تک غدر و بغاوت رہی شہر میں خوب لوٹ مار ہوئی آگ لگی اس بلوے میں دو ہزار سادات قتل ہوئے اور کل مقتولین کا شمار دس ہزار ہوا۔آخر باغی غالب آئے باغیوں نے بادشاہ کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور اس کو نذریں پیش کیں والی جموں کو بہت سا روپیہ دے کر ٹالا۔ پھر فتح شاہ نے حصول تخت کیلئے تین دفعہ لڑ بھڑ کر شکست کھا کر نا کام پھرا۔ دو دسری دفعہ شکست کھا کر بھاگا تو اس نے جموں پر جا کر قبضہ کر لیا چوتھی مرتبہ فتح شاہ نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ شاہی لشکر مقابلہ نہ کر سکا، محمد شاہ بھاگا اور گرفتار ہوا، فتح شاہ نے اسکو دیوان خانے میں نظر بند کر دیا اور ہر قسم کا سامان راحت اُس کے لئے مہیا کر دیا محمد شاہ کی شادی کاچی چک کی بہن صالحہ سے ہوئی تھی۔اس دوران میں قحط بھی پڑا تھا۔ فتح شاہ تخت نشین ہوا مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد امرا میں خانہ جنگی شروع ہوگئی دو برس سے زیادہ یہی بدامنی رہی کچھ لوگوں نے محمد شاہ کو ساتھ لے لیا، آخر فتح شاہ پنجاب کو بھاگ گیا اور محمد شاہ دوبارہ تخت نشین ہوگیا۔سید محمد بیہقی وزیر بنا۔حسن شاہ کے آخر میں میر شمس عراقی سفیر بنکر آیا۔مگر بادشاہ کی علالت کی وجہ سے باریاب نہوسکا تھا۔بادشاہ کی وفات ہوگئی، اور یہ سفارت ناکام واپس ہو جب واپس میر شمس خراسان پہونچا، تو سلطان حسین مزرا والی خراسان کو معلوم ہوا کہ یہ شیعہ ہے لہذا اُس کو جلاوطن کر دیا۔میر شمس پھر کشمیر آیا اور یہاں آ کر ظاہر کیا کہ میں شاہ قاسم انور بن سید نور بخش کا مرید و خلیفہ ہوں (سید نور بخش

حضرت سید علی ہمدانی کے سلسلے میں تھے اس لئے اہل کشمیر ان سے واقف اور ان کے معتقد تھے) اہل کشمیر نے اس کی مدارات کی اس نے یہاں آکر کشمیر کے مشہور بزرگ بابا اسماعیل سے تجدید بیعت بھی کی اور ان کے ایک ناخواندہ مُرید بابا علی شاہ نجار سے جو ریاضت ومجاہدات میں مشغول تھا۔ اور اس وجہ سے لوگ اس کے معتقد تھے ربط وضبط بڑھایا اور اس کو اپنی طرف مائل کیا۔ رفتہ رفتہ اسے بھی لوگوں کو مرید کرنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ لوگوں کو عقاید مذہب شیعہ کی تعلیم دینی شروع کی، امرا میں سے ملک موسی رینہ کا چی چک غازی چک بھی اُس کے مرید ہوگئے، ان اُمرا گھمنڈ پر اُس نے علانیہ شیعیت کی تبلیغ شروع کی، اختلاف عقائد کی وجہ سے امرا میں اور مخالفت بڑھی میر شمس نے ایک کتاب احوطہ نام اپنے مذہب کی تصنیف کی اور اس کو سید نوربخش کی طرف منسوب کیا، اس طرح ایک نیا مذہب پھیل گیا۔ جو تبت میں اب تک نوربخشیہ کے نام سے رائج ہے اس مذہب کے لوگ سید نوربخش کو مہدی آخرالزمان مانتے ہیں۔ اور حضرات خلفاً ثلاثہ اور حضرت عائشہ کو بُرا کہتے ہیں کتاب احوطہ میں مسائل تصوف کو عجیب پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے مسئلہ ہمہ اوست کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جاہل صوفی آسانی سے شکار ہو سکے۔ اس کتاب پر علما نے ہند سے فتویٰ طلب کیا گیا علماء نے لکھا کہ یہ کفر وزندقہ ہے۔ غرض میر شمس کی آمد سے کشمیر میں مذہبی نزاع پیدا ہوگیا جو زوال سلطنت کا باعث ہوا بعض ان عقائد کی اشاعت میں سید نوربخش کو بھی ملوث سمجھتے ہیں اکثر کا خیال ہے کہ شمس عراقی نے ان اہتمام کیا ہے لیکن نوربخش یا اُن کے فرزند کا خود ان عقائد اور اس

کتاب کو شائع کرنا کسی نے بیان نہیں کیا۔ صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے، (میں مشائخ نوربخشیہ سے بدخشان میں ملا ہوں اور وہ میرے ہم درس رہے ہیں سب شریعۃ ظاہری میں آراستہ اور سنن نبوی میں پیراستہ تھے اور بالتمام اہل سنتہ والجماعۃ کے ساتھ متفق تھے) صاحب واقعات کشمیر نے بھی لکھا ہے کہ شمس عراقی نے سید نوربخش پر اتہام (تہمت) کیا ہے اس صورت میں فقیر کا خیال ہے کہ سید نوربخش کو اس میں ملوث سمجھنا صحیح نہیں قبیلہ چک کے جو لوگ شیعہ تھے ان کا بیان تھا کہ میر شمس کا مذہب شیعہ تھا اور کتاب احوط اس کی تصنیف نہیں کسی گمراہ ملحد کی تصنیف ہے سید محمد بیہقی کو جب میر شمس کے عقائد و حالات معلوم ہوئے تو اس نے میر شمس کو کشمیر سے نکلوا دیا اور اسکر دو بھجوا دیا میر شمس کے مرید اس پر برافروختہ ہوئے اور انہوں نے فتح شاہ کو پنجاب سے بلوایا، فتح شاہ جمعیت کثیر فراہم کر کے لایا، فریقین میں جنگ ہوئی، فتح شاہ کا لشکر اگرچہ بہت زیادہ تھا مگر سید محمد کی شجاعت نے سب کو زیر کر رکھا تھا۔ اتفاقاً میدان جنگ میں سید محمد معہ گھوڑے کے ایک ویران کنویں میں کر گر رہ گرائے عالم باقی ہوا، فتح شاہ کی فوج نے غلبہ پایا۔ محمد شاہ نوشہرہ کو بھاگ گیا، میر شمس کے مریدوں نے سید محمد کے محل کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا، سید محمد کے تین لڑکے تھے ایک سید مرتضیٰ یہ تبت کو بھاگ گیا تھا لیکن دشمنوں نے پہاڑ سے گرا کر مار ڈالا، دوسرا سید ابراہیم اسکو گرفتار کر کے قید کر دیا جو ڈھائی برس بعد کسی طرح قید خانے سے بھاگ کر محمد شاہ سے جا ملا، تیسرا یعقوب یہ شیر خوار تھا۔ اب فتح شاہ دوسری مرتبہ تخت نشین ہوا، شمس چک کو وزیر بنایا دوسرے دن ایسا سخت زلزلہ آیا

کہ ہزاروں مکان منہدم ہو گئے اور زلزلے کے خفیف جھٹکے تین مہینے تک آتے رہے، کاروبار سلطنت تمام امرا کے ہاتھ میں تھا۔ بادشاہ برائے نام بادشاہ تھا امرا میں خانہ جنگیاں ہوتی رہیں وزارتیں بدلتی رہیں موسی رینہ نے اپنے زمانہ وزارت میں اہل سنت پر بہت جبر وتشدد کیا، کچھ قتل کئے کچھ جبراً شیعہ بنائے کچھ جلا وطن کئے بلوے فساد ہوئے ایک مرتبہ بلوے میں یہ نوبت پہونچی کہ فتح شاہ بھاگا مگر ابراہیم ماگرے نے واپس بلا لیا۔ پھر بغاوت ہوئی ادھر محمد شاہ لشکر لیکر آیا۔ فتح شاہ پنجاب کو بھاگ گیا اور محمد شاہ تیسری دفعہ بادشاہ بنا، پانچ مہینے بعد فتح شاہ نے حملہ کیا، محمد شاہ مقابلہ نہ کر سکا۔ پنجاب کو بھاگ گیا اور فتح شاہ تیسری بار بادشاہ ہوا، اس دفعہ فتح شاہ نے آئے دن کے فسادات سے تنگ آ کر ملک کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ خود رکھا اور تین حصے جہانگر پڈر کاجی چک، شنکر رینہ کو دئے محمد شاہ نے حملہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ محمد شاہ ۱۵۱۷ء میں سلطان سکندر لودی کے پاس پہونچکر طالب امداد ہوا۔ سلطان نے تمیں ہزار لشکر اس کے ساتھ کر دیا اس لشکر سے شکست کھا کر فتح شاہ فرار ہو گیا اور محمد شاہ بار چہارم بادشاہ بنا۔ ۱۵۱۸ء میں فتح شاہ نے پھر حملہ کی تیاری کی مگر نوشہرے میں آ کر مر گیا حضرت سید علی ہمدانی نے جو کلاہ سلطان قطب الدین کو عطا کی تھی فتح شاہ کے پاس تھی اسکی وصیت کے موافق اس کے کفن میں رکھدی گئی ۱۵۲۰ء میں فتح شاہ کا بیٹا سکندر جمعیت فراہم کر کے حملہ آور ہوا مگر شکست کھا کر پنجاب کو بھاگ گیا اسی سال بابر بادشاہ نے کشمیر پر لشکر بھیجا تھا مگر یہ مہم ناکام رہی۔ اس جنگ کے بعد کاجی چک نے جو محمد شاہ کے مخالفین ومعتوبین میں سے تھا، معافی چاہی، محمد شاہ معاف کر دیا۔

کاجی چک کے ساتھ سکندر بن فتح شاہ بھی تھا، محمد شاہ نے اسکو گرفتار کر کے قید کر دیا وہ قید ہی میں مر گیا۔ ۱۵۲۷ء کاجی چک نے غلبہ پا کر محمد شاہ کو قید کر دیا۔

سلطان ابراہیم

۱۵۱۷ء میں کاجی چک نے اپنے بہنوئی محمد شاہ کو معزول کر کے اس کے بیٹے ابراہیم کو تخت نشین کیا اور خود وزیر بن گیا۔ ابدال ملک اور چند امرا جو اس کی وزارت سے ناراض تھے، بابر بادشاہ کے پاس پہونچے، بابر نے ان کے ساتھ لشکر کر دیا اس دفعہ یہ بابری فوج کامیاب ہوئی یہ واقعہ ۱۸۲۸ء کا ہے اب ملک، ابدال ملک لوہر ماگرے، ریگی چک، علی رنیہ ان چار سرداروں نے تقسیم کر لیا، شاہی لشکر ہندوستان کو واپس چلا گیا۔ ان لوگوں نے ابراہیم معزول کر کے محمد شاہ کو کوہستان لد سے بلا کر برائے نام بادشاہ بنالیا۔ ابراہیم نے ایک سال گیارہ ماہ دس دن حکومت کی۔

محمد شاہ بار پنجم

۹۳۶ھ ہجری مطابق ۱۵۲۹ء میں محمد شاہ پانچویں مرتبہ بادشاہ بنایا گیا اور چاروں سرداروں نے شاہی اخراجات کے لئے کچھ رقم مقرر کر دی۔ ۱۵۳۱ء میں مرزا کامران بن بابر بادشاہ نے جو اس وقت حاکم پنجاب تھا۔ اپنے بھائی ہمایوں بادشاہ سے اجازت لیکر کشمیر پر فوج کشی کی، محرم بیگ شاہی لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اس نے نصف ملک فتح کر لیا اور مرزا کامران کو فتح نامہ لکھا۔ اس میں یہ تاریخ لکھی ؎

بحکم بادشاہ ہے کز حریمش بفہم آسان شود تفہیم فردوس
سفر کردم بسوئے ملک کشمیر کہ از خوبی دہد تعلیم فردوس
چو کردم فتح نیم او بتاریخ خرد گفتار کہ فتح نیم فردوس

پھر تمام سرداران کشمیر نے متفق ہو کر محرم بیگ پر حملہ کیا۔ آخر مجبور ہو کر صلح کر کے محرم بیگ واپس چلا گیا، امرأ کشمیر نے مرزا کامران کے لئے بہت سے تحائف دیئے۔ اب محمد شاہ کے لئے ایک جاگیر مخصوص کی گئی اور ملک پانچ سرداروں میں تقسیم ہوا۔ کاچی چک، ابدال ماگرے، لوہر ماگرے، ریگی چک، سید ابراہیم ۱۵۳۲ میں سلطان ابوسعید مرزا والی کاشغر نے حملہ کیا، اس لشکر کے سردار مرزا حیدر اور دایم علی بیگ تھے کشمیری سردار تمام بھاگ گئے، کاشغریوں نے تمام ملک روند ڈالا، آخر کشمیری پھر مجتمع ہو کر جنگ آزما ہوئے۔ اس جنگ کا خاتمہ صلح پر ہوا اور محمد شاہ نے اپنی لڑکی کا عقد سکندر خان پسر سلطان سعید خان سے کر دیا اس کے بعد دو ذوات الاذناب (دمدار ستارہ) نکلے پھر قحط پڑا۔ ۹۴۴ ہجری مطابق ۱۵۳۷ء میں محمد شاہ کا انتقال ہو گیا۔

سلطان شمس الدین

محمد شاہ کے بعد ۹۴۴ ہجری مطابق ۱۵۳۷ء میں اس کا بیٹا ابراہیم بلقب شمس الدین تخت نشین ہوا، ملک بدستور سرداروں کے قبضے میں تھا، یہ سرداروں کا وظیفہ خوار تھا۔ خانہ جنگیاں برابر جاری تھیں گیارہ مہینے بیس دن حکومت کر کے مر گیا۔

سلطان اسماعیل

۹۴۵ ہجری مطابق ۱۵۳۸ء میں شمس الدین بھائی اسماعیل تخت نشین کیا گیا۔ یہ کاچی چک کا داماد تھا۔ کاچی چک وزیر بنا، امرائیں خانہ جنگی ہوئی۔ آخر بہت سے جھگڑوں کے بعد ملک تین حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک حصہ سلطان کا، ایک حصہ کاچی چک کا، ایک حصہ سید ابراہیم کا کاچی نے بعض کو زبردستی شیعہ بنایا، ۱۵۳۹ء میں ایک سال پانچ ماہ پندرہ دن حکومت کر کے اسماعیل شاہ مر گیا۔

سلطان ابراہیم ثانی

۱۵۴۰ء میں اسماعیل کے بعد اُس کا لڑکا ابراہیم تخت نشین ہوا، کاچی چک کے مظالم سے تنگ آکر ملک ابدال ماگرے وریگی چک وغیرہ ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بمقام لاہور حاضر ہوئے اور کاچی چک کے مظالم و تعصب کی داستانیں سُنائیں، باشاہ اس وقت شیر شاہ سوری سے مصروف جنگ تھا اسلئے کچھ التفات نہ کیا لیکن مرزا حیدر (ہمایوں کا مصاحب سلطان ابو سعید والی کاشغر کا بھتیجا بابر بادشاہ کا خالہ زاد بھائی تھا، صاحب علم و اہل تصنیف تھا، تاریخ رشیدی اسکی تصنفی ہے) ہمایوں سے اجازت لیکر ان کے ساتھ کشمیر کو چلا، ہمایوں مرزا کے ساتھ ساڑھے چار سو آدمی کر دے (ہمایوں جب ایران سے مدد لیکر ہندوستان فتح کرنے کو آیا اور کابل پہونچا تو مرزا نے عرضداشت بھیجی اور کشمیر آنے کی دعوت دی، ہمایوں نے فتح ہندوستان کے خیال سے عذر

کر دیا۔ جب وہ فتوحات کرتا ہوا آیا تو کشمیر کا قصد کی، لیکن فوج نے بد دلی ظاہر کی۔اس لئے یہ ارادہ ملتوی رہا) کاچی چک نے راستوں کی حفاظت کے لئے فوجیں متعین کر دی تھیں چیرہ ہار کی طرف توجہ نہ کی، مرزا حیدر تمام راستے چھوڑ کر اسی طرف سے سری نگر داخل ہوگیا۔ اسی دوران میں سلطان ابراہیم کا انتقال ہوگیا، اسکے سرداران کاچی چک وسید ابراہیم کی ہمت ٹوٹ گئی، اور پنجاب کو بھاگ گئے، ابراہیم نے چار ماہ حکومت کی، مرزا حیدر قابض ہوگیا، اوراس نے ملک ابدال ماگرے اور ریگی چک کو بڑی بڑی جاگیریں دیں۔

نازُک شاہ

مرزا حیدر نے برائے نام ۹۴۷ھ مطابق ۱۵۴۰ء میں نازک شاہ پسر فتح شاہ کو تخت نشین کیا اور خود حکومت کرنے لگا ملک ابدال ماگرے مرگیا تو مرزا نے اس کے بیٹے حسین ماگرے کو منصب و جاگیر بحال کیا، مرزا کے بذل و احسان سے ہندو مسلمان سب مسرور و ممنون تھے (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم ص ۹۸) کاچی چک شیر شاہ سوری کے پاس پہونچا اور اپنی بھانجی محمد شاہ کی لڑکی اُس کے عقد میں دی اور مدد طلب کی، بادشاہ نے اس کو خانخانان خطاب دیا۔ اور حسین خان شیروانی اور عادل خان کی سرکردگی میں پانچ ہزار فوج اس کے ساتھ کر دی، مرزا نے اس کو شکست دی اس فتح کی تاریخ ملا یوسف خطیب نے (فتح مکرر) لکھی۔ کاچی چک دولت خان سید ابراہیم پونچھ کی طرف بھاگ گئے، ریگی چک نے خودسری اختیار کی، مرزا نے ۹۵۰ ہجری میں اس کی سرکوبی

کیلئے لشکر روانہ کیا۔ وہ بھاگ کر کاچی چک کے پاس چلا گیا، مرزا نے اس کی جاگیر پر قبضہ کرلیا۔ ۱۵۴۴ء مطابق ۹۵۱ ء میں ریگی چک کاچی کے ہمراہ ایک جمعیت فراہم کر کے کوہستان گلمرگ میں حملہ آور ہوا۔ مرزا نے ان کو شکست دی۔ ریگی چک اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے، غازی خان نے دونوں کا سر کاٹ کر مرزا کے سامنے پیش کیا، کاچی چک تھنہ پہونچکر بیمار ہو کر مر گیا۔ مرزا نے تبت، کشتوار، بھکلی، وانگلی وغیرہ فتح کئے اس کے عہد میں کشمیر نے خوب ترقی کی، صاحب مکمل تاریخ لکھتے ہیں اُس نے سلطنت کشمیر کو ترقی دی لوگوں کو صنعت وحرفت کی طرف مائل کیا، اور طرح طرح کے اسباب معیشت مہیا کر دئے، دور دور سے استادان کامل اور ہنر مندان بے بدل منگائے اور تازہ صنعتیں اور دستکاریاں ملک میں مروج کیں، حمام، قسم قسم کے طاق، دروازے، دریچہ، تکیہ دار، کاغذگری، پنجرے، بدروشالی خشک کرنے کے ظروف جن کو اہل کشمیر (تارہ للو) کہتے ہیں۔ پہلی مرتبہ ملک میں رائج کئے عالموں، فاضلوں، دانشمندوں اور ہنرمندوں کی قدر افزائی بھی لغایت درجہ کرتا اور ہمیشہ ان کی صحبت سے مستفید ہوتا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم ص ۹۹)

۹۵۴ھ میں والی کاشغر کی سفارت آئی۔ مرزا نے موضع لار میں اسکا استقبال کیا۔ ۹۵۵ھ میں راجوری فتح کیا، اور محمد نظر و ناصر علی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ پرگنہ پھکلی پُر مُلا عبداللہ کو اور تبت خورد پر ملا قاسم کو تبت کلان پر ملا حسن کو حاکم کیا۔ ۹۵۶ھ میں قلعہ دمیل پر متوجہ ہوا۔ آدم گھکر (گھکر شمالی پنجاب کے پہاڑی اضلاع میں ایک وحشی قوم تھی یہ قوم بارہویں صدی عیسوی

میں مسلمان ہوئی) نے آکر مرزا سے دولت چک برادر زادہ کاچی چک کی عفو تقصیرات کی سفارش کی، مرزا نے معافی دیدی اور دولت چک کو بلایا۔ وہ آیا لیکن اس کے حسب منشا اس کا اعزاز واکرام نہ ہوا اور وہ ناراض ہوکر چلا گیا اور غازی خان وجے چک و بہرام چک کو ساتھ لیکر ہیبت خان نیازی (ہیبت خان نیازی سلیم شاہ سوری سے شکست کھا راجوری میں بھاگ آیا تھا) کے پاس گئے اور اس کو مرزا سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کر کے لائے وہ بارہ مولہ تک آیا۔ اس کے دل پر مرزا کی ایسی ہیبت چھائی کہ اس نے جنگ کا ارادہ ترک کر کے ایک برہمن کو سفیر بنا کر مرزا کے پاس پیغام صلح بھیجا۔ مرزا نے صلح منظور کر لی۔ ہیبت خان واپس چلا گیا۔ اور موضع ہیر (علاقہ جموں) میں مقیم ہوا۔ ۹۵۷ھ و ۹۵۸ھ میں سلیم شاہ سوری اور مرزا کے درمیان سفارتوں اور تحایف کی آمدورفت رہی۔ خواجہ اوجہ بہرام پسر مسعود چک کو جس نے سات برس تک کامراج میں مسلسل جنگ وجدل برپا کر رکھی تھی مرزا کے ایک سردار میرک مرزا کے صلح کر کے دعوت کے بہانے سے بلا کر مار ڈالا، اور اس کا سر مرزا کے حضور میں پیش کیا، عیدی رینہ موجود تھا اس کو غصہ آیا اس نے کہا آپ لوگوں کے عہد و پیمان کا کچھ اعتبار نہیں، مرزا نے معذرت کی اور کہا کہ مجھ کو علم نہیں اس واقعہ سے اہل تشیع بہت برہم ہوئے پھر سنی شیعوں میں فساد ہوا۔ مرزا نے چند علماء شیعہ کو سزا دی۔ ان اسباب سے برہم ہوکر لوگ باہم سازش کرنے لگے سب نے متفق ہوکر نازک شاہ کو بھی بلا لیا۔ بظاہر سب مرزا کے مطیع رہے اور مرزا سے ظاہر کیا کہ محمد کوٹ میں آثار بغاوت ظاہر ہوتے

ہیں۔اس کا بندوبست ضروری ہے مرزا نے اپنے چچازاد بھائی مرزا اقرا بہادر کو ایک ہزار مغل اور ڈیڑھ ہزار کشمیری سپاہ دیکر روانہ کیا عیدی رینہ بھی قرا بہادر کے ساتھ ہولیا۔ جب یہ لشکر بارہ مولہ پہنچا کشمیری لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے قرا بہادر کو شک ہوا اس نے مرزا کو اطلاع دی اور اس مہم کے ملتوی کرنے کا مشورہ دیا مگر مرزا نے نہ مانا۔ حسین ناگری نے اپنے بھائی علی ناگری کو بھی مرزا کے پاس بھیج کر کشمیریوں کی سرگوشیوں سے مطلع کیا، اور التوائے مہم کا مشورہ دیا۔ مرزا نے اس پر التفات نہ کیا، اسی دوران میں اندرکوٹ میں آگ لگی، مغلوں کے مکانات جل گئے۔ مرزا اقرا بہادر کا مکان بھی جل گیا، قرا بہادر نے مرزا کو لکھا کہ اجازت ہو تو ہم لوگ اندرکوٹ آ کر اپنے مکانات درست کرلیں مہم اس سال ملتوی رہے۔ مرزا نے اجازت نہ دی۔ آخر مجبور ہو کر قرا بہادر محمد کوٹ پہونچا اور امرأ کشمیر کے مشورے ایک تنگ درے میں فروکش ہوا، کشمیریوں نے یہاں کے زمینداروں سے سازش کر کے ان مغلوں کی معاودت کا راستہ مسدود کرنے پر مامور کیا، اور خود کلال جبال پر چڑھ گئے دوسرے دن علی الصباح کشمیری لشکر پہاڑوں سے اُتر کر مغلوں پر حملہ آور ہوا۔ مغل نرغے میں پھنسے ہوئے تھے لیکن بڑی بہادری اور ثابت قدمی سے لڑے اور مجبور ہو کر پھربل کی طرف بھاگے، کشمیریوں نے تعاقب کیا مگر مرزا اقرا بہادر قلعہ میں محصور ہو گیا، اب کشمیریوں نے اس سے صلح و آشتی کی باتیں کر کے مطمئن کر دیا وہ کشمیری لشکر میں ایک دم آ گیا۔ سب اس پر ٹوٹ پڑے اور گرفتار کرلیا، باقی مغل قلعہ سے نکل کر گھکروں کے علاقہ کی طرف بھاگ گئے

قرا بہادر معہ اپنے ہمراہیوں کے عیدی رینہ کے سامنے دست و پابستہ پہونچایا گیا، اس نے قرا بہادر قطب علی، محمد نظر کو قید رکھنے کا حکم دیا، باقی ساٹھ آدمیوں نے ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دیا اس کے بعد عیدی رینہ نے سید ابراہیم غازی چک دولت چک کو بھی بلا لیا، اور سب جمع ہو کر حملہ کرنے کو چلے، جب یہ خبر مرزا کو پہونچی اسی وقت یہ متوحش خبریں پہونچیں کہ اہل تبت نے ملا قاسم کو مار ڈالا اور ملا باقی بھاگ آیا، ملا عبداللہ کو پھکلی والوں نے بغاوت کر کے نکال دیا اور وہ قتل ہو گیا، محمد نظر راجوری میں گرفتار کر لیا گیا۔ یوسف مرزا کو کشتوار والوں نے نکال دیا وہ راستے میں معہ ہمراہیوں نے مارا گیا، ان تمام حادثات کی خبریں ایک دم مرزا کے گوش زد ہوئیں مگر اس جوانمرد نے استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا اور کچھ آدمی اندرکوٹ اپنے محلات کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر خود ایک ہزار مغل لیکر باغیوں کی طرف متوجہ ہوا، مرزا زالہ نگر تک پہونچا تھا کہ فتح چک تین ہزار سوار لیکر اندرکوٹ پہونچ گیا اور خوب لوٹ مار کر کے مرزا کے محل کو آگ لگا دی اس کے جواب میں مرزا کے خاص آدمی صبر علی نے سلطان زین العابدین کے مکانات جو پرگنہ زینہ گیر میں تھے جلا دئے مرزا کو اس کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اس کو برا بھلا کہا وہاں سے چل کر باغیوں کی قرارگاہ خانپور کے قریب موضع واہتورہ میں جا پہونچا، دشمن ٹڈی دل تھے اس لئے مرزا نے شب خون کا ارادہ کیا۔ ۸/ ذیقعد ۹۵۷ھ مطابق ۱۵۵۰ء کو رات کے وقت مرزا آٹھ سو سوار لیکر نکلا دشمنوں کی کثرت سے مغل خوفزدہ ہو گئے تھے۔ اس لئے مرزا کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے جب قلعہ کے دروازے پر پہونچا تو آٹھ سو میں

سے صرف آدمی رہ گئے تھے لیکن مرزا بے خوف وہراس قلعہ میں داخل ہوگیا اندر پہنچکر دیکھا تو صرف آٹھ آدمی ساتھ تھے اس پر بھی اس بہادر نے منہ نہ موڑا اور دشمن پر جاپڑا۔ چوالیس آدمیوں کو بدست قتل کیا، اتفاقاً مرزا کو کاقوچی نامی جو دشمنوں پر تیر برسا رہا تھا اس کا ایک تیر مرزا ہی کے آلگا۔ مرزا جانبر نہ ہوسکا کاچی چک کے بیٹوں نے چاہا کہ مرزا کی لاش کو پامال کریں مگر سید محمد پسر ابدال ماگرے (نازک شاہ کا بہنوئی) ونازک شاہ ودیگر اہل سنتہ والجماعۃ مزاحم ہوئے اس لئے چک اس حرکت سے باز رہے، مرزا کے عیال واطفال اندرکوٹ میں تھے چکوں نے چاہا کہ ان کو برباد کریں مگر مرزا کی زوجہ خانمی نام نے تین دن تک مردانہ وار مقابلہ کیا۔ چوتھے دن محمد رومی نے توپوں میں تانبے کے پیسوں کے گراب ڈال کر مارے اس سے مغلوں کے بہت بہادر کام آئے پھر احمد ماگرے (سید محمد کا رشتہ دار تھا) وامیر خان نے باہم صلح کرادی کشمیریوں نے عہد نامہ لکھدیا کہ ہم مغلوں کو نقصان نہ پہونچائیں گے۔ مرزا کے اہل و عیال اندرکوٹ سے سرینگر آجائیں اور وہاں سے اپنے وطن کاشغر کو چلے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مرزا نے دس سال حکومت کی اس کی قبر سری نگر میں مرزا السلاطین میں ہے یہ قبر شکستہ تھی، ولیم مورکرافٹ نے اس کی مرمت کراکر اس پر کتبہ لگایا۔ اس میں مرزا کا نسب نامہ وحالات کندہ ہیں قطعہ تاریخ یہ ہے

شہ گورگان میرزا حیدر آخر ۔۔۔ بہ ملک شہادت زدہ کوس شاہی
قضائے الٰہی چنیں بود وتاریخ ۔۔۔ شدہ بہر وصلش قضائے الٰہی

مرزا کے بعد نازک شاہ بدستور بادشاہ رہا، عیدی رینہ وزیر اعظم بنا، اعظم

ہمایوں عرف ہیبت خان وسعید خان وشہباز خان افغانان نیازی تسخیر کشمیر کے لئے آئے۔ پرگنہ بانہال میں پہونچ کر کوہ لون میں داخل ہو گئے سرداراں کشمیر نے متفق ہوکر مقابلہ کیا، سخت خونریز جنگ ہوئی اس جنگ میں بی بی رابعہ قتل ہوئے زوجہ ہیبت خان نے خوب داد شجاعت دی آخر تمام افغان معہ بی بی رابعہ قتل ہوئے کشمیری مظفر ومنصور ہوئے انہوں نے ان سب کے سر کاٹ کر یعقوب خان کے ساتھ سلیم شاہ سوری کے پاس بھیجدیئے اس کے بعد امرائے کشمیر میں خانہ جنگی ہوئی عیدی رینہ شکست کھا بھاگا۔ آخر بیمار ہوکر سری نگر میں مرگیا۔ یہ کل دس مہینے وزیر رہا۔ اب دولت چک نے وزارت پر قبضہ کرلیا اور نازک شاہ کو ۱۵۵۱ء میں معزول کر کے ملک سے نکال دیا، نازک دس سال آٹھ ماہ دس روز برائے نام بادشاہ رہا۔

اسماعیل ثانی

نازک شاہ کو معزول کر کے ۱۵۵۱ء میں اسماعیل بن ابراہیم اول بن محمد شاہ تخت نشین کیا گیا دولت چک وزیر رہا۔ اس نے اہل سنت والجماعۃ پر تشدد کیا۔ ۱۵۵۳ء میں سخت زلزلہ آیا، دولت چک نے ایک محلہ آباد کیا، اس میں خوبصورت محلات تعمیر کرائے اس کا نام حسن آباد رکھا دولت چک اور غازی چک میں اکثر جنگ رہتی تھی ایک مرتبہ غازی چک نے اس کے تمام آدمی گرفتار کرلئے دولت چک کوہستان بھاگ کو بھاگ گیا۔ ایک چوبان نے اس کو گرفتار کر کے غازی چک کے پاس بھیجدیا یہاں وہ قید کیا گیا، غازی چک نے اسماعیل کو بھی معزول کردیا یہ تین سال بادشاہ رہا۔

حبیب شاہ

۹۶۰ ھ میں غازی چک نے اپنے بھانجے حبیب بن اسماعیل شاہ اول کو اسماعیل ثانی کے بعد تخت نشین کیا اور خود وزیر، کچھ دنوں کے بعد اس کو خود بادشاہ بننے کا شوق ہوا ایک دن سر دربار غازی چک کے بھائی علی چک نے حبیب شاہ کے سر پر سے تاج اُتار کر غازی چک کے سر پر رکھدیا ہر طرف سے مبارک سلامت ہونے لگی حبیب شاہ قید کر دیا گیا، یہ گیارہ ماہ ۱۹ دن بادشاہ رہا

خاندان چک

چک ایک قوم کا نام ہے ۱۳۰۷ء میں لنگر چک نام ایک شخص واردستان سے آکر موضع تربھ گام میں سکونت پذیر اور گردونواح میں اقتدار حاصل کیا، اس کے بعد ایک اور خاندان گلگت سے جو ہست چک کا خاندان کہلاتا تھا۔ آکر موضع کو یہ دار میں مقیم ہوا جب سلطان زین العابدین نے جھیل ولر کے مغربی کنارے کے ویران علاقے کو آباد کر کے زینہ گیر نام رکھا یہ مقام موضع تریہہ گام سے قریب تھا جو لنگر چک کا جائے سکونت تھا۔ سلطان نے اپنی لئے باغ و محل تعمیر کرایا، تو لنگر چک کے بیٹے پانڈو چک نے اس خیال سے کہ بادشاہ یہاں رہے گا تو میرا عزت واقتدار قائم نہ رہے گا، سلطان کی غیبت میں شاہی محل کو آگ لگا دی سلطان کو جب اطلاع ہوئی تو اس نے موضع تریہہ گام پر حملہ کیا پانڈو چک دارو کو بھاگ گیا سلطان نے دوبارہ ان عمارات کو درست کرایا، پانڈو چک موقع پا کر آیا اور پھر آگ لگا کر بھاگ گیا، اب سلطان نے دارو پر

چڑھائی کی وہاں کے لوگوں نے جنگ کی بربادی سے بچنے کے لئے پانڈو چک کو گرفتار کر کے سلطان کے حوالے کر دیا سلطان نے اس کے اس قدر بید لگوائے کہ مر گیا، اس کے ساتھ جو آدمی تھے وہ بھی قتل کئے گئے۔ مقتولین کی عورتوں کو موضع بیرل پرگنہ اوتر میں بھجوا دیا جب اُن کے بچے جوان ہو گئے تو انہوں نے قبیلہ، نیا ٹک سے جو اس نواح میں با اقتدار تھا رشتہ داری کا سلسلہ قائم کر لیا اور پھر تریہہ گام میں آ کر رہنے لگے، پانڈو چک کا بیٹا حسین چک جو باپ کے بعد پیدا ہوا تھا ترقی کرتے کرتے دربار میں پہونچ گیا پھر اس خاندان کے افراد ترقی پاتے پاتے مصاحبت و وزارت کے مرتبہ کو پہنچے اور بادشاہوں کو بیٹیاں بیاہ کر سلطنت کے رشتہ دار بن گئے، اول یہ سب لوگ اہل سنت والجماعۃ تھے پھر ان میں سے کچھ آدمی شمس عراقی کے مرید ہو کر شیعہ ہو گئے، آخر حسین چک کا پوتا غازی خان ۹۶۱ھ مطابق ۱۵۵۴ء میں حبیب شاہ کو معزول کر کے تخت نشین ہو گیا۔

غازی شاہ

غازی چک پسر کاچی چک اپنے ہمشیر زاد حبیب شاہ کو ۹۶۱ھ مطابق ۱۵۵۴ء میں معزول کر کے بادشاہ بنا، یہ عادل منتظم اور دلیر تھا، مؤلف گلدستہ کشمیر نے ص ۱۲۸ پر اس کے عدل و انصاف کی تعریف کی ہے جو علاقے سلطنت کشمیر سے علیحدہ ہو گئے تھے ان کو مطیع کیا، کشتوار، تبت، گلگت، اسلردو، وانگلی، پھکلی وغیرہ سب فتح کئے، پھر کھلو کے ملک پر فوج کشی کی خفیف جنگ

کے بعد کمال خان گھکڑ نے اپنی لڑکی غازی خان سے بیاہ دی۔ اس کے دل میں آخر عمر میں مذہبی تعصب پید ہوگیا تھا اس نے سُنیوں پر شیعہ بننے کے لئے جبر کیا۔ اس پر لوگ اس سے بددل ہوگئے، اور اس کے قتل کے درپے ہوگئے، اول یوسف چک وغیرہ نے بغاوت کی پھر بہرام چک فتح چک وغیرہ نے بغاوت کی، مگر سب نے شکست پائی ۱۵۶۰ء میں شمس رینہ پھر عیدی رینہ معہ اور چند امرأ کے ہمایوں بادشاہ کے پاس فریاد لیکر گئے لیکن ان کے پہونچنے سے تھوڑے ہی دنوں بعد ہمایوں کا انتقال ہوگیا۔ اور یہ معاملہ ناتمام رہ گیا، آخر ان لوگوں نے شاہ ابوالمعالی کی طرف (ابوالمعالی ہمایوں کا منہ چڑھا تھا یہ تمام امرأ کے ساتھ بُرا سلوک کرتا تھا اس سے تمام امرأ ڈرتے تھے ہمایوں کی آنکھ بند ہوتے ہی بیرم خان وغیرہ نے اس کو قید کر کے قتل کرنا چاہا مگر اکبر بادشاہ نے پہلی پہلی خون میں ہاتھ رنگنے پسند نہ کئے اسکو قید کردیا، قید سے بھاگ کر گھکڑوں کے علاقہ میں جا پہونچا۔ گھکروں نے اس کو پھانس لیا۔ یہ امرائے کشمیر سے رعایائے کشمیر کی بددلی کا حال سُن ہی چکا تھا، اس کے دل میں اُمید پیدا ہوئی اور کمال خان گھکر سے ساز باز کر کے وہاں سے اس طرح بھاگا کہ پاؤں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور اپنے نوکر یوسف کے کندھوں پر سوار تھا) رجوع کیا، ابوالمعالی راجوری پہونچا، شمس رینہ لوہر ماگری دولت چک اس سے آملے، غازی چک کو جب خبر ملی بہت گھبرایا، مگر مقابلہ کرنا پڑا سخت جنگ ہوئی، ابولمعالی شکست کھا کر ہندوستان کی طرف بھاگ گیا، شمس رینہ مع ایک ہزار سات سو آدمیوں کے گرفتار ہوا۔ غازی خان نے ان سب کو قتل کرادیا۔

دوسرے سال شمس رینہ کے بھائی محمد رینہ نے جمعیت فراہم کر کے بھائی کے انتقام میں حملہ کیا مگر شکست کھائی، آخر میں غازی چک مرض جذام میں مبتلا ہوا امرا اُس سے نفرت کرنے لگے، اور اس کے بھائی حسین خان کی طرف رجوع ہوئے، غازی خان نے مجبور ہو کر تخت و تاج بھائی کے حوالہ کیا، آٹھ سال دس ماہ اکیس دن حکومت کی۔

حسین شاہ

۹۷۱ھ بمطابق ۱۵۶۳ء میں غازی خان نے اپنے بھائی حسین شاہ کو تخت نشین کیا، پھر اپنے کئے پر پچھتایا اور اس کے معزول کرنے کی فکر میں ہوا، جنگ کی تیاری ہونے لگی مگر اہل شہر نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی، غازی شاہ کو خانہ نشینی پر مجبور ہونا پڑا، بہادر خان وغیرہ نے بلوے کئے بادشاہ نے اُن کو گرفتار کر کے سزائیں دیں، مبارز خان بادشاہ کے قتل کی فکر میں ہوا، بادشاہ کو خبر ہوگئی بادشاہ نے اس کے ہاتھ کٹوادئے۔ ۹۷۵ھ مطابق ۱۵۶۷ء میں حسین شاہ کا بھائی شنکر چک ناراض ہوکر کوہستان نوشہرہ کی طرف چلا گیا، اور خود مختارانہ حکومت کرنے لگا، وہاں کی رعایا اس کے ظلم وستم سے تنگ آکر حسین شاہ کے پاس فریادی ہوئی، بادشاہ نے ان سے مدد دینے کا وعدہ کیا شنکر چک کو جب معلوم ہوا تو وہ لشکر آراستہ کر کے آمادہ پیکار ہوا، بمقام پونچھ جنگ ہوئی شنکر چک زخمی ہوکر بھاگ گیا، اسی سال اکبر بادشاہ نے مرزا مقیم کو سفیر بنا کر بھیجا، مرزا مقیم ایک متعصب شیعہ تھا اس کے ہمراہی بھی شیعہ تھے، قاضی سید حبیب اللہ خطیب جامع مسجد بعد نماز جمعہ قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لئے

جاتے تھے ایک شیعہ یوسف نام نے ان پر تلوار کا وار کیا، قاضی زخمی ہوا، کئی زخم آئے، انگلیاں کٹ گئیں، قاضی کا داماد مولانا کمال آپہونچا، یوسف بھاگا، علی کوکہ اور دنی کوکہ نے اس سے گرفتار کرلیا، حسین شاہ اگرچہ متعصب شیعہ تھا مگر مقدمات میں اکثر انصاف سے کام لیتا تھا۔ حسین شاہ نے اہل سنت سے دریافت کیا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے مولانا شمس الدین الماس اور ملا بھیجی گنائی خلف ملا نونی کنائی المعروف بہ ملا فیروز نے کہا کہ سیاست کے لئے ایسے شخص کا قتل جائز ہے قاضی کو خبر ہوئی تو اس نے کہلا بھیجا کہ میں زندہ ہوں زخمی ہوا ہوں اس کو قتل نہ کیا جائے حسین شاہ نے یوسف کو قتل کرا دیا، مرزا مقیم کو جب خبر ہوئی تو اس نے حسین شاہ سے کہلا بھیجدیا کہ جن مفتیوں نے قتل کا فتویٰ دیا ہے انکو میرے پاس بھیجدو حسین شاہ نے دونوں کو بھیجدیا، مرزا نے مفتیوں سے پوچھا تم نے قتل کا فتویٰ کیوں دیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے قتل کا فتویٰ علی الاطلاق نہیں دیا بادشاہ نے ہم سے زبانی دریافت کیا ہم نے کہا سیاست کیلئے ایسے شخص کا قتل روا ہے، مرزا نے حکم دیا کہ ان مفتیوں کو قتل کردیا جائے۔ وہ قتل کئے گئے اور ان کی لاشوں کے پیر میں رسی باندھ کر تمام شہر میں گھسیٹا گیا۔ صرف ایک شخص کے زخمی کرنے پر قتل کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا، جیسا کہ خود قاضی حبیب اللہ نے کہا مگر دونوں مفتی بھی بڑے عالم تھے وہ ایسا غلط فتویٰ نہیں دے سکتے تھے ضرور اس کے ساتھ کچھ اسباب اور بھی ہونگے جن کو غیر ضروری سمجھ کر مورخین نے نقل نہیں کیا اور اُنہیں اسباب کی بنا پر ان علما نے قتل کا حکم لگایا ہوگا، ان مفتیوں کا جو قول نقل کیا ہے کہ سیاست کے لئے ایسے شخص کا قتل روا ہے یہ

فقرہ اس طرف رہبری کرتا ہے کہ اور وجوہ بھی تھے۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے اس قدر اور لکھا ہے کہ مرزا مقیم کے سوال کرنے پر مفتیوں نے براہین عقلی و نقلی پیش کیے۔ ان تمام اقوال پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حملہ کی تہ میں کوئی خفیہ سازش وغیرہ ہوگی) حضرت مولانا یعقوب صرفی نے تاریخ لکھی ۔ گفت شداز بہر دین ملا شہید دوسری تاریخ ''دو خون شد'' ہے جب مرزا مقیم واپس ہونے لگا تو حسین شاہ نے شہنشاہ اکبر کی اطاعت قبول کی اور نذر و تحائف کے ساتھ اپنی لڑکی بھیجی ادھر سے حاجی گنائی معہ چند علماء اہل سنت اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور تمام واقعہ بیان کیا اکبر سخت برافروختہ ہوا اور مرزا مقیم وغیرہ کو قتل کرادیا، حسین شاہ کے تحائف اور اسکی لڑکی کو واپس کردیا، حسین شاہ اس ندامت وصدمہ سے بیمار ہوگیا، اعیان دولت نے سازشیں شروع کیں اکثر امرا حسین شاہ کے بھائی علی چک کے گرد جمع ہوگئے اُس نے جمعیت فراہم کرلی جب حسین شاہ کو خبر ہوئی تو اس نے مصلحت اس میں دیکھی کہ تاج شاہی علی خان کے پاس بھیجدیا، علی خان بھائی کی عیادت کو آیا۔ دونوں بھائی بغلگیر ہوکر خوب روئے۔ حسین شاہ زین پورہ میں رہنے لگا ۱۵۷۲ء میں مرگیا۔ چھ سال ۹ ماہ تیرہ دن حکومت کی، حسین شاہ عادل و باذل وشجاع تھا اس میں اس صرف یہ عیب تھا کہ متعصب تھا اور ترویج مذہب شیعہ کے لئے جبر سے کام لیتا تھا، صاحب طبع موزوں تھا، یہ شعر اس کی یادگار ہے۔

حمائل کردہ تیغ و بستہ خنجر یار می آید

دلا برخیز و کارے کن کہ جان در کار می آید

علی شاہ

۹۷۸ھ میں اپنے بھائی حسین شاہ کو معزول کر کے تخت نشین ہوا یہ مدبر منتظم بہادر اور سخی تھا، نازک شاہ کے بیٹے حیدر خان و سلیم خان جمعیت فراہم کر کے چڑھ آئے مگر شکست کھائی۔ راجہ بہادر سنگھ کشتوار نے خراج بند کر لیا، علی شاہ نے لشکر بھیجا راجہ مغلوب ہوا سال آیندہ سے خراج بھیجنے کا وعدہ کیا اور اپنی بہن شنکر دیوی علی شاہ کے پوتے یعقوب کی نذر کی۔ دوبارہ پھر راجہ نے سرکشی کی بادشاہ نے پھر لشکر بھیجا اس دفعہ راجہ نے اپنے بھائی نرائن سنگھ کو عفو تقصیرات کے لئے بھیجا اور اپنی لڑکی جو بعد میں فتح خاتون مشہور ہوئی بھیجدی۔ اسی سال اکبر بادشاہ نے مولانا عشقی و قاضی صدر الدین کو سفیر بنا کر بھیجا اور علی شاہ نے سے شہزادہ سلیم (جہانگیر) کے لئے دختر طلب کی، علی شاہ نے اپنی بھتیجی بھیجدی اور اطاعت کا وعدہ کیا۔ اکبر کا خطبہ وسکہ جاری ہو گیا۔ نوروز چک کے بیٹے علی چک نے دومرتبہ بغاوت کر کے شکست کھائی۔ ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء میں قحط عظیم پڑا بادشاہ نے رعایا کی خوب امداد کی، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے علی شاہ نے اپنے بھرے خزانے اس کے واسطے غلہ بہم پہونچانے میں خالی کر دیئے (ص ۱۳۰) یہ قحط تین سال تک رہا، آخر زمانہ میں علی شاہ اور اس کے بیٹے یوسف میں رنجش ہو گئی، طرفین آمادۂ پیکار ہو گئے تھے، لیکن سید مبارک وزیر نے دونوں میں صلح کرادی، مرنے سے ایک سال قبل علی شاہ نے مذہب اہل سنت اختیار کیا، اور جامع مسجد میں آکر علما کے سامنے توبہ کی، علی شاہ کے ابتدائی زمانہ میں ایک شخص عارف شاہ نام جو مذہباً شیعہ تھا مگر بلباس فقر و تصوف پھرتا تھا، اور

اپنے آپ کو شاہ ایران طہاسپ صفوی کی نسل سے بتلاتا تھا، حسین قلی خان ترکمان صوبہ پنجاب کے پاس ٹھہرا، جب وہاں کچھ دال گلتی نہ دیکھی تو یہ سنکر کہ کشمیر کا بادشاہ شیعہ ہے کشمیر آیا، بعض امرا اور بادشاہ اس کے معتقد ہو گئے وہ اپنے آپ کو مہدی آخرالزمان کہتا تھا۔ اس کے مرید اُس کو سجدہ کرتے تھے بادشاہ نے ازراہ عقیدت اپنی لڑکی اس کے عقد میں دیدی۔ کچھ دنوں کے بعد شاہ صاحب نے حصول سلطنت کے لئے خفیہ جدو جہد شروع کی، نوروز چک وغیرہ موافق ہو گئے علی شاہ کو خبر ہو گئی، اس نے شاہ صاحب کو گرفتار کرا لیا، شاہ صاحب نے وعدہ کیا میں یہاں سے چلا جاؤں گا مجھے چھوڑ دو، علی شاہ نے چھوڑ دیا مگر شاہ صاحب بارہمولہ پہونچکر چھپ رہے بادشاہ کو خبر ہوئی اس نے پھر گرفتار کرا لیا۔ لیکن یہ پھر حوالات سے کسی طرح نکل بھاگے۔ اور کوہ سلیمان میں چھپے، مگر وہاں سے بھی پکڑے آئے اس دفعہ علی شاہ نے ایک اشرفی مہر لیکر اپنی لڑکی کو طلاق دلائی اور تبت کی طرف نکال دیا۔ والی تبت علی رائے بھی شیعہ تھا وہ بھی انکا معتقد ہو گیا، اور اپنی لڑکی بیاہ دی کچھ دنوں عارف شاہ نے آرام سے بسر کی پھر ان کو اکبر بادشاہ نے طلب کیا یہ روانہ ہوئے مگر آگرہ پہونچکر مر گئے، علی شاہ ۸ سال ۸ ماہ ۲۱ دن حکومت کر کے مر گیا۔

یوسف شاہ

۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۹ء میں علی شاہ کے مرنے پر اس کے دفن سے پہلے اس کے بھائی ابدال خان نے جمعیت فراہم کر کے تخت پر قبضہ کرنا چاہا۔ سید مبارک وزیر نے مقابلہ کیا، ابدال خان قتل ہوا اور بھائی سے پہلے اپنے

آبائی قبرستان میں دفن ہوگیا۔ علی شاہ کے دفن کے بعد اس کا بیٹا یوسف تخت نشین ہوا۔ اس نے عیش وعشرت کا بازار گرم کردیا۔ امور مملکت سے غافل ہوگیا، یہ شاعر بھی تھا یہ شعر اسی کا ہے۔

دل پر درد من جانان بسان غنچہ پر خون است

چہ بیرحمی نہ پرسیدی کہ احوال دلت چون است

قوالوں مطربوں کی صحبت میں رہتا تھا انہیں کا کہنا چلتا تھا، یہ دیکھکر سید مبارک وزیر اپنے عہدے سے دستکش ہوکر خانہ نشین ہوگیا، محمد بٹ وزیر بنا اس نے اراکین سلطنت کے ساتھ بدسلوکی شروع کی اس لئے لوہر چک ولد نوروز چک ابدال بٹ نے بغاوت کی اور سید مبارک اور سید مبارک سے طالب امداد ہوئے مگر نمک حلال سید نے سمجھا بجھا کر انہیں آمادۂ صلح کرلیا، اور بادشاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اپنا رویہ درست کرلیں اور امرأ کے مطالبات پورے کردیں۔ بادشاہ کے مشیروں نے بادشاہ کو صلح پر مائل نہ ہونے دیا اور سید مبارک کے پاس حکم بجھوا دیا کہ باغیوں کو گرفتار کر کے حاضر دربار کرو ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ اب بیچارہ سید کیا کرتا۔ اگلے دن جب باغی حاضر نہ ہوئے تو شاہی فوج سید مبارک پر حملہ کرنے کے لئے بھیجی گئی، مرتا کیا نہ کرتا سید بھی اپنی جمعیت لیکر مقابلہ پر آگیا، شاہی فوج کچھ قتل ہوئی کچھ بھاگ نکلی کچھ سید سے مل گئی اب بادشاہ نے صلح کا پیغام بھیجا۔ سید نے جواب دیا کہ میں نے ہر طرح خوشامد ونصیحت کی آپ نے کچھ نہ سُنا اب صلح نہیں ہوسکتی، آپ تشریف لے جائے جب آپ کا دماغ درست ہوجائے گا آپ کو بلا کر تخت نشین کردیا جائیگا

یوسف نے تاج سید کے پاس بھیجدیا اور خود کوہستان کی طرف چلا گیا، ایک سال ایک ماہ ۱۹ دن حکومت کی، مؤلف گلدستہ کشمیر نے یوسف شاہ کے متعلق لکھا ہے اگر چہ داد ودہش کرتا لیکن بسبب شغل رقص وسرود وصحبت مطربان طرب افزا وگلگشت وآب وہوائے گلزار دلکشا احوال سپاہ ورعیت کی پرداخت سے غافل رہا۔ (ص۱۳۲)

سید مبارک خان بیہقی

۹۸۸ھ میں یوسف شاہ معزول ہوا، کئی دن تک تخت سلطنت خالی رہا پھر تمام امرأ نے متفق ہوکر سید مبارک کو تاج پیش کیا، سید نے انکار کیا مگر امرأ کے اصرار سے مجبور ہوکر تاج شاہی سامنے رکھ کر کہنے لگا، اے نفس شوم جاہ وحشمت دنیا را ہیچ اعتبار نیست بحصول این مرتبہ موجب عجب ومکر نسازی کہ در حقیقت ازاں تو چیست ؎

جہان وکار جہان جملہ ہیچ در ہیچ است ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق

یہ کہکر مسند شاہی پر آبیٹھا، تاج توڑ پھوڑ مساکین وفقرا کو تقسیم کردیا، معمولی لباس میں کاروبار سلطنت انجام دیتا، عدل وانصاف سے کام لیتا، جو رسم و رواج ومظالم جاری تھے ان کو مسدود کیا۔ چک خاندان کے لوگ رعایا پر بے جا حکومت کے عادی تھے اس کا انسداد کیا، اس پر چک بگڑ گئے اور یوسف شاہ کو بلا کر بھیجا، مبارک شاہ حکومت سے بیزار تھا ہی اس نے ایک خط یوسف شاہ کے پاس بھیجا اس مضمون یہ تھا ؎

شہا فقر وغنا از ما، وملک وغرو جاہ از تو

کہ دنیارا وفائے نیست خواہ از ماو خواہ از تو

دنیا ناپائدار است وایام دنیا غدار اگر دیدار یک دیگر حاصل شود موجب صلاح و فلاح جانبین است۔ یوسف شاہ بھی صلح چاہتا تھا وہ سید کے پاس آنے کو تیار ہوا۔ مگر اس کے مشیروں نے روکا کہ سید فریب کرتا ہے اور یہ جواب لکھ کر روانہ کیا

کہ خان راندانیم ازین گفتگو — چہ باشد غرض باشد صلح جو

بما از ضرورت صفامی کند — نہ از مہر بل از دغامی کند

بہ بیند اگر سیف مارا بخواب — شود زہرہ اش آب از اضطراب

اس جواب کو پڑھکر سید کمر ہمت باندھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ میدان جنگ میں آکر وہ ہاتھ دکھائے کہ اچھے اچھے سورماؤں کے چھکے چھوٹ گئے، کشتوں کے پشتے لگے گئے، یوسف شاہ بھاگ نکلا سید کے سپاہیوں نے تعاقب کرنا چاہا مگر سید نے منع کیا مگر علی چک پسر نوروز چک نے جو اس جنگ میں شریک نہ تھا کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ آکر لوگوں کو پھر اُبھارا اور یوسف شاہ کے پاس تسلی و تشفی کا پیغام بھیجا۔ اور بہت سے لوگوں سے ساز باز کر کے بغاوت کرادی، سید بغاوت فرو کرنے پر آمادہ ہوا مگر ابدال بٹ نے حیلہ حوالہ کر کے سید کو تخت سے دست بردار کرادیا اور سب نے مل کر لوہر چک ولد شنکر چک کو بادشاہ بنالیا اور یوسف شاہ کو کہلا بھیجا کہ آپ تشریف نہ لادیں سید نے ۶ ماہ ۲ روز حکومت کی۔

لوہر شاہ

سید مبارک کی دست برداری کے بعد لوہر چک پسر شنکر چک یوسف شاہ

کا چچازاد بھائی ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء میں تخت نشین کیا گیا، ابدال بٹ وزیر بنا۔ لوہر شاہ برائے نام بادشاہ تھا، وزیر کا اختیار اقتدار تھا، بادشاہ اور وزیر دونوں عادل ومنصف تھے، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے داد گستری ورعیت پروری سے ہر کسی کے ساتھ سلوک کیا (ص ۱۳۱) ان کے عدل وانصاف سے ملک سرسبز وشاداب اور رعایا مرفہ الحال ہوگئی یوسف شاہ مایوس ہوکر آگرہ اکبر بادشاہ کے پاس گیا اکبر نے اس کی مدارات کی اور گیارہ مہینے کے بعد اس کے ساتھ راجہ مان سنگھ اور مرزا یوسف کو لشکر کثیر کے ساتھ تسخیر کشمیر نے روانہ کیا یوسف شاہ نے چلتے وقت دیوان حافظ میں فال کھولی ؎

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعان غم مخور

جب یہ لشکر لاہور پہونچا تو یوسف کا وزیر محمد بٹ ایک ہزار فوج لیکر یوسف شاہ سے آملا، اب یوسف شاہ سمجھا اب یوسف شاہ سمجھا کہ اکبر امداد دینے کی حکمت عملی سے کشمیر پر خود قابض ہونا چاہتا ہے اسلئے اُس نے اپنے وزیر کے مشورے سے راجہ مان سنگھ سے کہا کہ میں آگے جاکر حالات کا اندازہ کرلوں۔ راجہ نے اجازت تو دیدی لیکن وہ اس کے دل کی بات کو تاڑ گیا اور اکبر کو لکھ بھیجا۔ اکبر بہت برہم ہوا۔ یوسف شاہ نے اجازت تو لیلی مگر خرچ نہ تھا۔ اس لئے لاہور کے تاجروں سے کچھ روپیہ قرض لیکر روانہ ہوا اور اپنی جمعیت کو بڑھاتا ہوا آگے بڑھا یہاں تک کہ اس کے پاس چار ہزار سپاہ ہوگئی اب اس نے امرائے کشمیر کو خطوط روانہ کئے کہ میں اکبر بادشاہ سے مدد لیکر آرہا ہوں بہتر ہے کہ تم اطاعت کرلو ورنہ تکلیف پاؤ گے، لیکن کسی نے اس تحریر التفات نہ کیا، لوہر شاہ اور ابدال بٹ

نے بھی فوجیں آراستہ کیں اور راستے مسدود کردئے نوشہرہ پر دوں ولشکروں میں جنگ ہوئی لوہرشاہ کی فوج یوسف شاہ سے مل گئی اور ارا کین سلطنت اور راجہ راجوری بھی ہمساز ہو گئے۔اس لئے یوسف شاہ بڑھتا چلا گیا، سوپور میں لوہرشاہ ابدال بٹ دونوں فوجیں لئے ہوئے موجود تھے، دریائے جہلم دونوں لشکروں کے درمیان حائل تھا۔اس لئے تیر وتفنگ سے جنگ ہوئی، ابدال بٹ نے یہ چال چلی کہ یوسف شاہ کو خط لکھا کہ آپ کے اُمرا لوہرشاہ سے مل گئے ہیں، اگر آپ اپنی خیر چاہتے ہیں تو پونچھ کی طرف تشریف لے جائے یوسف شاہ نے اس کے جواب میں یہ منظوم خط لکھا ؎

چہ میگوئی اے گرگ ابدال رنگ — تبر سانی از آب دریا نہنگ
تو بودی کشا ورزآبائے تن — کشا ورز راکے سزد جائے من
بشمشیر وترکش ترانیست کار — کشاورز رابادلیری چہ کار
پئے حرب من لشکر آراستی — شب خون کنان سوئے من تاختی
خداوند ملکم بہ پیوند خویش — مشو حامی اندر خداوند خویش
تو گر ہوشیاری نہ من بے خودم — ہماں ہو شیارم ہمان بخردم
تو کہ برگ ساکن کنی بادرا — ہراسانی از صید فولاد را
کسے کو زند برمن ابر گرہ — کفن بہ کہ پوشد بجائے زرہ
غضنفر بصد فربرآورد سر — حذر کن زروباہ بازی گذر
زکہ دان خود سر برافراختی — بمید ان مردان فرس تاختی
تواز مکر خود سید بادشاہ — درانداختی ہمچو رستم بچاہ

بدان تا بہم برزنی جائے من ستانی زمن ملک آبائے من
نژادہ منم دیگران زیر دست بہ پور علی شہ کہ آرد شکست
تو ازمن چہ نرم آئنے دیدئی کہ فولاد خود را پسندیدئی
در انداز ہ من غلط بودئی کہ بازوئے جنگم نہ پیمودئی
من انگہ عنان باز پیچم زراہ کہ یاسر دہم یاستانم کلاہ
ترا آنچہ بالست گفتم کلام تودانی دگر بعد ازین والسلام

ابدال بٹ یہ خط دیکھکر مایوس ہوگیا یوسف شاہ موضع دلنہ کے قریب جہان دریا پایاب تھا پار ہوکر سری نگر کو روانہ ہوا، ابدال بٹ سدراہ ہوا مگر مارا گیا، لوہر شاہ میدان جنگ میں تاج پہن کر بھاگ گیا، یوسف شاہ مظفر ومنصور شہر میں داخل ہوا، لوہر شاہ نے ایک سال ۱۹ دن حکومت کی۔

یوسف شاہ بار دوم

۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء میں یوسف شاہ دوبارہ تخت نشین ہوا اپنے مخالفوں کا قلع قمع کرنا شروع کیا، لوہر شاہ سری نگر میں چھپا ہوا تھا۔ اس کو گرفتار کر کے اندھا کر دیا، بعض کو قتل کر دیا بعض کو معاف کر دیا، حیدر چک بھاگ کر تبت کی راہ سے راجہ مان سنگھ کے پاس لاہور جا پہنچا، پھر یوسف شاہ انتظام مملکت کی طرف متوجہ ہوا، نہایت عدل وانصاف اور دانشمندی سے کام لیا، چند دنوں کے بعد پھر عیش وعشرت میں مبتلا ہو گیا، شیر خان وغیرہ نے بغاوت کرنی چاہی یوسف شاہ کو خبر ہوگئی، اس نے ان لوگوں کو قید کر دیا، حبیب چک وشمس چک لاہور میں حیدر چک سے جا ملے اور مشورہ کر کے تبت آئے، راجہ تبت سے مدد

لیکر کشمیر پر حملہ کیا مگر شکست کھائی، حیدر چک کشتوار کو بھاگ گیا، حبیب چک وغیرہ گرفتار کر کے اندھے کئے گئے محمد بٹ وزیر بادشاہ سے منحرف ہو گیا اور یوسف چک کو متفق کر کے بادشاہ کے قتل کی فکر کرنے لگا، بادشاہ نے ان کا تدارک کرنا چاہا یہ سب بھاگ نکلے، شاہی فوج نے تعاقب کیا، محمد بٹ گرفتار ہوا۔ اس کے کچھ ساتھی مارے گئے کچھ بھاگ کر حیدر چک کے پاس کشتوار پہنچ گئے۔ اس کے بعد بادشاہ کا لڑکا یعقوب باپ سے باغی ہو کر حیدر چک سے جاملا، اور سب نے جمع ہو کر بانہال میں بغاوت کی مگر شکست کھا کر بھاگے، حیدر چک یوسف لنڈ، علی چک راجہ مان سنگھ کے پاس پہونچکر طالب امداد ہوئے۔ راجہ یوسف شاہ سے پہلے ہی برہم تھا اس نے لوگوں کی مدارات کی بادشاہ کو جب خبر ہوئی تو گھبرایا، اور خواجہ قاسم کو بہت سے تحائف دے کر بھیجا مگر راجہ نے منظور نہ کیا قاسم نے واپس آ کر بادشاہ سے باتیں بنادیں اور راس کو راجہ کی طرف مطمئن کر دیا، بادشاہ نے اس صلہ میں قاسم کو میرزا کا خطاب دیا۔ راجہ مان سنگھ نے نوشہرو بھمبر کا علاقہ حیدر چک کے سپرد کر دیا، اسی دوران میں تیمور بیگ اکبر بادشاہ کا فرمان لیکر یوسف شاہ کے نام آیا، اس میں تحریر تھا کہ جب سے تم گئے ہو ملک کے حالات سے اطلاع نہیں دی، فوراً ہمارے پاس حاضر ہو جاؤ یوسف شاہ نے اراکین سلطنت سے مشورہ کیا اور بہت سے تحائف دے کر اپنے بیٹے یعقوب کو بادشاہ کی خدمت میں تیمور بیگ کے ساتھ روانہ کیا کچھ عرصہ تک یعقوب اکبر بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اسی اثناء میں شہزادہ محمد حکیم میرزا (اکبر کا سوتیلا بھائی) کے مرنے کی کابل سے خبر آئی۔ اکبر

کابل کو چلا اور یعقوب کو حکم دیا کہ یوسف شاہ کو لکھ دے کہ کسی منزل پر حاضر ہو، اکبر ہر منزل پر یوسف شاہ کی حاضری کے متعلق سوال کرتا، یعقوب نے تمام حالات لکھ کر بھیجدیے تھے، اکبر نے حکیم علی اور صالح عاقل کو حکم دیا کہ ہمارے لاہور پہونچنے پر یوسف شاہ کو حاضر دربار کرو اگر حاضر نہ ہو مورد عتاب کیا جائے یہ حکم سن کر یعقوب بلا اجازت کشمیر کو بھاگ آیا، اور باپ کو حکم شاہی سے مطلع کیا، خواجہ قاسم نے یوسف شاہ کو بیٹے سے بدظن کر دیا یوسف شاہ نے اس کو قید کرنا چاہا مگر امرائے دولت کی سفارش سے باز رہا۔ حکیم علی جب خان پور پہونچا تو یوسف شاہ نے اس کا استقبال کیا، اور اس کو بہت احترام سے مہمان کیا۔ یوسف شاہ حاضر ہونا چاہتا تھا لیکن اس کے ارکان دولت مشورہ نہ دیتے تھے حکیم علی نے تمام حالات اکبر کو لکھ بھیجے اکبر نے حکیم علی کو واپسی کے لئے لکھا اور راجہ بھگوان داس وغیرہ کی سرکردگی میں پچاس ہزار لشکر روانہ کیا اور خود دریائے اٹک پر خیمہ زن ہوا لشکر شاہی کی آمد سُن کر یوسف شاہ بھی آمادہ پیکار ہوا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد صلح ہوئی اور یوسف شاہ راجہ بھگوانداس کے پاس حاضر ہو گیا، کشمیریوں نے یعقوب کو تخت نشین کیا اور لڑتے رہے، راجہ نے یعقوب سے صلح کر لی اور یوسف شاہ کو لیکر اکبر شاہ کے پاس پہنچ گیا، اکبر نے اس کو قید کر دیا دو سال بعد مان سنگھ کی سفارش سے پانصدی منصب پر سرفراز کر کے عسکر بنگالہ میں شامل کر دیا، تھوڑے دنوں بعد یوسف شاہ دیوانہ ہو کر مر گیا، اس نے تین سال دس ماہ ۱۶ دن حکومت کی۔

یعقوب شاہ

۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ء میں جب یوسف شاہ راجہ بھگوان داس کے پاس چلا گیا، یعقوب تخت نشین ہو گیا اور لڑتا رہا۔ مگر آخر صلح ہو گئی، یہ متعصب وخود رائے تھا، شمس چک وغیرہ نے بغاوت کی مگر ناکام رہے، یعقوب شاہ جبراً سنیوں کو شیعہ بناتا تھا قاضی موسیٰ کو حکم دیا کہ اذان میں کلمہ علی ولی اللہ کا اضافہ کیا جائے قاضی نے انکار کیا، بادشاہ نے قاضی کو قتل کرا کے ان کی لاش ہاتھی کی دم میں بندھوا کر شہر میں تشہیر کرائی جب یہ لاش اس طرح اپنے گھر کے سامنے پہنچی، قاضی کی ماں نے باہر آ کر لاش کو بوسہ دیا اور شکر خدا کیا کہ میرا بیٹا خدا کی راہ میں شہید ہوا جب بادشاہ کا ظلم وستم حد سے گذر گیا تو بابا داؤد خاکی وحضرت شیخ یعقوب صرفی اکبر بادشاہ کے پاس گئے اور فتح کشمیر کی ترغیب دی اور شرائط ذیل پر خود بھی امداد دینے کا وعدہ کیا۔

۱۔ حاکم وقت امورات مذہبی، بیع وشرا اجناس ونرخ غلات کے معاملات میں دخل انداز نہ ہو۔

۲۔ حکام واہلکاراہالیان کشمیر سے غلام وکنیز نہ رکھیں۔

۳۔ باشندگان ملک ہر قسم کے جور وبدعت اور ظلم وتعدی سے مامون رہیں۔

۴۔ چونکہ امرائے کشمیر زمانہ بے استقلالی کے باعث مصدر فتنہ وفساد ہو رہے ہیں فی الحال انہیں امورات ملکی ومالی میں دخل نہ دیا جائے۔

بادشاہ نے امیر البحر قاسم کی سرکردگی میں ساٹھ ہزار فوج روانہ کی۔ شیخ یعقوب صرفی نے اس لشکر کی رہنمائی کی، یعقوب شاہ نے مقابلہ کیا، چونکہ رعایا اس

سے بیزار تھی اس لئے اکثر آدمی مرزا قاسم سے آملے۔ یعقوب شاہ شکست کھا کر کشتوار کی طرف بھاگ گیا ۱۷ ذی قعدہ ۹۹۴ھ کو میرزا قاسم مظفر و منصور سری نگر میں داخل ہوا۔

اسی گڑبڑ میں یعقوب کے ہمراہیوں نے اس کے بھاگنے کے بعد حسین خان کو بادشاہ بنالیا پھر اس کو معزول کر کے شمس چک کو بادشاہ بنایا، پھر سب نے ملکر یعقوب شاہ کو بھی شامل کرلیا، یعقوب شاہ نے پھر حملہ کیا اور شکست کھائی۔ اس کے بعد یعقوب شاہ قزاقانہ حملے کرتا رہا۔ آخر جمعیت فراہم کر کے حملہ آور ہوا اس دفعہ قاسم خان مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ ارک میں بند ہو گیا، بادشاہ کو عرضداشت روانہ کی، بادشاہ نے ۲۵ ہزار لشکر بسر کردگی یوسف خان مشہدی روانہ کیا۔ اس لشکر کی رہنمائی بابا خلیل مجتہد نے کی یوسف خان مشہدی دو برس تک یعقوب کے سر رہا۔ آخر جب اکبر ۹۹۷ھ میں کشمیر آیا، یعقوب شاہ نے معافی چاہی اور حاضر ہو گیا۔ اکبر نے اس کو بیس ہزار کی جاگیر عطا کی۔

۱۰۰۱ھ میں اس کے بھائی نے اس کو زہر دے کر مار ڈالا، یعقوب نے ایک سال ایک ماہ ۱۹ دن حکومت کی۔ اسی مدت میں حسین خان اور شمس چک کی بھی دو دو چار چار دن کی حکومت کا زمانہ شامل ہے اس موقعہ پر صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے ایک ایرانی شاعر کا شعر لکھا ہے جو نہایت ہی موزون ہے

نہ از یوسف نشان دیدم نہ از یعقوب آثارے
عزیزان یوسف ار گم شد چہ شد یعقوب را بارے

خاندان مغلیہ

اکبر بادشاہ

۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء لغایت ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۰۵ء

۱۶ ذی قعدہ ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء سے کشمیر سلطنت مغلیہ دہلی کا ایک صوبہ ہو گیا۔ اس وقت کشمیر کی آمدنی سات کروڑ چھیالیس لاکھ ستر ہزار دام تھی، سلطنت کی طرف سے یہاں صوبیدار مقرر ہوتے رہے اکبر خود تین مرتبہ کشمیر آیا۔

نوب میرزا قاسم میر بحر صوبیدار فاتح کشمیر

۱۷ ذی قعدہ ۹۹۴ھ کو میرزا قاسم داخل سری نگر ہوا۔ اکبری جھنڈا نصب کیا، اکبر کے نام کے خطبہ پڑھا، حیدر چک کو مرزا نے اپنے مصاحبوں میں رکھا، کچھ دنوں کے بعد اس سے بدظن ہو کر قید کر دیا اس پر کشمیر کے امرا بددل ہو گئے۔ یعقوب شاہ شکست کھا کر کشتوار راجہ بہادر سنگھ کے پاس گیا۔ راجہ نے اس کو غیرت دلائی۔ اور اُبھارا یہ پھر کشمیر آیا، اور حملہ کر کے مرزا کو شکست دے کر محلات شاہی پر قابض ہو کر بادشاہ بن گیا۔ اور حکم دیا کہ جن لوگوں نے سلطنت مغلیہ سے موافقت کی تھی ان کو قتل کیا جائے اس پر بہت سے آدمی ناخوش ہو کر مرزا قاسم کے پاس آ گئے۔ مرزا نے جمعیت فراہم کر کے حملہ کیا یعقوب شکست کھا کر کوہستان اولر کی طرف بھاگ گیا۔ پھر سید حسین وغیرہ

نے سوپور میں بغاوت کی۔ مرزا نے ان کو سرکوبی کے لئے گھکڑوں کو جمع کی، گھکڑ پہونچے تھے کہ شمس چک نے ان پر چھاپا مارا۔ یہ منتشر ہو کر فرار ہو گئے اب موسم سرما آگیا، باغی جہاں جس کے سینگ سمائے چلے گئے۔ بعد سرما یعقوب نے پرگنہ اوسر میں اور سید ابوالمعالی وغیرہ نے غازی ناڑی میں شمس چک نے کامراج میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دی، مرزا نے فوجیں روانہ کیں مگر باغیوں نے شکست دی مرزا بھاگ کر سرینگر آگیا اور تمام ملک پر باغی قابض ہو گئے۔ یعقوب دامن کوہ سلیمان می آکر مقیم ہوا۔ مرزا نے پھر مقابلہ کیا ڈھائی مہینے تک اسی طرح جنگ وجدل برپا رہی۔ مرزا نے مجبور ہو کر بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ نے یوسف خان مشہدی کو پچیس ہزار فوج دے کر بھیجا اس لشکر کی رہنمائی بابا خلیل مجتہد نے کی۔ جب یہ فوج آئی یعقوب وغیرہ کشتوار کی طرف بھاگ گئے۔ شوال ۹۹۵ھ مطابق ۱۵۸۷ء کو مرزا کشمیر سے آگرہ کو روانہ ہو گیا، یہ گیارہ ماہ پانچ دن حاکم رہا۔

نواب سید یوسف خان رضوی مشہدی صوبیدار

مرزا کے بعد سید یوسف صوبیدار مقرر ہوا اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی، لوگوں پر احسانات کئے، شمسی چک وغیرہ نے نواح پونچھ وغیرہ میں فساد کیا۔ صوبیدار نے باغیوں کو شکست دی، وہ پونچھ کی طرف بھاگ گئے یعقوب نے دچھن پارہ میں فساد کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ صوبیدار کی حکمت عملی اور لیری سے کچھ باغی مطیع ہو گئے۔ کچھ اپنے کیفر کردار کو پہنچے، یعقوب بھاگا بھاگا پھرتا رہا۔ چند ماہ بعد صوبیدار کو بادشاہ نے طلب کیا، وہ

اپنے بھائی باقر خان کو قائم مقام بنا کر چلا گیا، باقر خان کی سوئے تدبیر سے کچھ فساد کے آثار ظاہر ہوئے۔ باقر خان نے بادشاہ کو عرضداشت ارسال کی، بادشاہ نے پھر یوسف خان کو بھیج دیا۔ ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۷ء میں اکبر کو دسیر کشمیر کے لئے روانہ ہوا۔ آگے آگے بسر کردگی قاسم خان تین ہزار سنگ تراش دو ہزار بیلدار چلے کہ راستہ صاف کریں سڑکیں پل بنائیں، بادشاہ کے ساتھ بیگمات بھی تھیں۔ شہزاد سلیم بھی تھا جب تھنہ پہونچے (رتن پنچال کے کریوہ کے نیچے ایک قصبہ ہے) یہاں سے کشمیری لباس، کشمیری زبان شروع ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کہ ملک، دریا، پہاڑ، جنگل اور زبان کے ذریعہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ اسلئے کشمیر کا ملک یہاں سے ہے، جب بہرام کلہ سے آگے پہونچے تو صوبیدار معہ امرائے کشمیر حاضر ہوا۔ بہرام کلہ کی اگلی منزل س برف شروع ہوا۔ شدت برف سے شاہی آدمیوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ برف پر کشمیری لوگ گھاس کے جوتے پہن کر چلتے ہیں۔ اس قسم کے بہت سے جوتے تیار کرائے گئے بادشاہ کو بھی یہ جوتے پہن کر دو کوس تک برف پر پیدل چلنا پڑا۔ آخر سری نگر پہونچے اور سیر و تفریح میں مشغول ہوئے یعقوب شاہ آوارہ گردی میں مبتلا تھا ہی اس نے عرضی بھیجکر معافی چاہی، بادشاہ نے معافی دیدی اور بیس ہزار کی جاگیر مرحمت فرمائی۔ اس زمانہ میں کشمیر میں تیس ہزار کشتیاں تھیں لیکن بادشاہ کے قابل کوئی نہ تھی۔ اس لئے صوبیدار نے ایک ہزار سے زیادہ دریائی محل (ہاوس بوٹ) تیار کرائے دریا کے کنارے ایک شہر سا آباد ہو گیا۔ بادشاہ نے کشمیر میں خوب خیرات اور داد و دہش کی، ایک مہینہ پانچ دن

قیام کر کے واپس ہوئے صوبیدار کو ساتھ لے گئے۔ صوبیدار نے اپنے بھتیجے میرزا یادگار کو قائم مقام بنایا، بادشاہ نے ملکی محاصل کے بندوبست حکم دیا، حسن بیگ کی سپرد یہ کام ہوا کشمیری عہدیدار جو تغلف وتصرف کے عادی تھے، اس بندوبست سے خوش نہ تھے سب نے مل کر مرزا یادگار کو اُبھارا وہ بغاوت پر آمادہ ہوگیا، حسن بیگ نے اُس کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی، اب میرزا یادگا نے اپنے آپ کو سلطان کشمیر مشتہر کر دیا۔ اور اپنا سکہ وخطبہ جاری کیا۔ خطبہ کے بعد فوراً اس کو تپ ولرزہ آیا۔ لوگوں نے اس کو شگون بد سمجھا۔ دوسرا شگون یہ بگڑا کہ مہر کن مرزا کی مہر کھود رہا تھا۔ اس کی آنکھ میں فولاد کا ریزہ جا پڑا۔ وہ مجبور رہا۔ اکبر نے جب مرزا یادگار کی بغاوت کا واقعہ سُنا۔ پھر کشمیر کا ارادہ کیا۔ ابوالفضل نے دیوان حافظ میں فال کھولی یہ اشعار نکلے ؎

آن خوشخبر کجاست کزیں فتح مژدہ باد　　تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم

از بازگشت شاہ دریں طرفہ منزل است　　آہنگ خصم او بہ سراپردۂ عدم

جب بادشاہ کشمیر کے ملک میں داخل ہوا مرزا یادگار اور اُس کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی اور چند مقامات پر خفیف خفیف لڑائیاں بھی لڑیں مگر یہ سیلاب نہ رُکا۔ آخر اس کے ہمراہی رفتہ رفتہ شاہی امرأ سے ملتے گئے۔ آخر شاہی ملازموں نے مرزا کے ملازموں کو ملا کر آدھی رات کے وقت مرزا کو گرفتار کر لیا۔ جب دن نکلا بعض کی رائے ہوئی کہ اس کو زندہ بادشاہ کے حضور میں لے جایا جائے مگر شہباز خان نے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اور بادشاہ کے ایک ملازم متھرا داس نے لیجا کر بادشاہ کے گھوڑے کے پیروں میں ڈال دیا۔ بادشاہ

بہت خوش ہوا۔ مرزا نے ایک مہینہ ۲۱ دن حکومت کی بادشاہ نے بہت غریبوں کو مال وزر دیا۔ پھر یہاں طلا دان کا جشن ہوا۔ اس دن ۱۴۰۰۰ ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا گیا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ اس ملک میں چور و گدا کم نظر آتے ہیں۔ ایک کشمیر صناع نے ایسی سیاہی پیش کی کہ جسکا لکھا ہوا نہ ہاتھ سے مٹ سکتا تھا نہ پانی سے دُھل سکتا تھا۔ بادشاہ نے اس ایجاد کو بہت پسند کیا، بادشاہ نے شمس الدین چک کی بیٹی سے اپنا اور حسین چک کی بیٹی سے شہزاد سلیم کا نکاح کیا، کوہ ماران (ہاری پربت) پر ایک شاہی محل اور قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا، خواجہ حسین کابلی کو کشمیر کا میر عمارت مقرر کیا۔ راجہ تو ڈرمل نے کشمیر کے مالیہ کا بندوبست کیا، بادشاہ نے کشمیر سے مراجعت کی، ۱۲ ربیع الاول ۱۰۰۱ھ کو لاہور پہونچ گئے۔ یوسف خان صوبیدار نے خوشنما محل تعمیر کرائے ایک محل میں تین سو سیڑھیاں تھیں، یوسف خان کو بادشاہ ساتھ لے گیا، یوسف تین سال چھ ماہ ۷ دن صوبیدار رہا۔ اس کی جگہ عارضی طور پر خواجہ شمس الدین کو صوبیدار مقرر کیا مگر لاہور پہونچ کر محمد قلی خان کو مستقل صوبیدار مقرر کر دیا۔

نواب محمد قلی خان صوبیدار

یہ ۱۰۰۱ھ میں صوبیدار مقرر ہوا۔ اس نے باغیوں کا قلع قمع کیا۔ حسین چک وظفر خان نے کوہستان غربی میں غارتگری شروع کی۔ رینہ خان وغیرہ نے مرزبان تبت کی مدد سے لار میں فساد برپا کیا۔ لیکن محمد قلی نے سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔

محمد قلی فشار نام اکبر کے داروغہ باغات نے کابل سے شاہ آلو منگا کر

اس کا پیوند لگایا۔ اور بھی کئی درختوں کو پیوند لگایا۔ اس سے پہلے کشمیر میں کوئی اس طریقہ سے واقف بھی نہ تھا۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں کہ باغات کے علاوہ اس صوبیدار نے بہت سی عالیشان عمارتیں بنوا کر کشمیر کو رشک چمن بنادیا۔ رعایائے کشمیر عدل وانصاف کے سایہ زندگی بسر کرنے لگی، اس نے ملک کی رونق وترقی کے لئے قابل قدر کوششیں کیں، خواجہ حسین کابلی میر عمارت حسب الحکم شاہی ۱۵۸۱ سے کوہ ماران پر تعمیر قلعہ میں مصروف تھا تعمیر کے مصارف کے لئے اکبر نے ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ خزانہ عامرہ سے بھیجوا دیا۔ ہزاروں غربا جو فاقوں سے مر رہے تھے۔ مزدوری کرنے سے مالا مال ہوگئے۔ صوبیدار کی نیک نیتی کے ساتھ بادشاہ کی دریا دلی نے افلاس زدہ رعایا کی بہت امداد کی، دس سال تک یہ کام جاری رہا۔ (حصہ دوم ۱۸۵) شالیمار باغ کے بنانے کا خیال بھی اول اکبر ہی کو پیدا ہوا تھا۔

۱۰۰۵ھ میں اکبر نے پھر کشمیر کا سفر کیا، وسط موسم گرما میں کشمیر پہونچا۔ یہاں قحط ہو رہا تھا۔ بادشاہ نے رعایا کی بہت امداد کی ہر اتوار کو عیدگاہ کے میدان میں اسی ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ علی رائے والی تبت خورد نے تبت کلاں پر بھی قبضہ کرلیا۔ اکبر نے طالب اصفہانی کو سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ اطاعت کرے وہ آمادہ پیکار ہوگیا جب شاہی لشکر پہونچا، تو بغیر لڑے بھاگ گیا، اور خود ہی درخواست کی کہ اس کی لڑکی شہزادہ سلیم سے بیاہ لی جائے۔ بادشاہ نے منظور کرکے شہزادہ کا عقد کردیا آغاز موسم سرما میں بادشاہ نے مراجعت کی ۱۶۰۱ھ میں قلی صوبیدار واپس بلا لیا گیا اس نے دس سال آٹھ ماہ حکومت کی۔

نواب مرزا علی اکبر صوبیدار

۱۰۰۱ھ میں محمد قلی خی جگہ مقرر ہو کر آیا، اس کے عہد میں شدت باران سے قحط پڑا۔ بادشاہ نے بیشمار غلہ بھیجکر رعایا کی امداد کی، ۱۶۰۵ء میں بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اکبر نے پچپن قسم کے محصول معاف کیئے۔ بیگار بند کی اس کے عہدے سے پہلے زعفران کی ایک تخم میں تین پھول آتے تھے مگر اس کے عہد میں آٹھ پھول تک نوبت پہونچی۔ ملک میں ہر قسم کی ترقی ہوئی محاصل ملکی میں ہر طرح اضافہ ہوا۔ اکبر بادشاہ نے کشمیر پر اُنتیس سال ایک ماہ ۲۵ دن حکومت کی اس کے عہد میں قحط بھی پڑے سیلاب بھی آیا، پنڈت طوطا رام کشمیر میں افسر اعلیٰ تھا۔

شہنشاہ جہانگیر

اکبر کی وفات سے آٹھویں دن اس کا بیٹا نورالدین سلیم بلقب جہانگیر ۲۰ رجمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو تخت نشین ہوا۔ اس نے صوبہ کشمیر پر بجائے مرزا علی اکبر کے قلیچ خان کو مقرر کیا۔ ۱۶۲۰ء میں بادشاہ کشمیر میں آیا۔ جہانگیر نے اپنے سیر کشمیر کے حالات خود تزک جہانگیری میں لکھے ہیں چشمہ ویرناگ پر ایک عالی شان عمارت اور پل تعمیر کرایا۔ اس عمارت کا حکم جہانگیر نے زمانہ ولی عہدی میں دے دیا تھا جو اس کے عہد شاہی تک مکمل ہوئی، بادشاہ کی موجودگی میں سری نگر میں آگ لگی، بارہ ہزار مکان جل گئے، جامع مسجد بھی جل گئی، یہاں بادشاہ آگ بجھانے میں بنفس نفیس مشغول تھا یہ آگ شیعوں نے

لگائی تھی ۔ بادشاہ نے جامع مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ جو باہتمام ملک محمد سترہ برس میں مکمل ہوئی ۔ ملکہ نور جہاں کے حکم سے شیعوں کے لئے خانقاہ جڈی بل ازسرِنو تعمیر کی گئی۔ اور ایک مسجد خانقاہ معلیٰ (خانقاہ سید علی ہمدانی) کے مقابلہ میں بنائی گئی۔ جب بادشاہ راجوری پہونچا تو معلوم ہوا کہ بعض ہندوؤں کے گھر میں مسلمان عورتیں ہیں، بادشاہ نے اس کے متعلق فرمان نافذ کیا کہ آئندہ ایسا نہ ہو۔ نیز دختر کشی وستی کا بھی رواج تھا۔ بادشاہ نے اس کو بھی بند کیا، اور حکم دیا کہ کشمیر سے کوہستان تک ہر منزل پر عمارات بنائی جائیں۔ ۱۶۲۳ء میں جہانگیر پھر کشمیر آیا۔ اور چار مہینے قیام کر کے واپس گیا۔ ۱۶۲۵ء میں تیسری مرتبہ آیا اور چھ مہینے قیام کیا ۱۶۲۶ء میں چوتھی مرتبہ آیا۔ واپسی میں راجوری میں ۲۷ر صفر ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۷ء کو انتقال کیا، لاش لاہور پہونچائی گئی اس نے ۲۲ سال حکومت کی،

نواب مرزا علی اکبر صوبیدار

۱۶۰۶ء کے شروع ہونے پر واپس بلالیا گیا۔ اسنے کل چار سال سات ماہ ایک دن حکومت کی۔

نواب قلیچ خان صوبیدار

۱۶۰۶ء میں آیا تین سال عدل وانصاف سے حکومت کی ۔

نواب ہاشم خان صوبیدار

۱۰۱۸ھ مطابق ۱۶۰۹ء میں مقرر ہوا، تین سال عدل وانصاف سے

حکومت کی۔

نواب صفدر خان صوبیدار

۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۲ء میں مقرر ہوا، تین سال حکومت کی یہ عادل و باذل تھا۔

نواب احمد بیگ صوبیدار

۱۰۲۴ھ ۱۶۱۵ء میں مقرر ہوا۔ نیک دل اور منصف مزاج تھا۔ تین سال حکومت کی۔ اس کے عہد میں طاعون پھیلا۔

نواب دلاور خان صوبیدار

یہ بڑا عادل و باذل تھا۔ اس نے برار نبل کے کنارے وسیع و دلکش باغ بنایا، ۱۶۱۸ء میں دمدار ستارہ نکلا۔ اس کے عہد میں پہلی مرتبہ بادشاہ کشمیر آیا۔ مہاراجہ کشتوار نے سرکشی ظاہر کی، بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے دلاور خان کو حکم دیا۔ یہ دس ہزار فوج لیکر گیا۔ بعد جنگ راجہ کو گرفتار کرلایا۔ راجہ نے معافی چاہی، بادشاہ نے معاف کردیا۔ اور اس فتح کے صلہ میں دلاور خان کو خلعت زرا اور ایک سال کی آمدنی صوبہ کشمیر کی بخشی۔ جب بادشاہ واپس گیا۔ دلاور خان کو ساتھ لے گیا۔ اس نے دو سال حکومت کی۔

نواب ارادت خان

۱۰۲۹ھ مطابق ۱۶۲۰ء میں مقرر ہوا۔ دو سال عدل و داد سے حکومت کی ناد پورہ کے قریب ایک محل تیار کرا کر اس کے گرد بے نظیر باغ لگایا۔

نواب اعتقاد خان صوبیدار

۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۲ء میں مقرر ہوا۔ چکوں کا قبیلہ اکثر شورش و سازش کرتا رہتا تھا۔ اس نے کی ان کی ایسی گوشمالی کی کہ پھر کسی کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے رعایا پر سختی و ظلم کیا۔ اس کے عہد میں تین مرتبہ جہانگیر کشمیر آیا۔ چونکہ اعتقاد خان شیعہ تھا اور نور جہان بیگم اس کی سرپرست تھی۔ اس لئے اس کی شکایت بادشاہ تک پہونچانے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی اعتقاد خان مظالم ہندوؤں پر کم تھے مسلمانوں پر زیادہ تھے۔ سب سے زیادہ اس کے تشدد کا اثر مسلمان فرقے ہانجی پر تھا جیسا کہ شاہجہاں کے فرمان سے ثابت ہوگا، یہ جو مشہور ہے کہ اعتقاد خان نے زعفران نکالنے کی اُجرت میں نمک دینا مقرر کیا تھا غلط ہے۔ یہ دستور قدیم سے تھا۔ چنانچہ جہانگیر نے جو اپنے سفر کشمیر کے حالات لکھے ہیں یہ سفر اعتقاد خان کے زمانہ سے پہلے ہوا تھا۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ دستور ہے کہ گل زعفران کو تول کر کاریگر اپنے گھر لے جاتے ہیں اور اس میں سے زعفران نکالتے ہیں۔ اس کا وزن پھولوں کے چوتھائی وزن کی برابر ہوتا تھا وہ اس کو بادشاہی ملازموں کو دیتے ہیں اور اپنی اُجرت میں ان سے زعفران کے وزن کی برابر نمک لیتے ہیں۔ کاشمیر میں نمک نہیں ہوتا۔ ہندوستان سے لے جاتے ہیں۔ (تزک جہانگیری)

فقیر نے بچشم خود دیکھا کہ پہلگام میں دیہاتی لوگ بنفشہ لاتے ہیں۔ دوکاندار اس کے ہموزن ان کو نمک دیدیتے ہیں روپیوں کا مال کوڑیوں میں دے جاتے ہیں۔

شاہ جہان

جہانگیر کے بعد اس کا بیٹا شہاب الدین خرم ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۷ء میں بلقب شاہ جہان تخت نشین ہوا۔ شاہ جہاں نے شالیمار باغ کی تکمیل کرائی اور کئی مرتبہ کشمیر آیا۔ اکتیس سال حکومت کے بعد ۱۶۵۸ء میں معزول کیا گیا۔ اور ۱۶۶۶ء میں وفات پائی ؎

سال تاریخ فوت شاہجہاں رضی اللہ گفت اشرف خان

شاہ جہاں نے بہت سے ٹیکس معاف کئے چشمہ ویرانگ، اننت ناگ، مارتند، باغ بیجبہارہ تعمیر کرائے اس کے وزیر آصف خان نے نشاط باغ بنوایا۔ اس کی تاریخ ''کوثر شاہی'' ہے، نواب علی مردان خان نے بحکم شاہی راستے پر سرائین تعمیر کرائیں، اس کے عہد میں قحط ہوا تو پنجاب سے تقسیم کے لئے غلہ بھیجا گیا۔ ۱۰۴۳ھ میں شاہجہان کشمیر آیا۔ اکثر لوگوں کے وظیفے اور روز ینے مقرر کئے، انعام واکرام دیا، رعایا کی دعوتیں کیں، تین مہینے قیام کر کے واپس گیا۔ اسلام خان کی جاگیر میں ایک پرگنہ تھا۔ بادشاہ نے اس کا نام بدل کر اسلام آباد نام رکھا۔ واپسی میں بھمیر میں بادشاہ کی پینتالیسویں سالگرہ ہوئی۔ جگناتھ کاونت نے دوہے تصنیف کر کے پڑھے بادشاہ نے ساڑھے چار ہزار روپیہ انعام دیا بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بعض ہندوؤں کے گھروں میں مسلمان عورتیں ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ عورتیں آزاد کرادی جائیں، بھمیر کا راجہ مسلمان ہوا بادشاہ نے اس کو راجہ دولتمند خان خطاب دیا۔ عرضی گذری کہ بعض ہندوؤں نے مسجدوں پر عمارتیں بنا کر قبضہ کر رکھا ہے بادشاہ نے ان امور کی

تحقیقات کے لئے کہ کس کس ہندو کے قبضے میں مسجدیں اور مسلمان عورتیں ہیں شیخ محمود گجراتی کو مامور کیا، شیخ نے بعد تحقیقات بہت سی عورتوں اور سات مسجدوں کو ہندوؤں کے تصرف سے نکالا۔ بادشاہ نے ناواقف مسلمانوں کی تعلیم کے لئے معلم مقرر کئے دوسری مرتبہ بادشاہ ۱۰۴۹ھ میں کشمیر آیا۔ سلطان مراد شہنشاہ قسطنطنیہ کا سفیر بھی یہیں آکر باریاب ہوا۔ اس زمانہ میں کثرت باراں سے سیلاب آیا۔ قحط پڑ گیا۔ بادشاہ دہلی واپس آ گیا کشمیر کے آدمی قحط کی فریاد لیکر بادشاہ کے پاس دہلی گئے۔ بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ سے قحط زدوں کی امداد کی اور پختہ و خام لنگر خانے تعمیر کرائے۔ ان کا خرچ دوسو روپیہ روزانہ تھا۔ اور تیس ہزار روپیہ تقسیم کے لئے کشمیر بھیجا۔ ۱۰۵۵ھ میں بادشاہ پھر کشمیر آیا اور سال جلوس کا جشن نوزدہم یہیں کیا۔ شعرا مستحقین کو زرو جواہر عطا کئے۔ ظفر خان صوبیدار نے اپنی مصنفہ مثنوی ہفت منزل نذر کی بادشاہ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس دفعہ بادشاہ نے چشمہ ویرناگ کی مرمت کرائی اسی سال موضع بدرد پرگنہ آڈوں مین آسمان سے ایک برف کی سل گری جو ستر گز لمبی تیس گز چوڑی ساڑھے سات گز موٹی تھی۔ مرزا سلیم شاعر نے اس واقعہ کو لکھا ہے۔

در سال ہزار و پنج و پنجاہ اے یار — در گوشہ کشمیر بہنگام بہار
ہفتاد گزش طول و بہ سی گز عرضش — لختے برف افتاد بہ تشکیک میار

۱۰۶۰ھ میں پھر بادشاہ کشمیر آیا۔ بادشاہ کی دختر جہاں آرا بیگم کو ایک بزرگ ملا بدخشی سے عقیدت ہوئی، شاہزادی نے ان کو نماز پڑھنے کے لئے ایک مسجد چالیس ہزار کی لاگت سے تیار کرائی، بادشاہ بھی ملا کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ ملا نے بہت سی نصیحتیں کیں دو مہینہ قیام کر کے بادشاہ واپس ہوا۔ اس سال بھی قحط پڑا، بادشاہ نے بہت کچھ رعایا کی امداد کی، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے، قحط پڑا، بادشاہ نے زر کثیر خرچ کر کے سیالکوٹ لاہور گجرات وغیرہ سے اناج خرید کر کشمیریوں کے واسطے بھیجدیا (ص ۱۴۰)

نواب اعتقاد خان صوبیدار

۱۶۳۳ء میں جب شاہ جہاں کشمیر میں آیا تو اعتقاد خان کی قلعی کھل گئی بادشاہ نے اس کو معزول کیا۔ اس کی معزولی کا فرمان آج تک جامع مسجد کے دروازے پر کندہ ہے جو جامع مسجد کی تاریخ میں نقل کیا جائے گا۔ یہ گیارہ سال دو ماہ حکمران رہا۔

خواجہ ابوالحسن صوبیدار

۱۶۳۳ء میں بادشاہ نے اس کو مقرر کیا یہ بوجہ ضعیف العمری خود تو نہ جاسکا۔ اپنے بیٹے ظفر خان احسن کو قائم مقام بنا کر بھیجدیا۔ ایک سال بعد خواجہ کا انتقال ہوگیا۔

نواب ظفر خان احسن صوبیدار

خواجہ ابوالحسن کے مرنے پر بادشاہ نے ظفر خان ہی کو مستقل صوبیدار مقرر کر دیا۔ ظفر خان کا اصل نام احسن اللہ تھا اور احسن تخلص تھا چونکہ شمیع اور بہادر تھا اسلئے بادشاہ نے اس کو ظفر خان خطاب دیا تھا، ظفر خان مدبر و منتظم خلیق و بہادر آدمی تھا طبیعت نہایت رنگین پائی تھی۔ قادر الکلام شاعر تھا۔ اس سے

یہ کابل کا صوبیدار رہ چکا تھا۔ اس کی قدر دانی و بذل وعطا شہر سنکر ملک الشعرأ ایران صائب بھی اسکے پاس حاضر ہوا تھا۔ اور اس کی مدح لکھی تھی ظفر خان اس کو ایک ہزار اشرفی انعام دیا یہ شعر صائب کا اسی کی مدح میں ہے ؎

خان خانان را بہ بزم ورزم صائب دیدہ ام

در سخا و در شجاعت چوں ظفر خان تو ہست

ظفر خان نے کشمیر کی تعریف میں کئی رباعیاں لکھی ہیں یہ رباعی ظفر خان ہی کی ہے ؎

جہاں جواں شدہ عقد بہاری بندد　　بہار پائے چمن در نگاری بند

مسافران چمن نارسیدہ در کوچ اند　　شگوفہ میرود شاخ باری بند

ظفر خان کو عمارات و باغات بنانے کا شوق تھا۔ اس نے چار باغ لگائے۔ ایک سری نگر محلّہ مریہ دار میں باغ ظفر آباد، دوسرا باغ گلشن محلّہ بوٹہ کدل میں، تیسرا باغ عنایت متصل زیارت سید ہمدانی چوتھا باغ حسن آباد محلّہ حسن آباد میں۔ ان باغوں میں مما لک دور دراز سے پھل اور میوہ دار درخت منگوا کر لگوائے۔ زنبق، گلاب کیلاس کئی قسم کے انگور اسی کے عہد میں کشمیر میں آئے، (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم ص ۲۰۵) انواع درخت میوہ واقسام گل از ولایت بسعی وے ہر دو تمام آوردہ در ہیں دو باغ (شالا مار و فیض بخش سابق فرح بخش) مذکور نہال نمودہ است خصوصاً گل نبن وگل گلاب و کھیلاس کہ پیشتر در کشمیر بنود در عہد او بہم رسید (تاریخ اعظیمی) باغ ظفر آباد مریہ دار لے پاس باغ گلشن بوٹہ کدل کے نزدیک اس نے بنوائے ان میں دُور دُور سے درختا ئے

میوه دار و گلہائے زگا رنگ منگوا کر لگوائے (گلدستہ کشمیر ص ۱۳۸) اس نے تین برس تک عدل و انصاف و فیض و کرم سے رعایا کو خوش رکھا۔ (گلدستہ کشمیر ص ۱۴۰) ۱۰۴۶ھ ۱۶ء میں ظفر خان نے تبت فتح کیا۔ ۱۲۳۵ھ ۱ء میں ایک شیعہ نے تبرا کہا۔ اس پر سنیوں نے اور شیعوں میں فساد ہوا۔ سنیوں نے صوبیدار کی طرف رجوع کیا۔ صوبیدار نے درگذر کرنا چاہی اس زمانہ کشمیر کے شیخ طریقت خواجہ محمود نقشبندیؒ تھے۔ انہوں نے اس تساہل پر احتجاج کیا۔ مجبور ہو کر صوبیدار نے چند تبرا کہنے والوں کو خفیف سزائیں دیں اور بادشاہ کو لکھا کہ شیخ ملکی معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں بادشاہ نے شیخ کو طلب کیا۔ شیخ دہلی گیا۔ کچھ دنوں وہاں رہا۔ پھر بادشاہ نے حکمدیا کہ شیخ لاہور میں سکونت پذیر ہوں۔ شیخ نے تعمیل حکم کی۔

شاہزادہ مراد بخش صوبیدار

ظفر خان کو بادشاہ نے دہلی طلب کیا اس کی جگہ اپنے چھوٹے بیٹے مراد بخش کو صوبیدار مقرر کیا۔ شہزادہ سیر و شکار میں مشغول ہو گیا اور پرگنہ شاہ آباد کے ملک کو جسکی لڑکی اس کے عقد میں تھی۔ اس کو صاحب اقتدار کر دیا۔ ان لوگوں نے رعایا کو ستانا شروع کیا۔ اس کی شکایت بادشاہ کو پہونچی۔ بادشاہ نے شہزادے کو طلب کر لیا یہ ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء سے ۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱ء تک ایک سال حکمران رہا۔

نواب علی مرادن خان صوبیدار

۱۰۵۱ھ مطابق ۱۶۴۱ء میں شہزادہ مراد کی جگہ مقرر رہوا۔ یہ دانشمند و عادل

تھا۔ مسرف تھا۔ سنگی بخل مرزبان تبت نے سرکشی کی مگر شکست کھائی ۔ یہ صوبیدار ایک سال بعد تبدیل کر دیا گیا۔

نواب ظفر خان صوبیدار باردوم

۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۳ء میں علی مردان خان کی جگہ مقرر ہو کر آیا۔ یہ مشہور عادل و مدبر تھا۔ اس کے عہد میں تیسری مرتبہ شاہ جہاں کشمیر آیا۔ چار سال حکمران رہا۔

نواب تربیت خان صوبیدار

۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۶ میں مقرر ہوا اس کے عہد میں قحط پڑا۔ یہ خلق خدا کا بڑا خیر خواہ تھا۔ (مکمل تاریخ کشمیر ص ۲۲۱) یہ دو سال حکمران رہا۔

نواب حسن بیگ صوبیدار

اس نے قحط زدوں کی امداد کے لئے نوشہرہ میں ایک باغ تعمیر کرایا اس کے عہد میں چوتھی دفعہ شاہ جہاں کشمیر آیا۔ یہ ڈیڑھ سال حکمران رہا۔

نواب علی مردان خان صوبیدار باردوم

۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء میں حسن بیگ کی جگہ دوسری مرتبہ مقرر ہوا۔ یہ لاہور کا صوبیدار تھا اب کشمیر بھی اس کے سپرد کیا گیا۔ اس نے پرانہ اور میں بمقام تیل بل ایک باغ بنا کر اس کا نام علی آباد رکھا۔ نوشہرہ میں ایک باغ بنایا۔ کشمیر راجوری تک راستے پر سرائیں اور کنویں تعمیر کرنے ، ہیرہ پور کی سڑک کو درست اور کشادہ کرایا مؤلف گدستہ کشمیر نے لکھا ہے علی مردان خان نے تیل بل

میں باغ علی آباد بنایا۔اور بادشاہی فرمان کی بموجب مسافروں کے واسطے پنجاب کے راستہ میں بہت سی پختہ سرائیں بنائیں۔ سات برس گیارہ ماہ تک بعدل وفراست حکومت کی (ص ۱۴۱) یہ سات برس حکمران رہا۔

نواب لشکری خان صوبیدار

۱۰۶۷ھ مطابق ۱۶۵۷ء میں مقرر ہو کر آیا۔اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی۔اس کے عہد میں رعایا مرفہ الحال ہوگئی بااس نے ڈل کے شمالی کنارے پر حدود دپھاک میں ایک باغ بنایا مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے لشکری خان ڈیڑھ برس حاکم رہا،اس کے وقت میں خوشی وراحت وکشادگی رزق وفراغت وافزونی غلہ لوگوں کو بہت نصیب ہوئی۔اس نے بھی تیل بل کے نزدیک باغ بنوایا (ص ۱۴۱)

اورنگ زیب عالمگیر غازی

شاہ جہاں ۱۶۵۸ء میں علیل ہوا اس کے بیٹے تخت وتاج کیلئے باہم جنگ آزما ہوئے، عالمگیر سب پر غالب آیا۔اور بلقب اورنگ زیب عالمگیر تخت نشین ہوا۔اس کا اصل نام محی الدین تھا عالمگیر ۱۰۷۵ھ ہجری بعہد اسلام خان صوبیدار کشمیر آیا۔ تین مہینے قیام کیا۔ عالمگیر کی تاریخ ولادت وتاریخ جلوس وتاریخ وفات تینوں میں عجیب مناسبت ہے۔تاریخ ولادت آفتاب عالمتاب، تاریخ جلوس آفتاب عالمتابم، تاریخ وفات ؎ آہ شید آفتاب زیر زمیں مؤلف گلدستہ کشمیر نے عالمگیر کے حالات میں لکھا ہے کہ اس کے عہد میں

شنکر چودھری، مہیش چودھری ملک پر مختار اور امور ملکی و مالی کے متکفل و جاگیردار صاحب اقتدار تھا۔ (۱۴۱) راجہ رگناتھ متصدی مہمات دیوانی تھا (مکمل تاریخ کشمیر ص ۲۲۱) اس وقت تک کشمیر میں (۷۹) ہزار روپیہ سالانہ منجانب سلطنت خیرات کیا جاتا تھا۔ عالمگیر نے اس کو ڈیڑھ لاکھ کر دیا۔

نواب لشکری خان صوبیدار

اس نے شاہ جہاں و عالمگیر دونوں کے عہد میں دو سال حکومت کی۔

۱۰۶۹ھ ۱۶۵۹ء میں واپس بلایا گیا۔

نواب اعتماد خان صوبیدار

۱۶۵۹ء میں لشکری خان کی جگہ مقرر ہوا۔ اس نے عدل و انصاف سے حکومت کی، یہ ذی علم تھا، اہل علم کی قدر کرتا تھا۔ اس نے عدالتوں کا باقاعدہ انتظام کیا اور ارادت خان کے باغ کے متصل جانب مشرق ایک وسیع باغ لگایا۔ یہ تین سال حکمران رہا۔

نواب ابراہیم خان صوبیدار

یہ شیعہ تھا۔ سُنیوں پر ظلم کرتا تھا۔ اس کے گھمنڈ پر شیعوں نے خانقاہ سید جلال و مسجد حمام پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ سُنیوں نے صوبیدار سے فریاد کی اس نے وہ عمارات شعیوں ہی کو دلا دیں۔ سینوں نے بادشاہ کے یہاں فریاد کی بادشاہ نے بعد تحقیقات وہ عمارتیں شعیوں کو دلا دیں اور اس کو معزول ڈیڑھ سال حکمران رہا۔

نواب اعتماد خان صوبیدات

یہ شیعہ رتھا۔ سنیوں پر ظلم کرتا تھا۔ اس کے گھمند پر شیعوں نے خانقاہ سید خلال و مسجد پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ سنیوں نے صوبیدار سے فریاد کی، اس نے وہ عمارات شیعوں ہی کو دلا دیں۔ سُنیوں نے بادشاہ کے یہاں فریاد کی بادشاہ نے بعد تحقیقات وہ عمارتیں سُنیوں کو دلا دیں اور اس کو معزول کیا۔ یہ ڈیڑھ سال حکمران رہا۔

نواب اسلام خان صوبیدار

۱۰۷۴ھ ۱۶۶۳ء میں ابراہیم خان کی جگہ مقرر ہوا اس کا اصل نام ضیاء الدین تھا۔ بادشاہ نے اس کے زہد و اتقاء پر نظر کر کے اسلام خان خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہ ذی علم تھا، علماء کی قدر کرتا تھا۔ یہ شاعر تھا۔ والا تخلص تھا۔ یہ اُسکے اشعار ہیں ۔

بے تو شامم تا بروز شب خون میزند   مردم چشم زگریہ غوطہ در خون میزند
وسعتے پیدا کن اے صحرا کہ امشب در غمش   لشکر آہ از دل من خیمہ بیروں میزند

اس کے عہد میں بادشاہ کشمیر آیا۔ اس کے متعلق صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے اس نے اپنی ایک سالہ حکومت ہی میں رعایائے کشمیر کو اپنی عدل گستری کے ذریعہ اپنا گرویدہ کرلیا تھا (ص ۲۲۲)

نواب سیف خان صوبیدار

یہ تربیت خان کا بیٹا تھا۔ ۱۰۷۵ھ ۱۶۶۴ء میں مقرر ہو کر آیا۔ اس کے

عہد میں بخل نام والی تبت نے اطاعت کی، اور سید شاہ فرید الدین کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوا۔ عالمگیر نے اس مسلمان شدہ راجہ کو سعادت یار خان خطاب دیا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے ۱۰۷۶ھ میں سیف خان پسر تربیت خان...... صوبیدار ہوکر آیا۔ اس کے عہد میں تبت کلان کا ایک قریہ فتح ہوا اور وہاں کا راجہ مسلمان ہوا۔ اس راجہ کو سید کو فرید الدین شاہ نے مسلمان کیا۔ اور عالمگیر نے اس مسلمان شدہ راجہ کو سعادت یار خان نام سے بلقب کیا (ص ۶۸) شیخ عبدالرشید چکنی آستانہ چرار شریف کی زیارت کو جا رہے تھے۔ راستہ میں حسین ملک ابن حیدر ملک ملا۔ اس نے تبرا کہا، شیخ نے صوبیدار کے یہاں استغاثہ دایر کیا۔ صوبیدار نے مثل مقدمہ بادشاہ کے پاس بھجوا دی۔ بادشاہ نے مدعی مدعا علیہ کو معہ ثبوت طلب کیا۔ اور بعد تحقیقات و ثبوت حسین ملک کو قتل کرا دیا۔ سیف خان نہایت مدبر منتظم عادل و بارعب حاکم تھا۔ پیمایش رقبہ جات وغیرہ کا انتظام اول کشمیر میں اسی نے کرایا۔ خواجہ محمد صادق نقشبندی نے حساب کی غلطی پر ایک پنڈت کو اس قدر مارا کہ وہ زخمی ہو گیا۔ صوبیدار کو جب اطلاع ہوئی تو خواجہ کے اس قدر کوڑے لگوائے کہ بے ہوش ہو گیا جب اس کو اُٹھا کر لے گئے تو مر گیا۔ سلطان سکندر مرحوم نے حضرت سید محمد کو جو جاگیر دی تھی وہ خانقاہ کے نام جاری تھی اس میں سے اس نے نصف ضبط کر لی۔ اس نے باغ سیف آباد بنایا۔ تین سال حکومت کی۔

نواب مبارز خان صوبیدار

۱۶۶۹ء میں زلزلہ آیا۔ صبح سے شام تک عمارتیں ہلتی رہیں۔ مگر کچھ

نقصان نہ ہوا۔ اس دفعہ سیف خان نے ترقی ملک و بہبودی رعایا پر خاص توجہ کی۔ ۱۶۷۰ء میں صفا کدل تعمیر کیا (کدل کشمیری میں پل کو کہتے ہیں) اس کی تاریخ ہے۔

ز من سال نبایش خضر نہ نہفت   صراط المستقیم اہل دین گفت

چودھری مہیش شنکر نے جو اس کا بڑا عہدیدار تھا۔ موضع ایشہ براری (متصل سرینگر) میں ۶۲ طبقوں کا ایک خوشنما باغ بنایا اور اس باغ سے سرینگر آنے جانے کیلئے سلطان سکندر کی بنیاد پر سد آب تیار کرائی۔ اس پر یہ شعر کندہ کرایا۔

ہست تاریخ این خجستہ اساس   بانی پل مہش شنکر داس

۱۶۷۰ء میں خواجہ عبدالاحد سُہروردی وارد کشمیر ہوئے سیف خان کو ان سے عقیدت ہوگئی۔ اکثر حاضر خدمت ہوتا۔ حضرت کے فیضانِ صحبت سے اس کا دل دنیا سے سرد ہوگیا۔ حضرت تو تین مہینے قیام فرما کر تشریف لے گئے۔ سیف خان ۱۶۷۱ء میں صوبیداری سے مستعفی ہوکر گوشہ نشین ہوگیا۔ اس دفعہ تین سال حکومت کی۔

نواب افتخار خان صوبیدار

اس نے عدل وانصاف سے چار سال حکومت کی اس کے عہد میں رعایا کو ہر قسم کا امن وآسائش رہا۔ ایک دفعہ شہر میں آگ لگی، بارہ ہزار مکانات جل گئے۔ جامع مسجد بھی جل گئی۔

نواب قوام الدین خان صوبیدار

اس نے بھی عدل وداد سے تین سال حکومت کی آتش زدگی سے رعایا کو جو نقصان پہونچا تھا۔ اس میں رعایا کی مدد کی۔ جامع مسجد کی تعمیر کرائی۔

نواب ابراہیم خان صوبیدار بار دوم

۱۰۸۹ھ مطابق ۱۶۷۸ء میں مقرر ہوکر آیا۔ آٹھ سال حکومت کی اول اول نہایت عدل وانصاف سے کام کی، کثرت باران سے طوفان آیا۔ تمام پل ٹوٹ گئے بہت سے مکانات بہ گئے اس کی تاریخ (طغیان بے حد) ہے پھر زلزلہ آیا ہزاروں مکانات منہدم ہو گئے۔ سینکڑوں جاندار مر گئے۔ اسکے بعد قلماق (قلماق ایک بادیہ گرد قوم تھی جو توران میں مقیم تھی) نے تبت پر حملہ کیا۔ حاکم تبت نے مغلوب ہوکر بادشاہ سے مدد کی درخواست کی، بادشاہ نے صوبیدار کشمیر کو ان کی گوشمالی کا حکم دیا۔ فدائی خان ابراہیم خان کا لڑکا لشکر لیکر گیا، اور قلماق کا قلع قمع کر کے واپس آیا۔ ۱۶۸۶ء میں حسن آباد کے ایک شیعہ عبدالشکور نام نے صادق نام ایک سنی کو زدوکوب کیا۔ یہ جھگڑا بڑھتے بڑھتے مذہبی رنگ پکڑ گیا۔ ابراہیم خان نے شیعوں کی طرفداری کی۔ اس پر سنی عہدے دار مشتعل ہوکر سنیوں کے طرفدار ہوئے۔ سخت خونریزی اور فساد ہوا عالمگیر کو جب خبر ہوئی ابراہیم خان کو معزول کر دیا۔

نواب حفیظ اللہ خان صوبیدار

۱۰۹۸ھ مطابق ۱۶۸۶ء میں مقرر ہوکر آیا۔ اس نے امن وامان قائم

کیا ۱۶۶۸ء میں ابو فتح دیوان صوبہ کو قائم مقام کر کے راجہ جموں کو سرکوبی کے لئے چلا گیا۔ جموں فتح کر کے دہلی چلا گیا۔ ۱۶۸۹ء میں بادشاہ نے ابوالفتح کو بھی طلب کرلیا۔ وہ ایک عہدیدار کو قائم مقام کر کے چلا گیا۔ اسی دوران میں قحط پڑا۔ نواب حفیظ اللہ خان کے عدل وانصاف کی تعریف مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی لکھی ہے۔

نواب مظفر خان صوبیدار

۱۱۰۲ھ مطابق ۱۶۹۰ء میں بادشاہ نے نواب شایستہ خان کے بیٹے مظفر خان کو صوبیدار کیا۔ یہ سخت گیر تھا بادشاہ کو جب اس کے جبر وتشدد کا حال معلوم ہوا تو اس کو معزول کر دیا۔ اس نے دو سال حکومت کی۔

نواب ابوالنصر خان صوبیدار

یہ نواب شایستہ خان کو دوسرا بیٹا تھا اس نے بھی سختی سے حکومت کی آخر بادشاہ نے اس کو ۱۱۱۰ھ مطابق ۱۶۹۸ء میں معزول کر دیا۔ اس نے چھ سال حکومت کی۔

نواب فاضل خان صوبیدار

یہ ذی علم اور خدا ترس تھا۔ اس نے غریب رعایا کی امداد کی بہت سے ٹیکس معاف کئے خیرات و وظائف جاری کئے مسجدیں سرائیں تعمیر کرائیں مواضعات و باغات آباد کئے۔ آثارات قدیمہ کی مرمت کرائی۔ اس ک عہد می موئے مبارک حضور رسول اکرم ﷺ کشمیر میں آئے، قلندر بیگ شاعر نے

تاریخ لکھی ؎

تاریخ نزول بایکے ہاتف گفت　　　کشمیر مدینہ شدہ از موئے نبی

موئے مبارک کی خانقاہ سرینگر کے نزدیک موضع حضرت بل میں ہے اس صوبیدار کے عدل وداد کی تعریف مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی کی ہے تین سال دو ماہ حکمران رہا۔

نواب ابراہیم خان صوبیدار (بار سوم)

سنہ ۱۱۱۳ھ مطابق سنہ ۱۷۰۱ء میں مقرر ہو کر آیا۔ یہ آرہا تھا ادھر فاضل خان جارہا تھا۔ راستے میں ملاقات ہوئی، علی اکبر وقائع نگار ساتھ تھا اس نے کہا ؎

عیدِ رمضان آمد و ماہ رمضان رفت　　　صد شکر کہ این آمد و صد حیف کہ آن رفت

اس نے بلاتعصب وتشدد حکومت، عبدالفتاح گوجر نے پونچھ میں سرکشی کی، مگر گرفتار ہوگیا۔ اس دفعہ یہ پانچ سال حکمران رہا۔

نواب نوازش خان صوبیدار

سنہ ۱۱۱۸ھ مطابق سنہ ۱۷۰۶ء میں مقرر ہوا اس کے پہونچنے میں دیر ہوئی تو اشرف خان صدر دیوان نائب صوبہ بنایا گیا۔ پھر خواجہ عبداللہ کو نائب صوبہ بنایا گیا۔ جب نوازش خان کشمیر کو روانہ ہوا۔ بارہ مولہ پہونچا تھا کہ اورنگ زیب کی وفات کی خبر پہونچی۔ عالمگیر نے ۴۹ سال حکومت کی۔

قطب الدین محمد معظم شاہ عالم بہادر

عالمگیر کا بڑا بیٹا ۱۱۱۹ھ مطابق سنہ ۱۷۰۷ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کی ماں

راجہ راجور (علاقہ کشمیر) کی بیٹی تھی۔ خواجہ لطف اللہ کشمیری نے تاریخ جلوس لکھی ؎

قدسیاں تہنیت سال جلوس — بشہ مرشد کامل گفتند
عرصۂ جشن شہنشاہی را — محفل خلد مشاکل گفتند
سال تاریخ ہمایوں سعید — جشن شاہنشہ عادل گفتند

یہ بادشاہ ذی علم، صالح، سخی، عادل تھا۔ لیکن کاروبار سلطنت سے کسی قدر لاپرواتھا۔ پانچ سال انیس دن سلطنت کی۔

نواب نوازش خان صوبیدار

شاہ عالم نے اس کو صوبیداری کشمیر پر بحال رکھا۔ ۱۷۰۸ء میں تبدیل کیا۔ یہ ڈیڑھ سال حکمران رہا۔

نواب جعفر خان صوبیدار

۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۸ء میں مقرر ہوا اس کے پہونچنے تک خواجہ عبداللہ صوبیداری کا کام انجام دیتا رہا۔ جعفر خان دایم الخمر اور سخت گیر تھا۔ تنگ آ کر ایک دفعہ رعایا نے بغاوت بھی کی۔ آخر بیمار ہو کر مر گیا۔ اس کے بعد قاضی محمد فاروق عرف عارف خان صوبیداری کا کام کرتے رہے یہ کل زمانہ ایک سال ۱۳ ماہ ہوا۔

نواب ابراہیم خان صوبیدار بار چہارم

۱۱۲۱ھ مطابق ۱۷۰۹ء میں آیا، تین مہینے بعد مر گیا۔

نواب نوازش خان صوبیدار بار دوم

ابراہیم خان کے مرنے کے بعد عارف خان نائب صوبہ کام کرتا رہا۔ عارف خان کو بادشاہ نے امانت خان خطاب دیا س کے بعد نوازش خان آ گیا۔ اس کے عہد میں سیلاب آیا۔ پھر آگ لگی۔ چالیس ہزار گھر جل گئے۔ ایک سال بعد نوازش خان کو بادشاہ نے طلب کر لیا۔

نواب عنایت اللہ خان صوبیدار

۱۱۲۳ھ مطابق ۱۷۱۱ء میں مقرر ہوا۔ نوازش خان کے جانے کے بعد عارف خان قائم مقام رہا۔ سودرشن پنڈت پیشکار صوبیدار معہ عیال و اطفال خواجہ محمد آفتاب نقشبندی ہاتھ پر مشرف با سلام ہوا۔ عنایت اللہ اصل باشندہ کشمیر کا تھا جب اورنگ زیب کشمیر آیا تو عنایت اللہ کی والدہ مریم بی بی شہزادہ زیب النساء کی تعلیم پر مقرر ہوئی اس ذریعہ سے عنایت اللہ کی رسائی شاہی دربار تک ہوئی اس کے عہد میں محرم ۱۲۲۴ء میں بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

محمد معز الدین جہاندار شاہ

یہ معظم بہادر شاہ کا بیٹا تھا۔ ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء میں تخت نشین ہوا۔ نو مہینے بعد معزول کیا گیا نواب عنایت اللہ خان اس کے عہد میں بدستور صوبیدار رہا۔ راجہ مظفر خان بمبہ نے مظفر آباد میں شورش کی صوبیدار نے اس کی سرکوبی کیلئے تیاری کی۔ اسی دوران میں جہاندار شاہ قید ہو گیا۔

معین الدین فرخ سیر

یہ عظیم الشان پسر معظم شاہ بہادر کا بیٹا کشمیری حرم کے بطن سے تھا۔ ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء میں چچا کو قید کر کے تخت نشین ہوا۔ چھ سال تین ماہ پندرہ دن حکومت کی۔ ۱۱۲۵ھ میں جشن جلوس کیا۔

مژدہ بگوشم رسید از ظفر بادشاہ　　از پے تاریخ آن شکر خدا گفتہ ام

خواجہ اعظم مورخ کشمیری مصنف تاریخ اعظمی نے تاریخ لکھی

ازاں جملہ گفت اعظم کم رموز　　سلیمان ثانی بعدل و کرام

فرخ سیر خلیق و قابل بادشاہ تھا۔ مگر سادات بارہ اس زمانہ میں سلطنت پر مسلط تھے بادشاہ نے ان کا زور توڑنا چاہا مگر ممکن نہ ہوا۔ آخر سادات نے اس سے خائف ہو کر ۱۷۱۹ء میں اس کو عذاب شدید سے مار ڈالا

دیدی کہ چہ باشہ گرامی کردند　　صدر جور و جفا از رہ خامی کردند

تاریخ شہادت شہنشہ دل گفت　　سادات بوے نمک حرامی کردند

ماہران فن سیر آگاہ ہیں کہ سادات کا عروج سلطنت مغلیہ کے زوال کا سبب ہوا۔ سادات نے اپنے ذاتی اور ناجائز فوائد پر سلطنت اسلامیہ کو قربان کر دیا۔ فرخ سیر میں کوئی نقص و عیب نہ تھا۔ فرخ سیر نے تخت نشین ہوتے ہی عنایت اللہ خان کو معزول کر دیا۔ یہ ایک سال نو مہینے حکمران رہا۔ عنایت کشمیر سے مکہ معظمہ کو چلا گیا۔

نواب سادات خان صوبیدار

۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء میں مقرر ہوا۔ اس کے عہد میں علی محمد

خان واعظم خان واحترام خان تین شخص یکے بعد دیگرے نائب صوبہ مقرر ہوئے، علی محمد خان دودفعہ نائب بنایا گیا۔ مظفر خان بمبہ نے کرناہ اوروا ہ پر قبضہ کر کے کامراج پر ہاتھ مارنا شروع کیا لیکن اسی دوران میں اس کا انتقال ہوگیا۔ مگراس کے بیٹے ہیبت خان نے باپ کی مہم کو بدستور جاری رکھا۔ علی محمد خان نائب صوبہ نے ہیبت خان کو شکست دے کر صلح پر مجبور کیا۔ عبدالرزاق گو پسر عبدالفتاح نے پونچھ میں شورش کی نائب صوبہ نے اس کی بھی گوشمالی کی۔ عیدالعظیم دیوان صوبہ منحرف ہوگیا۔ نائب صوبہ نے اس کو بھی درست کیا۔ نائب صوبہ کے اہکاروں نے رعایا پر سختی کی۔ اس کی شکایت بادشاہ تک پہونچی۔ اسلئے صوبہ دار نے اس کو معزول کر کے اعظم خان کو نائب بنایا۔ علی محمد خان دوسال نائب رہا۔ اعظم خان نے عدل و انصاف سے حکومت کی لیکن ایک سال بعد صوبہ دار نے پھر علی محمد خان کا تقرر کیا۔ اور ایک سال بعد اس کو معزول کر کے احترام خان کو مقرر کیا احترام خان خودتو دہلی میں رہا۔ اس نے میر احمد کان کو قائم مقام بنا کر بھیجدیا۔ اسی عرصہ میں سادات خان کو بادشاہ نے برطرف کردیا۔ یہ تین سال گیارہ ماہ سترہ دن صوبیدار رہا۔

نواب عنایت اللہ خان صوبیدار بار دوم

۱۱۲۸ھ مطابق ۱۷۱۶ء میں حرمین اشریفین سے واپسی پر بادشاہ نے پھر عنایت اللہ خان کو صوبیدار بنایا۔ عنایت اللہ خان نے میر احمد خان کو بدستور ثابت رکھا۔ میر احمد خان نے عدل اوانصاف سے حکومت کی۔

شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات

فرخ سیر کے بعد سادات شمس الدین پسر رفیع الشان بن معظم بہادر شاہ کو ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں تخت نشین کیا۔ لیکن اس کا تین ماہ گیارہ دن بعد تپ دق سے انتقال ہوگیا۔ اس کے عہد میں عنایت اللہ خان صوبیدار اور میر احمد نائب صوبیدار بدستور رہے

رفیع الدولہ شاہجہاں ثانی

۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں رفیع الدرجات کے بعد یہ اس کا بھائی تخت نشین کیا گیا اور بھائی کی طرح تین مہینے ۲۷ دن حکومت کر کے یہ بھی طبعی موت سے مر گیا۔ صوبہ کشمیر کا انتظام اسکے عہد میں بھی بدستور رہا۔

ابوالفتح ناصر الدین روشن اختر محمد شاہ بن خجستہ اختر جہان شاہ بن معظم شاہ بہادر

۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں تخت نشین کیا گیا۔ اس نے اول اول توجہ سے مہمات سلطنت کو انجام دیا سادات کو یہ بات پسند نہ آئی۔ انہوں نے بادشاہ کو لہو ولعب عیش وعشرت کی طرف راغب کر دیا، بادشاہ عیش وراحت میں ایسا سرمست ہوا کہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوگیا۔ ملک میں ہر طرف شور وشر ہونے لگا۔ آخر ۲۸ سال ۸ ماہ بیس دن سلطنت کر کے ۱۷۴۸ء میں مر گیا۔ محمد شاہ شعر خوب کہتا تھا۔ یہ اسی کا شعر ہے ؎

یار در برصبح برسر فکر بر جالیش کنید　　عاشقان شب میروز زنجیر بر پالیش کنید

محمد شاہ نے عنایت اللہ خان کو صوبہ داری اور احمد خان کو نیابت پر بدستور قائم رکھا۔ اس زمانہ میں سلطنت کمزور ہوگئی تھی فتنہ وفساد بپا تھا۔ ہر طرف شورشین اور جگہ جگہ سازشیں ہو رہی تھیں ایک شخص ملا عبدالنبی عرف محتوی خان نے کشمیر میں ہندوؤں کی کچھ سرگرمی دیکھی جیسا کہ فصاحت خان نے اپنے شہراشوب میں بیان کیا ہے ؂

کہ از کفار آنجان محتوی خان　　تبقصیرے شد از دل دشمن جان

اور صاحب سلیمان باغ نے بھی لکھا ہے ؂

گفت کین ذمیاں کہ عذارند　　از سواری عنان نگہدارند

غرض محتوی خان نے ہندوؤں کے آثار سرکشی دیکھ کر اُن سے ناراض ہوکر نائب صوبہ کے سامنے چند تجاویز پیش کیں کہ یہ قیود بنظر احتیاط ہنود پر عاید کی جائیں۔ وہ قیود ایسی تھیں کہ اُن سے کوئی مالی یا جانی مضرت نہ تھی۔ مثلاً کوئی ہندو گھوڑے پر سوار نہ ہو۔ ہتھیار نہ باندھے، دستار نہ باندھے نائب صوبہ نے ان قیود کا جاری کرنا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھا۔ اس پر محتوی خان اور نائب صوبہ میں رنجش ہوگئی۔ محتوی خان نے خودسر ہوکر اپنے حکم سے یہ احکام جاری کردئے اُس کے ہم خیال بھی بہت سے لوگ ہوگئے۔ انہوں نے ان پر عملدر آمد کرانا چاہا۔ اس پر ہندو مسلمانوں میں فساد ہوگیا۔ نائب صوبہ اور محتوی خان میں جنگ ہوگئی۔ نائب مغلوب ہوکر خانہ نشین ہوگیا اور پھر انتظام نہ کرسکا۔ دو تین مہینے میں یہ خبر دہلی پہونچی۔ بادشاہ نے میر احمد خان کی جگہ عبداللہ خان کو نائب مقرر کیا۔ لیکن وہ بھی امن قائم نہ کرسکا۔ اور محتوی خان کا غلبہ بڑھتا چلا گیا

تو بادشاہ نے نواب مومن خان نجم ثانی کو نائب بنا کر بھیجا، مومن خان کی آمد سنکر محتوی خان پریشان ہوا اور حکومت سے صفائی کرنی چاہی اسی دوران میں محتوی خان کے دوستوں کو شیعوں نے قتل کر دیا اس پر سنی اور شیعوں میں ہنگامہ شروع ہو گیا۔ آخر سید اطہر خان دیوان بیوتات نے چند امرا کو شامل کر کے ۱۱۳۲ھ میں محتوی خان کو مغلوب کر کے قتل کیا۔ محتوی خان نے اپنے لئے خود ہی شیخ الاسلام خطاب تجویز کر لیا تھا۔ محتوی خان کے بعد بھی فساد جاری رہا۔ مومن خان نے بلحاظ مصلحت وقت محتوی خان کے بیٹے شرف الدین کو شیخ الاسلام تسلیم کر لیا۔ شرف الدین نے اور بھی ہنگامہ گرم کر دیا یہ شورش یہاں تک بڑھی کہ صوبہ دار اور نائب دونوں نے مجبور ہو کر استعفا دے دیا۔

متعصب مورخ خود ہی ان واقعات کو نقل کر کے محتوی خان کے اس ذاتی فعل کو اسلام اور سلطنت اسلامیہ کے سر مڑھتے ہیں۔ محتوی خان نے جو کچھ کیا وہ نہ مذہب کا حکم تھا نہ سلطنت کا نہ صوبیدار کا۔ سلطنت نے تو ہندوؤں کی خاطر محتوی خان سے جنگ کی، بادشاہ نے یہ کیا کہ محتوی خان کے گروہ پر فوج بھیجی اور ان قیود کی منسوخی کا فرمان نافذ کیا اور جو ہندو فریادی بن کر گیا تھا اس کو خود دستار عنایت کی، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے پنڈت سے رام نے بموقعہ شادی فرزند خود دارلسلطنت میں جا کر فریاد کی اور بادشاہ سے سوگز کا دستار حاصل کیا اور صمد خان کو قاضی شرف الدین کے تدارک کیلئے پیشگاہ بادشاہ سے ہمراہ لایا۔ اس نے یہاں پہونچتے ہی قاضی مذکورہ کو توپ کے آگے باندھ کر اڑا دیا (ص ۳۴۷) لیکن یہ متعصب مشکور تو کیا ہوتے اور سلطنت کو مطعون

کرر ہے ہیں۔اب اگر محتوی خان کے معاملہ پر غور کیا جائے تو وہ بھی چندان قصوروارنہیں۔ ماہران فن تاریخ آگاہ ہیں کہ اس زمانہ میں ہر حصہ ملک میں ہندو سازشیں اور شورشیں کرر ہے تھے ان کو دیکھتے ہوئے کون ایسا بے خبر ہوسکتا تھا جو کچھ تدبیر نہ کرتا۔ محتوی خان نے ہندوؤں کی غداری دیکھ کری قیود تجویز کی تھیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ ہندوؤں کی طرف سے کوئی قصور ہوا اور یہ قیود بھی دائمی قانون کی شکل مین نہ تھیں بلکہ ایک ہنگامی تعزیری تجویز تھی۔ جیسے آجکل آرڈیننس ہوتے ہیں اوران قیود سے کوئی جانی و مالی انقصان متصور نہ تھا نہ یہ تجویز ازراہ تعصب تھی بلکہ قیام امن کے لئے احتیاطی تدابیر تھیں یہ جاویز قوانین قدیم وآئین جدید کے خلاف نہ تھیں اس زمانے میں ایسے موقعوں پرآرڈیننس جاری کئے جاتے ہیں ہر جگہ فاتح ومفتوح کے حقوق میں فرق ہے۔ ہندوستانیوں سے یورپیوں کے حقوق نمایاں ہیں۔ جنوبی افریقہ میں باوجود ہر قسم کی سعی اور طویل اقامت کے ہندوستانیوں کوحقوق نہیں دے گئے ۔کشمیر کے ہندوراج میں بھی بعض ہندوؤں اور بعض امراء کے لئے بعض خصوصیتیں تھیں ۔عوام پر ان کے متعلق قیود عاید تھے ۔گلدستہ کشمیر میں ہے۔ پرندہ پر (ایک خاص قسم کی کشتی) سوائے امرااور والیاں ملک کے عام لوگ نہیں بیٹھ سکتے (ص ۶۳) میاں لوگوں کے سامنے اورکوئی ذات کا آدمی چارپائی پر بیٹھنے یا حقہ پینے کا مجاز نہ تھا۔ (ص ۳۱) میاں لوگوں کی تمام رعایتیں فرمانراوئے حال کو بہت منظور ہیں جوسپاہی اس ذات کے نوکر ہیں انکو سب سے ایک روپیہ زیادہ ملتا ہے۔ بعوض خون کے اُن کوخون معاف ہے بلکہ قوم

چارکوں کو بھی خون کے عوض پھانسی نہیں دیا جاتا (ص ۳۰) گھروں پر میاں لوگوں کے سپاہی جانے کا حکم نہیں خون کریں تو اُن کے لئے سزائے پھانسی نہیں قوانین اُن کے لئے خاص ہیں۔ (گلدستہ کشمیر ص ۲۰۶) راجہ مکتا پیڈ عرف للتادت نے جو راجگان کشمیر میں ہندوؤں کے نزدیک نیک نام راجہ ہے بلا تعین زمانہ مامون وغیر مامون وصیت کی کہ پہاڑی لوگوں کو دبائے رکھنا چاہیے۔ زمینداروں کے پاس ایک سال سے زیادہ کا غلہ نہ رہنے دینا، ان کے پاس ضرورت سے زیادہ بیل نہ رہنے دینا۔ زمینداروں کی زندگی شہریوں سے بہتر نہ ہونے پائے۔ شہری اور دیہاتی باہم رشتہ داری نہ کریں۔ اہکار باہم رشتہ داری نہ کریں۔ (تاریخ ریاست جموں و کشمیر ص ۹۷) اس راجہ نے اہل دکن کو ہوتی کی ایسی بندش پر مجبور کیا جس میں اس کا ایک حصہ دُم کی مانند زمین کو صاف کرتا نظر آتا تھا اور مفتوح حکمرانوں سے شکست کا اظہار کروانے کے لئے انہیں مختلف عالمات اختیار کرنے پر مجبور کیا (راج ترنگنی ص ۳۱۹) راجہ ساگر نے ملیچھوں کی مختلف اقوام کو مجبور کی تھا کہ اپنے بالوں کو مختلف امتیازی طریقوں پر آراستہ کیا کریں (راج ترنگنی حاشیہ ص ۳۲۹) پارسی لوگ جب ہندوستان میں آئے تو اورمز کے جزیزہ سے جزیرہ دیو (جزیرہ نما کاٹھیاوار کے جنوب میں کلیج کھبے کے دھانے پر واقع ہے) آباد ہوئے یہاں ۱۹ برس رہے وہاں سے سخن (بمبئی کے شمال میں گجرات کے مغربی کنارہ پر ہے) آئے یہ ۷۱۷ء کا واقعہ ہے سخن کا حکمران جادو رانا تھا انہوں نے رانا سے سکونت کی اجازت چاہی رانا نے اُن سے اُن کے عقائد دریافت کئے انہوں نے اپنے عقائد میں بیان کیا

۱۔ہم آفتاب اور پانچ عناصر کی پرستش کرتے ہیں ۔۲۔ ہم گائے کی پرستش کرتے ہیں ۔۳۔ ہم ہاتھ منہ دھونے کے بعد گئو مترا اپنے اوپر چھڑکتے ہیں۔ رانا نے ان کو رہنے کی اجازت دی لیکن ان پر چند قیود عائد کیں۔ان میں سے یہ شرائط بھی ہیں۔ا۔اس ملک کی زبان اختیار کریں۔۲۔مستورات کو ہندی وضع کا لباس پہنائیں۔۳۔زرہ بکتر کا استعمال نہ کریں (حالات قوم پارسیال ص ۸) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں قانون تھا کہ اگر سکھ کے ہاتھ سے کوئی کشمیر مارا جائے تو خون ثابت ہونے پر سکھ پر بیس روپیہ جرمانہ کیا جائے اگر مقتول ہندو ہے تو اس سے اُس کے ورثا کو چار روپیہ اگر مسلمان ہے تو اس کے ورثا کو دو روپیہ دیے جائیں (تاریخ ریاست جموں وکشمیر ص ۱۱۰) اس تعصب کا کیا ٹھکانا ہے کہ ایک مسلمان بعض ایسے قواعد جو کسی طرح مضرت رسان نہیں ہنگامی وتعزیری طور پر جاری کرنا چاہتا ہے، تو اس ظلم کہا جاتا ہے مہاراجہ للتادت ورنجیت سنگھ مستقل طور پر ایسے قوانین نافذ کرتے ہیں جن سے جانی و مالی مضرت بھی ہے تو اُن کی تعریف کی جاتی ہے ہندوؤں کے مذہبی قانون کو اگر دیکھا جائے وہ انسانی حقوق کو پامال کرنے والا ہے اس کے عمل درآمد کا یہ نتیجہ ہ کہ غیر آریہ قومیں انسان سے انسان نما حیوان بن گئیں۔ غیر آریہ نہ علم پڑھ سکتے تھے۔نہ نیا کپڑا پہن سکتے تھے نہ نئی چیز استعمال کر سکتے تھے نہ آریوں کے قریب آباد ہو سکتے تھے۔اسی وجہ سے اچھوتوں کی کانفرنس نے یہ ریزولیوشن پاس کیا تھا۔منوسمرتی اور ایسی کتابوں کو جن سے انسانی حقوق کی پامالی ہوتی ہے یہ کانفرنس خیال کرتی ہے کہ اظہار نفرت کے طور پر ہمیں ان کتابوں کو جلا

دینا چاہیے۔(اخبار بھیشم جنوری ۱۹۲۸ء) ادھورت منش ہم لوگوں کے استھانوں سے دور چلے جاویں (رگوید بھاشیہ ۱۹۳۵ بکرمی ص ۲۷) نارو جی نے بھی بیان کیا ہے کہ اگر کسی برہمن کی جائیداد کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو اس کی جائداد دوسرے برہمن کو دیدینی چاہیے ورنہ بادشاہ گناہ گار بن جاتا ہے۔(منو ۹/۱۸۹) قانون وراثت ہنود مصنفہ سرنیواس راؤ بی۔اے۔ایل ایل۔بی ص ۱۶۱) برہمن خون کرے تو اُس کا سرمنڈوانا چاہیے دوسرا خون کرے تو خون کا بدلہ خون لیا جائے (منو باب ہشتم ص ۳۷۹) برہمن کے سامنے پیشاب کرنے سے شودر کا......کاٹ دیا جائے (منو ادھیائے ۱۸ اشلوک ۲۸۲) اگر شودر کسی اعلیٰ ذات والے کے برابر بیٹھ جائے تو اس کی پیشانی پر داغ لگا کر اس کو جلاوطن کرنا چاہیے۔(منو باب پنجم) ان قوانین پر مفصل بحث ہماری کتاب معجزِ اسلام میں ہے۔ یہاں زیادہ تفصیل کا موقع نہیں۔اس جگہ صرف یہ دکھانا تھا کہ جس قوم کا مذہبی قانون دیگر اقوام کو انسانی حقوق سے محروم کرنے والا ہے جس کے نامور فرمانرواؤں نے دیگر اقوام پر مضر رساں قیود عائد کئے ہیں وہ محتوی خان کے غیر مضر ہنگامی قانون پر معترض ہیں۔

نواب سیف الدولہ عبدالصمد خان صوبیدار

عنایت اللہ خان نے استعفا دے دیا یہ ایک سال تین ماہ صوبیدار رہا۔اس کی جگہ عبدالصمد خان مقرر ہوا۔اس نے عبداللہ خان دہ بیدی کو نائب بنایا مگر وہ انتظام نہ کر سکا۔اس لئے عبدالصمد خان خود آیا۔اس نے قاضی شرف الدین کو قتل کیا اور امن وامان قائم کر دیا۔اور ابوالبرکات خان و عارف خان

دونوں کو نائب بنا کر لاہور چلا گیا ان دونوں نائبوں میں ان بن ہوگئی۔ اس لئے عبدالصمد خان نے چھ مہینے کے بعد دونوں کو معزول کر کے نجیب خان کو نائب بنایا۔ ایک سال بعد عبدالصمد خان برطرف ہوگیا۔ اس نے ۱۱۳۶ھ ۱۷۲۳ء تک دو سال پانچ ماہ حکومت کی۔

نواب اعظم خان صوبیدار

اس نے عبداللہ خان دہ بیدی کو نائب بنایا،۔ پھر خود آیا اس کے بعض کوتاہ اندیش مشیروں کی وجہ سے شورش ہوئی۔ مگر جلد فرو ہوگئی۔ قحط پڑا۔ اسکی تاریخ (قحط عظیم) ہے ایک سال بعد یہ معزول کیا گیا۔

نواب عنایت اللہ خان صوبیدار بار سوم

۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۲۴ء میں مقرر ہوا۔ اس نے فخرالدین خان کو نائب بنایا۔ ایکسال حسن انتظام سے کام کیا۔ اس کا انتقال ہوگیا

نواب عقیدت خان صوبیدار

۱۱۳۸ھ مطابق ۱۷۶۵ء میں مقرر ہوا۔ اس نے ابوالبرکات خان کو نائب بنایا۔ ان سے انتظام ہوسکا اس لئے دونوں مغرول کئے گئے،۔ یہ دو سال رہا۔

نواب اغر خان صوبیدار

۱۱۳۹ھ مطابق ۱۷۶۷ء میں مقرر ہوا۔ اس نے اول عدل وانصاف سے حکومت کی پھر جور و جفا کرنے لگا۔ ابوالبرکات خان کو اول اس نے پیشکار

بنایا پھر گرفتار کر کے دہلی بھیجدیا۔ اِس کے مظالم سے تنگ آ کر رعایا نے بغاوت کی۔ اور اس کو شکست دیکر بارہ مولہ تک بھگا دیا۔ بادشاہ کے پاس رعایا نے عرضیاں بھیج رکھیں۔ آخر بادشاہ نے اس کو مغرول کیا ایک سال حکمران رہا۔ یہ شاعر بھی تھا۔ یہ اسی کا شعر ہے۔

دیدی غیر ترا نمی بیند　　یک قسم صد قسم ہزار قسم

نواب امیر خان صوبیدار

۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۲۸ء میں اس نے ابوالبرکات خان کو نائب بنایا ابوالبرکات خان نے جلیل الدین خان کو اپنا قایم مقام بنا یا۔ دو سال بعد ابوالبرکات خان عیانت سے علیحدہ کیا گیا اور احترام خان نائب صوبہ بن گیا۔ اس کے عہد میں گرانی غلہ کی وجہ سے بلوہ ہوا۔ بلوائیوں نے مفتی اور داروغہ عدالت دونوں کو قتل کیا احترام خان ابوالبرکا خان سے بدظن ہو گیا۔ اور اس پر چڑھائی کر دی۔ ابو البرکات نے شکست دیکر اس کو بھگا دیا۔ نواب امیر خان نے جب یہ سُنا تو احترام خان کو مغرول کر دیا۔ یہ چھ مہینے حکمران رہا اب ابو البرکات خان نائب صوبہ بنایا گیا۔ محبت خان راجہ مظفر آباد نے بغا وت کی۔ نائب صُوبہ نے جنگ کی۔ مگر شکست کھائی آخر صلح ہو گئی، ساڑے سات حکومت کے بعد امیر خان ۱۱۴۸ھ مطابق ۱۱۳۴ء میں مغرول کیا گیا۔

نواب دل خان صوبیدار

اس نے ابوالبرکات بدستور نائب رکھا۔ اس کے عہد، میں طوفون اور زلزلہ آیا۔ ۱۸۲۶ء میں ہیبت خان نے پھر شورش کی ابو البرکات نے میر جعفر کنٹ کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔ میر جعفر فتح کر کے واپس آیا تو نائب نے اس کی کچھ حوصلہ افزائی نہ کی میر جعفر نے پھر باغیوں کو اُبھار دیا۔ نائب نے ان کی سرکوبی کیلئے پھر میر جعفر ہی کو مامور کیا۔ میر جعفر بارہ مولہ تک جا کر واپس آ گیا۔ اور خود نائب سے برسر پیکار ہو گیا۔ آخر نائب شکست کھا کر بھاگ گیا۔ صوبیدار استعفا بھیجدیا۔ اسی زمانہ میں صوبیدار مر گیا۔ اس نے دو سال حکومت کی۔

نواب فخر الدولہ صوبیدار

۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۳۹ء میں مقرر ہوا۔ اس نے قاضی خان کو نائب بنایا۔ ان دونوں نے امن و مان قائم کیا میر جعفر شورش کر رہا تھا اس کو شکست دی نو مہینے فخر الدولہ صوبیداری سے سبکدوش ہو گیا۔

نواب عنایت اللہ خان ثانی صوبیدار

۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۲۸ء میں مقرر ہوا۔ اس کا اصل نام عطیہ اللہ خان تھا۔ میر عنایت اللہ خان صوبیدا سابق کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے پر بادشاہ نے اس کو عنایت للہ خان ہی خطاب دیا۔ اس نے عصام الدین خان کو نائب بنا کر بھیجا جب یہ پہنچا تو فخر الدولہ وہاں موجود تھا اُس نے اس کو جعلی آدمی

قرار دیکر گرفتار کرلیا۔ اور قاضی خان کو قایم کر کے چلا آیا۔ عصام الدین نے موقع پا کر قاضی خان کو زیر کر کے حکومت کشمیر کا فرمان حاصل کرلیا اور پہاڑی اقوام کی جمعیت فراہم کر کے محرم ۱۱۵۲ھ میں کشمیر آ کر نادرشاہ کا سکہ و خطبہ جاری کرنا چاہا۔ اس پر رعایا نے شورش برپا کردی جب نادرشاہ اور محمد شاہ میں صلح ہوگئی تو اہل شہر نے فخر الدولہ کو نکالا۔ فرالدوہفب چنار میں مقیم ہوگیا۔ اور وقتاً فو وقتاً سری نگر پر حملے کرتا رہا۔ آخر بھاگ گیا۔ عنایت اللہ خان صوبیدار نے ابوالبرکات کو نائب بنایا۔ اور خود بھی سری نگر آ گیا۔ عدل وداد سے حکومت کرنے لگا۔ بعض مفسدوں کے بہکانے سے ابوالبرکات خان باغی ہوگیا اور عنایت اللہ خان اور اس کے بیٹے خلعت خان کو شکشت دیکر بھگا دیا۔ اور ابوالبرکات خان خودمختارانہ حکومت کرنے لگا۔ ڈہائی مہنے بعد خلعت خان نے ہیبت خان سے مدد لیکر چڑاھائی کی ابوالبرکات کو شکست دیکر اپنے باپ عنایت اللہ خان کو حکومت سپرد کی۔ ابوالبرکات پونجھ پہونچا۔ اور عبدالزراق گوجر کے لڑکوں محمد زمان و محمد ولی سے مدد لیکر چڑاھ آیا۔ عنایت اللہ خان شکست کھا کر بھاگا۔ اور راجہ محمود خان بمبہ سے مدد لیکر آیا۔ صفر ۱۱۵۴ھ تک یہی فتنہ وفساد رہا۔ محمد زمان و محمد ولی عنایت اللہ خان سے بظاہر مل گئے اور اس کو سری نگر لیگیئے، آدہی رات کے وقت دیارام سے اس کو قتل کرادیا۔ عنایت اللہ خان کے نام صوبیداری دوسال پانچ ماہ رہی۔

نواب اسعد یار خان صوبیدار

عنایت اللہ خان کے قتل کے بعد تین مہینے تک ابوالبرکات خودمختارانہ

حکومت کرتا رہا۔ بادشاہ نے ۱۱۵۴ھ مطابق ۱۷۴۱ء میں اسعد یار خان کو مقرر کیا۔ اس نے ابوالبرکات کو بدستور نائب رکھا۔ پونچھ والے جو بولبرکات کے مدد معاون تھے شہر میں دست تطاول دراز کرنے لگے ابوالبرکات نے حکمت عملی سے ان کو نکالدیا۔ مگر وہ پھر آ گئے ن، ابوالبرکات نے اس دفعہ ان کو زبردستی نکالا۔ ۱۱۵۵ھ میں رات کیوقت انہون نے ابوالبرکات کے مکان پر حملہ کر دیا۔ ابوالبرکات نے محمد زمان، محمد ولی، دیارام باغیوں کے تینوں سرداروں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اور بہت سے گوجر قتل ہوئے۔ آخر امن امان ہو گیا۔ اس صلہ میں بادشاہ نے ابوالبرکات کو بہادری کا خطاب دیا۔ ابوالبرکات نے اپنے ایک ملازم ببر اللہ نام کو کامراج کا تھانیدار بنایا۔ ۱۱۵۶ھ میں دُلدار ستارہ نکلا۔ ببر اللہ نے بغاوت اختیار کی۔ اور شیعوں سے ساز باز کر کے ابوالبرکات کو شکست دیکر قید کر لیا اس جنگ و جدل میں بہت ہی قتل و غارت ہوا اس کی تاریخ عام التشویش ہے۔ جب ان واقعات کی دہلی خبر پہونچی بادشاہ نے اسعد یار خان کو معزول کر دیا۔ یہ چار سال صوبیدار رہا۔

نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ بہادر

۱۱۵۸ھ مطابق ۱۱۴۵ء میں مقرر ہوا۔ اس نے جان نثار خان شیر جنگ کو نائب کر کے کشمیر بھجا۔ اس نے کشمیر پہونچکر ابوالبرکات کو قید سے چھڑا کر دہلی بھجد یا۔ وہ دو مہینے زندہ رہکر مر گیا۔ اور ببر اللہ کو دھوکے سے قتل کرا دیا۔ ہر طرح امن و امان قایم کر کے چلا گیا ابوالبرکات اچھا شاعر تھا اُس کی رُباعی ہے ؎

صوفی نخنے تازہ و رنگیں دارم سرمشق خطے زیار دیریں دارم

از طرز کلام من شکری ریزد فرہاد بیا کہ حرف شیریں دارم

۱۷۴۶ء میں افرسیاب بیگ نائب صوبہ مقرر ہوکر آیا۔ اس کے عہد میں کثرت باراں سے قحط عظیم ہوا علاؤ الاین اور عتیق اللہ نے بغاوت کی آخر مغلوب ہوئے۔ میر عمر نے اسلام آباد میں بغاوت کر کے شکست کھائی اور بھاگ گیا۔ دوسرے سال پھر قحط پڑا۔ انہیں دنوں میں طوفان باد آیا۔ اس کے بعد بارش سے سیلاب آیا۔ اس طرح سارا کشمیر تباہ ہوگیا۔ ۱۱۶۰ھ میں نادر شاہ قتل ہوا اور احمد شاہ درانی کا سلطنت پر قبضہ ہوا کشمیریوں نے احمد شاہ کو عرضی لکھی کہ آپ اپنا صوبیدار مقرر کر دیں ہم اطاعت کریں گے اور صوبہ دار حال کو اس کے حوالہ دیں گے۔ لیکن یہ عرضی احمد شاہ کے پاس تک نہ پہونچی افراسیاب بیگ کے ہاتھ لگ گئی اس نے اس پر کوئی کارروائی نہ کی، امرار کشمیر کے سامنے ڈالدی۔ ۱۱۶۱ھ میں محدث خان پسر محتوی خان بہمراہی عصمت اللہ خان پشاور سے تین چار ہزار کی جمعیت لیکر چڑھ آیا۔ افراسیاب بیگ نے مقابلہ کیا۔ عصمت اللہ خان مارا گیا۔ محدث خان ہندوستان کو بھاگ گیا۔ ۱۱۶۱ھ میں بادشاہ محمد شاہ کا انتقال ہوگی۔

نواب النصر مجاہد الدین احمد شاہ

محمد شاہ کا بیٹا احمد شاہ ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۵۸ء میں تخت نشین ہوا۔ اس نے صفدر جنگ صوبیدار اور فراسیات بیگ نائب کو بحال رکھا۔ ۱۱۲۶ھ میں افراسیاب کو اس کے ایک رشتہ دار نے زہر دیکر مار ڈالا صفدر جنگ نے اس کے بیٹے احمد علی خان کو نائب مقرر کیا۔ چونکہ یہ کمسن تھا ملک حسن کو اس کا معاون مقرر کیا۔ دو مہینے بعد ملک حسن نے اس کو قتل کر دیا اور خود نائب بن بیٹھا اور خواجہ ظہیر الدین

نائب مقرر ہوا۔ اس کی حکوم کو اہل ملک نے ناپسند کیا۔ بادشاہ کو عرضی لکھی، بادشاہ نے صوبیدار کو تبدیل کر دیا۔ صفدر جنگ دو سال آٹھ ماہ بیس دن صوبیدار رہا۔

نواب الہ قلی خان صوبیدار

۱۱۶۵ھ بطابق ۱۱۵۶ء میں مقرر ہوا۔ اس نے میر مقیم کنٹ کو نائب بنایا۔ خواجہ ظہیر مدارُ المہام بن گیا۔ میر مقیم نے رعایا کو بہبود میں سعی کی مگر فوج میں تخفیف کی اور سپاہیوں تنخواہیں کم کر دیں اس سے بد دلی پھیل گئی، پانچ مہینے کے بعد الوالبرکات کے بیٹے ابوالقاسم نے موقوف شدہ سپاہیوں کو جمع کر دیا۔ میر مقیم اور خواجہ ظہیر مقابلہ نہ کر سکے بھاگ گئے ابوالقاسم نے قبضہ کر لیا۔ میر مقیم پھر جمعیت فراہم کر کے لایا مگر ابوالقاسم نے اس سے صلح کر کے اس کو راضی کر لیا اس تاریخ سے کشمیر سلطان دہلی سے جدا ہو گیا۔ جب احمد شاہ ابدالی بغرض تسخیر ہندوستان لاہور آیا۔ تو میر مقیم اور خواجہ ظہیر نے اس کو تسخیر کشمیر کی دعوت دی اُس نے پندرہ ہزار فوج بسر کردگی عبداللہ خان ایشک اقاضی ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۳ء میں روانہ کی یہ راجوری تک پہونچا تھا کہ ابوالقاسم کے وکیل نے حاضر ہو کر ایک لاکھ روپیہ نذر کیا۔ اور ہمیشہ ادا کرنے وعدہ کیا عبداللہ خان ٹھہر گیا دو مہینے بعد پھر کشمیر پر متوجہ ہوا۔ ابوالقاسم نے مقابلہ کیا مگر اس آدمی عبداللہ خان سے مل گئے اس لئے شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ عبداللہ خان نے اس کو کابل بھجدیا وہاں وہ اپنی حسن لیاقت سے بادشاہ کا مقبول نظر بن گیا۔ یہ رُباعی ابوالقاسم خان کی ہے

بر دور عارضت خط ریحاں نوشتہ اند — یا بوستان بگرد گلستان نوشتہ اند

نوشت ہیچو من کسے اوصافِ زلفِ تو جملہ نوشتہ لیک پریشان نوزشیہ اند

۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۵۳ء سے کشمیر دولت افاغنہ کا صوبہ ہو گیا۔

خاندان افاغنہ

عبداللہ خان ایشک اقاضی نے ۱۷۵۳ء میں کشمیر ابوالقاسم سے فتح کر کے شامل سلطنت درانیہ کیا اور پانچ مہینے چوبیس روز خود انتظام سلطنت میں مصروف رہا اور مفسدوں کی گوشمالی کر کے خواجہ عبداللہ کابلی کو صوبیدار اور سکھ جیون مل کو صاحبکار بنا کر چلا گیا۔

خواجہ عبداللہ کابلی ۱۷۵۳ء میں مقرر ہوا عدل وانصاف سے حکومت کو چار مہینے سات دن بعد ابوالحسن پانڈے سے سازش کر کے سکھ جیون مل نے اسکو مع اس کے فرزند کے قتل کر دیا اور خود صوبیدار بن گیا، ابوالحسن کو وزیر بنا لیا۔

راجہ سکھ جیون مل

عبداللہ کابلی کے قتل اور سکھ جیون کے قبضہ کا حال جب بادشاہ کو معلوم ہوا اس نے سکھ جیون کو اپنا اہلکار سمجھ کر کوئی کاروائی نہیں کی بلکہ اسی کے نام صوبیداری کا فرمان بھیجدیا مگر خواجہ کیجک کو نائب بنا کر بھیجا۔ سکھ جیون بمقتضائے مصلحت خاموش رہا کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ نے سکھ جیون سے کچھ روپیہ طلب کیا اس انکار کر دیا اور آمادۂ پیکار ہو گیا اس نے خواجہ کیجک، ملک حسن ایرانی، اعظم خان میرہ خان کو بھی شریک بغاوت کرنا چاہا انہوں نے انکار کیا اور سلطنت کی حمایت میں دو ہزار آدمی جمع کر کے بارہ مولہ میں ڈٹ گئی

ایک خونریز لڑائی کے بعد سکھ جیون فتح یاب ہوا اور حکم دیا کہ بادشاہ دہلی کا خطبہ پڑھا جائے احمد شاہ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے بیس ہزار فوج بسر کردگی عبداللہ خان ایشک قاضی سکھ جیون کی سرکوبی کے لئے روانہ کی لیکن سکھ جیون نے اس لشکر کو شکست دی اور اس فتح کی اطلاع سلطنت دہلی کو دی، بادشاہ نے سکھ جیون کو راجہ خطاب اور ایک ہاتھی ورجھالردار پالکی بھیجی۔ اس کے بعد راجہ نے بہت سے منصبداروں کو بلاقصور گرفتار کرالیا اوران کی جاگیریں۔ ۱۷۵۵ء اور ۱۷۵۶ء میں قحط عظیم رہا۔ راجہ نے رعایا کی مالی امداد کی۔ ایک رات راجہ علمائے اسلام سے صحیح بخاری کے متعلق مباحثہ کررہا تھا کہ شاہی اصطبل میں آگ لگ گئی، پاس ہی بارودخانہ تھا اس میں بھی آگ جا لگی بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔ ۱۷۵۷ء میں راجہ نے بدظن ہوکر ابوالحسن کو قید کردیا اور میر مقیم کنٹ کو وزیر بنالیا۔ ایک سال بعد میر مقیم کو قید کردیا اور ابوالحسن کو رہا کرکے وزیر بنالیا اس کے بعد سیالکوٹ، بھمبر، اکھنور پر چڑھائی کی، نواب ابوالحسن خان نے مقابلہ کیا، راجہ نے اس کے گھر کو آگ لگادی۔ (گلدستہ کشمیر ۱۵۱) مگر ان مہمات سے راجہ ناکام واپس آیا۔ قوم بمبہ نے کامراج میں بغاوت میں ابوالحسن وزیران کی تادیب کیلئے گیا تھا، مگر مہم سابق میں راجہ شکست سن کر واپس آ گیا، راجہ نے ابوالحسن کو قید کردیا اور میر مقیم کو وزیر بنالیا پھر کچھ دنوں کے بعد ابوالحسن کو وزیر اور میر مقیم کو قید کردیا، میر خان کہلہ نے سرکشی کی راجہ اس کی سرکوبی کیلئے گیا پیچھے ابوالحسن نے بغاوت کردی اور میر مقیم کو آزاد کردیا۔ راجہ نے واپس آ کر ابوالحسن کا مقابلہ کیا وہ شکست کھا کر پونچھ کو بھاگ

گیا۔ راجہ نے اس کے اہل وعیال کو گرفتار کر کے قتل کرادیا۔ ابوالحسن کچھ دنوں کے بعد طبعی موت سے وہیں مرگیا۔ راجہ نے پنڈت مہانند در کو وزیر بنالیا اس نے راجہ کو متعصب بنادیا، مسلمانوں پر سختی اور اُن کی بے عزتی کرنے لگا، مسجدوں میں اذان بند کردی، گاؤکشی کی ممانعت کردی اس سے رعایا میں بددلی پھیل گئی، ایک بلخی شہزادہ معہ پچاس ہمراہیوں کے عرصہ سے یہاں مقیم تھا اُس نے موقع پاکر راجہ کے شانے پر چھری ماری اسی وقت راجہ کے سکھ ہمراہی آپہونچے انہوں نے شہزادہ کو معہ اس کے ہمراہیوں کے قتل کردیا اور شہر کے مسلمانوں کے گھر لوٹ لئے۔ محتوی خان کا بیٹا عظمت اللہ خان جو کہیں روپوش تھا اب اپنے آپ کو مامون سمجھ کر یہاں آگیا۔ راجہ نے اس کو گرفتار کراکر قتل کرادیا، اسی زمانہ میں احمد شاہ درانی لاہور آیا، اس نے سکھ جیون کے مظالم اور خودسری کو سن کر نورالدین بامیزی کے زیر کمان پچاس ہزار فوج بھیجی راجہ جموں نے اس لشکر کی اعانت کی۔ راجہ نے مقابلہ کیا، راجہ کا سپہ سالار بخت بل شاہی سپہ سالار سے مل گیا۔ راجہ شکست کھا کر بھاگا۔ ایک شخص نے گرفتار کر کے نورالدین خان کے سامنے پیش کیا۔ اس نے راجہ کو بادشاہ کے پاس بھیجدیا۔ بادشاہ نے اس کو ہاتھی کے پیروں سے کچلوادیا، بادشاہ نے اس امداد کے صلہ میں راجہ جموں کو ساٹھ ہزار خروار شالی آمدنی کشمیر سے نسلاً بعد نسل بطور انعام دینے کا فرمان صادر کیا جو برابر ملتا رہا۔ سکھوں کے عہد حکومت میں بند ہوا۔ راجہ سکھ جیون شجاع اور علم دوست تھا شاعر بھی تھا۔ یہ شعر اُس کا ہے ؎

چندروزے خود تماشا کردہ ام　　　زین چمن گلہائے عبرت چیدہ ام

اپنے بتدائی عہد میں یہ نہایت بے تعصب رہا۔ مگر پنڈت مہانند کی صحبت نے اسکو متعصب بنادیا اور یہی اس کی خرابی کا باعث ہوا۔ راجہ نے کشمیر کی منظوم تاریخ مکمل لکھوانے کا انتظام کیا تھا، سات شاعر مورخ علی خان متین، عبدالوہاب شائق، ملا راجح، محمد خان سامی، ملا توفیق، رحمت اللہ نوید، حسن، تاریخ کے سات حصے کر کے ایک ایک حصہ ہر ایک شاعر کے سپرد کر دیا تھا۔ شائق اس جماعت کا صدر تھا۔ ایک ایک شعر پر ایک ایک روپیہ انعام مقرر تھا، شائق نے ساٹھ ہزار سامی نے ایک ہزار اشعار تیار کئے تھے (خزانہ عامرہ) اسی دوران میں راجہ کا خاتمہ ہوگیا اور یہ تاریخ غیر مکمل رہ گئی۔ راجہ کے یہاں ہر ہفتہ مشاعرہ ہوتا تھا۔ ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۴ء سے ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۲ء، تک آٹھ سال ایک ماہ ستائیس دن حکومت کی اس کی بربادی کی تاریخ یہ ہے

در ہزار و یک صد و ہفتاد و پنج گشت سکھ جیون تبہ بامال و گنج

راجہ کی گرفتاری کے بعد نورالدین نے مفسدوں کا قلع قمع کیا، تین مہینے میں انتظام کر کے واپس چلا گیا۔

بلند خان بامیزی صوبہ دار

۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۲ء میں مقرر ہوا اسکے عہد میں شیعوں نے خواجہ عطا اللہ کے ساتھ گستاخی کی اس پر شیعوں سنیوں میں جنگ ہوئی صوبیدار نے تحقیق کر کے مجرموں کو سزا دی اس کے بعد یہ صوبہ داری سے سبکدوش ہوگیا۔ ایک سال گیارہ ماہ رہا۔

نورالدین خان بامیزی صوبیدار باردوم

۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۴ء میں بادشاہ نے نوالدین خان بامیزی کو صوبیدار باردوم بنا کر بھیجا اس نے قاضی خان کو عہدہ قضات اور میر مقیم کنٹ کو مدارالمہام پنڈت کیلاس درکو صبکار بنایا۔ پنڈت نے ایک شخص کے ذریعہ میر مقیم قتل کرادیا صوبیدار نے باوجود ثبوت درگذر کیا۔ میر مقیم کالڑکا فقیراللہ پونچھ میں تھا۔ اس نے آکر استغاثہ دائر کیا صوبیدار نے اس کو بھی ٹال دیا وہ پونچھ راجہ رستم خان کے پاس بطلب مدد گیا لیکن وہاں کامیاب نہ ہوا تو راجہ محمود خان بمبہ والی مظفر آباد کے پاس گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ لاہور آیا۔ تو نورالدین خان اپنے بھانجے جان محمد کو قائم مقام اور کورمکھ سنگھ کو مددگار بنا کر لاہور بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ نورالدین خان دو سال تک عدالت ورحم سے رعایا کو خوش کرتا رہا۔ (ص ۱۵۲) نورالدین خان کے جانے کے بعد لعل خان خٹک نے بغاوت کی ۱۱۷۹ھ ۱۷۶۶ء میں جان محمد کو برطرف کر کے حکومت پر قبضہ کرلیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے خرم خان کو صوبیدار بنا کر بھیجا نورالدین کے نام صوبیداری ایک سال دس ماہ رہی۔

خرم خان صوبیدار

خرم خان کی آمد سنکر لعل خان بھاگ گیا۔ صوبیدار اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ پنڈت کیلاش در بدستور صاجبکار رہا۔ یہ صوبیدار کاہل اور سست تھا اس لئے میر فقیراللہ کنٹ ہراجہ محمود خان سے مدد لیکر بشمول لعل خان

چڑھ آیا۔ صوبیدار معہ امیر خان جوانشیر و پنڈت کیلاس در بھاگ بادشاہ کے پاس جا پہونچے، ۱۷۶۷ء میں میر فقیر اللہ نے صوبہ پر قبضہ کرلیا۔ اور بادشاہ کی اطاعت کا اعلان کردیا۔ اس نے اپنے باپ کے قصاص مین ہندوؤں کو قتل کیا اوران پر مظالم کیئے کچھ دنوں کیئے بعد سلطنت سے بھی روگردانی اختیار کی۔ شراب کثرت سے پینے لگا۔ جب یہ خبریں بادشاہ کو پہونچیں تو بادشاہ نے پھر نورالدین خان بامیزی کو مامور کیا۔ نورالدین خان نے اس کو شکست دی یہ کامراج کی طرف بھاگ گیا اور وہیں مرگیا۔ دس مہینے بیس دن حکمران رہا خرم خان گیارہ مہینے ۱۹ دن صوبیدار رہا۔

نورالدین بامیزی صوبیدار بار سوم

۱۱۸۱ھ مطابق ۱۷۶۷ میں اس نے آکر امن قائم کیا کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ نے محمد خان کو صوبیدار بنا کر بھیجا۔ نورالدین نے صوبہ سپرد کرنے سے انکار کردیا۔ محمد خان واپس گیا۔ پنڈت کیلاش در جو خرم خان کے ساتھ کابل گیا تھا۔ بادشاہ نے حضور میں پیش ہوا اور عرض کیا کہ نورالدین کو زیر کروں گا بادشاہ نے اس کو خرم خان کے ہمراہ بھیجا نورالدین نے جب یہ سُنا تو لعل محمد خان کو قائم مقام جموں بنا کر چلا گیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد وہیں مرگیا۔ خرم خان جب آیا لعل محمد خفیف مقابلہ کر کے فرار ہوگیا۔

خرم خان صوبیدار بار دوم

۱۱۸۴ھ مطابق ۱۷۷۰ء میں خرم خان نے صوبہ پر قبضہ کرلیا۔ لعل محمد

اکثر لوٹ مار کرتا صوبہ دار اس کا کچھ تدارک نہ کر سکا۔ امیر خان جوان شیر نے جو شاہی فوج کا افسر تھا صوبیدار کی کم ہمتی کی شکایت بادشاہ کو لکھی بادشاہ نے خرم خان کو واپس بلا لیا۔ یہ چھ مہینے حکمران رہا۔

امیر خان جوان شیر صوبیدار

بادشاہ نے خرم خان کو معزول کر کے ۱۱۸۴ھ مطابق ۱۷۷۱ء میں امیر خان جوان شیر کو صوبیدار مقرر کیا۔ یہ صوبیدار بن کر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ اس نے میر فاضل کنٹ مدار المہام بنایا۔ میر مقیم کے قصاص میں پنڈت کیلاش در کو قتل کرایا۔ بہت سے محلات تعمیر کرائے۔ جزیرہ سونہ لنک میں تعمیر کرائی، امیرا کدل بنایا۔ باغ امیر آباد بنایا، قلعہ شیر گڈھی تعمیر کرایا، ۱۷۷۱ء میں سیلاب آیا۔ ۱۱۸۶ھ میں احمد شاہ درانی کا انتقال ہو گیا۔ احمد شاہ نے ۱۹ سال ۴ ماہ ۲۷ دن حکومت کی احمد شاہ کے عہد میں قحط بھی پڑا۔ پنڈت مہانند دیوان ملکی رہا۔

تیمور شاہ درانی

احمد شاہ کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء میں تخت نشین ہوا۔ اکیس سال ایک ماہ ۱۲۰۷ھ ۱۷۹۳ء تک حکمران رہا۔ اس کا سکہ یہ تھا

چرخ می آرد طلا و نقرہ از خورشید و ماہ　　تا زند بر چہرہ نقش سکہ تیمور شاہ

اور مہر پر یہ شعر کندہ تھا۔

علم شد از عنایات الٰہی　　بعالم دولت تیمور شاہی

۱۲۰۷ھ مطابق ۱۷۹۳ء میں وفات پائی۔ اس نے امیر خان جوان شیر کو بدستور صوبیدار رکھا اور دلیر جنگ خطاب دیا۔ آخر امیر خان نے خودسری اختیار کی اور وہ ازراہ تعصب اہل سنت کو ستانے لگا۔ شیعہ مذہب کی اشاعت میں جبر سے کام لینے لگا۔ جب اس کے مظالم کی خبر بادشاہ کو پہونچی تو تھوڑی سی فوج دیکر علی اکبر کو صوبیدار بنا کر بھیجا۔ علی اکبر جب مظفر آباد پہونچا تو قوم بمبور نے جو امیر خان کی معاون تھی۔ اس کو آگے نہ بڑھنے دیا وہ کابل کو لوٹ گیا، بادشاہ کے حضور میں تحائف بھجوائے، ارا کین سلطنت سے خط و کتابت کر کے سب کو راضی کر کے حاجی کو واپس طلب کرالیا۔ اس کے ظلم سے تنگ آ کر رعایا نے بغاوت کی۔ یہ بغاوت جلد فرو ہوگئی لیکن ملا مجید اور عبدالنبی وغیرہ چند اہل سنت بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اور کچا چٹھا سنایا۔ بادشاہ نے پھر کریم داد خان کو مامور کیا............................ جب کریم داد خان آیا تو محمود خان بمبہ سدراہ ہوا لیکن کریم داد خان نے اس کو شکست دی اور بارہ مولہ تک چڑھ آیا۔ اب امیر خان کو اس کے سوا چارہ کار نظر نہ آیا کہ جنگ کرے مگر اس کے افسران فوج کریم داد خان سے مل گئے مجبور ہو کر امیر خان شاہ آباد کی طرف بھاگ گیا۔ مگر گرفتار ہو کر آیا۔ کریم داد خان نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کابل بھیجدیا۔ کچھ عرصہ تک قید رہا پھر بادشاہ نے اس کو آزاد کر دیا۔

حاجی کریم داد خان صوبیدار

۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء میں امیر خان کو گرفتار کر کے صوبیدار بنا۔ اس

نے دلارام کو صاحبکاری کا عہد دیا۔ ۱۷۷۹ء میں اپنے بیٹے مرتضیٰ کو تسخیر اسکروڑ پر مامور کیا۔ راجہ مراد خان والی اسکردو مغلوب ہوا، حاجی نے فتح نامہ بادشاہ کو بھیجا بادشاہ نے اس کو شجاع الملک خطاب دیا۔ قوم کھکہ و بمبہ سے سازش کر کے راجہ رنجیت دیو والی جموں نے کشمیر پر فوج کشی کی مگر شکست کھائی حاجی کشمیریوں کی غداری اور سازشوں سے خوب واقف ہو گیا تھا قوم بمبہ و کھکہ کی گوشمالی کے لئے فوج روانہ کی جو فتح خان راجہ گھٹائی کی چالبازی سے نقصان اُٹھا کر واپس آئی۔ حاجی سخت برہم ہوا۔ اب اس نے تشدد شروع کیا۔ اس کی یہ سختی بقول صاحب مکمل تاریخ کشمیر عام تھی نسلی و مذہبی تعصب سے نہ تھی اس نے کشمیریوں کو سب داؤ گھات بھلا دئے ۱۷۷۹ءمیں زلزلہ آیا۔ یہ زلزلہ ایک سال تک محسوس ہوتا رہا۔ ۱۷۸۱ء میں راجہ محمود خان والی مظفر آباد کے گوشمالی کی۔ ۱۷۸۳ء میں تیمور شاہ کو سکندر کے مقابلے پر بھیجا۔ سکندر مغلوب ہو کر بھاگ گیا۔ ۱۷۸۳ء میں حاجی انتقال ہو گیا۔ صوبہ اپنے بیٹے آزاد خان کے سپرد کر گیا۔ حاجی نے جامع مسجد اور علی مسجد کی مرمت کرائی۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر حاجی کو سختی کی داستان لکھتے ہیں لیکن مؤلف گلدستہ کشمیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عہد میں رعایا مرفہ الحال رہی اور رعایا پر سے بہت سی سختیاں دور کیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیریوں کی شرارتوں نے آخر میں حاجی کو تشدد پر مجبور کیا۔ اس کا صاحب مکمل تاریخ کشمیر کو خود بھی اقبال ہے۔

آزاد خان صوبیدار

بادشاہ نے آزاد کو صوبہ دار تسلیم کرلیا۔ اس نے دلارام کو بدستور صاحبکاری کے عہدہ پر رکھا۔ دیوان سنگھ کو مدارالمہام بنایا۔ اس نے کشتوار پونچھ راجوری کے مسلمان راجوں کو مطیع کیا پھر سلطان گھٹائی اور دیگر راجگان کی طرف متوجہ ہوا۔ ہر طرف مظفر و منصور رہا اب اس نے سلطنت سے روگردانی اختیار کی۔ اور سلطان قسطنطنیہ کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔ اپنا لقب نادر شاہ ثانی رکھا، بادشاہ نے مرزا محمد علی عرف کفایت خان کو اس کی فہمایش کے لئے بھیجا ابھی پہنچا بھی نہ تھا کہ بادشاہ نے عجلت کر کے آزاد خان کے بھائی مرتضیٰ خان و زمان خان کو تیس ہزار سوار دیکر بھیجا لیکن آزاد خان نے اس لشکر کو شکست دی مرتضیٰ خان وغیرہ فرار ہوے اسی دوران میں قحط ہوا دبا پھیلی مرتضیٰ نے پھر جمعیت فراہم کر کے جنگ کی مگر شکست کھائی اور پشاور کو بھاگ گیا اور آزاد خان نے فیض اللہ خان کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور قرآن شریف کا واسطہ دے کر معافی چاہی مگر بادشاہ نے نہ مانا۔ اس کے بعد راجہ محمود خان بمبہ نے آزاد خان سے معافی کو درخواست کی، آزاد خان نے معاف کردیا۔ بعض اُمرا عظمت خان وغیرہ نے بغاوت کی مگر شکست کھائی اس کے بعد سرینگر میں آگ لگی اور ۱۱۹۹ھ میں زلزلہ آیا۔ جو چار مہینے تک محسوس ہوتا رہا، بادشاہ نے سیف الدولہ خان کو پچاس ہزار سوار دے کر آزاد خان سرکوبی کیلئے بھیجا۔ مدد خان والی پونچھ کے خلاف تدبیریں کرنے لگا۔ راجہ کو خبر ہوگئی اس نے اسے محصور کرلیا، اتفاقاً اسی روز مدد خان کی فوج کا ایک افسر اسلام خان بھی وہاں

پہونچ گیا۔ آزاد خان نے محاصرہ سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔ اسلام خان نے اس کا سر کاٹ کر مدد خان کے پاس بھیجدیا۔ مدد خان نے یہ سر کابل بھیجدیا۔ کسی شاعر نے کہا ؎

درتواریخ یک ہزار ودوصد ظلم آزاد دار سید مدد

سیف الدولہ مدد خان اسحاق زئی صوبیدار

۱۲۰۰ھ، ۱۷۸۶ء میں آزاد خان کے بعد صوبیدار ہوا۔ اول مفسدوں کی گوشمالی کی پھر نرمی وانصاف سے حکومت کرنے لگا۔ مدد خان نے بہت سے ہندو ملازم رکھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں پر سختی وتشدد کیا صاحب سلیمان باغ لکھتے ہیں ؎

تابہ دیوانی یافت دخل ہنود دفتر ظلم را حساب افزود
کم زسابق نہ گشت مکروہے بلکہ افزود تازہ اندوہے
اہل دین رابس ازعداوت دین ہندوے چرخ بیش شد برکین

میر داد خان صوبیدار

اس نے دلا رام قلی کو افسر دیوانی بنایا۔ دلا رام نے تمام ہندو بھروئے (مکمل تاریخ کشمیر ص ۳۱۱) دلا رم کے مظالم سے تنگ آ کر رجا یا نے بغاوت کی لیکن جلد فرو ہوگئی میر جعفر کنٹ نے کامراج میں شورش کی مگر گرفتا ہوا قید کیا گیا۔ ۱۷۸۸ء میں میر داد خان مر گیا۔ اس نے دو سال حکومت کی۔

ملا غفار خان صوبیدار

۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۸۸ء میں میر داد خان کے مرنے پر کچھ دنوں تک

اُس کے ایک رشتے دار اسماعیل خان نام نے کام کیا پھر مُلا غفار صوبہ دار مقرر ہوکر آیا۔ اس نے میر جعفر کو رہا کر دیا۔ چار مہینے بعد حکومت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ اس کے بعد کثرت خان سے سیلاب ایا۔

سردار جمعہ خان الکوزئی صوبیدار

۱۲۰۲ھ مطابق ۱۷۸۸ء میں مقرر ہوکر آیا۔ اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی جب بادشاہ پشاور آیا اپنے بیٹے محبت خان کو قایم مقام کر کے بادشاہ کے پاس گیا۔ تین مہینے بعد واپس آیا حسن علی خان بمبو نے کا مراج میں رستم خان والی پونچھ نے کوہستان میں اور ولی راجوری نے یکے بعد دیگرے بغاوتیں کیں۔ لیکن صوبیدار نے سب کو مطیع کیا پھر اس کو بادشاہ نے طلب کیا۔ یہ رحمت اللہ کو قایم مقام کر کے چلا گیا، اقوام کھکہ و بمبہ نے کامراج میں شورش کی رحمت اللہ نے سب کو مغلوب کیا۔ ۱۲۰۷ھ میں جمعہ خان واپس آیا لیکن تین مہینے بعد مر گیا اس کے بعد اس کا بیٹا رحمت اللہ تین ماہ ۱۲ دن تک صوبیداری کرتا رہا۔ اس کے نام صوبیداری ۵ سال ۵ ماہ رہی۔

میرزا خان صوبیدار

۱۲۰۷ھ مطابق ۱۷۹۲ء میں میرزا خان صوبیدار مقرر ہوا اس نے بطور نائب اپنے بیٹے میرہزار کی حکومت سپرد کر دی۔ چار مہینے بعد تیمور شاہ کا انتقال ہوگیا۔

زمان شاہ دُرانی

تیمور شاہ کا بیٹا زمان خان شاہ ۱۲۰۷ھ مطابق ۱۷۹۳ء میں تخت نشین ہوا۔ ایک شاعر نے رباعی لکھی ۔

دو نقش چہ دنخواہ چہ جانکاہ نشست خورشید برآمد ز اُفق ماہ نشست
از گردش مہر و ماہ تیمور ز تخت برخاستہ نواب زمان شاہ نشست

اِس کا سکہ یہ تھا ۔

طراز یافت بحکم خدائے ہر دو جہاں رواج سکہ دولت بنام شاہ زمان

مُہر پر یہ شعر کندہ تھا ۔

قرار داوہ ز لطاف خویشتن یردا نگین حکم جہان را بنام شاہ زمان

۱۷۹۷ء میں زمان شاہ ہندوستان آیا جب کابل کو واپس ہوا راستہ میں اس کی بارہ توپیں دریائے جہلم میں رہ گیں نہ نکل سکیں، بادشاہ نے رنجیت سنگھ کو لکھا کہ اگر تم ہماری توپیں نکل واکر بھیجد وگے تو اس خدمت کے صلہ میں تم کو لاہور پر قبضہ کرنے کی اجازت دیدی جائے گی جس کی تم نے بارہا تمنا کی ہے۔ رنجیت سنگ نے کوشش کر کے آٹھ توپیں نکلوا کر بھیجدیں بادشانے حست وعدہ لاہور پر قبضہ کرنے کا فرمان بنام رنجیت سنگھ صادر فرمایا۔ ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ پالیا۔ ۱۸۰۲ء میں زمان شاہ اندھا کر کے تخت سے بیدخل کیا گیا۔ اس نے ۷ سال دس ماہ حکومت کی۔ زمان شاہ شاعر بھی تھا۔ آفتاب تخلص تھا۔ یہ باعی زمانہ کوری کی تصنیف ہے ۔

زنرگس کسے کے بگیرد گلاب　　　زچشمان من چون گرفتند آب
زاحوال چشم چو پرسد کسے　　　بگو کور شد دیدۂ آفتاب

زمان شاہ نے ۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷۹۴ء بجائے میرزا خان کی میر ہزار کو صوبہ دار بنایا۔ میرزا خان کے نام ۴ مہینے صوبیداری رہی۔

میر ہزار صوبیدار

۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷۹۴ مقرر ہوا۔ ۱۲۰۹ھ میں زمان شاہ پشاور آیا تو میر ہزار سے خراج طلب کیا۔ اس نے سرکشی اختیار کی۔ بادشاہ نے اس کے باپ کو فہمایش کیلئے بھیجا لیکن اس ایک نہ سُنی اور باپ کو نظر بند کر دیا۔ تو بادشاہ نے رحمت اللہ خان وغیرہ کی سردگی میں اس کی سرکوبی کیلئے فوج بھیجی میر ہزار ایک خونریز جنگ کے بعد گرفتار ہوا۔ میر ہزار نے سختی سے حکومت کی لیکن اس کی سختی عام تھی۔ کوئی نسلی یا مذہبی تعصب نہ تھا۔ کشمیر میں اکثریت مسلمانوں کی تھی اس لئے مظالم کا اثر بھی زیادہ مسلمانوں ہی پر تھا۔ میر ہزار کی سختی اس کا ذاتی فعل تھا قوم و مذہب سے اس کا کچھ تعلق نہیں بلکہ سلطنت سے بھی نہیں کیونکہ وہ خود مختار فرمانروا نہ تھا اس نے آٹھ مہینے حکومت کی متعصب کج فہم مولف گلدستہ کشمیر نے ایک نامعقول من گھڑت روایت میر ہزار کے متعلق لکھی (میر ہزار کی بابت روایت ہے کہ پچھلے جنم میں اس نے ہمشیرہ سے بدکاری کی تھی، اس پر ہنود نے اس کو ک جلوا دیا تھا جس پر اس نے اس صورت میں پیدا ہو کر اس فرقہ کو عذاب پہنچایا گلدستہ کشمیر ص ۱۵۲) اس قسم کی روایات کا لکھنا مولف کی کج فہمی و کوتاہ اندیشی

پر دلالت کرتا ہے سوائے توہم پرست کم عقل کے کوئی معقول پسند اس قسم کی غلط اور بیہودہ واقعات کو لکھنا پسند نکرے گا۔ مسلمانوں کو اس قسم کی تحریرات پر مشتعل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ صور واقعہ جو ظاہر کی گئی ہے وہ خود ثابت کرتی ہے کہ میر ہزار سے جنم میں یہ فعل سرزد ہوا وہ ہندو تھا کیونکہ ہندوؤں کی ہی روحیں جون بدلتی رہتی ہیں کبھی انسان سے بیل کتو بر بنتی ہیں کبھی کوا، فاختہ، مور وغیرہ سے انسان بنتی ہیں وہ ہندو تھا جب ہی ہندو اس کی سزا دینے کی فکر میں ہوئے، اور اسی عہد میں تھا جب ہندوؤں کو اس قدر اقتدار حاصل تھا کہ وہ اپنے بعض قدما کی طرح انسان کو زندہ جلاسکیں اس لئے مسلمانوں کا اس روایت سے کوئی تعلق نہیں اور میر ہزار کا اس سزا پر ہندوؤں پر غضبناک ہونا بھی بے جا نہ تھا۔ کیونکہ وہ بھاگوت میں برہماجی اور ان کی بیٹی کا قصہ پڑھ چکا تھا۔ ہرکیولر اور اس بیٹی راجہ داہر اور اس کی بہن کی واقعات سن چکا تھا، وہ جانتا تھا کہ ان معاملات پر ان قدما پر کوئی دار و گیر نہیں پھر اسی کو کیوں خصوصیت سے سزا دی گئی۔

رحمت اللہ خان صوبیدار

۱۲۰۸ھ ۱۷۹۴ء میں رحمت اللہ نے صوبیداری کو سنبھالا چار ماہ بعد واپس چلا گیا۔ بادشاہ نے کفایت خان کو صوبیدار مقرر کیا۔

کفایت خان صوبیدار

۱۲۰۸ھ ۱۷۹۴ء میں مقرر ہوا۔ عدل وانصاف سے حکومت کی۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے بشمول عواطف سلطانی عود کیا اور کافہ انام کے

ساتھ بلطف واحسان کاربندِ عدل وانصاف رہا(ص ۱۵۷) تین مہینے کے بعد اس کو بادشاہ نے طلب کیا یہ میرزا بدرالدین کو قائم مقام کر کے چلا گیا۔ ایک شیعہ نے خواجہ عیسیٰؒ کو فریب سے اپنے گھر لے جا کر حمام میں بند کر دیا اور نیچے سے آگ جلا دی۔ خواجہ نے چیخیں ماریں کسی راستہ چلنے والے نے آواز سن لی۔ بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ خواجہ کو چھڑا لیا۔ اس پر سنی شیعوں میں فساد ہوا۔ چند مہینے بعد کفایت خان واپس آیا۔ قوم بمبو نے کامراج میں شورش کی آخر صلح ہو گئی۔ اس نے محلہ خانیار میں ایک باغ لگایا۔ یہ ایک سال صوبیدار رہا۔

ارسلان خان صوبیدار

۱۲۰۹ھ ۱۷۹۵ء میں مقرر ہوا۔ مومن خان وغیرہ نے بغاوت کر کے صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے مختار الدولہ شیر محمد خان اور عبداللہ خان کو فوج دے کر بھیجا۔ مختار الدولہ نے باغیوں کا قلع قمع کیا اور ایک ہفتہ بعد عبداللہ خان کو صوبیدار بنا کر چلا گیا۔ ارسلان ایک سال صوبیدار رہا۔

عبداللہ خان الکوزئی صوبیدار

۱۲۱۰ھ ۱۷۹۶ء میں مقرر ہوا اور اپنے بھائی رحمت اللہ کو قائم مقام کر کے چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد پنڈت تج رام و صاحب کاری کا عہدہ دیا۔ ایک سال بعد رحمت اللہ کو بادشاہ نے طلب کر لیا یہ اپنے دوسرے بھائی گلستان خان کو قائم مقام کر کے چلا گیا۔ قوم بمبو نے کامراج میں شورش کی گلستان خان نے ان کو شکست دی، ۱۲۱۳ھ میں صوبیدار خود کشمیر آ گیا۔ پونچھ راجوری، مظفر آباد،

وچھنہ، کھاورہ کے رئیسوں کو مطیع کیا، بہادر خان والی پونچھ نے دوبارہ بغاوت کی اس کو گرفتار کرلیا۔ اس کی جگہ روح اللہ خان کو گدی نشین کیا اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی کشمیری پنڈت، نندرام ٹکو کابل پہونچکر بادشاہ کے مقربوں میں ہوگیا تھا صوبہ دار نے اس کے بھائی ہیرا داس کو خزانچی بنایا، ہیرا داس صوبیدار سے منحرف ہوگیا تھا اور اس کی شکایت اپنے بھائی کے ذریعہ سے بادشاہ سے کرادی بادشاہ نے عبداللہ خان کو طلب کر کے قید کر دیا۔ عبداللہ خان چلتے وقت اپنے بھائی عطا محمد کو قائم مقام کرگیا تھا۔ اب وکیل خان نے صوبیداری کا فرمان حاصل کرلیا۔ بادشاہ نے وکیل خان کے ساتھ ملا احمد کو فوج دے کر بھیجا کہ عطا محمد کو گرفتار کر کے وکیل خان کو صوبہ دلا دے۔ ملا احمد کو عطا محمد کے شکست دیکر گرفتار کرلیا۔ اور ہیرا داس کو بھی قید کر دیا۔ محرم ۱۲۱۶ھ میں شیعوں نے علانیہ تبرا کہا اس پر سنی شیعوں میں فساد ہوا اسی زمانہ میں زمان شاہ کی بادشاہی ختم ہوگئی۔ عطا محمد کے متعلق صاحب گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے چھ برس تک بداد گستری ورعیت پروری ترقی زراعت کرتا رہا۔

محمود شاہ دُرانی

تیمور شاہ کا دوسرا بیٹا اپنے بھائی زمان شاہ کو قید کر کے ۱۲۱۶ھ ۱۸۰۲ء میں تخت نشین ہوا بھائیوں کی جنگ میں عبداللہ خان کو موقع مل گیا وہ قید سے چھوٹ کر کشمیر آ کر خود مختار فرمانروا بن گیا۔ محمود شاہ کو دوسال بعد ارا کین سلطنت نے اتفاق کر کے معزول کر دیا۔

شجاع الملک و محمود شاہ

شجا الملک تیمور شاہ کا بیٹا ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۴ص میں تخت نشین کیا گیا۔اس کے سکے کا یہ شعر تھا

سکہ زد از حکم حق بر سیم وزر ۔۔۔ شہ شجاع الملک شاہ بحر و بر

کچھ دنوں کے بعد شجاع الملک کو معزول کر کے پھر محمود شاہ کو بادشاہ بنالیا۔لیکن اب کشمیر کا تعلق اس سلطنت سے نہ رہا تھا۔

عبداللہ خان الکوزئی

۱۸۰۲ء میں عبداللہ خان کشمیر آ کر حکمران ہو گیا، ۱۸۰۴ء میں سخت زلزلہ آیا۔۱۸۰۵ء میں کثرت باران سے سیلاب آیا۔۱۸۰۶ء میں شجاع الملک نے مختار الدولہ کو عبداللہ خان کی سرکوبی کیلئے بھجا۔مختار الدولہ نے اپنے بیٹے عطا محمد کی سرکروگی میں فوج روانہ کی دونوں باپ بیٹوں ملکر ۱۸۰۷ء میں اس کو شکست دی اس کے بعد عبداللہ خان مر گیا۔

عطا محمد پسر مختار الدولہ

مختار الدولہ شیر محمد خان بعد فتح پانچ مہینے کشمیر رہا۔پھر اپنے بیٹے عطا محمد خان کو قایم مقام کر کے چلا گیا۔اس نے پنڈت تج رام کو افسر دیوانی بنایا۔عطا محمد نے عدل وانصاف بذل نوال سے حکومت کی رعایا بہت خوش رہی

۱۸۰۹ء میں شجاع الملک شکست کھا کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس آ گیا،محمود شاہ حکمران ہو گیا۔یہ ابتری دیکھ کر عطا محمد خود مختار ہو گیا۔۱۲۲۴ھ میں زیر کمان

اکبر خان لشکر شاہی نے کشمیر پر حملہ کیا عطا محمد نے شکست دی ۱۲۲۶ھ میں محمود شاہ کے حکم سے فتح محمد خان لشکر لیکر آیا۔ مگر جب دریائے اٹک کے کنارے پر پہنچا تو عطا محمد کے انتظامات دیکھ کر خائف ہوا۔ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے مدد مانگی مہاراجہ نے آٹھ لاکھ روپیہ مقرر کر کے دیوان محکم چند کے زیر کمان کمک بھیجی بعض مورخ غلطی سے آٹھ لاکھ سالانہ خراج سمجھ گئے ہیں۔ اصل یہ آٹھ لاکھ لوٹ میں سے ٹھیرالیا تھا (گلشن ہندص ۲۵) عطا محمد نے دیوان نندرام کی معرفت شجاع الملک کو لاہور سے بلا کر قلعہ کوہ ماران میں نظر بند کر دیا۔ اتحادی افواج نے حملہ کیا عطا محمد کے فوجی افسر فتح محمد سے ساز کر گئے اس لئے شکست ہوئی، عطا محمد شیر گڈھی میں محسور ہو گیا شجاع الملک کو بھی اپنے ساتھ رکھا۔ آخر اس نے مجبور ہو کر دیوان محکم چند سے ساز باز کر لیا۔ دیوان نے محاصرہ اُٹھا لیا، فتح محمد کو بہت غصہ آیا۔ مگر کیا کر سکتا تھا آخر محکم چند کے ذریعہ سے صلح ہوئی۔ عطا محمد سب مال و زر لیکر صوبہ چھوڑ کر پشاور چلا گیا۔

عظیم خان صوبیدار

فتح محمد دو تین مہینے کشمیر رہا۔ محکم چند کو آٹھ لاکھ روپیہ دیکر رخصت کیا محکم چند کے ہمراہ شجاع الملک بھی لاہور چلا گیا۔ فتح محمد اپنے بھائی عظیم خان کو صوبیدار بنا کر کابل کو روانہ ہو گیا۔ قلعہ اٹک چونکہ حکومت کشمیر سے متعلق تھا۔ اور عطا محمد صلح سے تمام ملک فتح محمد کے حوالے کر چکا تھا اور یہ صلح دیوان محکم چند ہی کی معرفت ہوئی تھی لیکن حاکم پنجاب نے چلتے چلتے اس کو ایک لاکھ روپیہ دیکر قلعہ اٹک پر قبضہ لے لیا، فتح محمد جب وہاں پہونچا تو سکھوں کو قابض

پایا چونکہ عطا محمد کے تمام مقبوضات بروئے صلح اس کو مل گئے تھے اس نے قلعہ کی واپسی کے لئے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عمال سے گفتگو کی جب کار براری نہ ہوتی دیکھی جنگ کی مگر شکست کھائی عظیم خان نے کشمیر میں پنڈت سہج رام کو افسر دیوانی اور ہیرا داس کو صاحبکاری کے عہدے دئے۔ ۱۸۱۴ء میں ہندوؤں نے سازش کر کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تسخیر کشمیر پر راغب کیا۔ مہاراجہ نے حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ اس فتح کے بعد عظیم خان کو اس سازش کا حال معلوم ہوا۔ اس تحقیقات کی اور ہندوؤں پر سختی کی۔ ہندوؤں کے ساتھ بعض مسلمانوں پر بھی شبہ میں تشدد ہوا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم ۳۲۹) گلدستہ کشمیر میں بھی پنڈت کاک کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے مہاراجہ کو تسخیر کشمیر کی ترغیب دی (ص ۲۰۰) اسی زمانہ میں قحط پڑا اسکی تاریخ قحط عظیم ہے۔ شجاع الملک لاہور سے لدھیانہ آیا وہاں سے کشتوار آیا اور جمعیت فراہم کر کے کشمیر پر حملہ کیا مگر عظیم خان نے شکست دی یہ پھر لدھیانہ بھاگ آیا، کچھ دنوں کے بعد عظیم خان کا غصہ فرو ہوا۔ پھر ہندوؤں پر مہربان ہوا۔ پنڈت بیر بر اور مرزا پنڈت اور سوکھ رام کو محکمہ مال میں اعلیٰ عہدے دئے کچھ دنوں کے بعد بیر بر کے ذمہ ایک لاکھ روپیہ نکلا۔ عظیم خان نے بیر بر سے مطالبہ کیا۔ بیر بر نے گستاخانہ جواب دیا۔ عظیم خان نے اس کے مکان پر پہرا بٹھا دیا۔ مرزا پنڈت نے کہا میں ذمہ دار ہوں یہ بھاگ نہیں جائے گا پہرا ہٹا لیا جائے عظیم خان نے مطمئن ہو کر پہرا اٹھا لیا مگر مرزا پنڈت نے بیر بر کو بھگا دیا وہ اپنے بیٹے راجہ در کو بھی ساتھ لے گیا اور جموں مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس پہونچا، عظیم خان کو جب معلوم ہوا تو اس نے

مرزا پنڈت سے دریافت کیا۔ مرزا پنڈت نے کہا کہ اگر اس کو دنیا کی ہوس نہیں ہے تو گنگا جائے گا اور اگر دنیا کی ہوس ہے تو رنجیت سنگھ کو لیکر آئے گا۔ عظیم خان نے کہا اس کا کیا علاج، مرزا پنڈت نے کہا کشتن مرزا پنڈت، یہ سن کر عظیم خان خاموش ہو گیا اور بیر بر کے اہل و عیال کی جستجو شروع کی کسی نے پتہ نہ دیا، مگر انعام کے لالچ میں اس کے داماد تلوک چند نے پتہ بتا دیا۔ جب گرفتار ہوئے تو بیر بر کی بیوی نے الماس چاٹ کر خود کشی کر لی۔ راجہ در کی بیوی ایک پٹھان کے حوالے کی گئی وہ کابل لے گیا، یہ عورت پنڈت راجو کی ماں تھی۔ بیر بر راجہ دھیان سنگھ برادر مہاراجہ گلاب سنگھ کی معرفت لاہور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس پہونچا، بیر بر کے معاملہ میں خیال ہو سکتا ہے کہ مطالبے کی غلطی ہو مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہی پنڈت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں اسی علت میں گرفتار کیا گیا۔ اور قید خانے ہی میں مرا تو مطالبہ کی صحت پر یقین ہو جاتا ہے ۱۸۱۹ء میں فتح محمد وزیر کابل نے جو عظیم خان کا بھائی تھا۔ عظیم خان کو کابل بُلا لیا۔ عظیم خان اپنے بھائی جبار خان کو قائم مقام کر کے چلا گیا۔ عظیم خان چھ سال حکمران رہا۔ اس نے عدل و انصاف سے حکومت شروع کی تھی وہ ہندوؤں پر مہربان تھا انکو عہدے دئے لیکن ہندوؤں نے اس کے خلاف سازش کر کے ہندو راج قائم کرنا چاہا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو چڑھا لائے اس جنگ کے بعد عظیم خان کو تحقیقات سے اس سازش کا انکشاف ہوا تو اُس نے ہندوؤں پر سختی کی، مؤلف گلدستہ کشمیر لکھتا ہے ''اُس وقت سے (رنجیت سنگھ کو شکست دینے کے بعد سے) یہ ناانصافی و تہمت و خونریزی و اخذ زر جزیہ و دست درازی بیداد و

ستم اور جمع کرنے زر میں سخت بدعت کرنے لگا (ص ۱۱۶)۔ کچھ دنوں کے بعد وہ پھر ہندوؤں پر مہربان ہو گیا۔ اس کے بعد پنڈت بیر بر نے غبن کیا جب اس سے مطالبہ ہوا تو مرزا پنڈت سے سازش کر کے بھاگ کر لاہور گیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اُبھارا، ایک دوسرے مورخ کی تحریر سے بھی جس میں اُس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے کشمیر پر حملہ کرنے کا سبب لکھا ہے اس کا پتہ چلتا ہے (خط کشمیر جنت نظیر کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کا خیال یوں تو مدت سے دامن گیر تھا (رنجیت سنگھ کو) بلکہ بوئے گل کی طرح دل میں سمایا ہوا تھا۔ کہ یہ علاقہ رشک وہ گلشن خوبی کسی طرح میرے قبضہ اقتدار میں آ جائے۔ تاہم موقع کا منتظر تھا۔ چنانچہ اس کا آغاز ۲۶ رفروری ۱۸۱۹ء کو اس طرح ہوا کہ والی کشمیر جبار خان کا مدار المہام پنڈت بیر بر خان موصوف کے دست تعدی سے بھاگ کر لاہور پہنچا اور مہاراجہ کے دربار میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ آپ مجھے پناہ دیں۔ حاسدوں کو چڑھ بنی چنانچہ میری شکایت ہوئی، خان اُن کے کہنے سے مجھ سے سخت برگشتہ ہو گیا۔ یہاں تک عتاب کیا کہ تمام جائداد ضبط کر لی۔ اور مجھے قید کر دیا، (ص ۱۴ و ۱۵ سوانح عمری سردار ہری سنگھ نلوہ)

جبار خان

عظیم خان کے جانے کے بعد ۱۲۳۴ھ ۱۸۱۹ء میں جبار خان حکمران ہوا۔ جب عظیم خان کے جانے کا حال سنا بیر بر نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تسخیر کشمیر کی ترغیب دی۔ مہاراجہ نے لشکر کشیر سے حملہ کیا۔ کئی خونریز لڑائیوں کے بعد جبار خان زخمی ہو کر کابل کو بھاگ گیا۔ سکھوں نے لوٹ مار قتل و غارت سے

تمام ملک برباد کردیا۔ اس تاریخ سے کشمیر مہاراجہ رنجیت سنگھ کا صوبہ ہوگیا۔ جبار خان چار مہینے حکمران رہا۔ مسلمانوں نے جس خطہ کو مرغزار سے جنت نظیر بنایا تھا۔ سکھوں اور ڈوگروں نے اسے لوٹ مار کر کے ویران کردیا۔ رعایا کو پامال کر کے خود مالا مال ہوگئے۔ اہل کرم کی کمائی اہل ستم نے کھائی۔ **ذلک تقدیر العزیز العلیم**، خیر کبھی کے دن بڑے کبھی کی رات بڑی، **والقمر قدرنا منازل حتی عاد کالعرجون القدیم**.

حکومت خالصہ

سترہویں صدی عیسوی کے آخر میں ہندوستان میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ پنجاب میں سب سے زیادہ بدامنی تھی۔ خصوصاً سکھوں نے ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ان کی غارتگری مشہور تھی جو کوئی اس طرح مال و دولت حاصل کرنا چاہتا تھا وہ سکھ بن جاتا تھا۔ (تاریخ پنجاب رائے بہادر کنہیا لال) بڈھا سنگھ نے بھی ۱۶۷۰ء میں سکھ بن کر لوٹ مار کر کے خوب نام اور دولت پیدا کی (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۷) بڈھا سنگھ ہانسی قوم کا جاٹ تھا اسکا بیٹا نودہ سنگھ بھی بڑا دلیر تھا اس نے قتل و غارت میں خاص شہرت حاصل کی۔ گلاب سنگھ مجیٹھ ضلع امرت سر کے ایک مشہور زمیندار کی لڑکی سے اسکی شادی ہوگئی تھی یہ امر اور بھی اس کی نمود کا باعث ہوا۔ نودہ سنگھ کے بعد اس کا بیٹا جڑت سنگھ ایک موضع سکر چک میں رہتا تھا (سکر چک گوجرانوالہ سے ڈیڑھ کوس جنوب کی طرف ہے) اس لئے اسکی مثل سکر چکیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اس مثل کا بانی تھا۔ (مثل سکھوں کے ایک گروہ کو کہتے ہیں سکھوں کی

بارہ مثلیں ہیں، ایک مثل سکر چکیہ ہے یہ سب مثلوں میں چھوٹی تھی) چڑت سنگھ نے بہت سے مواضعات پر قبضہ جمالیا۔ جڑت سنگھ جب مرا تو اس کا بیٹا مہان سنگھ نو برس کا تھا۔ اس کی ماں دیسان نام نے حکومت سنبھال لی۔ مہان سنگھ کی شادی سدا کنور جنید والے کی لڑکی سے ہوئی۔ ۱۷۷۷ء میں مہان سنگھ نے قلعہ رسول نگر (متصل وزیر آباد) فتح کر لیا۔ ۱۷۸۰ء میں سدا کنور کے بطن سے مہان سنگھ کا وہ اقبال مند بیٹا پیدا ہوا جس نے ایک چھوٹے سے گروہ، ایک قتل و غارت کرنے والی جماعت سے چند مواضعات کی حکومت کو سلطنت بنا دیا۔ اس کا نام رنجیت سنگھ رکھا گیا۔ پانچ سال کی عمر میں رنجیت سنگھ کے چیچک نکلی، جان تو بچ گئی مگر ایک آنکھ بیکار ہوگئی۔ رنجیت سنگھ بارہ برس کا تھا کہ مہان سنگھ مر گیا سدا کنور نے حکومت سنبھال لی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ رنجیت سنگھ کو اپنے باپ کی طرح بچپن میں یتیمی کا داغ اُٹھانا پڑا اور ہوش سنبھالنے پر اپنے باپ کی طرح اپنی ماں کو بد چلنی کی علت میں مار ڈالنا پڑا (تاریخ پنجاب بھائی پر مانند و گلشن پنجاب مصنفہ لالہ دیبی پرشاد و تاریخ پنجاب مصنفہ خان بہادر محمد لطیف و مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم) رنجیت سنگھ نے بالغ ہو کر اپنی ریاست کے دیوان لکھپت رائے (جس سے اسکی ماں کا تعلق تھا) اور اپنی ماں کے قتل سے فراغت حاصل کر کے ریاست کو سنبھالا۔ اس کے بعد اپنے مقبوضات کو وسعت دینی شروع کی۔ ۱۷۹۹ء میں کشمیر بھی فتح کر لی۔ کشمیر پر مہاراجہ نے بیس سال یعنی ۱۸۳۹ء تک حکومت کی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب

۱۲۳۴ھ ۱۸۱۹ء مطابق ۱۸۷۶ بکرمی سے کشمیر مہاراجہ کے تصرف میں آیا۔ مہاراجہ بہادر، جابر صاحب ہمت مستقل مزاج، مدبر، سخی تھا۔ ۱۸۳۹ء میں انتقال کیا۔ مہاراجہ کی لاش کے ساتھ رانی کندن اور تین چھوٹی رانیاں اور سات باندیاں ستی ہوئیں (شیر پنجاب) مہاراجہ کے آٹھ بیٹے تھے۔ کھڑک سنگھ ایشر سنگھ، تارا سنگھ، پشورا سنگھ، کشمیرا سنگھ، ملتانا سنگھ، دلیپ سنگھ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پہلی شادی مہتاب کنور (دختر سردار گورنجسن سنگھ از بطن سدا کنور) سے ہوئی خان بہادر محمد لطیف نے بحوالہ میلکر گر صاحب لکھا ہے کہ رنجیت سنگھ کی زوجہ اُولیٰ مہتاب کنور چلن تھی (تاریخ پنجاب مطبوعہ ۱۸۸۰ء ص ۲۱۳، اُردو) شیر سنگھ اور تارا سنگھ دو بیٹے مہتاب کنور کے بطن سے بیان کئے گئے ہیں۔ انکی ولادت کے متعلق یہ قصہ بیان کیا گیا ہے (۱۸۰۷ء میں مشہور ہوا کہ وہ (رانی مہتاب کنور) حاملہ ہے اور یقین کیا گیا کہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ رنجیت سنگھ اس عرصہ میں کسی جنگ پر باہر گیا ہوا تھا۔ جب واپس گھر آیا تو دو لڑکے اس کے پیش کئے گئے اور بیان کیا گیا کہ یہ دونوں توام پیدا ہوئے ہیں اور مہاراجہ کی اولاد ہیں۔ کنگہم صاحب مورخ اس بیان کے ذمہ دار ہیں۔ وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ مہاراجہ کو ہمیشہ ان لوگوں کے صلبی ہونے کی نسبت شک رہا اور وہ اکثر اس بیان پر یقین کیا کرتا تھا کہ شیر سنگھ نجار کا اور تارا سنگھ جولاہے کا بیٹا ہے (تاریخ پنجاب خان بہادر محمد لطیف) لیکن مہاراجہ کھڑک سنگھ کی بیوہ رانی چندر کنور نے شیر سنگھ کو دھوبن کا لڑکا بتایا (شیر سنگھ اصلی بیٹا مہاراجہ کا نہ

تھا بلکہ تسلیم کیا ہوا تھا۔ تذکرہ بے مثل ص ۲۴۴) اصلیت یہ ہے کہ یہ رانی (مہتاب کنور) لاولد تھی۔ اور وہ دونوں لڑکے اپنا اقتدار اور رسوخ بڑھانے کے لئے کسی نہ کسی ذریعہ سے کہیں سے پیدا ہوتے ہی حاصل کئے گئے تھے۔ (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۵۹) مہاراجہ کے عہد حکومت میں کشمیر پر وہ وہ مظالم ہوئے کہ کبھی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ کسی شاعر نے اس زمانہ کے متعلق کہا تھا۔ ؎

جرم ما ماراچو دامنگیر شد　　قوم سکھاں وارد کشمیر شد

سکھوں کی حکومت کے متعلق مؤلف تاریخ ریاست جموں و کشمیر نے لکھا ہے، نئے راج سے کشمیریوں کے دکھ درد کا کوئی علاج نہ ہوا۔ ان کی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ ہر جگہ لوگوں کا بُرا حال تھا، مالیہ کے نام پر ساری پیداوار چھین لی جاتی تھی۔ زمین جا بجا ویران پڑی تھی۔ جب اس کے جوتنے میں کسی کو فائدہ نہ تھا تو زمیندار کیوں کھیت تیار کرتے۔ ہر شال کے تیار ہونے پر اس کی قیمت سے چھتیس روپیہ سینکڑہ حاکم لیتا تھا۔ اور جو چیز ملک سے باہر جاتی تھی۔ اس کی پوری قیمت محصول کے نام سے وصول کی جاتی تھی۔ جب لوگ بہت تنگ آئے تو ہزاروں کی تعداد میں پنجاب چلے گئے۔ شالوں کے علاوہ ہر صنعت و تجارت پر عجیب و غریب ٹیکس لگائے گئے تھے۔ قصالی، تانبائی، بانجی، لکڑ ہارے بھنگی تک کو نذرانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ جو شخص جج مقرر ہوتا تھا اسے بجائے تنخواہ لینے کے تیس ہزار روپیہ سالانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ فقیروں کے گروہ کے گروہ شہر میں بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ اور کسی شخص کے بدن پر چیتھڑوں کے سوا کچھ نظر نہ

آتا تھا۔ سکھ کشمیریوں کے حیوان سے بدتر سمجھتے تھے۔ (ص ۱۰۹ و ص ۱۱۰) سکھوں کے عہد حکومت کے متعلق مؤلف مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے، دن دھاڑے غریب رعایا کا مال اور اسباب چارپائے مویشی، محاصل آراضی اور زراعت چوپائے لوٹ کر لیجاتے تھے (گلہ بانوں کا گروہ جوڈ گیستی پیشہ تھا) اور کوئی حاکم ان کا تدارک نہ کرتا تھا اور کرتا بھی کس طرح کیونکہ اس ناشدنی زمانہ میں حاکم اور ڈاکو میں کوئی تمیز نہ تھی۔ دونوں غارت گری اور تاراج پر کمر بستہ تھے (حصہ سوم ص ۴۱) لالہ دیبی سہائے مہاراجہ اور اسکی حکومت کے حالات میں لکھتے ہیں، اپنی نوجوانی میں وہ طامع ہوگیا (ص ۴۵) یہ نہایت بیرحم تھا (ص ۴۶) مہاراجہ موصوف میں ایک بات یہ بُری تھی کہ جب کبھی فصل بہت اچھی ہوتی تھی۔ اور ان کو یہ خبر پہونچتی تھی تو وہ ان ٹھیکیداروں سے جن کے یہاں پیداوار زیادہ ہوتی تھی۔ جبراً روپیہ تعداد مقررہ سے زیادہ لیتے تھے (ص ۲۵۲) رعایا پر بہت ظلم ہوتا تھا کیونکہ اول تو اس سے جمع معینہ سے زیادہ وصول کیا جاتا تھا۔ دوم رعایا بیگار میں پکڑی جاتی تھی۔ اور مزدوری نہیں ملتی تھی سوم سپاہی سرکاری جو قلعہ جات وغیرہ پر تعینات ہوتے رعایا پر ظلم کرتے (۲۵۸) بعض فقیروں کو واسطے ترقی مذہب کے معافیاں دیگئیں تھیں (ص ۲۵۸) معافیات مذہبی کی تعداد بیس لاکھ تھی (۲۶۷ گلشن ہند)

مصر دیوانچند ظفر جنگ صوبیدار

فتح کشمیر کے لئے ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ نے اس کو مامور کیا۔ فتح کے

بعد یہ تیں مہینے انتظارم میں مصروف رہا۔ اسکھوں نے لوٹ کھسوٹ سے رعایا کو تنگ کیا۔ دیوان دیوی داس نے مہاراجہ کو اطلاع دی کہ کشمیر کا انتظام ابتر ہے فتنہ وفساد جاری ہے، رعایا پریشان ہے۔ مہاراجہ نے صوبیدار کو جوابدہی کے لئے بُلایا۔ مصر نے وہاں پہونچکر پچیس لاکھ روپیہ نذر کیا۔ مہاراجہ نے جواب طلبی سے درگذر کی اور ظفر جنگ خطاب دیا۔

دیوان موتی رام صوبیدار

۱۸۱۹ء میں مقرر ہوکر آیا۔ یہ دیوان محکم چند کا بیٹا تھا۔ پنڈت بیر بر افسر مال مقرر ہوا۔ صوبیدار صلح کل پالیسی کا آدمی تھا لیکن تمام کام بیر بر کے ہاتھ میں تھا۔ بیر بر نے مسلمانوں پر بحید مظالم کئے مسجدیں بند کر دیں اذان دینے کی ممانعت کر دی۔ جامع مسجد سرینگر بند کر دی گاؤ کشی موقف کر دی۔ صاحب تاریخ ریاست جموں وکشمیر نے لکھا ہے اس نے جامع مسجد بند کر دی اور مشہور مسجدیں اور ان کی معافیاں ضبط کر کے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص اذان نہ دینے پائے زیارت شاہ ہمدانی کو بھی گرانا چاہا۔ مگر بغاوت کے ڈر سے باز رہا۔ (ص ۱۱۰) اس کے عہد میں سخت قحط پڑا۔ دیوان دیوی داس نے پھر مہاراجہ کو بدانتظامی کی شکایت لکھی۔ مہاراجہ نے موتی رام کو طلب کر لیا۔ اور بیر بر کو حسن خدمت کے صلہ میں خلعت وغیرہ دیا۔ موتی رام ایک سال دو ماہ صوبیدار رہا۔

سردار ہری سنگہ نلوہ صوبیدار

ہری سنگھ سردار گوردیال سنگھ جاگیر کا لڑکا تھا بہادر جفاکش، جابر تھا۔

اس نے ایک بڑا شیر مارا تھا جب سے اس کو نلوہ کہنے لگے۔ (نلوہ شیر مارنے والے کو کہتے ہیں) حملہ کشمیر میں یہ بھی ایک فوج کا افسر تھا۔ اس نے بہت سی فتوحات متفرق مقامات پر کیں ہزارہ وغیرہ میں صوبیدار بھی رہا۔ اس نے کشمیر پہونچکر اپنا سکہ جاری کیا جس میں چھ ماشہ چاندی اور اسی قدر تابنا ملا ہوا تھا۔ یہ ہری سنگیا روپیہ کہلاتا تھا۔ اس پر یہ شعر کندہ تھا۔

دیگ و تیغ و فتح و نصرت بیدرنگ یافت از نانک گرو گوبند سنگھ

اس نے جبر و ستم کیا۔ اور سرداروں سے جنگ شروع کر دی۔ مہاراجہ نے اس کو لکھا کہ ابتدائے حکومت میں ملاطفت کی ضرورت ہے نہ کہ حرز ضرب کی۔ لیکن یہ حکم پہونچنے سے پہلے یہ بہت سے علاقے فتح کر چکا تھا۔ ان فتوحات کی اطلاع جب مہاراجہ کو ہوئی تو بہت خوش ہوا۔ پکھلی، ذہتورہ وغیرہ سب فتح ہو گئے تھے۔ بیر بر صاجبکاری کے عہدے پر مقرر ہوا۔ اس نے پہاڑی راجوں سے سازش کی ہری سنگھ کو معلوم ہو گیا۔ اس نے اس کے دستخطی و مہری خطوط معہ ثبوت مہاراجہ کے پاس بھیجدئے مہاراجہ نے بیر بر کو طلب کر لیا ہری سنگھ کے ظلم سے رعایا بلبلا اُٹھی مہاراجہ کو معلوم ہوا تو اس کو بلا لیا۔ ہندو مورخ لکھتے ہیں جب مہاراجہ کو معلوم ہوا کہ اسکی حکومت کشمیر میں بہت سنگین اور زود آور ہے لوگ بیزار ہیں تو ناچار واپس بلا لیا گیا۔ (جنرل ہری سنگھ نلوہ مصنفہ لالہ نرائن داس پوری) ہری سنگھ سے وہاں کے باشندے بہ سبب اسکی بدمزاجی کے بہت دق تھے۔ گلشن پنجاب مصنفہ پنڈت دیبی پرشاد ڈپٹی کلکٹر) کشمیری اور اقوام کوہستان اس کے ظلم کی برداشت نہ لا سکے (تاریخ

پنجاب مصنفہ سرلیپل گریفن) جب مہاراجہ نے اس کو جوابدہی کے لئے طلب کیا تو اس نے مہاراجہ کا غصہ فرو کرنے کی وہی تدبیر کی جو مصر دیوان چند نے کی تھی یعنی بہت سا سامان طلائی ونقرئی وتحائف پیش کیے۔ اس سامان کو دیکھ کر مہاراجہ خوش ہوگیا اور کچھ باز پرس نہ کی بلکہ ہزارہ کا صوبیدار بنا دیا (عمدۃ التواریخ پنڈت بیربر) یہ دو سال صوبیدار رہا)

دیوان موتی رام صوبیدار بار دوم

۱۸۲۲ء میں موتی رام دوبارہ مقرر ہوا۔ اس نے بقایا کی علت میں پنڈت بیربر کا تمام اسباب و جدائداد ضبط کر کے قید کر دیا۔ بیربر قید خانے ہی میں مرا۔ موتی رام اور راجہ دھیان سنگھ وزیر مہاراجہ رنجیت سنگھ میں مخالفت تھی۔ دھیان سنگھ نے موتی رام کو اس قدر تنگ کیا کہ اس نے مجبور ہو کر استعفا دیدیا۔ اور بنارس چلا گیا وہیں مر گیا (تاریخ رئیسان پنجاب)۔

دیوان چونی لال صوبیدار

۱۸۲۵ء میں مقرر ہوا۔ دو سال صوبیدار رہا۔ اس نے دو مسلمان گاؤکشی کے الزام میں قتل کرادئے اور ان کی لاشوں کو شہر میں تشہیر کرایا چونکہ یہ مالیہ کا صحیح انتظام نہ کرسکا۔ اسلئے مہاراجہ نے اس کو طلب کیا۔ اس نے ڈر کے مارے راستے ہی میں خودکشی کرلی۔

دیوان کرپارام صوبیدار

۱۸۲۷ء میں صوبیدار مقرر ہوا۔ تین سال دس ماہ صوبیدار رہا۔ یہ

دیوان موتی رام کا بیٹا تھا۔ یہ دانشمند صاحب ہمت اور مسرف تھا۔عیش وعشرت میں زندگی بسر کرتا تھا، سر والٹر لارنس لکھتے ہیں کرپارام کشتی کی سیر کا بہت شوقین تھا اور ہانجی عورتوں کا بہت دلدادہ تھا وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوکر زندگی کے مزے اُڑاتا تھا (ویلی آف کشمیر) اس کے عہد میں تین مہینے تک زلزلے آتے رہے پھر ہیضہ پھیلا۔ راجہ زبردست خان والئ مظفرآباد نے معہ چند رئیسوں کے بغاوت کی آخر صلح ہوگئی۔ ستی کی رسم جس کو مسلمانوں نے بند کردیا تھا اس کے عہد میں پھر جاری ہوئی۔ (تاریخ جدول کشمیر) اس کے باپ موتی رام اور راجہ دھیان سنگھ سے مخالفت تھی اسلیئے راجہ دھیان سنگھ اس کا بھی مخالف تھا اسی اثناء میں راجہ فیض طلب خان والی بھمبر اس کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ دھیان سنگھ وغیرہ نے اس راجہ کو گرفتار کرنا چاہا، کرپارام نے اسکو قید کرادیا اس قید سے مہاراجہ کے اس کو نولاکھ روپیہ لیکر چھوڑا، تاریخ رئیسان پنجاب) اس نے سرینگر میں رام باغ اور چند باغ بھی لگائے۔ آخر میں یہ دھیان سنگھ کے خوف سے مہاراجہ سے چھپ کر بنارس چلا گیا اور وہیں مرگیا۔

مہان سنگھ اردلی صوبیدار

۱۸۳۱ء میں مقرر ہوا۔ یہ مہاراجہ کا اردلی تھا۔ خلیفہ احمد شاہ وراجہ زبردست خان نے مظالم سے تنگ آکر بغاوت کی۔ شہزادہ شیر سنگھ لشکر لیکر آیا۔ اور سب کو شکست دی ۱۸۳۱ء میں خلاف دستور تعزیہ نکالنے پر شیعہ سنیوں میں فساد ہوا۔ اس سے مالیہ کا انتظام نہ ہوسکا۔ اسلیئے معزول کیا گیا۔

شہزادہ شیر سنگھ صوبیدار

۱۸۳۲ء میں مقرر ہوا دو سال صوبیدار رہا۔ کشمیر پہونچکر عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا کاروبار بسا کہا سنگھ کے سپرد کیا۔ اُس نے خوب لوٹ کھسوٹ کی، اس کے عہد میں بعد جنگ و جدل راجہ اسکردو نے اطاعت کی، کوہستان حصورہ میں بلور کی کان دریافت ہوئی۔ شہزادہ نے مہاراجہ سے بسا کہا سنگھ کی شکایت کی۔ مہاراجہ نے اس کو طلب کرلیا۔ یہ محبوس ہوکر لاہور پہونچا مہاراجہ نے اس سے پانچ لاکھ روپیہ لیکر رہا کردیا۔ اور جمعدار خوشحال سنگھ کو نائب بنا کر بھیجا۔ (خوشحال سنگھ پرگنہ سردھنہ ضلع میرٹھ غریب گوڑھ برہمن تھا۔ تلاش معاش میں بعمر ۱۷ سال لاہور آیا۔ حسین و خوبصورت تھا اسلئے مہاراجہ نے اس کی قدر کی۔ مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۳۶) خوشحال سنگھ نے ایسا انتظام کیا کہ تمام رعایا کو برباد کردیا۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں اشیائے خوردنی کی قسم سے جو جو چیز دستیاب ہوسکتی تھی تمام وکمال ضبط کر کے اس نے زمینداروں کو نان شبینہ کا محتاج کردیا۔ اگر کسی کے مکان سے غلہ آیا اجناس کی بو آتی تو گھر کا گھر ویران کردیتا، مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۳۲) مجر درسیدن نائرہ قہر و غضب مشتعل ساختہ، باشندگان آزانجا خانمان آوارہ شدہ باطراف گریختہ گرفتند در اثنائے راہ اطراف فوج فوج جان بحق تسلیم کردہ قریب سہ ماہ جمعدار وغیرہ در کشمیر استقامت داشتند مردمان کشمیر بقدر ہزار ہا درامت سر جی آمدند تا دہلی و کلکتہ و بنارس رسیدند (عمدۃ التواریخ دفتر دوم پنڈت بیربر) بہت سے کشمیری ترک وطن کرکے پنجاب اور ہندوستان میں سکونت پذیر ہوگئے بلکہ

ان ممالک میں آجکل جو کشمیری اقوام نظر آتی ہیں۔زیادہ اس زمانے کے مہاجرین ہیں، مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۳۴) خوشحال سنگھ صوبیدار نے کشمیر پہونچکر وہ انتظام کیا کہ تمام خطہ کشمیر اُجڑ گیا۔سرینگر کی رعایا جن کو گھروں سے نکلنا اور مرجانا برابر تھا گھروں کو چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ ہزاروں آدمی امرت سر وغیرہ میں آگئے۔اور گلی گلی کوچہ کوچہ بے تعداد دریوزہ گر پھرتے تھے۔ ہر بازار میں ''برائے خدا'' کی آواز سنائی دیتی تھی۔سینکڑوں بھوکوں کے مارے گلیوں اور بازاروں میں پھرتے نظر آتے تھے(تاریخ پنجاب رائے بہادر کنہیالال ص ۲۷۸) سرلیبل گریفن نے بھی تاریخ رئیسان پنجاب میں پنجاب میں کشمیر کی اس بربادی اور جمعدار کے مظالم کا تذکرہ کیا ہے مہاراجہ کو جب کشمیر کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو شہزادہ شیر سنگھ کو لکھا کہ تم نے ہم کو ان حالات کی اطلاع نہ دی، جمعدار نے ایک عرضی ارسال کی کہ بہت سا روپیہ لیکر حاضر ہوتا ہوں۔ مہاراجہ نے کہا جمعدار نے روپیہ تو جمع کرلیا مگر کشمیر کو برباد کردیا۔ جمعدار کے پیش دست جو لوگ تھے مہاراجہ نے سب کو محبوس کر کے گرانقدر رقومات لیکر چھوڑ۔حسین جمعدار چونکہ منظور نظر تھا تمام بلاؤں سے محفوظ رہا چندے خفیف نمائشی خفگی رہی جو اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند کی مصداق تھی۔

کرنل میہان سنگھ صوبیدار

۱۸۳۴ء میں شہزادہ شیر سنگھ کی جگہ مقرر ہوا ساتھ سال چار دن صوبیدار رہا۔ یہ بہادر بامروت رعایا پرور منصف مزاج آدمی تھا۔جب یہ کشمیر

پہونچا تو یہ حالت دیکھی کوچہ و بازار میں گندگی کے ڈھیر جمے ہوئے ہیں بلکہ اس پر گھاس اور کائی اُگی ہوئی تھی جس گھر میں چراغ جلتا تھا اور جہاں دو وقت کھانا پکتا تھا وہ گھرانہ بڑا آسودہ اور دولتمند سمجھا جاتا تھا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۳۸) کرنل اس حالت کو دیکھ کر ملول ہوا اور خدا سے دُعا کی کہ اس حالت کو بہتر بنادے اس نے پنجاب وغیرہ سے اشیائے خوردنی منگا کر کم نرخ سے کشمیر میں فروخت کرائیں۔ اور ڈاکوؤں کی سرکوبی کی۔ ۱۸۳۶ء میں چالیس دن برابر بارش ہونے سے سیلاب آیا۔ پُل ٹوٹ گئے۔ اس نے پل تعمیر کرائے نہریں درست کرائیں، باغ لگایا۔ ۱۸۳۷ میں زبردست خان و نجف خان والی مظفر آباد نے بغاوت کی، مگر شکست کھائی۔ اس نیک دل صوبیدار کی بقایا کے حیلے سے مہاراجہ نے جاگیر ضبط کر لی۔ کچھ دنوں کے بعد راجہ دھیان سنگھ کی سفارش سے واگذاشت کی، ۱۸۳۹ء مہاراجہ تلوار کا دھنی تھا۔ تدبیر کا مرد میدان نہ تھا۔ یہی صفت اس کے امراء اور مصاجین میں تھی۔ اُس کے خاص امراء میں کوئی بھی اعلیٰ قابلیت کا آدمی نہ تھا۔ کوئی اردلی سے ترقی کر کے وزیر بنا۔ کسی نے حسن صورت سے عروج پایا۔ یہ سب لوگ خزانے کو پُر کرنا اور میدان جنگ میں مارنا مرنا جانتے تھے۔ انتظام اور رعایا پروری سے ان کو لگاؤ نہ تھا۔ اس کے عہد میں کشمیر میں ایک لمحہ امن وچین سے نہیں گذرا، بہترین زمانہ کرنل مہیان سنگھ کی صوبیداری کا ہے لیکن اس میں بھی سکھ فوج برابر لوٹ مار کرتی رہی۔ خان بہادر پروفیسر ذکاء اللہ نے تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند میں مہاراجہ کے حکومت کے متعلق صحیح لکھا ہے کہ اس زمانہ میں نہ تو سڑکیں تھیں نہ

شفاخانے، چند ابتدائی مدارس تھے، کوئی تحریری قانون نہ تھا نہ خاص منصف تھے چوری یا معمولی قتل کی سزا جرمانہ تھا۔ اور سنگین جرائم کی سزا ناک کان کاٹنا، ہاتھ کاٹنا، کونچیں (ساق کی رگ کو اس طرح کاٹنا کہ آدمی چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے) کاٹنا، اس کا افسر رعایا سے استحصال بالجبر کرتا۔ اگر کوئی مقابلہ کرتا تو توپ سے باندھ کر اُڑا دیتا یا شہد ملکر دھوپ میں بٹھلا دیتا کہ وہ مر جائے۔ زندہ آدمیوں کی کھال اُتروانا۔ یہ معین نہ تھا کہ کس چیز پر محصول ہونا چاہیے اور کس پر نہ ہونا چاہیے۔ حاکم رعایا کو پامال کر کے اپنا گھر مالا مال کرتے، لاہور کے خزانے میں روپیہ بڑھاتے رہتے اور جو جی میں آتا کرتے۔

مہاراجہ کھڑک سنگھ

یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا صحیح النسب بیٹا تھا۔ رانی راج کنور کے بطن سے تھا۔ مہاراجہ کے انتقال کے وقت اس کی عمر ۳۵ سال تھی ۱۸۰۳ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۳۹ء میں باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ یہ نیک مزاج اور رحمدل تھا۔ مذہبی خیالات کے انہماک اور کثرت استعمال افیون نے اس کا دماغ درست نہیں چھوڑا تھا۔ (تذکرہ بے مثل) اس کو اپنے بیٹے نونہال سنگھ سے بے حد محبت تھی، نونہال سنگھ رفتہ رفتہ قابو پا گیا۔ اور راجہ دھیان سنگھ وزیر سے سازش کر کے باپ کو بے اختیار کر دیا۔ اور اس کو قسم قسم کی تکلیفیں پہونچائیں۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے بیٹے کی ناشدنی حرکات سے ہمیشہ رنج والم رہا۔ (حصہ سوم ص ۵۰) اکتوبر ۱۸۳۹ء میں نونہال سنگھ

نے کھڑک سنگھ اپنے باپ کو نظر بند کر دیا۔ (تاریخ پنجاب محمد لطیف ص ۲۳۹) نومبر ۱۸۴۰ء میں کھڑک سنگھ مر گیا۔ مہاراجہ کی لاش کے ساتھ نو جوان رانی ایسر کنور کو زبردستی کیا گیا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۵۱) راجہ کھڑک سنگھ کے ساتھ تین رانیاں اور نو کنیز ستی ہوئیں۔ منجملہ ان کے ایک رانی نو جوان ہمشیرہ سردار منگل سنگھ تھی اس کو جبراً ستی کرایا گیا۔ (تاریخ پنجاب محمد لطیف ۲۴۱ بحوالہ سماتیہ صاحب) نونہال سنگھ باپ کی لاش کو جلتا چھوڑ کر خلاف رسم قدیم مکان کو واپس آیا، دروازے کی چھت اس کے اوپر گر پڑی۔ اسی صدمہ سے دوسرے دن مر گیا۔ (تذکرہ بے مثل)

از نونہال عمر ثمر ہم نخورد ورفت — در بوستان حکم گذر نہ کرد ورفت
باماہ پیکران مجلی بہ لعل ودر — از حسرت و دریغ نظر ہم نہ کرد ورفت

رانی چندر کنور

یہ کھڑک سنگھ کی بیوہ نونہال سنگھ کی ماں تھی ۱۸۴۰ء میں اس نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ شیر سنگھ نے اس کو شادی کا پیغام دیا۔ اُس نے جواب دیا کہ وہ بڑا بے وقوف ہے جو یہ خیال کرتا ہے کیونکہ میں جیمل سنگھ کی لڑکی ہو کر ایک دھوبن کے لڑکے سے شادی کروں گی (گلشن پنجاب ص ۶۹) شیر سنگھ نے اس پر فوج کشی کی، لاہور کا محاصرہ کرلیا۔ رانی محصور ہوگئی، جنگ شروع ہوگئی۔ شیر سنگھ نے ہزار بارہ سو غریب عورتوں اور لونڈیوں کو پکڑ کر صف در صف فوج کے آگے کھڑا کر دیا کہ قلعہ سے جو گولہ آئے ان بیکسوں پر پڑے، فوج محفوظ

رہے (گلشن پنجاب ص ۶۰) تاریخ پنجاب محمد لطیف ص ۲۵۰) رانی کے سرداران فوج شیر سنگھ سے ساز کر گئے۔ اس لئے رانی کو شکست ہوئی۔ لڑائی سے فارغ ہو کر سکھوں نے زندہ زخمیوں کو مردوں کے ساتھ ہی جلا دیا تاریخ پنجاب محمد لطیف ص ۲۵۳) شیر سنگھ نے قلعہ میں داخل ہو کر رانی کے پیروں پر سر رکھدیا، اس طرح بظاہر اس کو رضا مند کر لیا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد اس کی بلندیوں کے ذریعے سے اس کو مروڈالا۔ (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۵۹ وتذکرہ بے مثل ص ۲۴۸) رانی نے تین مہینے تیرہ دن حکومت کی اس کے عہد میں کرنل میہان سنگھ ہی صوبیدار کشمیر رہا۔ مگر خود مختاری کی شان کے ساتھ لیکن اس کی خود مختاری کسی کے لئے نفع و مضرت رسان نہیں ہوئی۔ اس نے امن امان قائم رکھا۔

مہاراجہ شیر سنگھ

۱۸۴۱ء میں تخت نشین ہوا۔ دو سال ساتھ ماہ بیس دن حکومت کر کے مرا۔ لاہور کے تغیر وتبدل کو سن کر کشمیر میں خالصہ فوج نے شورش کر دی اور رعایا کو قتل و غارت کرنا شروع کیا یہاں تک کہ صوبیدار کرنل میہان سنگھ کو بھی مار ڈالا۔ کرنل نے سات سال چار دن صوبیداری کی۔ جب مہاراجہ کو یہ خبر پہونچی تو اس نے کہا کہ ابتدائے حکومت سے اس وقت تک کوئی مسلمان صوبیدار کشمیر میں مقرر نہیں کیا گیا ہے سکھ افواج سے کشمیر کے مسلمانوں کو جو کثرت سے ہیں اکثر مصیبتیں پیش آتی رہتی ہیں اس لئے اب وہاں مسلمان

صوبیدار کا تقرر مناسب ہے اس خیال سے شیخ غلام محی الدین کو صوبیدار مقرر کیا۔ شیخ نے آکر اچھا انتظام کیا اور جامع مسجد کو مہاراجہ سے منظوری لیکر مسلمانوں کے لئے کھول دیا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی لکھی ہے آغاز حکومت دیوان موتی رام سے مقفل تھا شیخ موصوف نے کھول دیا (ص ۱۷) شیخ نے اپنے خرچ سے مسجد کی مرمت بھی کرائی۔ راجہ گلاب سنگھ والی جموں نے لداخ پر چڑھائی کی۔ تو مہاراجہ نے شیخ کو حکم لکھا کہ راجہ گلاب سنگھ کی مدد کرے۔ اس مدد کے لئے دس ہزار بیگاری پکڑے گئے۔ آخر یہ مہم کامیاب ہوئی اس موقع پر صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے سچ لکھا ہے کہ کشمیر کا ستیاناس ہو گیا۔ کریم خان مرزبان یٰسین کی گوہر کان والی گلگت سے جنگ ہوئی۔ کریم خان نے شیخ سے مدد کی درخواست کی، شیخ نے مدد کی یہ مہم بھی کامیاب ہوئی۔ اسی زمانہ میں دمدار ستارہ نکلا اس کے بعد اجیت سنگھ ولہنا سنگھ نے مہاراجہ شیر سنگھ اور اس کے خورد سال بیٹے پرتاب سنگھ کو قتل کر دیا۔ اسی زمانہ میں سیلاب آیا۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ

شیر سنگھ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کا چھوٹا بیٹا دلیپ سنگھ بعمر دس سال ۱۸۴۳ء میں تخت نشین کیا گیا۔ انتظام سلطنت اس کی ماں رانی جے دیوی نے جس کو رانی جندان کہتے ہیں سنبھالا۔ وزیر راجہ ہیرا سنگھ مقرر ہوا۔ ہیرا سنگھ اور اس کے چچا سوجیت سنگھ میں جنگ ہوئی۔ سوجیت سنگھ قتل ہوا۔ ہیرا سنگھ کا مشیر جلہا پنڈت تھا۔ اس پنڈت نے لوگوں کو ستانا شروع کیا اور خوب لوٹ کھسوٹ

کی مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے جلہا پنڈت کو اُمور جہانداری میں اپنا مشیر بنایا۔ اس لئے ملک میں فساد اُٹھا (ص ۱۷۱) لالہ کنہیا لال جلھا پنڈت کے متعلق لکھتے ہیں ؎

بہ سختی زہر اہل زرزر گرفت　　زاہل گہر گنج و گوہر گرفت

بہر صاحب کار شد سخت گیر　　زر آورد در دست از ہر امیر

(رنجیت نامہ)

ایک دن اس پنڈت نے راجہ ہیرا سنگھ کے گھمنڈ پر مہاراجہ کی ماں رانی جندان کو اس کے منہ پر سخت سست کہا۔ رانی فوج والوں کے سامنے روئی اور جلھا کی شکایت کی۔ رانی کے بھائی جواہر سنگھ نے فوجیوں کو ساتھ لیکر جلھا اور ہیرا سنگھ دونوں کو قتل کر دیا اور خود وزیر بن گیا۔ شراب نوشی فسق و فجور میں مبتلا رہتا۔ اسی اثناء میں جواہر سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے پشورا سنگھ کو قتل کر دیا۔ اس پر فوجیں بگڑ گئیں۔ اور جواہر سنگھ کو مار ڈالا۔ اب لال سنگھ وزیر بنایا گیا۔ لال سنگھ اور رانی کے تعلقات عاشقانہ تھے (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۷۶) پروفیسر شمس العلماء ذکا اللہ لکھتے ہیں والدہ دلیپ سنگھ نے اپنا عاشق زار لال سنگھ کو وزارت کے لئے منتخب کیا (تاریخ عروج سلطنت انگلسیہ حصہ سوم ص ۴) لال سنگھ جیسا کہ اپنے ملک کے ساتھ جھوٹا دغاباز تھا ایسے ہی وہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ تھا۔ اوروں کو مفلس بنا کر اپنے تئیں متمول کرتا۔ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی حرص و آرزو پورا کرنے کے لئے بھلے مانسوں پر دست درازی کر کے تباہ کرتا (تاریخ عروج سلطنت انگلسیہ حصہ سوم ص ۴ و ۵) آگے اس

سے زیادہ بُرے حالات والفاظ لکھے ہیں۔ ۱۸۴۵ء میں سکھوں نے انگریزوں سے جنگ شروع کردی، نتیجہ یہ ہوا کہ تین لڑائیوں میں شکست کھائی اور بہت سا علاقہ مع کشمیر اور کوہ نور ہیرا تاوان جنگ میں انگریزوں کو دیا اور ریاست پنجاب انگریزوں کے ماتحت ہوگئی، رانی انگریزوں کے خلاف سازش کرتی رہی اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کو شریک سازش کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ انگریزوں نے رانی کو متفرق مقامات پر نظر بند رکھا۔ مگر سب بے سود ہوا۔ آخر وہ نیپال کو بھاگ گئی۔ ۱۸۴۹ء میں مہاراجہ دلیپ سنگھ تخت سے دست بردار ہوا۔ ۱۸۵۴ء میں وہ لندن بھیجا گیا رانی بھی بیٹے کے پاس پہونچ گئی۔ یورپ پہونچکر مہاراجہ عیسائی ہوگیا۔ ۱۸۹۳ء میں مرگیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے عہد میں شیخ غلام محی الدین ڈیڑھ سال اور شیخ امام الدین ۶ ماہ صوبیدار کشمیر رہے۔ ۱۸۴۵ء میں کشمیر میں ہیضہ پھیلا۔ (سکھوں اور انگریزوں میں جو معاہدہ ہوا تھا اس میں پچاس لاکھ روپیہ تاوان جنگ میں فوراً ادا کرنا قرار پایا۔ یہ روپیہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اس طرح جمع کرکے بھیجا، ۲۲ لاکھ خزانہ مندر سے ۱۷ لاکھ ملتان سے ۸ لاکھ کشمیر سے ۳ لاکھ کے جواہرات وغیرہ (سیر گلشن ہند ص ۱۸۴)

شیخ غلام محی الدین صوبیدار

سکھوں کے مظالم سے لوگ تنگ تھے ہی اب سلطنت میں ابتری دیکھ کر لوگوں نے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ سلطان زبردست خان مرزبان والی مظفر آباد نے سرکشی کی، شیخ نے اس کو حکمت عملی سے قید کرلیا۔ اس پر تمام رئیس مخالف ہوگئے پھر صلح ہوگئی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے مسلمانوں کو سکھ سلطنت کے خلاف

اُبھارا۔ آخر بھکلی وغیرہ کے رئیسوں نے اجتماع کر کے جنگ شروع کردی اور سلطنت کی فوجوں کو چند مقامات پر شکست دے کر قبضہ کرلیا۔ مگر آخرکار صوبیدار غالب آیا۔ ۱۸۴۵ء میں ایک شخص صمد بابا پر گاؤکشی کا الزام لگایا گیا۔ اور اس جرم میں اس کے اہل وعیال کو زندہ جلا دیا گیا۔ ۱۸۴۶ء میں شیخ مر گیا۔

شیخ امام الدین صوبیدار

شیخ کے بعد اس کا بیٹا امام الدین ۱۸۴۶ء میں صوبیدار مقرر ہوا۔ کشمیر تاوان جنگ میں انگریزوں کو دیدیا گیا۔ انگریزوں نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو دے دیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے وزیر پنو اور وزیر لکھپت کو قبضہ کے لئے کشمیر بھیجا، لال سنگھ وزیر مہاراجہ دلیپ سنگھ نے شیخ امام الدین کو لکھ بھیجا کو قبضہ نہ دیا جائے اس لئے صوبیدار کی فوج اور گلاب سنگھ کی فوج سے جنگ ہوئی۔ لکھپت مارا گیا، پنو بھاگ گیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے جب اس شکست کی خبر سنی تو اس نے سرکار انگریزی فریاد کی آخر کرنل لارنس قبضہ دلانے کے لئے روانہ ہوا۔ شیخ کو جب کرنل کی آمد کا حال معلوم ہوا وہ خود کرنل کے پاس گیا اور بیان کیا کہ مجھ کو قبضہ دینے میں عذر نہ ہوتا مگر لال سنگھ وزیر نے مجھ کو منع کیا، اور میں سرکار لاہور کا ملازم ہوں اس لئے مجبور وزیر کے حکم کی تعمیل کرنی ضروری تھی۔ کرنل نے گلاب سنگھ کو قبجہ دلا دیا۔ اس طرح ۱۸۴۶ء سے کشمیر سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ڈوگروں کے ہاتھ میں پہونچا (اس کے خاندان (مہاراجہ رنجیت سنگھ کے) میں صرف ۲۷ سال تک کشمیر کی حکومت رہی لیکن اس قلیل عرصہ میں رعایا کا کچومر نکل گیا۔ (رہنمائے کشمیر ص ۸۱)۔

راجپوت خاندان

مہاراجہ گلاب سنگھ

سورج بنسی جیکاریہ راجپوت خاندان سے تھے۔ راجپوتانہ میں اس برادری کا لقب پھواہا ہے یہ راجپوت جموال اور ڈوگرہ بھی کہلاتے ہیں۔ جموال جموں کی سکونت کی وجہ سے اور ڈوگرہ کی وجہ پہلے لکھی جا چکی ہے، گلاب سنگھ کا باپ کشور سنگھ نہایت غریب آدمی تھا اس کے تینوں بیٹے گلاب سنگھ، دھیان سنگھ، سوجیت سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پیادوں اور اردلی میں نوکر ہوئے کنج بہاری تھا پر لکھتے ہیں تمام ملک میں مشہور شخص گلاب سنگھ ہیرا سنگھ کا چچا ہے، پہلے یہ رنجیت سنگھ کا پیادہ اردلی تھا (کارنامہ لارڈ ہارڈنگ ص ۹۲) کشورا سنگھ بیٹے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے اردلی مقرر ہوئے، پانچ پانچ روپیہ ماہوار تنخواہ تھی سواری کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتے تھے، (تذکرہ بے مثل) یہ تینوں بھائی ترقی کرتے کرتے بڑے بڑے عہدوں پر جا پہونچے جاگیریں پائیں۔ دھیان سنگھ وزارت پر پہونچا، گلاب سنگھ کو مہاراجہ نے جموں سپرد کیا۔ اور راجہ خطاب دیا۔ دھیان سنگھ کا لڑکا ہیرا سنگھ تھا (یہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے عہد میں وزیر ہوا) جو نہایت حسین تھا مہاراجہ حسین لڑکوں سے محبت کرتا تھا۔ اس سے اس قدر محبت تھی کہ اس کو ہر وقت اپنے سامنے کرسی پر بٹھائے رکھتا تھا اور جو یہ فرمائش کرتا مہاراجہ اس کو پورا کرتا (راجہ ہیرا سنگھ راجہ دھیان سنگھ وزیر دربار لاہور کا

بڑا لڑکا تھا جو مہاراجہ کو اس قدر عزیز تھا کہ بغیر اس کے نہ سوتا تھا اور نہ اور کوئی کام کرتا تھا، انتہا یہ کہ جب پالکی میں سیر کرنے کو نکلتے یا کسی اور کام کیلئے کہیں جاتے تو اس لڑکے کو بھی اپنے آگے بھٹا لیتے تھے (گلشن پنجاب ص۴۴) مہاراجہ کو خوبصورت لڑکوں سے اُنس تھا چنانچہ جمعدار خوشحال سنگھ کی ترقی کا باعث بھی حسن صورت ہی ہوا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم حاشیہ ص۳۲) گلاب سنگھ اور اس کے بھائیوں کو مہاراجہ سے جو کام نکالنا ہوتا تھا اوس کی فرمایش ہیرا سنگھ سے کراتے تھے۔ چناچہ ان تینوں بھائیوں کا مشہور ہوا کہ راجور کا علاقہ لینا چاہیئے تو ہیرا سنگھ سے فرمایش کرائی مولئف تذکرہ بے مثل نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے راجگان جموں (گلاب سنگھ وغیرہ) نے اس کو (ہیرا سنگھ کو) راجور کے لینے اور مہاراجہ سے اس کی بابت حکم حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ اور باہمی مشاورت سے ایک حالت میں بیٹھا تھا اور یہ راجگان سب حاضر تھے راجہ ہیرا سنگھ نے عرض کیا کہ حضور کی عنایت اور مہربانیوں سے میرے پاس سب کچھ ہے مگر چاولوں کے لئے کوئی اچھا علاقہ نہیں جس سے اکثر وقت رہتی ہے حضور مہربانی فرما کر کوئی ایسا علاقہ بخشیں جس میں چاول عمدہ ہوں۔تو یہ تکلیف بھی رافع ہو جائے۔مہاراجہ نے فرمایا کونسا علاقہ چاہتے ہو، عرض کی کہ چاول راجور کے علاقہ کا اچھا ہوتا ہے یہ بخشا جائے مہاراجہ نے راجہ گلاب سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ کی طرف دیکھا کہ یہ کیا کہتے ہیں، ان دونوں صاحبوں نے ادب سے عرض کیا کہ حضور کی فیاضی اور مہربانی کیا بعید ہے اس کی خوشی ہو جائے گی اور حضور کو کوئی کمی نہیں (ص۲۰۲) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سرداروں

میں چند ایسے سردار تھے کہ جو اپنی سابقہ حالت اور خاندانی وجاہت اور حسن خدمت ہر طرح سے مہاراجہ گلاب سنگھ سے فایق تھے مصر دیوان چند، سردار ہری سنگھ نلوہ اور دیوان موتی رام جیسے وفادار جان نثار کارگذار موجود تھے ایک شخص جس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے لئے سب سے زیادہ جنگی خدمت ادا کی مصر دیوان چند تھا (تاریخ پنجاب بھائی پرمانند ص۴۵۱) دیوان موتی رام جو خود بھی بہادر اور جاں نثار تھا دیوان محکم چند کا بیٹا تھا (جن افسروں کی وجہ سے رنجیت سنگھ مہاراجہ کہلایا ان میں سے سب سے زیادہ نام دیوان محکم چند کا ہے (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم حاشیہ ص ۱۵) گلاب سنگھ وغیرہ کے حالات کے مقابلہ پر ان کے حالات کو دیکھا جائے تو گلاب سنگھ سے بدرجہا اعلیٰ نظر آئیں گے۔لیکن مہاراجہ کی سب سے زیادہ نظر عنایت گلاب سنگھ وغیرہ پر تھی۔اس کا بڑا باعث حسن خدمت کے علاوہ ہیرا سنگھ سے مہاراجہ کی محبت بھی معلوم ہوتی ہے، مہاراجہ نے گلاب سنگھ کو جموں سپرد کیا۔راجہ خطاب دیا۔مہاراجہ کے بعد جب اس کی اولاد میں خانہ جنگی ہوئی تو گلاب سنگھ نے ہر طرح اپنے ذاتی فوائد کو ڈھونڈا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مال پر دست درازی کی۔اُن کے مخالفوں کی مدد کی۔ان کے خلاف رعایا کو بھڑکایا مہاراجہ دلیپ سنگھ کے عہد میں بھمبر وغیرہ کے مسلمان رئیسوں کو سکھ سلطنت کے خلاف اُبھارا (راجگان راجور) رانی چندر کنور بیوہ مہاراجہ کھڑک سنگھ کا سب مال ومتاع ہتھیا لیا (تاریخ پنجاب محمد لطیف وتذکرہ بے مثل ص ۸۴ مطبوعہ ۱۹۰۷ء) جب سکھوں اور انگریزوں میں جنگ ہوئی تو اس میں گلاب سنگھ انگریزوں کا طرفدار

تھا (گلدستہ کشمیر) اسی صلہ میں پچھتر لاکھ روپیہ لے کر انگریزوں نے کشمیر گلاب سنگھ کے حوالے کیا۔ گنج بہاری تھاپر لکھتے ہیں اس معاملہ کے (حوالہ گی کشمیر) متعلق جو کچھ لارڈ ہارڈنگ کے خیالات تھے اُن کی مفصل اور واضح کیفیت ایک خط سے معلوم ہوسکتی ہے جو انہوں نے لارڈ کو لکھا تھا جنہوں نے اعتراض کیا تھا کہ چونکہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی کی طرفداری کر کے دربار لاہور سے دغا بازی کی تھی۔ اس واسطے اس دغا بازی کے صلہ میں گورنر جنرل نے علاقہ کشمیر ان کو تفویض کیا (کارنامہ لارڈ ہارونگ ص ۱۷۹) لالہ پراگ نرائن لکھتے ہیں ان خدمات کے صلہ میں راجہ گلاب سنگھ کو گورنمنٹ نے جموں و کشمیر کا کوہستانی علاقہ تفویض فرمایا (صحیفہ زرین ص ۷) ملک کشمیر بعوض خیرخواہی کے جناب نواب گورنر جنرلؔ بہادر نے دیدیا سیر گلشن ہند) سکھوں کی پہلی لڑائی کے بعد جو انگریزوں سے معاہد ہوا اُس کی دفعہ دوازدہم میں یہ فقرہ ہے (برٹش گورنمنٹ بھی راجہ گلاب سنگھ کے حسن خدمات کے صلہ میں جو اس نے برٹش گورنمنٹ کی کی ہیں اس ملک میں (جموں) اس کی آزادانہ راج کو منظور کرتی ہے، تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند ۱۹۰۴ء ص ۱۹۰) امرت سر ۱۵ر مارچ ۱۸۴۶ء کو گورنر جنرل نے گلاب سنگھ کو حسب ضابطہ مہاراج کا خطاب عنایت کیا۔ اسکے شکریہ میں مہاراج نے ہاتھ جوڑ کر بڑی گرم جوشی سے کہا کہ حضورک ان عنایات اور احسانات کے سبب میں حضور کا زرخرید غلام ہوگیا۔ (حوالہ مذکورہ ص ۱۹۲) جب سکھوں نے انگریزوں سے شکست کھائی تو تاوان جنگ میں کشمیر معہ دیگر علاقوں کے انگریزوں کو دیا، انگریزوں نے

پچھتر لاکھ روپیہ لیکر اپنے خیر خواہ راجہ گلاب سنگھ کے حوالے کر دیا۔ اس کا عہد نامہ امرت سر میں مارچ ۱۸۴۶ء ہوا اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے انگریزوں کی ماتحتی قبول کی، اس حوالگی اور مہاراجہ کے طرز حکومت کے متعلق لالہ شیو پرشاد لکھتے ہیں افسوس صد افسوس کشمیر سا گلزار سراپا بہار مقام دنیا کا بہشت سرکار نے ایک دیو سرشت کے حوالے کیا اور ایسا نفیس علاقہ گلاب سنگھ سے قصاب بے درد کے پنجے میں پھنسا دیا۔ مہاراجہ کے سارے ظلم کا بیان لکھنے کو ایک دفتر چاہیے۔ اگر دھوبی کو کپڑے کی دو پیسے ملیں تو ایک پیسہ اس میں سے مہاراج لیں اگر رنڈی اپنی خرچی کا ایک روپیہ تماشبین سے پاوے۔ تو آٹھ آنہ اس میں بھی سرکار کا حق ہے (جام جہاں نما جلد سوم مطبوعہ ۱۸۸۶ء ص ۶۴ و ۶۶) اسی زمانے کے متعلق کسی نے یہ شعر کہا تھا ؎

ہے یہ درد زبان اہل خراج   دھرم کا راج ملک کا تاراج

۱۸۴۶ء میں عہد نامہ امرت سر کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ نے دیوان لکھپت رائے کو کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا، دربار لاہور کے وزیر لال سنگھ نے اپنے صوبیدار شیخ امام الدین کو لکھا کہ قبضہ نہ دیا جائے، شیخ نے قبضہ دینے سے انکار کیا اس پر جنگ ہوئی دیوان لکھپت رائے مارا گیا، مہاراجہ نے سرکار انگریزی سے فریاد کی آخر مسٹر ہنری لارنس نے رضامندی سے شیخ سے قبضہ دلا دیا یہاں سے جموں کے تاریخی حالات کشمیر اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے بعض سابقہ کارنامے تاریخ کشمیر میں مل جاتے ہیں ۱۸۱۲ء میں اسکردو (لداخ کا پاک شہر) کا راجہ احمد شاہ تھا۔ اس پر مہاراجہ کے گورنر نے حملہ کر کے فتح کیا۔

مؤلف گلدستہ کشمیر لکھتے ہیں اسکردو جاتے ہوئے ایک گاؤں کے زمیندار نے مقابلہ کیا۔ایک آدمی ڈوگروں کا مارا گیا۔اس پر گاؤں کا قتل عام کر کے ویران کیا گیا (ص ۱۸۷) اس کے بعد حصورا پر حملہ کیا گیا۔حصورا میں سکھوں کا راج تھا اس پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ناراضگی کے خوف سے بموجب ارشاد اپنے مالک کے مہاراجہ گلاب سنگھ کا وزیر وہاں سے واپس پھرا، (گلدستہ کشمیر ص ۱۸۸) یہ حملے کشمیر ملنے سے پہلے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حیات میں ہوئے تھے۔ راجہ حصورا قید ہو کر آیا۔کشمیر ملنے کے بعد) اس کے قلعہ کو آگ لگادی گئی (گلدستہ کشمیر ص ۱۸۸) ۱۸۵۰ء میں چلاسیوں کے قلعہ پر حملہ کیا گیا وہ قلعہ بند ہو گئے۔مہاراجہ کے جنرل نے قلعہ والوں کا پانی بند کر دیا جب وہ پیاس سے بے تاب ہوئے تو چور دروازے سے نکل کر بھاگ گئے۔(تاریخ ریاست جموں و کشمیر) فتح سکردو کے بعد گلگت پر حملہ کیا گیا۔گوہر رحمان راجہ یٰسین آٹھ برس تک لڑتا رہا۔آخر مغلوب ہوا۔فوج نے اس کے قلعہ کو گرا کر مکانات کو جلا دیا (گلدستہ کشمیر ۱۹۶) کرمچی ایک مقام کا نام ہے یہاں بھٹیال ذات کا میاں راجپوت رئیس تھا۔ریاست جموں کا خراج گذار تھا۔۱۸۳۴ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اسکو بزور شمشیر دبالیا۔اکھنور (ریاست جموں کا ایک مقام ہے پانڈوں نے بھی اس قبضہ کے راجہ کے پاس پناہ لیکر بعد ازاں اس کو تباہ کیا تھا یہاں کے راجگاں سلف کے بیدادگری کی نقلیں بہت مشہور ہیں۔گلدستہ کشمیر ص ۲۶) اس نواح کو معہ میر (ایک قصبہ ہے) اور گیارہ قلعہ جات بزور شمشیر فتح کیا تھا۔اس کے اکھنور کے) پہلے راجپوت راجے خود مختار تھے جن کو سید شاہ

فریدالدین نے مسلمان کیا تھا۔ آخر راجہ تنگ سنگھ موسوم بہ سیف اللہ خان فرمانروا ہوا۔ اس کے وزیر لکھپت نے اس نے ناراض ہو کر مہاراجہ گلاب سنگھ کو ترغیب دی کہ اس قصبہ کر لیں مطابق اس کے مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنی فوج جوں ہی قلعہ ڈڈی میں پہونچائی راجہ مذکور لاہور کو بھاگ آیا۔ اور مہاراجہ نے اس پر قبضہ کر لیا (گلدستہ کشمیر ص ۶۸) مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد کی انتظامی حالت مؤلف گلدستہ کشمیر نے اسطرح بیان کی ہے۔ ان دنوں جموں میں لوٹ کھسوٹ کی اس قدر نوبت تھی کہ راہ روکی پگڑی و ٹوپی تک چور لوٹ تھے۔ (گلدستہ کشمیر ص ۱۸۵) کشمیر کے مشہور مورخ مفتی محمد شاہ سعادت لکھتے ہیں۔ لاہور کے متعصب سکھوں کی جابرانہ بلکہ وحشیانہ حکومت کے اختتام پر جموں کے باشندے راجپوت ڈوگروں نے اپنی تشدد آمیز عملداری کا مرکز بنایا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ یہاں آیا (حالات یوز آسف ص ۷) ڈیور صاحب نے اس مہاراجہ کو طامع لکھا ہے مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی دبے لفظوں میں اس کو قبول کیا ہے۔ (یہ درست ہے کہ ایک ہری سنگے روپیہ کو دیکھ کر اس طرح جھپٹ پڑتے تھے (گلاب سنگھ) جیسے کہ چیتا آہو، مگر اصل میں بہ نسبت خود کمانے کے ان کو زر کی بہت قدر کی تھی گلدستہ کشمیر ص ۱۸۵) ۱۸۵۳ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے بیٹے مہاراجہ رنبیر سنگھ کو تخت نشین کر دیا اور کاروبار حکومت کے خود بھی نگران رہے۔ ۱۸۵۷ء انتقال کیا یہ مہاراجہ بہادر، جفاکش اور طماع تھے۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ

یہ ۱۸۵۳ء میں تخت نشین کئے گئے مگر ۱۸۵۷ء تک مہاراجہ گلاب سنگھ زندہ رہے جو کاروبار کی نگرانی کرتے تھے۔ اس لئے ان کا عہد حکومت ۱۸۵۷ء سے سمجھنا چاہیے۔ ان کے عہد میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد کے نسبت انتظام بہتر رہا۔ یہ انگریزوں کے مشورے کا باعث تھا پھر بھی گھر بھی جلائے گئے عورتیں بھی قید کی گئیں۔ قتل و غارت بھی ہوا، مظالم بھی ہوئے تنگ آ کر رعایا نے بغاوتیں بھی کیں مہاراجہ نے ہر ایک موقعہ پر بحیثیت ایک ماتحت ریاست کی مثل دیگر وفاداروں کے گورنمنٹ کا ساتھ دیا۔ ۱۸۶۵ء میں گلگت میں بغاوت ہوئی۔ ۱۸۶۸ء میں راجہ شیر احمد خان والی کرناہ منحرف ہو گیا۔ ۱۸۶۹ء میں یلیین میں فساد ہوا۔ غرض چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ مخالف زیر کئے گئے وزیر پنوں نے سخت مظالم کئے۔ اور اس وجہ سے چند بغاوتیں ہوئیں۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی اس کے مظالم کا ذکر کیا ہے (۱۹۳۷ء میں باشندگان گلگت رسد رسانی وغیرہ سے تنگ آ کر کپتان مڈلف صاحب و لالہ رام کشن سے ناراض ہو گئے (ص ۲۰۸) ۱۹۱۴ء بکرم میں دیوا و نالہ والوں نے از راہ بغاوت شرارتیں کیں تھیں فوراً وہ سزائے اعمال کو پہونچائے گئے ان کے گھر جلائے گئے (ص ۲۱۰) ۱۸۷۲ء میں ایک بڑا بلوہ ہوا۔ ۱۸۸۱ء میں باشندگان بھدرواہ نے کچھ ناراضگی ظاہر کی جس پر وہ قید بھی رہے (ص ۲۱۸) گوہر امان کے بیٹوں کا فساد گلگت ہوا جس میں مستورات اس کی قید کر کے کشمیر پہونچائی گئیں جواب تک محبوس ہیں (ص ۲۰۷ گلدستہ کشمیر) پادری رجب علی تعلیقات

میں اس راجہ کے متعلق لکھتے ہیں انتظامی حالت اس طرح بیان کی ہے۔ جہاں سترہ لاکھ روپیہ اس تجارت کا ملک میں پھیلتا تھا اور تیرہ لاکھ خزانہ عامرہ میں آتا تھا وہاں اب صرف زکات (غالباً چنگی مراد ہے کیونکہ راجپوتانہ میں چنگی کو زکات کہتے ہیں) کے کچھ روپیہ کی آمدنی باقی رہ گئی ہے۔ شاستری تعلیم کو بھی ازبس تنزل ہو رہا ہے (ص ۲۲۸) رعایائے کشمیر اس وزیر (وزیر پنو) سے بہت تنگ ہوگئی بلکہ اب کوہستان جموں میں بھی جس کے منہ سے سنو یہ کہتا ہے کہ کشمیر کو سبز باغ بنا کر اب کوہستان کے لئے سنگ جفا پھینک رہا ہے (ص ۲۲۴) ہنوی صاحب کی مہربانی سے چند بے قصور اسیر ہوئے (ص ۲۲۵ گلدستہ کشمیر) اسی صفحہ پر تغلب شالی کا ایک طویل واقعہ لکھا ہے یہ مہاراجہ متعصب تھا۔ پہلے ایک قوم راجپوت میان کہلاتی تھی چونکہ میاں ایک مسلمانوں کا لفظ ہے مہاراجہ کو اچھا نہ معلوم ہوا حکم دیا کہ کوئی میاں نہ کہلائے ٹھاکر کہا جائے مسلمان جزال راجپوتوں کو ہندو بیٹیاں دیتے تھے اور اس وجہ سے فریقین میں خوشگوار تعلقات رہتے تھے۔ مہاراجہ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان کو بیٹی نہ دے اس کے حوالے کئی جگہ نقل کئے جا چکے ہیں۔ پنڈت شیونرائن رینہ وکیل چیف کورٹ پنجاب لکھتے ہیں لیکن آپس کا میل جول برابر قائم رہا تھا۔ (کشمیر پنڈتوں اور مسلمانوں میں) اب ہندو راجہ کے ہونے سے چھوت چھات زیادہ ہوگئی ہے (کشمیر پنڈت ص ۳۵) ۱۸۸۵ء میں مہاراجہ کا انتقال ہوگیا۔ اس کے عہد میں عدالتیں قائم ہوئیں شفاخانہ کھولا گیا۔ چند مکانات تعمیر ہوئے ٹکسال اور کارخانہ اسلحہ سازی قائم ہوا۔ بعض عربی و سنسکرت کتابوں کے ترجمے ہوئے چند سڑکیں تعمیر ہوئیں۔

۱۸۷۷ء میں قحط پڑا۔ تو اس میں مہاراجہ نے بیس لاکھ روپیہ خرچ کیا۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ

یہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے بیٹے تھے۔ ان کی جگہ ۱۸۸۵ء میں گدی نشین ہوئے۔ اس مہاراجہ کے عہد حکومت کے متعلق پادری رجب علی تعلیقات میں لکھتے ہیں، یہ مانا کہ وہ چند دنوں میں ایسے بڑے ملک کا انتظام جیسا کہ چاہئے تھا نہیں کر سکے جموں اور کشمیر کا انتظام اچھا نہیں (ص ۱۴) ہندوستان کے بعض اور انڈیپنڈنٹ اور عالیجاہ اور معزز ریاستوں کے انتظام کے ساتھ جیسے کہ دولت آصفیہ حیدر آباد دکن، پٹیالہ پنجاب، الورراجپوتانہ وغیرہ وغیرہ میں جموں اور کشمیر کے انتظام کو مقابلہ میں رکھا جائے تو بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ جموں اور کشمیر کا انتظام لاریب بہت کچھ اصلاح طلب ہے (ص ۱۵) کشمیر میں جو ظلم و ستم ڈھایا جاتا ہے کیا پنجاب ریویو کو اس سے نامحرم سمجھتے ہو نہیں وہ نامحرم نہیں وہ خوب جانتا ہے جو جو فطرتیں اور کارستانیاں اہلکاروں کی بدولت ہو رہی ہیں (ص ۳۱) غرضکہ ہماری مفتخر ریاست جموں و کشمیر کے حالت بہت ہی اصلاح کے قابل ہے۔ (ص ۵۳) کشمیریوں کی حالت کو جو وہاں کی مقہور و مظلوم و کس پرس رعایا ہے کون نہیں کہہ سکتا کہ وہ گویا اس دنیا میں بے خدا ہیں (ص ۵۵) ان بے چاروں کی شومی اعمال نے سکھ گورنمنٹ کی صورت پکڑی مگر جوئی اور نرالی صورت کی آفتاب ہے اس کی نسبت یہ کہنا قریباً الہام سے کہنا ہے۔

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام　　　ایک مرگ ناگہانی اور ہے

یہاں تک کہ اگر صرف ایک اسی پوائنٹ پر مطالبہ ہو تو ریاست جموں اور کشمیر اور

اس کے عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر دام حشمتہم کا ذرا بھی پتہ نہ لگے۔

(۵۷) ہم کیا کہیں جموں کے اہلکاروں کی کچھ خلقت (نیچر) ہی ایسی بگڑی ہوئی ہے کہ کوئی تدبیر اور پیش ہی نہیں جا سکتی جب ان کی عادتیں ہی سیکنڈ نیچر (عادت ثانیہ) ہو رہی ہیں تو ان سے اصلاح کی امید رکھنی قانون قدرت (نیچرل لا) کے عین خلاف ہے۔ (ص ۵۸) ہم تو اس بات کو بہت چھپاتے ہیں مگر ہرگز ہرگز ہمارے چھپائے نہیں چھپ سکتی کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ صاحب بہادر دام اقبالہ کو جو ریاست جموں کشمیر کے والی حال ہیں ایک ادنیٰ معاملہ کی بھی سوجھ نہیں یا یوں کہیں تو بالکل سچ ہے کہ ان میں معاملات میں ادراک پیدا کرنے کا مادہ ہی نہیں رکھا گیا (ص ۶۲ تعلیقات) جب مہاراجہ انتظام ریاست کما حقہ نہ کر سکے، تو مجبوراً انہوں نے انتظام ریاست سے دست کشی اختیار کی۔ لالہ پراگ نرائن لکھتے ہیں ۱۸۸۹ء میں مہاراجہ پرتاب سنگھ نے ریاست کی انتظامی حالت درست کرنے کی غرض سے انتظامی امور سے دستکشی کی ہز ہائینس کا استعفا قبول کیا گیا اور گورنمنٹ نے نظم و نسق ایک کونسل کے سپرد کیا۔ جس میں مہاراجہ صاحب کے دونوں بھائی اور کچھ چند انگریزی افسر شریک کئے گئے۔ اور یہ قرار پایا کہ اگرچہ کونسل کو کامل اختیارات ہیں لیکن کوئی اہم کام بلا مشورہ رزیڈنٹ نہ کیا جائے۔ نومبر ۱۸۹۱ میں مہاراجہ کی خواہش پر اقتدارات ان کو حاصل ہوئے اور سابقہ کونسل مہاراجہ کے زیر صدارت ہوگئی لیکن رزیڈنٹ کے صلاح و مشورہ کی شرط قائم رہی (صحیفہ زرین ص ۷) آپ کے عہد میں کشمیر نے بڑے بڑے انقلاب دیکھے (رہنمائے کشمیر ص ۸۲) مشہور

مفسد و متعصب اخبار عام کے ایک مضمون کی بناء پر شوریدہ سر اور متفنی پنڈتوں کی ایک جماعت نے مسلمانوں کشمیر کی سب سے اہم اور سب سے زیادہ عقیدۃ کی متبرک عمارت خانقاہ معلیٰ پر اینٹوں اور پتھروں سے حملہ کیا۔ اور جوتوں سمیت اندر جا کر اس کی بعض کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔ ان پے در پے سختیوں نے مسلمانوں کو باور کرا دیا کہ ہمارے جذبات کو علانیہ پامال کیا جاتا ہے اور سزائیں دے کر اور ہم پر توپیں اور فوجیں لا کر ہم کو ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے کہ ہم حکام کے مظالم کے خلاف کوئی آواز بلند نہ کر سکیں (فغان کشمیر ص ۴) انتظام ریاست کے لئے ایک کونسل قائم کی مگر اس طرح کہ پنجہ استبداد ڈھیلا نہ پڑے۔ اور نمایشی طور پر حق طلبوں کی اشک شوئی نظر آئے (حوالہ مذکورہ) اس زمانہ میں ڈاک کا انتظام انگریزی ڈاکخانوں کے سپرد ہوا۔ سری نگر اور جموں میں میونسپل کمیٹیاں قائم ہوئیں چند مدرسے کھولے گئے۔ دفتروں میں ڈوگری اور فارسی کی جگہ اُردو رائج ہوئی ۱۹۲۵ء میں مہاراجہ کا انتقال ہوا۔

مہاراجہ ہری سنگھ موجودہ فرمانراوے کشمیر

مہاراجہ پرتاب سنگھ لاولد مرے اس لئے ان کی جگہ ان کے بھتیجے ہری سنگھ ولد راجہ امر سنگھ ۱۹۲۶ء میں گدی نشین ہوئے مہاراجہ ہری سنگھ کے بیٹے کا جواب ولی عہد ہے کرن سنگھ نام ہے مہاراجہ ہری سنگھ اپنے چچا کے عہد میں سپہ سالاری اور سینئر ممبری کے عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں۔ یورپ وغیرہ کی سیاحت بھی کی ہے گورنمنٹ سے موروثی اعزازت وخطابات بھی پائے ہیں

۱۹۲۸ء میں سیلاب آیا اور آگ لگی کم سنی کی شادی کی ممانعت اور کم سنی میں تمباکو نوشی کی ممانعت کے قوانین پاس ہوئے سرینگر و جموں میں زنانہ اسکول قائم ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں ٹڈی دل آیا اسکے ہلاک کرنے پر بہت روپیہ صرف کیا۔ چند سڑکیں اور عمارتیں تعمیر ہوئیں لیکن کشمیری جس ادبار میں سکھوں کے عہد حکومت سے مبتلا ہیں اس میں کچھ اضافہ ہی ہوگیا ہے۔ کمی کی کوئی صورت نہیں نوے فیصدی رعایا پریشان اور اپنے حقوق کی پامالی پر نالان ہے تنگ آکر جب رعایا نے حقوق طلبی کے لئے آئینی جدوجہد شروع کی تو ان پر وحشیانہ تشدد کیا گیا۔ حقوق طلب جماعت کے بعض مطالبات یہ ہیں۔ ا۔ ان کی تعلیم کا کافی انتظام کیا جائے۔ ۲۔ ملازمتوں میں واجبی حصہ دیا جائے۔ ۳۔ ٹیکس کم کئے جائیں۔ ۴۔ مساجد جو ریاست کے قبضہ میں ہیں واگذاشت کی جائیں۔

جب ریاست کا جبر و تشدد حد سے گذر گیا۔ اور کم سن معصوم بچے اور عورتیں بھی حیا سوز مظالم سے محفوظ نہ رہے تو کچھ بلوے ہوئے آخر گورنمنٹ نے ایک کمیشن مقرر کیا۔ اس کمیشن نے جس قدر حقوق کی سفارش کی اس پر اہلکاروں کی کارستانی سے عملدرآمد نہ ہوسکا۔ آخر پھر مطالبہ اور جدوجہد شروع ہوئی ریاست کی طرف سے پھر وہی تشدد شروع ہوا۔ اب اخبارات سے معلوم ہوا کہ چند مساجد و متبرک مقامات مسلمانوں کے حوالے کئے گئے ہیں (اخبار زمیندار لاہور ۴/اکتوبر ۱۹۳۳ء) ایک کشمیری شاعر نے کشمیر کے حالات کے متعلق باوقات بہت سی نظمیں لکھی ہیں اس میں سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں جن سے ریاست کے انتظام اور ملک و رعایا کی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔

بیگار کا جو ڈر ہے وہ موت سوا ہے — ظالم نے کر دیا ہے جینا حرام اپنا
تعلیم نہ ہونے س ہدف سب کا ہے کشمیر — جو چاہے وہ اب تیر ملامت کی چلائے
بددلی پھیلی ہوئی یکسر ہے شیخ وشاب میں — ہم مہاجر آ گئے کشمیر سے پنجاب میں
ظلم تو آئین ہے اور لب کشائی جرم ہے — بہر خاموشی بنی گویا زبان کا شمیر
گو ہوا سے بھی بہت سستا ہے جل کشمیر مین — ٹیکس نے مہنگا کیا پانی کا نل کشمیر میں
مضطرب ہیں سب ملازم اور پبلک بے قرار — اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا خلل کشمیر میں
تیری بے آئین باتوں پر تو قانونی غلاف — میری حقگوئی پہ قائم جرم ہے تعزیز کا
پیٹ کے بھوکوں پہ ظالم اس قدر جور وستم — آہ فریادی بنیں لقمہ دہان تیر کا

(ماخوذ از کلام فوق)

ہر محکمہ کو پایا مسلمان سے خالی — گو دیکھا مسلمان کو پنڈت سے زیادہ

(فغان کشمیر ص ۳)

فروری ۱۹۳۴ء میں فقیر بغرض مطالعہ کتب یونیورسٹی لائبریری لاہور تاج محل ہوٹل لاہور میں مقیم تھا اس زمانہ میں کشمیر میں مطالبہ حقوق کی جدوجہد شروع ہوگئی تھی۔ ریاست نے حقوق طلبوں پر ناگفتہ بہ سختیاں کیں۔ چند جلاوطن۔ چند مفرور، چند سزایافتہ، لاہور میں بحال تباہ پھر رہے تھے۔ ان مین نابالغ بچے بھی تھے ایک بچہ گایا کرتا تھا۔

بولا ادھر وزیر وزارت کہ ہاں بزن — اُٹھا ادھر سے بید لئے ایک دیوتن
دیکھی گئی نہ حالت زندانی محن — لرزش سے کانپ گیا گنبد کہن
ہیں ٹکٹکی سے ہاتھ جکڑ کر بندھے ہوئے — ممکن نہیں عذاب پہلو بدل سکے

کریما بہ بخشائے بر حال ما — کہ پڑتے ہیں کوڑے ہمیں بے خطا

نگہدار ما را از راہ خطا — بکن صبر بر تا زیا نہ عطا

رسد از عنایت بفریاد ماہ — حبیب خدا اشرف انبیاء

یہ نظمیں اخبارات میں بھی شائع ہوئیں تھیں۔ پہلی اخبار آزاد لاہور ۱۵رفروری ۱۹۳۴ء میں دوسری اخبار صداقت سرینگر ۷رفروری ۱۹۳۴ء میں۔ اس موقعہ پر شعراء کشمیر کے جو اشعار ہم نے نقل کیے ہیں ممکن ہے کہ ان کو دیکھ کر ناظرین میں سے کوئی صاحب باعتبار فن سخن اعتراض کرنے لگیں لہذا عرض ہے کہ نقل کرنے والا تو معذور ہے اس کا کام نقل مطابق اصل ہے اور یہ شعرا بھی معذور ہیں ستم رسیدہ ہیں ایسے مصائب میں دل ودماغ کا صحیح کام کرنا مشکل ہے۔ شعر کیسے ہی ہوں درد ضرور ہے درد کیوں نہ ہو درد بھرے دلوں سے نکلے ہیں۔

حق طلبوں کی جدوجہد ریاست کے جبر وتشدد کی خبروں سے اس زمانے میں اخبارات بھرے ہوئے تھے۔ اخبار زمیندار لاہور نے جموں کشمیر کانفرنس کی روئداد شایع کی تھی اس میں ہے (جموں کشمیر کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت کی موجود متشددانہ حکمت عملی کی پرزور مذمت کرتا ہے کہ اس نے پرامن جلوسوں کو فوجی طاقت کا استعمال کر کے منتشر کیا اور معصوم بچوں اور معزز رہنماؤں کو بید کی سزادی جو نہایت وحشیانہ اور انسانیت سوز ہے (۱۴رفروری ۱۹۳۴ء)

سرالبین بنرجی وزیر سیاست ریاست کشمیر نے کشمیر کے متعلق ایک مضمون شائع کرایا تھا اس کے چند فقرات یہ ہیں (اس ریاست کی آبادی اُن بے شمار بد نصیب مسلمانوں پر مشتمل ہے جو بالکل جاہل ہیں اور غربت وافلاس کی زندگی

بسر کرتے ہیں اور عملی حیثیت سے اُن پر اس طرح حکومت کی جاتی ہے جس طرح لاٹھی سے ہانکے ہوئے جانوروں پر کی جاتی ہے (غازیاں ہند ۵۷) پنڈت پرمیشور ناتھ کول بیرسٹر نے بھی ایک مضمون شایع کرایا تھا۔ اس کے چند فقرات یہ ہیں (ہر سال موسم سرما میں مفلس قحط زدہ کشمیری رعایا برطانوی ہند کو چلے جانے کے لئے اس وجہ سے مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہاں قلیل ذرایع آمدنی پیدا کر کے اس آمدنی سے حکومت کشمیر کے مطالبات کی تکمیل کرے۔ (غازیان ہندص ۷۶)

باب پنجم

تاریخ جامع مسجد سرینگر

سری نگر کی جامع مسجد باعتبار وسعت وخوبصورتی دنیا کی نادر عمارتوں میں سے ہے یہ سلطان سکندر مرحوم کی تعمیر کردہ ہے متعصبین کہتے ہیں کہ مندر تاراپیڈ کوڈھا کر بنائی گئی لیکن جو فہرست گلدستہ کشمیر سے ہم نے قدیم منادر کی نقل کی ہے۔اس میں تاراپیڈ مندر کے متعلق لکھا ہے کہ کھنڈرات باقی ہیں اس یہ ثابت ہوتا ہے کہ مندر کی جگہ مسجد نہیں بنائی گئی بلکہ علیحدہ قریب بنائی گئی مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے۔ ہندو مسلمان شدہ نے اول دفعہ اپنے معابد و منادر کے پاس مقبرہ ومساجد بنائے (۲۷ حصہ اول) اگر یہ مطلب لیا جائے کہ مندر کا مال مصالحہ لگایا گیا تو بھی صحیح نہیں۔ ذمی رعایا کے معابد مہندم کرنا یا ان کی رعایا کی ارضی پر تصرف کرنا اور کسی طرح جبر سے ان کے مال کا استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں بلکہ گناہ عظیم ہے سلطان سکندر ایسا جاہل نہ تھا کہ مسجد ثواب کے لئے بناتا اور اُلٹا عذاب سر لیتا۔ مندر تاراپیڈ عدم مرمت سے بوجہ امتداد زمانہ خود منہدم ہوا اور بھی بعض مندر منہدم ہوئے ان کا مال ومصالحہ اور عمارتوں میں لگا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر کا بیان منہدم مندروں کے مصالحہ کے متعلق یہ ہے۔ اور بہت سی تعمیرات اور دیواروں میں جو کہ دریا کے کنارہ پر ہیں مصالحہ اُن کے لگے ہوئے صاف دکھلائی دیتے ہیں (ضمیمہ گلدستہ کشمیر ص ۸) گمان غالب ہے کہ

ان عمارتوں کے لئے متولیوں سے یہ مصالحہ بقیمت لیا گیا ہوااور ممکن ہے جس طرح لاوارث اینٹ پتھر وغیرہ گرا پڑا لوگ اُٹھا لیتے ہیں اس طرح لیا گیا ہو غرض یہاں اس بحث نہیں ذکر یہ ہے کہ مسجد میں نہیں لگا۔ ہندوؤں کی یہ عادت ہے کہ جہان کوئی قدیم مسجد دیکھی کہد یتے ہیں کہ مندر توڑ کر بنائی گئی ہے۔ مسجد گلبرگہ (دکن) کے متعلق ہندوؤں نے یہی مشہور کیا تھا۔ لیکن جلسہ آثار قدیمہ میں جوزیر صدارت مسٹر برٹن منعقد ہوا تھااس مسجد کے متعلق یہ ثابت ہوا کہ یہ ابتداہی سے مسجد ہے (غازیاں ہند ص ۱۵۲) اسی مسجد کے متعلق سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاہ رقمطراز ہیں مسجد کا نقشہ کم وبیش قرطبہ کے نمونے پر ہے جہاں آجکل مسجد ہے یہاں پہلے مندر تھا۔ مسجد کے اندر بعض جگہ مورتیں اور دیوتاؤں کی شکلیں نظر آتی ہیں۔ فقیرؔ شاد کواس کی صحت میں تامل ہے کہ مسجد میں ہندی تعمیر کی شان ہی نظر نہیں آتی اسلامی تعمیر کی جھلک پائی جاتی ہے کوئی شے اس مسجد میں ہندو وضع کی نہیں (روزنامچہ گلبرگہ ص ۳۳) مسجد موضع بیادر علاقہ بھرتپور کے متعلق ہندوؤں نے یہی دعویٰ کیا۔ راجہ بھرتپور نے تحقیقات کی تو یہ دعویٰ غلط ثابت ہوا (غازیان ہند ص ۱۵۲) کشمیر کے مشہور مسلمان درویش بابابام دین کے مزار کو بعض مندرو کہتے ہیں ترجمہ راج ترنگنی میں ہے دریائے لار کے بائیں کنارے کی طرف نمرو میں جو قدیم مندر پایا جاتا ہے اس کی بیت خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ بھیم شاہی کا مندر تھا۔ یہ مندر آجکل ایک اسلامی زیارت کی صُورت میں تبدیل ہو چکا ہے اور چونکہ اس کے اندر باہر پلستر کی موٹی یہ بھری ہوئی ہے اس لئے اس کی تفصیلی باتوں پر غور نہیں ہوسکتا اس عمارت

کی مفصل کیفیت بشپ کوئی نے جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابت ۱۸۶۶ء کے صفحہ ۱۰۰ پر درج کی ہے اس مندر کے متعلق آجکل خیال کیا جاتا ہے کہ یہاں پر ایک مسلمان ولی بابا بام دین صاحب کی آرام گاہ ہے اور اس وادی کے اکثر مسلمان یہان زیارت کیلئے آتے ہیں لیکن مقامی طور پر روایات مشہور ہے کہ یہ ولی جس نے اس جگہ کو اپنے لئے بنایا دراصل پہلے ایک ہندو سادھو تھا اس زمانے کے متعلق کشمیری روایات کی رُو سے جن کا ایک مسودہ مس کن صاحب کو اسوقت مل گیا تھا جب وہ ستمبر ۱۸۹۱ء میں وہان گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اس سادھو کا نام تبدیل مذہب سے پہلے بھوم سادی تھا (حاشیہ ص ۵۳۱) اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھوم سادی کا یہاں قیام تھا اس کے معتقد اکثر آتے تھے جب وہ مسلمان ہو گئے مسلمان آنے لگے مرنیکے بعد وہ یہیں دفن ہوئے نہ کوئی مندر تھا نہ مٹھ تھا ہندوؤں کو اس نسبت سے اب اس کا مندر بتانا آسان ہے۔ ایسا ہی حال جامع مسجد سرینگر کا ہے یہ مسجد مندر تارا پیڈ کے کھنڈرات کے قریب ہے۔ سلطان سکندر مرحوم نے ۸۰۱ھ میں تعمیر شروع کرائی ۸۰۴ھ میں مکمل ہوئی۔ یہ فن تعمیر کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ بلحاظ وسعت سقف ونوعیت عمارت اس کے پلہ کی کوئی مسجد ہندوستان میں نہیں اس کی تاریخ جامع مسجد کشمیری ہے۔ مسجد کی عمارت کا سلسلہ ایک ہموار سطح رقبہ کو چاروں طرف گھیرے ہوئے ہے درمیان میں ایک وسیع صحن ہے جس میں چنار کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ مسجد میں داخل ہونے کے لئے وسط مین میناروں کے نیچے تین طرف شاندار پھاٹک لگے ہوئے ہیں

جنوبی دروازہ پر چند قدیم کتبہ جات منقش حجر لگے ہیں ۔ شمالی دروازہ اسی دروازے کی نقل ہے مغرب کی جانب بجائے پھاٹک خوبصورت محراب و منبر نظر آتے ہیں آنے جانے کے لئے اسی کی طرف ایک چھوٹا دروازہ دالان کے ایک سمت لگا ہوا ہے (زمانہ سابق میں مشرقی دروازے کے نیچے نہر کچھی جو سلطان سکندر کے وزیر سیہ بٹ عرف سیف الدین کی بیٹی لچھمہ دیوی نے جوئے بڈشاہی سے نکلوائی تھی وہ صحن مسجد میں پہونچکر حوض کو جو سنگ سیاہ کا تھا بھر کر مغربی دروازے سے نکل جاتی تھی (یہ نہر اب نہیں ہے) عین وسط صحن میں ایک چھوٹی سی بارہ دری ہے اس کو بانگی مسجد کہتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ اُمراءُ کے نماز پڑھنے کے لئے تھی مگر یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مساجد میں کہیں یہ خصوصیت نہیں دیکھی گئی وہاں تو یہ عالم ہوتا ہے ۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اور مسلمان اس کو گوارہ بھی نہیں کر سکتے تھے بعض کہتے ہیں کہ اس پر اذان خطبہ ہوتی تھی اور اسکے اندر بیگمات سلطانی نماز پڑھتی تھیں یہی صحیح ہے اس کے نام کے معنی سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے صحن کے چاروں طرف دالان ہیں جنکی چھتیں لکڑی (۳۵۸) ستونوں پر قائم ہیں یہ ستون بلحاظ طول وعرض نادرات زمانہ سے ہیں ہر دالان کے وسط میں ایک مینار ہے جو بہت بلند ہے اورع جو آٹھ لکڑی ہے ستونوں پر کھڑ ہے ان ستونوں کا طول پچاس فٹ اور لپیٹ ۶ فٹ ہے ایسے (۳۲) ستوں مختلف میناروں کے نیچے ہیں ان کے علاوہ

(۳۴۶) چوبی ستون ہیں جو (۲۴) فٹ لمبے اور ۵ فٹ موٹے ہیں۔ ہر ستون کے نیچے خوبصورت مونڈے تراشے ہوئے پتھر کے ہیں۔ مسجد کی دیواریں بہت چوری ہیں۔ جو بھاری بھاری پتھروں کی سلوں سے بنی ہیں۔ مسجد کے اطراف شمالی وجنوبی (۳۸۴) فٹ ۱۲ انچ لمبے ہیں مشرقی طرف (۳۷۸) فٹ اور مغربی (۳۸۱) فٹ ہے یہ طول وعرض اس لئے رکھا گیا تھا کہ مسجد میں معہ امام (۳۳۳۳۴) آدمی نماز پڑھ سکیں اس طرح ہر سجدہ میں ایک لاکھ مرتبہ (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی) کا ورد ہو جائے مسجد کی چھتیں بھوج پتر اور مٹی سے پٹی ہوئی ہیں جن کا منظر موسم بہار میں پھولوں کی کثرت سے غایت درجہ خوبصورت ودل آویز ہوتا ہے ان میں بعض پھول ایسے ہیں جو کشمیر میں دوسری جگہ نہیں ۸۸۵ھ ۱۴۷۹ء میں یہ مسجد آگ لگنے سے جل گئی۔ بادشاہ وقت سلطان حسن شاہ نے اسکو اسی طرز پر پھر تعمیر کرایا۔ سلطان حسن نے سلطانخانہ مسجد محراب کے حصہ کی گلکاری زرنگاری اور خط کشی پر خاص توجہ کی اور کتبے لگوائے، چنار کے درخت از سر نو لگوائے ان میں سے بعض درخت اب تک موجود ہیں اس تعمیر کی تاریخ مَسْجِد اُسِّسَ علَى التَّقْوٰی ہے لیکن سن تعمیر کے مکمل ہونے سے قبل سلطان نے وفات پائی۔ باقی کام ابراہیم بن احمد ماکری وزیر نے ۹۰۹ھ تک مکمل کرایا۔ ۹۹۴ھ ۱۵۸۶ء میں بعہد یعقوب شاہ چک قاضی موسیٰ شہید نے چھت کی مرمت کرائی۔ ۱۰۲۹ھ ۱۶۲۰ء میں عید الفطر کے دن آگ لگی۔ شہر کے ہزاروں مکانات جل گئے جامع مسجد بھی جل گئی۔ یہ زمانہ جہانگیر بادشاہ کا تھا بادشاہ اس وقت کشمیر ہی میں تھا۔ جب مسجد

جلنی شروع ہوئی پیدل بھاگتا آیا اور ادنیٰ مزدوروں کی طرح خود آگ بجھانے میں مصروف ہوگیا۔ جہانگیر کے حکم سے سترہ برس میں پھر مسجد تعمیر ہوئی۔ اس تعمیر کا مہتمم رئیس الملک حیدر ملک تھا۔ اس نے علاوہ عطیہ شاہی کے ذاتی روپیہ بھی لگایا۔ اس تعمیر کا قطعہ تاریخ جنوبی دروازہ پر ایک پتھر پر کندہ ہے جو بخط ملا مراد زرین قلم ہے ؎

نخستیں مسجد جامع زشہ اسکندر ثانی — عمارت یافت وانگہ سوخت از تقدیر سبحانی
دگر بارہ حسن شاہ آنکہ بُد از نسل پاک او — بشد بانی این مسجد ہم از توفیق ربانی
ولیکن از دو جانب نے ستون آراست بقفش — زابراہیم احمد ماکری شد راست تادانی
زہجرت نہ صد نہ بودتا دور محمد شاہ — کہ این جنت سرا شدزینت دین مسلمانی
بتاریخ ہزار وبست ونہ از ہجرت سید — بروزعید روزہ سوختہ درنوبت ثانی
ملک حیدر رئیس الملک درعہد جہانگیری — نہاد از نوبنایش باز روز عید قربانی
چو تاریخ بنایش جست گفتا ہاتف غیبی — نہاداز نواساسش بازگاہ عید قربانی

سلطان سکندر کے بیٹے زین العابدین نے مسجد کے شمالی جانب مدرسہ تعمیر کرایا تھا اور مسجد و مدرسہ کے اخراجات کے لئے چند مواضعات وقف کئے تھے جہانگیر نے اور دیہات اس پر اضافہ کئے اس کے بعد دیگر شاہان مغلیہ و افاغنہ اس جاگیر پر اضافہ ہی کرتے رہے۔ شاہجہاں جب تخت نشین ہوا تو نواب اعتقاد خان صوبیدار کشمیر تھا یہ سخت گیر تھا۔ بادشاہ نے اس کو برخاست کر کے نواب ظفر خان کو صوبیدار مقرر کیا اور اعتقاد خان کے مظالم و بدعات کو مسترد کرنے کا فرمان صادر کیا، یہ فرمان ایک پتھر پر کندہ کرا کر جامع مسجد کے

جنوبی دروازے کی دیوار میں دہنی طرف نصب کیا گیا جو آج تک موجود ہے اور شاہجہاں کے عدل وانصاف کی شہادت دے رہا ہے ۱۰۲۴ھ ۱۶۷۴ء میں پھر آگ لگی بارہ ہزار مکانات جل گئے مسجد بھی جل گئے۔ یہ اورنگ زیب عالمگیر کا زمانہ تھا۔ جب حادثہ کی اطلاع اورنگ زیب کو ہوئی تو دریافت کیا کہ صحن میں چنار کے درخت تھے اُن کا کیا حال ہے عرض کیا گیا کہ درخت موجود ہیں بادشاہ نے فوراً دوگانہ شکرادا کیا اور درباریوں سے کہا کسی نے یہ نفل اس لئے پڑھے کہ خداوند کریم نے مجھ سے اپنے گھر کی خدمت لینا منظور فرمایا۔ اس مسجد کو میں تعمیر کروں گا لیکن چنار کے درختوں کا چند سال میں اسی طرح کر دینا یہ میرے امکان سے باہر تھا، اُن کا محفوظ رہنا بھی موجب شکر ہے۔ بادشاہ نے فوراً صوبیدار کشمیر کو فرمان بھیجا کہ جس جس کا گھر جلا ہے اس کو سوسو روپے دیئے جائیں جب ان تمام سوختہ مکانات کی تعمیر کی خبر بادشاہ کو مل گئی ایک سال گذر گیا تھا۔ نواب قیام الدین خان صوبیدار و مُلا محمد طاہر نقشبندی کو تعمیر مسجد پر مامور کیا گیا اور حکم دیا (کہ ہر قدر کہ زرنقد و جنس مصرف جامع مسجد میر سد منجملہ اموال بادشاہی مجرا شناسند) صوبیدار نے منادی کرادی کہ جب تک جامع مسجد کی تکمیل نہ ہو جائے کوئی معمار مزدور کہیں کام نہ کرنے پائے۔ سب مسجد میں کام کریں اس طرح تین برس میں مسجد مکمل ہوئی۔ سلطان سکندر کا نقشہ طول وعرض قائم رکھا گیا۔ البتہ سلطان خانہ کے مینار کو پانچ ہزار اشرفی کے سونے سے مطلع کیا گیا اور اسکی بام پر ایک مینار بنایا گیا کہ مؤذن اس پر چڑھ کر اذان دیا کرے اس مینار پر جانے کیلئے تین سوسیڑھیاں بنائی گئیں (اب نہیں

ہیں) مشرقی مینار کے کلس پر چاندی کا ملمع کیا گیا۔ محراب کے اوپر کے حصہ کو اسماء الٰہی سے مزین کیا گیا۔ مسجد کے قریب جو مکانات تھے وہ خرید کر مسمار کردیئے گئے تاکہ آگے کو آگ لگنے کا خطرہ باقی نہ رہے۔ تیمور شاہ درانی کے عہد میں ۱۱۹۰ھ ۱۷۷۶ء میں حاجی کریم داد خان صوبیدار نے مرمت کرائی۔ ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء میں آزاد خان نے کچھ مرمت کرائی۔ اور خدام مسجد کے لئے چھ ہزار روپیہ کے وظائف مقرر کئے سکھوں کے عہد حکومت میں دیوان موتی رام صوبیدار نے ۱۲۳۵ھ ۱۸۲۰ء میں مسجد کے دروازے بند کرادئے وظائف بند کرادئے۔ جاگیرات ضبط کرلیں۔ ۱۸۳۱ء ۱۲۴۷ھ میں مہان سنگھ صوبیدار نے (انچار سر کی سوخ زار۔ چٹائی والی گھاس) کی آمدنی کو جو نصف جامع مسجد کو اور نصف عاشور خانہ زیدی بل کو ملتی تھی ضبط کرلیا۔ ۱۲۵۷ھ ۱۸۴۱ء میں شیخ غلام محی الدین صوبیدار نے مہاراجہ شیر سنگھ سے مسجد کی واگزاری کا حکم حاصل کر کے مسجد کو کھولدیا اور لچھمہ کو بل (نہر لچھمہ) کو جاری کیا۔ جامع مسجد کے قریب جو باؤلی تھی اس کو صاف کرایا۔ اس پر شیخ موصوف کا ذاتی روپیہ ڈیڑھ لاکھ صرف ہوا۔ ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۷ء میں مسلمانوں نے چندے سے مرمت کرائی اس چندے میں مہاراجہ رنبیر سنگھ والی کشمیر نے چھ ہزار روپیہ دیا۔ اس دفعہ کافی مرمت نہ ہو سکی۔ ۱۲۹۸ھ ۱۸۸۱ء میں پھر مسلمانوں نے چندے سے مرمت کرائی اس دفعہ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے نو ہزار چندہ دیا جنوبی دروازہ کے بائیں طرف اس دفعہ ایک چوبہ تختہ نصب کرایا گیا۔ جس پر مرمت کی مختصر تاریخ لکھی گئی ۱۳۱۰ھ ۱۸۸۵ء میں نواب سر عبدالغنی خان نواب ڈھاکہ نے پانچ ہزار

روپیہ مرمت کے لئے بھیجا اس سے کچھ ضروری مرمت ہوئی اس کے بعد نواب محمد حیات خان ہوم ممبر کشمیر نے چندے سے مرمت کرائی اس میں مہاراجہ پرتاب سنگھ والی کشمیر نے بارہ ہزار چندہ دیا یہ مرمتیں اس عظیم شاہی عمارت کیلئے کافی یہ تھیں، چنانچہ باوجود اِن مرمتوں کے مسجد کی ایسی حالت ہوگئی کہ چھتیں گر گئیں دیواریں بوسیدہ ہوگئیں۔ ۱۹۰۷ء میں لوگوں کے عرض معروض کرنے سے مہاراجہ پرتاب سنگھ نے حکم دیا کہ مرمت کے لئے چندہ کیا جائے کچھ خفیف چندہ ہوکر مرمت ہوئی۔ اور مسجد کی حالت کچھ درست نہ ہوئی۔ ۱۹۱۱ء میں آخر تمام ملک کشمیر کے مسلمانوں نے مہاراجہ سے متفقہ درخواست کی کہ اُن پر آدھ آنہ فی روپیہ مالگذاری میں اضافہ کرکے مسجد کی مرمت کا انتظام کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا شہریوں نے بھی چندہ دیا۔ اس درمیان میں مسٹر فریز ر صاحب رزیڈنٹ کو بھی کو اس طرف توجہ ہوئی۔ اب مہاراجہ پرتاب سنگھ نے بھی چالیس ہزار چندے کا وعدہ کیا۔ مسلمانوں نے علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال سے درخواست کی کہ کوئی انجینئر مشورہ کے لئے کشمیر میں بھیجیں بیگم صاحبہ نے خان بہادر سید جعفر حسین انجینیر کو مامور کیا انہوں نے ڈیڑھ مہینہ قیام کرکے نقشہ جات وغیرہ مرتب کئے ہدایات تحریر کیں۔ اُن کے موافق کام شروع ہوا لیکن تمام دقتیں رفع نہ ہوسکیں اسلئے کمیٹی مسجد کا مشورہ ہوا کہ سر جان مارشل ڈائرکٹر محکمہ آثارات قدیمہ سے مشورہ لیا جائے۔ اس تجویز پر مسٹر کاب رزیڈنٹ کشمیر کو توجہ دلائی گی مسٹر موصوف نے خود بھی چندہ دیا۔ اور گورنمنٹ سے سر جان مارشل کو طلب کیا ۱۹۱۵ء میں سر جان مارشل نے آکر

نقشہ مرتب کیئے نوٹ تحریر کیئے ۔ اور مسٹر بنج سرنٹنڈنٹ محکمہ آثار قدیمہ کو گورنمنٹ سے تحریک کر کے مرمت مسجد کی خدمت پر مامور کرایا۔ گورنمنٹ ہند نے بھی پانچ ہزار چندہ دیا۔ اس دفعہ مرمت کا تخمینہ پانچ لاکھ کیا گیا۔ مسجد کے قریب جو چند مکانات تعمیر ہو گئے تھے جن سے آتشزدگی کا احتمال تھا۔ خرید کر مسمار کر دئے گئے جس سے مسجد کے اطراف میں فراخی ہو گئی، جامع مسجد کے شرقی جانب باؤلی ہے جس کو ۱۱۵۶ھ میں خواجہ محمود دیدہ مری نے تعمیر کرایا تھا جامع مسجد کے وسط میں ایک پتھر پر اس کی تاریخ کندہ ہے جو بانی باؤلی ہی کی تصنیف ہے ؎

برآمد چشمۂ فیض الٰہی ۔ بحُسنِ سعی مشت خاک راہی
بتوفیق خدا این کار محمود ۔ گرفت انجام از امداد شاہی
خلوصِ نیت وصدق ارادت ۔ شدہ صرف بنائش از دل وجان
ازین خوش چشمہ بانی چشم دارد ۔ کہ باید شست وشو طومار عصیان
گناہ خلق گردد شستہ زین آب ۔ کہ باشد منبعش دریائے عرفان
بود وجہ کرایہ از دکا کیں ۔ پے ترمیم حوض فیض احسان
چونا مم درازل محمود کردی ۔ الٰہی عاقبت محمود گردان
پے تاریخ این فرخندہ بنیاد ۔ خرد گفتا کہ جاری فیض ماباد

(نوٹ) مادۂ تاریخ سے ۱۱۵۲ھ برآمد ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اوپر جو ۱۱۵۶ھ لکھا ہے وہ کاتب کی غلطی۔

نقل فرمان شاہ جہان جو جامع کے دروازہ پر نصب ہے

اللہ اکبر

شاہجہان بادشاہ عادل غازی

نقل فرمان سعادت نشان حضرت سلیمان مکان صاحب قران ثانی

کہ بتاریخ ہفتم اسفندیار ماہ الٰہی حسب الالتماس کمترین خانہ دادان احسن اللہ خان المخاطب بہ ظفر خان درباب برطرف نمودن بدعتہائے کہ درزمان صوبیداراں سابق در بلدہ دلپذیر کشمیر شدہ بود باعث خرابی رعایا وسکنہ این دیار بود شرف ورود یا یافتہ چون ہمگی ہمت والانہمت مصروف ومعطوف بررفاہیت خلق است بنابریں بعضے اُمور کہ درخطہ دلپذیر کشمیر باعث آزار سکنہ آن دیارمی شد حکم فرمودیم کہ برطرف باشد از جملہ آن مقدمات یکے آن است کہ وقت چیدن زعفران مردم رابعنف می برند کہ زعفران بچینند وقلیلے نمک اجلت اجورہ آن باآن مردم می دادند وازیں جہت بآن جماعہ آزار بسیار میرسید حکم فرمودیم کہ تکلیف چیدن زعفران اصلا بہ کسے نکنند وانچہ تعلق بخالصہ شریفہ داشتہ باشد مزدوران راراضی ساختہ اجورہ واقعی بدہند وانچہ تعلق بجاگیر داشتہ باشد کل زعفران بجنس حوالہ جاگیر نمایند تا بہر طریقے کہ خواہند بچینند۔ مقدمہ دیگر آنست کہ درزمان بعضے از صاحب صوبہا کشمیر برخروار شالی دودام بعلت ہیزم میگرفتہ اند ودرعمل اعتقاد خان چہارم دام بآن علت برخروارے گرفتہ شد چون ازیں جہت آزار بسیار بررعایا میرسید بنابریں حکم فرمودیم کہ بالکل رعایا را از

طلب این وجہ معاف دارند وبعلت ہیزم ہیچ چیز نگیرند۔ مقدمہ دیگر آنست کہ دیہے کہ جمع آن زیادہ از چہار صد خروار شالی بودہ باشد ازاں دہ دو گوسفند حکام آنجا ہر سالہ می گرفتہ اند، اعتقاد خان درایام صاحب صوبگئی خود بجائے گوسفند برسر سالہ می گرفتہ اندر، اعتقاد خان درایام صاحب صوبگئی خود بجاے گوسفند برسر ہر گوسفندے شصت وشش دام میگرفتہ چوں ازیں جہت نیز بر رحایا آزار تمام می رسنید بالکلی حکم فرمودیم برطرف باشد نہ گوسفند بگیرند ونقد باین علت رعایا را از گرفتن این وجہ معاف دارند دیگر اعتقاد کان در صاحب صوبگی خود سراسری نمودہ برسر ہر ملاحے خواہ جوان خواہ پیر خواہ خورد سال ہفتاد و پنج دام میگرفت ومعمول قدیم آن بودہ کہ برسر جوانے شصت دام وبرسر پیرے دوازدہ وسر خورد سالے سی وشش دام میگرفتہ اند حکم فرمودیم کہ دستور سابق را معمول داشتہ بدعتے کہ اعتقاد کان کردہ برطرف دانند وبمقتضاے آن عمل نہ کنند۔ مقدمہ دیگر آنست کہ صاحب صوبہا در وقت میوہ در ہر باغ ودر ہر باغیچہ کہ میوہ خوبے کہ گمان داشتہ اند کسان خورد اتعین می نمودہ اند کہ آن میوہ را بجہت آنہا محافظت نمایند ونمی گذاشتہ اند کہ صاحبان آن باغہا وباغیچہ ہا آن میوہ را متصرف شوند ازیں جہت آزار بسیارے بآن جماعہ میرسید چنانچہ بعضے آزان مردم درختہائے میوہ را در وساختہ اند حکم فرمودیم کہ ہیچ صاحب صوبہ قرق میوہ باغ وباغیچہ کسے نکنند می باید کہ حکام کرام ودیوانیان کفایت فرجام وعمال حال و استقبال صوبہ کشمیر این احکام جہان مطاع را مستمر وابدی دانند تغیر وتبدیل بقواعد آن راہ ندہند وہر کسے کہ تغیر وتبدیل را راہ دہد بلعنت خدا وبہ غضب بادشاہی گرفتار خواہد شد، تحریراًفی تاریخ بست وششم آذر در ماہ الٰہی۔

باب ششم
بزرگان کشمیر
رَحمَةُ اللّٰهِ علیٰ مقَابرِ هِمُ
مِنُ اَکَابرِ اِلیٰ اَصَاغرِ هِمُ

کشمیر کی حالت جو قبل از اسلام تھی اور جو عہد اسلام میں ہوئی اور جو بعد عہد اسلام ہوئی اس کا بیان گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کشمیر کو جنت نظیر مسلمانوں نے بنایا، قبل از اسلام کے حالات صاف شہادت دیتے ہیں۔ کہ اگر مسلمان کشمیر میں نہ آتے تو کشمیر ایک مرغزار سے آگے حیثیت نہ پاتا۔ اس کا سارا نام ونمود اسلام کا طفیل ہے۔ اسلام کی آمد و اشاعت کا باعث علماء کرام اور اولیائے اسلام ہوئے ہیں اس لئے کشمیر کی ترقی اور شہرت کا باعث بزرگان اسلام ہیں پس کشمیر کی تاریخ لکھنا اور کشمیر کے اُن محسنوں کا ذکر نہ کرنا احسان فراموشی اور انصاف کا خون کرنا ہے یہ مختصر تالیف تمام حضرات کے تذکرے کیا فہرست اسماء کی بھی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے بعض خاص الخاص حضرات کے متعلق بقدر تعارف کچھ اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کشمیر میں اسلام کا داخلہ کب ہوا اس کا فیصلہ تو اس کتاب کے کسی دوسرے مضمون میں ہوگا۔ اس باب سے صرف یہ امر متعلق ہے کہ بزرگان اسلام میں سے اول کون بزرگ وارد کشمیر ہوئے۔ ۱۲۹۵ھ میں کشمیر پر راجہ چھمن

دیو حکمران تھا کہ میاں بلبل شاہ تبت سے معہ بارہ سو مریدوں کے کشمیر آئے، ناظرین اُس زمانہ کے شاہ صاحب کو اس زمانے کے شاہ صاحبوں اور اُس زمانہ کے مریدوں کو اِس زمانہ کے مریدوں پر قیاس نہ کریں۔ یہ نہ سمجھیں کہ شاہ صاحب کے رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے۔ لمبے لمبے بال ہوں گے، ناخواندہ احکام شریعت سے نابلد و آزاد ہوں گے ان کا کام صرف خانقاہ میں پڑا رہنا، نذرانہ وصول کرنا، دعوت کھانا گانا سننا ہوگا باقی قوم و ملک و ملت کی خدمت سے اُن کو کچھ واسطہ نہ ہوگا۔ اسلام کی تاریخ دیکھیے حضرات صوفیائے کرام زیور علم سے آراستہ احکام شریعت سے پیراستہ ہر مذہبی و سیاسی دینی و دنیوی معاملے میں پیش پیش نظر آئیں گے۔ حُسنِ اخلاق کی مجسم تصویر، سنت رسول کریم کے ایسے عاشق کہ پورے تکبیر کے فقیر، اُن کی صورت دیکھتے ہی لوگ کلمہ پڑھنے لگتے تھے۔ رات کو مصلے کی اور دن کو گھوڑے کی پشت پر سوار، خانقاہ میں تسبیح در دست، میدان وغا میں شمشیر بکف، مدرسہ میں معلم فاضل، مجلس شوریٰ میں سیاستدان کامل، احوال زمانہ و اخبار ماضئین کے ماہر، حال و استقبال پر غایر نظر رکھنے والے، ہر ملکی و ملی ضرورت پر نقد جان کو لٹا دینے والے اسلام کے لئے ہر وقت سر بکف، مسلمانوں کی دینی و دنیوی اصلاح میں منہمک وہ اگر ایسے نہ ہوتے تو آج دنیا میں کوئی اسلام کا نام لیوا ہی نظر نہ آتا۔ وہی مسلمانوں کو دینی و دنیوی ترقی کا راز بتاتے تھے، علوم وفنون پر توجہ دلاتے تھے جنگ و جہاد میں شریک ہو کر سلطنتیں قائم کراتے تھے۔ جب زر و جواہر کی تقسیم کا وقت آتا، کنج عزت میں جا بیٹھتے شام ہوئی ایک پیالہ پانی سے روزہ افطار کیا۔

اور بس اُن کی تمام سعی رضائے اِلٰہی کے لئے ہوتی تھی۔ باقی دنیا ان کی نظروں میں ہیچ تھی، جس طرح ظاہر میں الفقر فخری کا کمل کاندھے پر تھا۔ اسی طرح اسی شمع کے نور سے سینہ روشن تھا۔ جاہل کم ہمت کم علم کو وہ اپنے حلقہ میں بھی شامل نہ کرتے تھے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً یعنی جب جاہل اُن سے بات کرنے لگیں تو کہیں بس آپ کو سلام ہی ہے رسول کریم کا ارشاد ہے اگر علم چین میں بھی ہو (چین عرب سے بہت دور ہے) تو حاصل کرو یعنی کیسے ہی دور و دراز دشوار گذار مقام پر ہو پہونچو اور لو ایک اور حدیث ہے جس کے راوی امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ ہیں علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے ایک بزرگ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

زجاہل گریزندہ چون تیر باش   نہ آمیختہ چون شکر شیر باش
ترا اژدھا گر بود یار غار   ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے زاہد بے علم مسخرہ شیطان است اسلام کو جس قدر نفع متقدمین صوفیائے کرام سے پہونچا ہے اس سے زیادہ نقصان زمانہ آخر کے کم علم صوفیوں سے پہونچا ہے اسی کشمیر میں بابا علی نجار کی کم علمی کی وجہ سے مسلمانوں میں نفاق وشقاق پیدا ہوا۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ سلطنت اسلامیہ تباہ ہوئی اور کشمیر کے مسلمان اس حالت کو پہونچے کہ ان سے زیادہ زبون حالت دنیا کے کسی خطے کے مسلمانوں کی نہیں، غرض ہمارے متقدین علما وصوفیا عالم اور پابند سنت ماہر سیاست، شیر میدان وغا ہوتے تھے، باقی مال ومتاع دنیا سے دور، کاروبار دنیا سے نفور تھے اُن کا مقصد حصول

رضائے الٰہی ہوتا تھا وہ جانتے تھے کہ اشاعت اسلام وحمایت مسلمین احیاء سنت میں سب سے زیادہ اس مقصد کے حصول کی توقع ہے ان کا ایک شخص اگر کہیں پہونچ گیا اس مقام پر گویا تمام ظاہری وباطنی برکات کا چشمہ جاری ہوگیا۔ کشمیر میں ایک ایک دفعہ میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسے بزرگ آئے یہی باعث کشمیر میں کثرت سے اشاعت اسلام کا ہوا۔

حضرت بلبل شاہ رحمہ اللہ علیہ

اصل نام سید شرف الدین عبدالرحمٰن اور لقب بلال تھا زبانوں پر چڑھتے چڑھتے بلال کا بلبل ہوگیا۔ ہمارے متقدین صوفیائے کرام جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے عاشق سنت رسول کریمؐ تھے، حضور کا ارشاد ہے کہ اچھے نام رکھو اس لئے وہ بزرگ ایسے نہ تھے کہ اس قسم کے نام رکھتے جن کے سنتے ہی ہنسی آئے دل میں تحقیر کا خیال پیدا ہو جو حیوانات ونباتات وجمادات کی طرف منسوب ہوں اچھے نام رکھتے تھے بلال شاہ تھے بلبل شاہ نہ تھے یہ شاہی کا خطاب بھی بزرگوں کے نام کے ساتھ صدیوں کے بعد جوڑا گیا ہے سلف صالحین میں کہیں اس کا پتہ نہیں اس لئے سید بلال تھے بلال شاہ نہ تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ کے بزرگ تھے ؎

سہروردیہ عجب قافلہ سالارانند — کہ برند از رہ پنہان بحرم قافلہ را

ان کا مقولہ ہے کہ اقامت واطاعت سنت نزد من بہتر از ہزار کرامت وعبادت خلاف سنت است سالک را دل خالص وزبان سالم باید تا غولان راہ نفریبند (روضتہ الابرار) حضرت معہ بارہ سو مریدوں کے ۱۲۹۵ء میں بعہد راجہ کچھم

دیو تبت سے تشریف لائے جب راجہ رنجو عرف رتنچن شاہ حکمران ہوا تو وہ معہ راون چند پسر راجہ رامچندر کے حضرت کے دست حق پرست پر ۱۳۲۶ء میں مشرف بہ اسلام ہوا راجہ کو دیکھ کر رعایا بھی اس طرف رجوع ہوئی اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ فقیر ۱۳۲۵ بکرمی میں وارد کشمیر ہوا جس کو اب تک (۵۶۹) برس گذرے اس کی خانقاہ محلّہ بلبل نگر میں ہے یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ یہ فقیر تبت سے ہمراہی بارہ سو مریدوں کے یہاں آیا تھا۔ گلدستہ کشمیر ص ۱۰۱) حضرت نے ۷۲۷ ہجری میں وفات پائی۔

للہ مجذوبہ

یہ کشمیر میں بہت مشہور و معروف مجذوبہ گذری ہیں قریب قریب تمام ہندوستانی اور یوروپین مورخین نے تاریخوں میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے متعلق ہندوستانی اور انگریز مورخوں نے بھی علیحدہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی بہت سی کرامتیں کشمیر میں مشہور ہیں۔ سن ولادت میں اختلاف ہے ۷۰۰ھ و ۷۳۵ ہجری دو سن بیان کئے گئے ہیں۔ صدر المورخین کشمیر مُلا عبدالوہاب شایق نے اپنی تاریخ میں ۷۳۵ ہجری لکھے ہیں (شائق نے تاریخ کشمیر بحکم راجہ سکھ جیون فرمانروائے کشمیر ۱۱۷۵ھ میں لکھی) للہ کی ولادت کیلئے متعلق ان کا یہ شعر ہے ؎

فزون بود بر ہفت و صد سی و پنج ۔۔۔ ز ویرانہ شد پدیدار گنج

شایق نے ویرانہ اس لئے کہا کہ للہ کے والدین برہمن تھے۔ جو دولت اسلام

سے خالی تھے، للہ موضع ہم پورہ علاقہ کشمیر میں پیدا ہوئی یہ زمانہ راجہ ادیان دیو کا تھا یعنی ۱۳۳۴ء ان کا نام للہ ایشوری تھا۔ (ان کو للہ دو۔ للہ شوری۔ للہ ددی بھی لکھتے ہیں) ہندوؤں کے دستور کے موافق صغرسنی میں شادی ہوگئی موضع پانپور کے ایک برہمن زادے سے نکاح ہوا۔ للہ پر شروع ہی سے محویت اور استغراق کی کیفیت طاری تھی۔ جو ترقی عمر کے ساتھ ترقی کرتی رہی۔ ان کی یہ کیفیت ساس اور شوہر کو بھلی نہ معلوم ہوئی اسلئے ان کو بہت ستایا۔ للہ ایک ہندو فقیر باسدیو کی چیلی (مرید) تھی۔ شیو مذہب کے پرستاروں میں تھی (للہ عارفہ ص ۴۵ بحوالہ یورپین مورخ) آخر جوش جذبہ سے بے اختیار ہوکر کپڑے پھاڑ کر دشت و بیابان کو نکل گئیں۔ بعض اسکو پاگل سمجھتے تھے بعض مجذوب، ایک دن سلطان شہاب الدین (بزمانۂ شہزادگی) شکار کو گیا۔ جنگل میں اس مجذوبہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے سلطنت و کثرت فتوحات کی بشارت دی (اسرار الابرار و تاریخ اعظمی) اس مجذوبہ کی تصنیف کشمیری زبان میں دوہے (اشعار) بھی ہیں۔ ان میں سے بعض کی شرح میں انگریز مصنف نے ضرب الامثال کشمیری (انگریزی کتاب) لکھی ہے۔ دو شعروں کی شرح یہ ہے (میں ایک راہ سے آئی یعنی پیدا ہوئی اور ایک راہ سے چلی گئی یعنی مرگئی۔ لیکن ابھی زندگی و موت کے منازل طے کررہی تھی کہ آفتاب جو میرا خضر راہ تھا غروب ہوگیا۔ (یعنی گرو (پیر) مرگیا اب کشتی کے ذریعہ پار اُترنے کے لئے میں نے اپنی جیب کو ٹٹولا تو اس میں ایک کوڑی بھی نہ تھی۔ اب میں کشتی سے پار کس طرح اُتروں (یعنی اعمال صالحہ سے خالی ہوں) زادراہ نہیں تو سفر آخرت کس طرح

طے ہوگا۔ رہنما نہیں تو راستہ کون بتائیگا۔ (للہ عارفہ ص ۲۴) یہ اشعار اس زمانہ کے ہیں جب للہ کا سلوک ناتمام تھا۔ للہ کے سنسکرت اشلوکوں کا ترجمہ انگریزی میں سر جارج گریشن نے کیا ہے۔ (للہ عارفہ ص ۵۱) ۷۴۸ ہجری میں حضرت مخدوم جہانیاں کشمیر تشریف لائے (تاریخ کبیر کشمیر) یہ زمانہ سلطان جمشید کا تھا۔ للہ حضرت کی خدمت میں پہونچی اور کچھ فیض حاصل کیا۔ جب کوہ ماران واقع سری نگر پر حضرت تشریف لے گئے تو یہ مجذوبہ ساتھ تھی۔ وہاں حضرت نے اس کو مراقبہ کرایا۔ ضرور ہے کہ اول حضرت نے مشرف باسلام کیا ہوگا۔ کیونکہ بغیر ایمان لائے اور کفر و شرک سے توبہ کئے راہ سلوک طے نہیں ہوسکتی۔ اور نہ بزرگان اسلام کسی غیر مسلم کو اس طرح توجہ دیتے تھے کیونکہ بحالت کفر کوئی ہدایت بارآور نہیں ہوسکتی۔ بعد ازاں حضرت نے فرمایا کہ کچھ دنوں کے بعد سید حسین سمنانی یہاں آئیں گے وہ تمہاری راہ سلوک طے کرائیں گے (اسرار الابرار) اس موقعہ کے مورخ کے اشعار یہ ہیں

پس از من درین ملک سید حسین ۔۔۔ بیارند تشریف بازیب وزین
ہموں مرشد تست در راہ دین ۔۔۔ ترا می رساند بحق الیقین

۷۷۳ ہجری میں حسب الارشاد حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سید حسین سمنانی کشمیر آئے اُن کی آمد کا حال سن کر اس مجذوبہ نے کئی منزل سے استقبال کیا۔ اور ان سے فیض حاصل کیا ۷۸۱ھ میں امیر کبیر خود تشریف لائے یہ مجذوبہ اکثر حاضر خدمت رہتی (تذکرہ العارفین و اسرار الابرار و بہار کشمیر بابت نومبر ۱۹۲۳ء از پنڈت پران ناتھ ایم۔ اے۔ ایس۔ سی پروفیسر کیمسٹری

دیال سنگھ کالج لاہور و تاریخ شایق و گلدستہ کشمیر و تاریخ کبیر کشمیر بحوالہ فتوحات کبرویہ مصنفہ ۱۱۸۴ ہجری) بعض ہندو اور بعض مسلمان اور بعض انگریز مصنفوں نے لکھا ہے کہ وہ برہنہ رہتی تھی لیکن یہ صحیح نہیں کتاب اسرار الابرار (جو گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف نے لکھا ہے) میں ہے کہ وہ ستر پوشیدہ رکھتی تھی ، مصنف تذکرہ العارفین (باباعلی رینہ برادر شیخ حمزہ) نے لکھا ہے (کہ جب وہ شیخ حمزہ سے ملنے آئی تو سر سے پیر تک لنگی لپیٹے ہوئے تھی مجھ سے باتیں کیں) افسوس سن وفات کسی نے نہیں لکھا انگریز محقق بھی خاموش ہے تاریخ اعظمی میں لکھا ہے (درزمان سلطان شہاب الدین از عالم درگذشت ص ۳۵) سلطان شہاب الدین کا عہد حکومت ۷۸۰ ہجری تک ہے لہذا اللہ کی وفات ۷۷۴ سے ۷۸۰ تک کسی سن میں ہوئی۔ مرزا صاحب قادیانی کے مریدان کو حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم بتاتے ہیں ایک صاحب محمد اسماعیل نام لکھتے ہیں (معلوم ہوتا ہے حضرت مریم صدیقہ کشمیر میں للہَ ددی (للہ بی بی) کے نام سے مشہور ہیں یہ نام آپ کا عبرانی کی (الماہ) سے بگڑ کر بنا ہے۔ عبرانی میں الماہ جوان عورت کو کہا کرتے ہیں (رسالہ اعجاز احمدی حاشیہ ص ۱۲ و ۱۸) بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں وہ قبر (یوز آسف کی قبر، آگے تذکرہ آتا ہے) اور اس کے ساتھ والی مسیح کی ماں کی قبر ٹھیک اسی طرز پر ہیں جس طرح بنی اسرائیل کی قبریں ہوتی ہیں (ریویو آف ریلیجنز جولائی ۱۹۱۷ء حاشیہ ص ۲۵۶) للہ ددی کی تحقیقات تو اوپر گذری یوز آسف کے پاس والی قبر کا تذکرہ آگے آئیگا یہاں صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ بلا اختلاف تمام قدیم و جدید تاریخوں

میں مذکورہ ہے کہ وہ قبر سید نصیر الدین خانیاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اس کے سجاد نشین وغیرہ باقاعدہ سری نگر میں موجود ہیں اور دونوں قبریں مسلمانوں ہی کے طرز پر ہیں۔ اس اس کے علاوہ مرزا جی کے ایک تیسرے مرید حضرت مریم کی قبر بیت المقدس میں بتاتے ہیں (اور اسی گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے اور دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں (اتمام الحجہ ص ۲۰ و ۲۱) مرزا جی نے خود بھی لکھا ہے حضرت مریم کی قبر زمین شام میں کسی کو معلوم نہیں (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۱۰۱) ان تمام حوالوں سے ثابت ہے کہ نہ للہ ددی مریم صدیقہ ہیں نہ یوز آسف کے گنبد میں مریم صدیقہ کی قبر ہے۔

حضرت سید حسین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت امیر کبیر کے چچازاد بھائی تھے سمنان (ایران کا ایک موضع) کے رہنے والے تھے حضرت رکن عالم کے مرید اور مخدوم جہانیاں کے پیر بھائی تھے جب حضرت امیر کبیر نے کشمیر آنے کا ارادہ کیا تو پہلے ان کو معہ کچھ اصحاب کے بھیجا تا کہ وہاں کے حالات سے مطلع کریں۔ یہ ۷۷۲ھ میں آ کر موضع کولگام میں مقیم ہوئے بڑے صاحب علم اور اہل باطن بزرگ تھے بہت سے لوگ اُن کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے سلطان شہاب الدین نہایت اخلاص وتواضع سے پیش آیا۔ للہ عارفہ جن کا ذکر گذرا، انکی مرید ہوئیں۔

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت کا سلسلہ نسب سول واسطوں سے حضرت امام حسین شہید کربلا

رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے آپ محدث و شیخ طریقت تھے خاندان قادریہ کے ائمہ میں سے تھے۔ کشمیر میں آپ علی ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا سلسلہ بیعت یہ ہے۔ سید علی ہمدانی از شیخ شرف الدین مزدقانی از شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی از شیخ نورالدین کبریٰ از شیخ عمار یاسر از شیخ ضیاء الدین ابولنجیب سہروردی از حضرت غوث الاعظم میران محی الدین سید عبدالقادر جیلانی

سگ درگاہ میران شو چو خواہی قرب ربانی

کہ بر شیران شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

حضرت امیر کبیر کی بہت سی کرامتیں کتب سیر میں منقول ہیں آپ فارسی کے زبردست شاعر تھے، ۷۷۳ھ میں بعہد سلطان شہاب الدین کشمیر آئے۔ اس زمانے میں یہ سلطان دہلی کے بادشاہ فیروز شاہ تغلق سے مصروف پیکار تھا کشمیر میں سلطان کا بھائی قطب الدین موجود تھا۔ اس نے حضرت کا بہت احترام کیا۔ حضرت چار ماہ قیام فرما کر ہندوستان کو تشریف لے گئے جب فیروز پور پہونچے سلطان شہاب الدین حاضر خدمت ہوا۔ حضرت کو دو مسلمان بادشاہوں کا لڑنا پسند نہ آیا، سلطان کو حکم دیا کو صلح کرلو۔ شہاب الدین اگرچہ غالب آرہا تھا۔ مگر حضرت کی تعمیل ارشاد میں صلح پر مجبور ہوا۔ ۷۸۱ھ میں حضرت دوبارہ بعہد سلطان قطب الدین معہ سات سو مریدین و سادات کے تشریف لائے۔

اس دفعہ کی تشریف آوری کی تاریخ سید محمد خاوری نے لکھی۔

میر سید علی شہ ہمدان　　سیر اقلیم سبعہ کردہ نکو

شد مشرف ز مقدمش کشمیر　　اہل اُن شہر از دہدایت جو

سال تاریخ مقدم اورا یابی از مقدم شریف او

سلطان نے حضرت کی نہایت بزرگ داشت کی، اس مرتبہ چھ ماہ قیام فرمایا۔ تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ میں پھر تشریف لائے مگر جلد ہی بعزم زیارت حرمین الشریفین واپس تشریف لے گئے۔ حضرت نے اپنی کلاہ مبارک سلطان کو مرحمت فرمائی۔ سلطان نے اس کو تاج میں رکھ لیا۔ (فتح شاہ بادشاہ جب مرا تو اس نے وصیت کی کہ یہ کلاہ میرے کفن میں رکھدی جائے چنانچہ اس کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ مولانا آنی نے جو اُس زمانہ کے عالم و عارف تھے سن کر فرمایا (برکت وسلطنت راز یرزمین برد) تاج شاہی از سر شاہان کشمیر برفتاد و سرداری آنہا رو بہ نگونساری نہاد) چنانچہ اس کے بعد اس خاندان کا آفتاب اقبال غروب ہو گیا۔ جب حضرت نے واپسی کا قصد فرمایا تو سلطان کی التجا پر اس کے اور مسلمانوں کی تعلیم و تلقین کے لئے اپنے مرید خاص مولانا محمد قاریؒ کو کشمیر میں چھوڑ گئے۔ ذی الحجہ ۷۸۶ھ میں حضرت کا انتقال ہوا بر وقت وفات بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم یہی آپ کی تاریخ وفات ہے شیخ محمد پسر زتشی نے تاریخ لکھی۔

مفتخر عارفان شہ ہمدان گز وش باغ معرفت بشگفت
مظہر نورحق کہ رویش را عاقبت از جہانیاں بہ نہفت
عقل تاریخ سال رحلت او سید نا علی ثانی ۔ لفت

حضرت کے دست حق پرست پر کثرت سے لوگ مشرف با سلام ہوئے۔ حضرت کے ساتھ جو حضرات تشریف لائے ان میں زیادہ مشہور سید حیدر، سید جمال الدین عطائی، سید عالی سید جمال الدین، سید فیروز، سید کاظم، سید رکن

الدین، سید محمد قریشی، سید عزیز اللہ، سید مراد، سید احمد قریشی، شیخ محمد قاری ہیں۔ ان حضرات کا تذکرہ تذکرۃ الصالحین و تاریخ اعظمی میں ہے۔

سید محمد کاظم سید قاضی مشہور تھے لتہ پور کے باشندے جب مسلمان ہو گئے تو حضرت امیر کبیرؒ نے ان کی تعلیم پر ان کو مامور کیا تھا۔ لتہ پور کا بتخانہ انہوں نے ہی توڑا تھا۔

مولانا محمد قاری ۔ان کو امیر کبیرؒ نے سلطان قطب الدین کی درخواست پر سلطان اور اہل کشمیر کی تعلیم کے لئے چھوڑا تھا۔

شیخ سلیمان ۔ہندو سے مسلمان ہوئے (از اکابر طائفہ ہنود بود۔ سرکت نام داشت برہمنوئی و جذبہ ازلی در مدرسہ اسلام آمدہ قرآن را یاد گرفت و بہ بیم قوم خود کہ اطلاع یابند از شہر فرار نمود بسمر قند رفت و بہرہ وردر علوم شدہ معاودت بہ کشمیر نمود و بہ بسبب عداوت بنی اعمام باز انتقال نمود بلولاب رت و شرف ملازمت امیر کبیرؒ حاصل نمود۔ از وطن و مسکنش پرسیدند کشمیر را باغ سلیمان نامیدہ عرض احوال کردہ از جناب آن قطب الاقطاب مسمی بہ شیخ سلیمان شد پسرش شیخ احمد کہ ہمراہ بود نیز مورد الطاف شد، تاریخ اعظمی)

شیخ احمد خوشخوان ۔شیخ سلیمان کے بیٹے سلطان قطب الدین کے عہد میں تھے قرآن کو خوب پڑھتے تھے اس لئے خوشخوان مشہور ہوئے۔ امیر کبیرؒ نے ان کو خلافت عطا فرمائی اور ان کے باپ شیخ سلیمان کو تعلیم سلوک کے لئے ان کی سپرد کیا اور فرمایا (ریش سفیدے موجب خلافت نشود کار بعنایت حق است)

سید محمد قرشی ۔بعہد سلطان قطب الدین جب بتخانہ بجبہارہ کے مالک ومتولی مسلمان ہو گئے تو اس بتخانہ کو انہوں نے توڑا اور مسجد کلان تعمیر کی،

حضرت سید میر محمد ہمدانی رحمتہ اللہ عیہ

یہ حضرت امیر کبیرؒ کے صاحبزادے تھے محدث وفقیہ وصاحب عرفان تھے سلطان سکندر کے عہد میں بعمر بائیس سال معہ تین سو مریدین کے ۸۰۶ھ میں تشریف لائے بارہ سال کشمیر میں مقیم رہے ۸۱۸ھ میں کشمیر میں ہی وفات پائی۔ آپ کے دست حق پرست پر اس کثرت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے کہ مورخ لکھتے ہیں (مشہور است کہ خروار، رشتہ ہائے زنار مردمے کہ مسلمان شدند سوختہ ہر جا بتخانہ بود آنرا برہمزدہ) بادشاہ کا وزیر سیہ بٹ برہمن بھی معہ عیال واطفال مسلمان ہو گیا اور اپنی لڑکی کا عقد حضرت سے کر دیا۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے اس مریم صفت خوش قسمت خاتون کا نام ایک جگہ بارعہ اور دوسری جگہ بارہ لکھا ہے یہ دونوں نام ہندوستانی قسم کے نہیں، سیہ بٹ کی لڑکی کا نام جیسا کہ ہم نے باب پنجم میں لکھا ہے لچھمہ دیوی تھا۔ مسلمان ہونیکے بعد غالباً بارعہ (بمعنے خوبصورت) نام رکھا گیا ہوگا۔ (ملک سیہ بٹ مذکور کہ وزیر وسپہ سالار سلطان بود با جمعے از خاص وعام بجناب ایشان آمدہ باسلام مشرف شد) سیہ بٹ کا نام سیف الدین رکھا گیا حضرت نے علاوہ اشاعت اسلام کے قدیم مسلمانوں کی بھی اصلاح فرمائی کشمیر میں جس قدر بدعات رائج ہو گئیں تھیں سب کو موقوف کر دیا۔ بہ یمن قدوم حضرت سید سلطان

نوعے در رفع ظلمات بدعت و منع مزامیر و سائر بناہی ترویج سنن بنوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کوشید کہ گویا الحال اسلام در ولایت کشمیر آمد) سلطان سکندر و حضرت میر ہمدانی و سادات دیگر رفع اکثر بدعات خصوص مرنا روسرنا و کرنا از شہر نمودہ دران عہد بغیر از خانہ سلطان دہل جائے نمی نوختند چہ جائیکہ آلات دیگر کہ بالکل ممنوع بود۔

سید حُسن منطقی بیہقی یہ بیہق کے رہنے والے تھے (خراسان کے قریب ایک موضوع ہے) یہ اور ان کے باپ سید حسین منطقی جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے باپ بیٹے دونو ں معہ پچاس مریدوں کے سلطان سکندر کے زمانہ میں آئے ان پر بادشاہ کے خلاف سازش کرنے کا الزام لگایا گیا یہ دہلی چلے گئے سلطان زین العابدین کے عہد میں پھر کشمیر آئے ۔سلطان ان سے مرید ہو گیا۔علم منطق میں خاص کمال تھا اس لئے منطقی مشہور ہوئے۔

مولانا کبیز ۔سلطان زین العابدین کے اُستاد تھے پھر شیخ الاسلام بنائے گئے کشمیری الاصل تھے ہرات میں علم تحصیل کیا تھا۔

شیخ بہاء الدین گنجنش کشمیری۔شاہ اسحاق المعروف شاہ شہیدان کابلی خلیفہ حضرت امیر کبیرؒ کے مرید تھے۔ان کو چوروں نے ۸۴۷ھ میں بعہد سلطان زین العابدین شہید کیا،

سید ھلالؒ یہ نقشبند یہ سلسلہ کے بزرگ تھے سلطان سکندر کے زمانے میں تھے ۔

از نقش توان بسوئے نقاش شدن　　　این نقش غریب نقشبندان دانند

حاجی ادھم سلطان سکندر کے عہد میں تھے۔ حضرت خواجہ ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔

سید محمدامین منطقی یہ بابا میر اویسی مشہور تھے، اویسی تخلص تھا۔ سید حسین منطقی بیہقی بن سید نورالدین بن سید تاج الدین بیہقی کے بیٹے تھے۔ ان کا یہ شعر مشہور ہے ۔

گناہِ ماز عدم گر نیامدے بوجود　　　وجود عفو تو در عالم عدم بودے

حاجی ادہم کے مرید تھے سلطان زین العابدین کی بڑی بیگم نے ان کو متبنی کیا تھا۔ باوجودیکہ بادشاہ اور بادشاہ کی بیگم نے بہت رغبت دلائی مگر یہ دینوی جاہ وجلال کی طرف راغب نہ ہوئے خلوت گزین رہے چند اشرار نے ان کو شہید کیا مرنے سے پہلے یہ شعر کہے تھے ۔

من فارغم ز مصلحت اہل روزگار　　　میدان یقین کہ کشتن من ہست بیگناہ

اکنون بیاؤ شعر نجوان بر مزار من　　　تا روئے ظالمان متمگر شود سیاہ

حاجی سید مراد میر ضیاء الدین زیرک کے بھتیجے تھے۔ شیخ اسحاق رومی کے مرید تھے سلسلہ شطاریہ کے بزرگ تھے۔ سلطان سکندر کے عہد میں تھے ۔

نہ بنیند در روز محشر گزند　　　غلامان شطاریٔ ارجمند

شیخ حبیب کاشانی (کاسان یمین غیر منقوطہ تے سمر قند کے نزدیک موضع) سلطان زین العابدین کے عہد میں تھے ان کو بھی اشرار

نے شہید کیا۔

سید حبیب سلطان سکندر کے عہد میں تھے۔ سرخاب (موضع ہے کوہستان تبریز میں) کے رہنے والے تھے۔

سید زین الدین ۔ انکی قبر پر یہ قطعہ کندہ ہے

جائست کہ عقل آفرین میزندش   صد بوسہ زشوق بر جبین می زندش
آن کوزہ گرد ہر چنین جام لطیف   می سازد وباز بر زمین مے زندش

مولانا جمال الدین ۔ سلطان زین العابدین کے عہد میں تھے۔ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے ہندوستان سے آئے سلطان نے ان کو قاضی القضاۃ مقرر کیا۔

شیخ شمس الدین بعداد کے رہنے والے تھے سلطان زین العابدین کے عہد میں تھے۔

سید نصیر الدین خانیاری

جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ بیہق کے رہنے والے تھے سلطان زین العابدین کے عہد میں آئے۔ سلطان ان کو اکثر سفارت پر مامور کیا کرتا تھا۔ سرینگر محلّہ خانیار میں ان کا مزار ہے یہ مقام روضہ بل بھی کہلاتا ہے ایک گنبد کے نیچے دو قبریں ہیں ایک ان کی، ایک یوز آسف کی قبر مشہور ہے۔ مرزا قادیانی نے یوز آسف کی قبر کو حضرت عیسیٰ کی قبر بتایا ہے اور ان کے مریدوں نے ان کی قبر کو حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت عیسیٰ کو قبر لکھا ہے جس کو ہم نے للہ مجذوبہ کے بیان میں نقل کیا ہے تمام تاریخوں میں یہ قبر سید نصیر الدین

خانیاری کی لکھی ہے یہاں ان کے سجادنشین وغیرہ ہیں۔ مرزاجی کے مریدوں نے اس قبر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ نقل کیا جاچکا ہے اس میں کوئی حوالہ اور قوی دلیل نہیں مریم صدیقہ کے متعلق جو دلائل انہوں نے قائم کیے ہیں اُن کی تردید کے لئے للہ ددی کے حالات کافی ہیں۔ تاریخ سلیمان باغ وتاریخ اعظم میں مذکور ہے کہ یہاں نبی کی قبر ہے۔ یعنی جس مقام کی یوزآسف نام سے شہرت ہے اس امر کی تصدیق وتکذیب سے ہمارا کوئی نفع نقصان نہیں کہ کشمیر میں کوئی پیغمبر گذرا ہو اور یہ قبر اس کی ہو اور اس کا نام یوزآسف ہو ہم کو صرف یہ تحقیق کرنا ہے جیسا کہ مرزا نے لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے یہ اُنہیں کی قبر ہے یا اور کسی کی ہے۔ مرزاجی نے لکھا ہے کہ شہزادہ نبی کی قبر اور مقام پیغمبر مشہور ہے۔ حضرت والدہ ماجد مدظلہ فرماتے تھے کہ میرے دریافت کرنے پر کسی نے شہزادہ یا نبی وغیرہ نہیں کہا صرف یوزآسف کہا۔ مقام پیغمبر اگر کہا بھی جاتا ہو۔ کوئی دلیل نہیں، مقام پیغمبر کے لقب سے کشمیر میں کئی مقامات مشہور ہیں جو اولیاء اللہ کی اقامتگاہ ہے جہاں بزرگان دین کو انبیاء علیہم السلام کی زیارت ہوئی محلہ اجویری کدل میں سید حسین بلادوری کے مزار کے قریب ایک جگہ مقام نبی کے نام سے مشہور ہے۔ موضع بوٹھو کہولہامہ میں ایک مقام ہے جس کے متعلق خواجہ اعظم اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (مکانیست مشہور بقبر موسیٰ پیغمبر۔ تاریخ اعظمی، منقولہ از رسالہ حالات یوزآسف مصنفہ مولوی محمد شاہ سعادت مورخ ومفتی کشمیر مصنف تاریخ گلشن کشمیر وغیرہ) ان مقامات کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں جہالت اور زرکش پیروں فقیروں کی

وجہ سے یہ رواج بھی ہو گیا ہے۔ کہ اپنے شہر میں مشہور بزرگ آدمیوں کی قبروں کا نشان بنا کر زیارت گاہ بنا لیتے ہیں۔ اس کو چلہ بولتے ہیں دکن میں بہت سے مقامات پر حضرت خواجہ اجمیریؒ اور حضرت غوث پاکؒ کا چلہ ہے بعض مواضعات میں میر محبوب علی خان مرحوم سابق شاہ دکن کا چلہ ہے یہی حقیقت ان مقام پیغمبر کی معلوم ہوتی ہے۔ مرزا جی لکھتے ہیں ''جو سری نگر محلّہ خانیار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے وہ درحقیقت بلاشک وشبہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے (راز حقیقت ص ۲۰) اور ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا جو نبی اسرائیل میں سے تھا۔ اور شاہزادہ نبی کہلاتا تھا۔ اسی کی قبر محلّہ خانیار میں ہے جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم) مرزا جی کے مرید بشیر احمد ایم، اے لکھتے ہیں آخر کار مسیح کی قبر بھی سرینگر محلّہ خانیار میں مل گئی۔ اس قبر کے متعلق بھی لوگوں سے دریافت کیا گیا تو یہی معلوم ہوا کہ یہ اُسی یوز آسف کی قبر ہے جو انیس سو سال ہوئے کشمیر میں آیا تھا۔ (ریویو آف ریلیجنیر جولائی ۱۹۱۷ء حاشیہ ۲۵۶ھ) یہ تاریخ کی کتاب ہے مناظرہ کا رسالہ نہیں جو میں حیات وفات مسیح پر بحث کروں ہاں تاریخی حیثیت سے اس قبر و صاحب قبر کی تحقیق ضروری ہے کیونکہ یہ کشمیر کا ایک تاریخ متنازعہ فیہ مسئلہ ہو گیا ہے اس کے متعلق علماء نے بہت سے رسائل و مضامین لکھے ہیں مرزا جی اور ان کے مریدوں نے بھی بہت زور مارا ہے، ہم اصل معاملے کی مکمل تحقیقات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ کسی ایک رسالہ یا کتاب میں بھی نظر سے نہ گذرے گی اگر بقول مرزا جی یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ایک اسرائیلی نبی

یہاں آیا تھا اور یہ اس کی قبر ہے اور وہ شہزادہ نبی مشہور تھا تو حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں ہوسکتی۔ حضرت عیسیٰ کو شہزادہ کہنا تو دن کو رات بتانا ہے۔ بے باپ غریب ماں کے بطن سے پیدا ہوئے ساری عمر گھر تک بھی نصیب نہ ہوا مرزا جی کے مرید خاص حکیم خدا بخش لکھتے ہیں۔ دیلیمی و ابن النجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سفر کرتے تھے جب شام پڑ جاتی تو جنگل کا ساگ پات کھا لیتے اور چشموں کا پانی پی لیتے اور مٹی کا تکیہ بناتے (یعنی زمین پر ہی بے بستر لیٹ جاتے) پھر کہتے کہ نہ تو میرا گھر ہے کہ جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ کوئی اولاد ہے کہ جس کے مرنے کا غم ہو (عسل مصفے حصہ اول) یہ کیسی شہزادگی تھی حضرت عیسیٰ کے شہزادہ مشہور ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی، اگر یہ اسرائیلی شہزادہ گی نبی کی قبر ہے تو سلیمان علیہ السلام کی ہوسکتی ہے کیونکہ حضرت ہی نے کشمیر کو آباد کیا۔ حضرت کے آنے کا ذکر ہندو مورخ نے بھی کیا ہے کشمیر میں ایک پہاڑ بھی تخت سلیمان کے نام سے مشہور ہے اگر نام پر نظر کی جائے تو حضرت کے وزیر آصف کی بیٹی کی قبر ہوگی یوز آسف کا امتداد زمانہ سے یوز آسف ہوگیا اور وہ شہزادہ بھی مشہور ہوسکتا تھا۔ یا یوز آسف نام کوئی حضرت سلیمان کی نسل کا آدمی ہو وہ فتنہ بخت نصر کے وقت پریشان ہوکر یہاں آیا ہو اُس کا خاندانی تعلق بھی کسی قدر ثابت ہے کہ بہمن شاہ ایران کی بڑی بیگم قبیلہ رجعام بن سلیمان سے تھی اور اس کی دوسری بیگم راجہ سوراندروالی کشمیر کی بیٹی تھی اور حضرت موسیٰ کی قبر ہوسکتی ہے۔ کہ حضرت کا کشمیر آنا ہندو مورخ نے بھی بیان کیا ہے (گلدستہ کشمیر ص ۱۷) اور حضرت یوسف

کی نسبت سے وہ شہزادے بھی کہے جا سکتے ہیں اور کشمیر میں دوسری جگہ اُن کا چلہ بھی موجود ہے سرینگر کے قریب جھیل ہارون بھی ہے جس کو ہارون کہا جا سکتا ہے اور ہندوستان میں کوہ طور بھی ہے دکن میں ایک پہاڑ کا نام ہے (مثل محکمہ نظامت اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر ۲۸/۴۱ ۱۳۱۹ھ میں ایک سند شامل ہے اس میں فقرات ہیں بحقایق و معارف آگاہ امیر علی شاہ نوشتہ می شود کہ کوہ طور و چشمہ بی بی مکان زر خرید ما بدولت است، مرقومہ ۱۱۸۳ھ) پس کہا جا سکتا ہے کہ دکن کے پہاڑی کوہ طور پر آ کر خدا سے کلام کرتے تھے اور کشمیر میں دونوں بھائی جھیل ہارون کے قریب رہتے تھے جب انتقال ہو گیا تو یہیں دفن ہو گئے۔ موسیٰ اسرائیلی کا بگڑ کر امتداد زمانہ سے یوز آسف ہو گیا۔ ان رکیک باتوں سے جو عیسیٰ کی قبر بنانے میں کی جاتی ہیں یہ دلیل ہر از جگہ مضبوط ہیں تاریخ سلیمان باغ و تاریخ اعظمی میں ہے کہ یہاں نبی کی قبر مشہور ہے ان دونوں مورخین کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شہرت عام کو نقل کر رہے ہیں مورخانہ حیثیت سے اپنی ذمہ داری پر بیان نہیں کرتے اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ضرور یہاں نبی کی قبر ہے تو بھی حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں ثابت ہو سکتی ہے خداوند ذوالجلال نے فرمایا ہے کہ ہم نے ہر قوم میں ہادی بھیجے ہیں ممکن ہے کہ کشمیر میں بھی کوئی نبی ہوا ہو اور اس کا نام یوز آسف ہی ہو۔ کشمیر کی تاریخوں میں ایک مرد صالح کا بھی ذکر ہے کہ اُس نے راجہ سندر کے زمانہ میں لوگوں کو عذاب الہٰی سے ڈرایا جب سب نے اسکی تکذیب کی تو سارا شہر خسف کر دیا گیا ممکن ہے کہ وہی نبی ہو ہندو مورخ جنکی مبالغہ آمیزی مشہور و

ثابت ہے راجہ سندر کا زمانہ دو ہزار قبل مسیح لکھا ہے لیکن اس تاریخ کے مضامین باب دوم میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ راجہ کم وبیش پانسو برس قبل مسیح تھا اور یہی زمانہ جیسا کہ آگے بیان ہوگا یوز آسف کا ہے تاریخ اعظمی کا بیان بھی اس معاملہ کو صاف کرتا ہے (درعوام مشہوراست کہ آنجا پیغمبرے آسودہ است کہ درزمانہ سابقہ درکشمیر مبعوث شدہ درکتابے دیدہ ام کہ بعداز قصہ دور ودراز حکایتے می نویسد کہ یکے از سلاطین زادہ براہ زہد وتقویٰ آمدہ ریاضت وعبادت بسیاری کرد برسالت مردم کشمیر مبعوث شد) اس میں اول تو شہزادہ کا لفظ ہے جو کسی طرح حضرت مسیح پر صادق نہیں آ سکتا، دوسرا لفظ مبعوث ہے کیونکہ یہ بالاتفاق مسلم ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بعثت کشمیر میں نہیں ہوئی ۔ مرزا جی ان کو واقعہ صلیب کے بعد کشمیر لاتے ہیں ۔ تاریخ اس نبی کو بیان کرتی ہے جو کشمیر میں مبعوث ہوا، کوئی نہیں کہتا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مبعوث ہوئے ، بدر میں مبعوث ہوئے ، تبوک میں مبعوث ہوئے سب یہی کہتے ہیں کہ مکہ مبعوث ہوئے مقام بعثت وہ ہے کہ جہاں اول نبوت عطا ہو ۔ اسلئے کشمیر حضرت عیسیٰ کا مقام بعثت نہیں اور تاریخ اُس نبی کا مقام بعثت کشمیر بتاتی ہے ۔ تاریخ سلیمان باغ میں ہے ؎

همدران روضہ بہشت نشان قبر پیغمبر یست مشک مشان
ہرکہ نزدیک او عنان تابد بوئے خوش دردماغ خود یابد
نقل کردند راویان کہ بکام بود شہزادہ بفضل تمام
ترک دنیا نمودو سالک شد در مقام سلوک مالک شد

بندگی چون نمود با اخلاص — شد بہ پیغمبری زیز دان خاص
گشت مبعوث خلق وشد ہادی — عاقبت رخت بست ازین وادی
ہست آن مشکبوئے تربت او — کہ بہ یوز آسف است شہرت او

مرزا جی کا بیان ہے کہ صلیب سے جب جناب مسیح اُتارے گئے تو زخمی تھے آپ کا خفیہ طور پر مرہم پٹی ہوا کچھ آرام ہو گیا تو کشمیر چلے آئے لیکن یہ مرزا جی کو بھی مسلم ہے کہ کتب سابقہ مشمولہ بائیبل میں تحریف ہوئی ہے اس لئے ان کا جو بیان موافق قرآن ہو وہ صحیح ہے اور جو قرآن کے خلاف ہو قابل تسلیم نہیں۔ قرآن مجید صاف الفاظ میں واقعہ صلیب کی تکذیب کرتا ہے (وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ یعنی نہ وہ قتل کئے گئے نہ صلیب دئے گئے) پھر واقعہ صلیب کیونکر تسلیم کر لیا جائے اس کے علاوہ کتاب مقدس میں ہے کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جائے گا وہ لعنتی ہوگا۔ مرزا جی ایک پیغمبر کو کاٹ پر لٹکواتے ہیں مسلمانوں کا قدیم اور اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ مسیح صلیب نہیں دے گئے بلکہ آسمان پر اُٹھائے گئے اُن کا ہم شبیہ صلیب دیا گیا۔ ایسا ہی قرآنی بیان ہے عیسائیوں کے چند قدیمی فرقوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ سائیس مسیح کی جگہ صلیب دیا گیا۔ فرقہ سریفین اور پاکریشن کا عقیدہ ہے کہ مسیح کی جگہ اس کا ہم شبیہ مصلوب ہوا مصنف قونیس کہتا ہے کہ میں نے ایک کتاب رسولوں کے سفر نامے پڑھی جس میں بطرس، یوحنا، اندریاس، طاس پولوس کے اعمال مندرج تھے اس میں مذکورہ ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ان کی جگہ اور شخص مصلوب ہوا (حاشیہ سورہ آل عمران انگریزی ترجمہ ڈاکٹر جارج سیل) نیز ڈاکٹر سیل نے بحوالہ انجیل برنباس لکھا

ہے (کہ جب یہودی مسیح کو پکڑنے جارہے تھے تو مسیح چا فرشتوں کے ذریعہ آسمان پر اُٹھاتے گئے۔ آپ کے بجائے یہودا اسکریوطی جس کو خدا نے آپ کا ہمشکل کردیا تھا پکڑا گیا) مروجہ بائبل سے اگر اس واقعہ کو دیکھا جائے تو اس میں اس قدر شدید اختلاف ہے کہ کوئی صاحب ہوش اس پر یقین کرنے کے لئے طیار نہیں ہوسکتا۔ متی ص ۲۶۔۴۲ مرقس ۱۴۔۳۲ لوقا ۲۲۔۴۲ میں ہے کہ حضرت مسیح نے خدا سے دعا کی کہ ان کو یہود سے بچائے اور عبرانیوں کے نام پولوس کے خط ۵/۷ میں ہے کہ انکی وہ دعا قبول ہوئی پھر صلیب پانا کیسا؟ اناجیل کے وہ بیانات جن سے واقعہ صلیب کو ثابت کیا جاتا ہے اسقدر مختلف و متزلزل ہیں کہ ان پر کسی طرح اعتماد نہیں ہوتا اول تو اس واقعہ کا کوئی عینی گواہ نہیں یہود کہتے ہیں کہ وہ کافر ومخالف وفریق معاملہ ہیں ان کے کہنے کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا اور مسیح کا جب گرفتار ہونا بیان کیا ہے اسوقت ان کے پاس کسی مرید کا ہونا ثابت نہیں کیونکہ متی ۲۶/۵۶ مرقس ۱۴/۵ میں ہے کہ جب سپاہی مسیح کو گرفتار کرنے آئے تو مسیح کے سب شاگرد بھاگ گئے۔ جب مومن بھاگ گئے تو قابل شہادت کون رہا۔ اب اس واقعہ کے متعلق دیگر بیانات کا اختلاف قابل دید ہے۔ متی ۲۶/۴۸ مرقس ۱۴/۴۴ لوقا ۲۲/۴۷ میں ہے کہ یہودا اسکریوطی نے مسیح کی پیشانی کو بوسہ دیا تا کہ گرفتار کرنے والے شناخت کرلیں یوحنا ۸/۱۵ میں ہے کہ مسیح نے خود سپاہیوں سے کہا کہ میں مسیح ہوں۔ متی ۲۷/۳۲ مرقس ۱۵/۲۱ لوقا ۲۳/۲۶ میں ہے کہ سپاہیوں نے شمعون کو بیگار میں پکڑا اور اس سے صلیب اٹھوا کر مقام گلگتا تک لائے جہاں مسیح صلیب

دیئے گئے یوحنا ۱۷/۹ میں ہے کہ مسیح خود کاندھوں پہ صلیب اُٹھا کر لائے متی ۲۷/۳ میں ہے کہ یہودا نے جو تیس روپیہ رشوت کے لیکر مسیح کو گرفتار کرایا تھا وہ بعد کو پچتایا اور وہ روپیہ کاہنوں کے سردار کے پاس پھینکر چلا گیا اور پھانسی کھا کر خود کشی کی، کتاب رسولوں کے اعمال میں ہے کہ یہودا نے اس روپیہ سے کھیت خریدا اور سر کے بل گر پڑا اسکا سر پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں مرگیا (۱/۱۸) اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے کون ہوشمند واقعہ صلیب کو قبول کرسکتا ہے۔ یہود نے تو مسیح کا مصلوب ہونا اس لئے بیان کیا کہ وہ ان کو سچا رسول نہ سمجھتے تھے اس لئے ان کو توریت کے اس حکم کا مصداق بناتے ہیں کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جائے گا وہ لعنتی ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک شخص کو انہوں نے صلیب دی بھی جو ان کی نظروں میں مسیح ہی تھا۔ نصاریٰ نے اُن کے بیان اور عقیدہ سے زچ ہو کر یہود کو ظالم وشقی ٹھیرانے کے لئے مسیح کے مظلوم ومصلوب ہونے کو ایک فضلیت قرار دے کر کفارہ کا مسئلہ گھڑ لیا۔ یہی عقاید اس نشان قبر کا باعث ہیں جو بیت المقدس میں بتائی جاتی ہے اس کو مرزا جی اور ان کے مرید بھی صحیح قبر نہیں سمجھتے۔ غرض حسب بیان مرزا جی مسیح کا کشمیر آ کر وفات پانا واقعہ صلیب پر منحصر ہے جب واقعہ ہی ثابت نہیں تو قبر کیسی؟ قبر کے متعلق مرزا جی اور ان کے مریدین کے بیانات بھی اس قدر مختلف ہیں کہ ان پر بھروسہ نہیں ہوسکتا کبھی بیت المقدس بتاتے ہیں جس کا فیصلہ اوپر ہو چکا، کبھی مدینہ شریف کے پہاڑ عتیف پر بتاتے ہیں چنانچہ کتاب چشمہ معرفت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں اور ایک کتاب تاریخ طبری کے ص ۷۳۹ میں ایک بزرگ کی روایت ہے

حضرت عیسیٰ کی قبر کا بھی حوالہ دیا ہے جو ایک جگہ دیکھی گئی یعنی قبر پر پایا جس پر یہ..........لکھا ہوا تھا کہ یہ رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم کی قبر ہے یہ قصہ ابن جریر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہیں) اس روایت کر بڑے شدومد سے مرزا جی کے مریدوں نے اخبارات الحکم ۱۹۰۷ء البدر ۱۹۰۷ء فاروق ۱۹۲۶ء رسالہ تشحید الاذہان ۱۹۱۳ء کتاب محقق ص ۱۱۸ کتاب نعیم الوکیل ص ۴۰ کتاب مراۃ الحقایق جلد سوم میں پیش کیا ہے اس روایت میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جس کو امام مالک نے دجال کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ بیاضی فرقہ کا آدمی ہے امام ابوداؤد نے قدری فرقہ سے بتایا ہے، حشام بن عروہ و شیخ یحیٰ بن قطان محدثین نے کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال جلد سوم) پھر یہ روایت میں اس پتھر پر یہ لکھا ہوا بتایا گیا ہے (رسول اللہ عیسیٰ بن مریم کی قبر ہے) لیکن دیگر کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس میں سہو کاتب سے ایک (رسول) رہ گیا ایک قدیم و معتبر کتاب وفاء الوفا میں ہے کہ اس پتھر پر لکھا تھا (رسول رسول اللہ عیسیٰ بن مریم) طبری کے کاتب سے ایک رسول چھوٹ گیا اور اب تو مرزا جی یا کوئی ان کا مرید بھی اس قبر کا ذکر نہیں کرتا چلو اس کا بھی فیصلہ ہو گیا۔ اب رہی یوز آسف کی قبر اس کے متعلق بھی مرزا جی اور ان کے مریدین کے بیانات مضطرب ہیں ان کو خود اطمینان نہیں کہ یہ قبر مسیح کی ہے، ازالہ الادہام میں لکھتے ہیں کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوا (تقطیع کلاں ص ۲۴۷) مرزا جی نے اپنی دو درجن سے زائد کتابوں میں بحوالہ کتاب اکمال الدین لکھا ہے کہ شہزادہ یوز آسف ہی حضرت عیسیٰ تھا

اور مرزا جی کی تقلید میں ان کے بہت سے مریدوں نے بھی اس کو نقل کیا ہے لیکن حوالہ سراسر غلط ہے کتاب اکمال الدین واتمام النغمہ فی اثبات الغیبۃ کشف الخیرہ شیخ سعید ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین موسیٰ بن بابویہ القمی کی ہے ایران میں ۱۳۰۱ھ طبع ہوئی اس کا اُردو ترجمہ ۱۶۹۶ء میں مفید عام پریس آگرہ میں چھپا جس کا حوالہ مرزا جی نے اپنی کتاب راز حقیقت میں دیا ہے اس کا نام شہزادہ یوز آسف اور حکیم بلوہر ہے اور ایک ترجمہ تنبیہ الغافلین نام مطبع صبح صادق میں شائع ہوا ایک دوسری کتاب یوز آسف و بلوہر مطبع شمسی دہلی میں طبع ہوئی۔ کتاب اکمال میں یود آسف کا حال اس طرح لکھا ہے کہ ہندوستان کے بادشاہوں میں (ملکاً من ملوک الہند) ایک بڑا بادشاہ تھا بت پرست عیاش ظالم اس کا نام جیز تھا۔ اسکے ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا اس کا نام یوز آسف رکھا گیا۔ نجومیوں نے اس لڑکے کا طالع دیکھا اور بادشاہ کو اطمینان دلایا کہ یہ شہزادہ بڑا صاحب مرتبہ ہوگا۔ لیکن ایک نجومی نے کہا کہ اس کے نصیب میں جو بڑائی ہے وہ آخرت کی ہے بادشاہ یہ سن کر غمگین ہوا اور شہزادہ کو علیحدہ ایک مکان میں رہنے کا حکم دیا اور اس کے پاس لوگوں کو آنے جانے سے منع کر دیا اور تاکید کر دی کہ کوئی آخرت کا ذکر نہ کرے ایک عابد حکیم بلوہر نام لنکا سے تاجرانہ لباس میں آکر شہزادے سے ملا اور اس کو تعلیم و تلقین کرنے لگا۔ بادشاہ کو خبر ہوگئی، بلوہر بھاگ گیا بادشاہ نے چار ہزار عورتیں شہزادے کے پاس بھیجدیں تاکہ اُن سے مانوس ہو کر دنیا کی طرف راغب ہو، مگر شہزادہ نے کسی کی طرف التفات نہ کیا، آخر ایک راجہ کی بیٹی بھیجی گئی شہزادہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور

ملوث ہوا۔ اس لڑکی کو حمل ہو گیا ۹ مہینے بعد اس کے لڑکا پیدا ہوا اس کا نام سائل رکھا گیا اور بعد یوز آسف نے توبہ کی اس کے پاس خدا کا فرشتہ آیا۔ اب یوز آسف لوگوں کو ہدایت کرنے کیلئے نکل کھڑا ہوا۔ بہت لوگ اس پر ایمان لائے پھر اس کا باپ بھی اس پر ایمان لایا۔ یود آسف کے باپ کے مرنے کے بعد اس کی غیبت میں یوز آسف کا چچا سمتا نام یوز آسف کی طرف سے حکمرانی کرتا تھا۔ بعد بلوغ اس کا لڑکا حکمران ہوا۔ اور یہ سلطنت نسلاً بعد نسل مدت تک اُس کے خاندان میں رہی آخر کشمیر میں آکر فوت ہوا اپنے مرید ابابیل (بعض نے یابد لکھا ہے) کو جانشین کر گیا۔ یہ واقعات ہم نے کتاب یوز آسف وبلوہر سے منتخب کر کے لکھے ہیں۔ در کتاب سوانح عمری کہ بزبان عربی است مرقوم است کہ یوز آسف مذکورہ راجہ بود ساکن مقام شولایت از وطن مالوف خود سیر کنان در کشمیر رسیدہ بعد توصف در آن جا انتقال نمود در محلّہ انیرہ مرہ کہ از محلّہ خانیار و از مقام روضہ بل محلّہ جدا گانہ بجانب غرب واقعہ است (تاریخ کبیر کشمیر حصہ تحایف الابرار) قبل اس کے کہ کتاب یوز آسف کے متعلق کچھ لکھا جائے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ کشمیر میں کوئی نبی مبعوث ہوا تو وہ بھی وہ نبی یوز آسف نہیں ہو سکتا کیونکہ یوز آسف کا زنا کرنا ثابت ہے انبیاء علیہم السلام معصوم تھے ان سے یہ حرکت نہ قبل نبوت ممکن تھی نہ بعد نبوت، ہاں یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بعد کو چونکہ وہ تائب ہو گیا اسلئے اولیاء اللہ میں سے ہوا ہوا گر یوز آسف نبی تھا بھی تب بھی مسیح نہیں ہو سکتا، مسیح بے باپ غریب ماں کے بطن سے پیدا ہوئے نکاح نہیں کیا۔ پھر اولاد کیسی

اور نسل و حکمرانی کا کیا ذکر، ساری عمر بے سروسامان رہے، یوز آسف نے بادشاہ کے گھر میں آنکھ کھولی اولاد پیدا ہوئی اس کی نسلیں حکمران رہیں کوئی ایک بات بھی مسیح سے نہیں ملتی یوز آسف جیسا کہ بعض کا خیال ہے کہ گوتم بدھ تھے صحیح نہیں کیونکہ اس کا زمانہ بدھ سے تین سو برس بعد لکھا ہے (پھون جب یوز آسف پر ایمان لایا اس وقت بدھ کر تین سو برس گذر چکے تھے، کتاب یوز آسف و بلوہر) چونکہ یہ بدھ سے تین سو برس بعد اس لئے مسیح سے کم وبیش (۲۵۰) سال قبل ہے کیونکہ بدھ کے زمانہ کا تخمینہ بعض مورخین نے زیادہ سے زیادہ (۵۵۰) سال قبل مسیح لکھا ہے اسلئے یوز آسف نہ بدھ ہے نہ مسیح، یہ تیسرا شخص ہے مرزا جی کے مرید حکیم غلام رسول لکھتے ہیں ممکن ہے کہ یوز آسف کے نام کا شہزادہ بھی ہو چکا ہو جس کا نام مسیح کے اسی نام پر رکھا گیا ہو (التنقید ص ۲۵) یوز آسف پہلے ہے اس لئے اس کا نام مقدم ہوا مسیح کا نام بعد کو ہوا اور جب یہ خیال ہے تو قبر کا فیصلہ ہو گیا کیونکہ بقول مرزا جی وہ قبر شہزادہ نبی کی ہے لہذا شہزادہ یوز آسف کی ہے مسیح کی نہیں۔ حکیم جی کو یہ بھی خبر نہیں کہ مسیح سے ڈھائی صدی قبل یوز آسف گذرا ہے اور اس کی سوانح عمری بھی ولادت مسیح سے قبل لکھی جا چکی ہے مرزا جی نے کتاب چشمہ مسیحی کے ص ۲۵ اور اخبارات بدر و حکم ۱۹۰۶ء میں لکھا ہے جسکی نسبت محقق انگریزوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اس کی سوانح عمری ولادت مسیح پہلے مرتب ہو چکی تھی، (یوز آسف و بلوہر مطبوعہ شمسی پریس دہلی ص ۳) مرزا جی کے مرید سید صادق حسین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے پھون جب یوز آسف پر ایمان لایا تو اس وقت تین سو برس بدھ کو

ہو چکے تھے۔ یوز آسف کے زمانہ کے دوسو برس بعد یہ کتاب لکھی گئی اور چونکہ بدھ حضرت عیسیٰ سے قریباً پانسو برس پہلے گذرا ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب غالباً حضرت کے زمانہ سے کچھ پہلے لکھی گئی تھی۔ (کشف الاسرار مطبوعہ ۱۹۱۱ء مطبع بدر قادیان) مرزا جی نے عربی کتاب اکمال الدین کے لفظ بُشریٰ (جسکے معنی بشارت کے ہیں) کا ترجمہ انجیل کیا ہے تاکہ یوز آسف مسیح اور اس کی کتاب انجیل ثابت ہو یہ ترجمہ کسی طرح موزون نہیں اور یوز آسف کا فیصلہ کہ وہ مسیح نہیں تاریخی تحقیق اور مرزا جی کے مریدوں کے تحقیق سے پہلے مذکور ہو چکا ہے نہ یہ ثابت ہے کہ یوز آسف شام سے کشمیر آیا۔ یوز آسف کی کتاب کی حقیقت یہ ہے کہ ایک کتاب (جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہے) کا ترجمہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں سنسکرت سے عربی میں عبداللہ بن مقفع نے کیا اس کا نام ان کتابوں میں درج ہے جن کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں ہوا ہے (فہرست ابن الندیم) کتاب السنہ مشرقیہ کے ص ۸۸ پر جو کتب مترجمہ کی فہرست ہے اس میں بھی اس کتاب کا سنسکرت سے ترجمہ ہونا لکھا ہے عربی میں یہ کتاب متعدد صورتوں میں لکھی گئی پر فیرکمن) چونکہ اس میں دلچسپ قصہ کی صورت میں عمدہ نصیحتیں کی گئی ہیں اس لئے اس کے ترجمہ اور بہت سی زبانوں میں ہوئے اور اس کے مضامین سے بہت سی کتابیں مرتب کی گئیں یوسف و آسف و بلوہر یہ کتاب سنسکرت سے لی گئی۔ پروفیسر میکسمولر و ڈاکٹر لابر یکٹ) خلیفہ منصور عباسی کے عیسائی نکالا، بوہمیا، پولنڈ اور آئیس لیںڈ کی زبانوں سے اس کے ترجمے ہوئے ۱۲۰۴ء میں ناروے کے ایک بادشاہ نے خود اس

کا ترجمہ کیا۔ پہلے یہ خیال تھا کہ یہ کتاب حکیم یوحنا کی تصنیف ہے سا ہمیوں میٹا فراسٹ نے اپنی کتاب تذکرہ الاولیا میں ۱۱۵۰ء میں اس کتاب کو شامل کیا اور یوز آسف کو مسیحی اولیا میں شامل کیا، تیرہوں صدی عیسوی میں ونسنٹ نے اس وقصہ کو اپنی کتاب اسپیکولم ہسٹو ریال میں میں داخل کیا اور جیکولس ڈی ڈور من نے اس کا اختصار کر کے اپنی کتاب گولڈن لیجنڈ میں شامل کیا ان نقول و تراجم کا یہ اثر ہوا کہ یوز آسف دبلو ہر سینٹ جوز آفٹ وسنیت بالم کے لقب سے کلیسا یونانی رومی کے اولیا میں شامل ہو گئے۔ مجتہدین شیعہ نے اس کو حضرتا امام زین العابدین کیطرف منسوب کر کے چوتھی صدی ہجری میں حدیث میں داخل کرلیا اور علامہ ابو جعفر محمد بن علی ابن بابویہ القمی نے اس کا نام اکمال الدین اتمام الغمہ رکھا، خوان الصفا جو چوتھی صدی کی تصنیف ہے اس میں اس کتاب کے بہت بار لیعم و یوز آسف (جوز آفٹ) خان دمشقی کی تصنیف ہے اس میں ایک ہندوستانی شہزادے کی پیدائش کا ذکر ہے جو ایسے راجہ کے یہاں پیدا ہوا جو رعیسائیوں کا دشمن تھا پھر اس کو ایک راہب ملا۔ وہ شہزادہ رعیسائی ہو کر راہب ہو گیا۔ (انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس) اُوس نے لکھا ہے کہ میں نے یہ کہانی ہندوستانیوں کی زبان سے سُنی یہ شخص (مصنف) خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں تھا۔ بدھ مذہب کی کتاب للت دستا میں بُدھ کی پیدائش کا حال ایسا ہی لکھا ہے جو یوز آسف و بلوہر میں ہے یوز آسف کے متعلق جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ یہ بدھ ہے چنانچہ ابن ندیم نے ص ۳۴۷ پر لکھا ہے کہ بُدھ اور یوز آسف کے ایک ہی شخص ہیں۔ رہس ڈیوڈز نے لکھا ہے کہ جوز آفٹ

بدھ ہے اور جوز آفٹ عربی میں یوز آسف، برسف، بود آسف، بور آسف، بودا آسف، سوآشف (الفہرست) قدیم فارسی میں دال کی جگہ ذال لکھتے تھے اسلئے بود کا بوز ہوا۔ بقول زفاوٗ صاحب (ستو) کا (سف) (بودی ستو) کا (یوز آسف ہوگیا اور بلوہر کی اصل (پروہتر) بمعنے گرو ہے بودھ کو ایرانی بودھ آسف ہی کہتے ہیں چنانچہ ایران کے نو وہار (عام طور پر نو بہار لکھتے ہیں۔اصل وہار ہے بدھ مذہب کے معبد کو وہار کہتے ہیں) کے دروازے پر کندہ تھا (یوزا سف کا قول ہے کہ بادشاہوں کے دروازے تین خصلتوں کے محتاج ہیں، عقل اور صبر اور مال (مسعودی)۔جاتکا (کتاب پیدائش) میں شاہزادہ کپیلا دستو اور اس کے مریدوں کو بودھ ست (طالب حق) کے لفظ سے مخاطب کیا کرتے تھے۔اس تمام تحقیقات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوز آسف اس وقت تک کوئی نام نہ تھا۔نہ یہ اسوقت تک کسی شخص کا نام تھا اور یہ شخص جس کا ترجمہ ہوتے ہوتے کثرت استعمال سے یوز آسف اور بدھ کے زمانہ میں تین صدی کا فرق یہ ہندوستانی بیان اور تاریخ کی کوئی نئی اور عجیب بات نہیں دوسرے اس خیال کی بنا کہ بوذآسف بدھ سے تین صدی بعد ہوا یہ قول ہے کہ پھون یوز آسف پر جب ایمان لایا تو بدھ کو تین سو برس گذر چکے تھے اس قول کا یہ مطلب نہیں کہ بھوں دست بدست یوز آسف سے مرید ہوا۔ایمان بعد کو بھی لاتے ہیں۔آج جو شخص مسلمان ہوتا ہے اس کو یہی کہتے ہیں کہ محمد پر ایمان لایا تو کیا اس کا یہ مطلب ہوجاتا ہے کہ وہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا۔بلوہر کی اصل وہی پروہت (بمعنے گرو) ہے کتاب یوز آسف بلوہر

للت دستا سے کچھ تغیر واضافہ سے مرتب کی گئی ہے اور یہ سب کچھ حضرت مسیح سے صدیوں پہلے ہوا ایک یہ وقت بھی پیش آتی ہے کہ اگر یہ مسیح کی قبر ہے تو لازم آتا ہے کہ یہاں لوگ ان کے متبع ہوتے لیکن تاریخ کشمیر عیسوی مذہب کے بیان سے ساکت ہے اون کے معابد کا نشان ہوتا۔ ہندوؤں کے بہت سے مندر قبل از مسیح کے اسوقت موجود ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ کوئی ایمان نہیں لایا تو حضرت کو دفن کر کے کس نے باقاعدہ قبر بنائی۔ ہندو تو لاوارث لاش کو جلا دیتے یا بہا دیتے۔ مرزا جی نے مسیح کے کشمیر آنے پر اس آیت سے استدلال کیا ہے

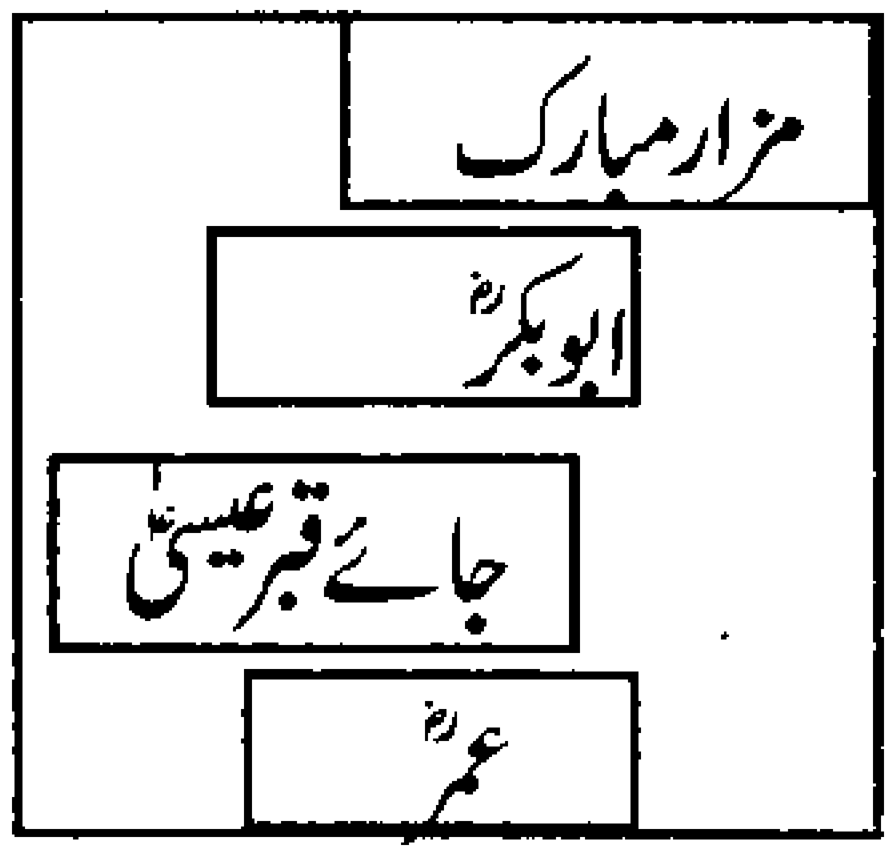
وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ

(سورہ مومنون) یعنی ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو اپنی قدرت کا نشان بنایا اور ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پر جو ٹھیرنے کے قابل تھی اور شاداب تھی پناہ دی۔ مرزا جی کہتے ہیں کہ اس آیت میں خداوند ذوالجلال نے مسیح کی جائے قرار کی تعریف میں بلند وشاداب فرمایا ہے چونکہ کشمیر بلند بھی ہے اور شاداب بھی اسلئے کشمیر ہی مراد ہے لیکن مرزا جی کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح بعد واقعہ صلیب کشمیر میں آئے اور یہ آیت باتفاق تمام مفسرین ومتقدمین ان کے وقت ولادت سے متعلق ہے پھر کشمیر کیونکر مراد ہوسکتا ہے یہ عقیدہ تو جب صحیح ہوسکتا ہے جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آج تک جس قدر محدثین ومفسرین اولیا علما مجددین گذرے ہیں کوئی اس مطلب کو نہ سمجھا۔ چودہ صدی کے بعد مرزا جی نے حل کیا۔ آیت میں کسی ملک کا نام نہیں اونچی اور شاداب زمینین دنیا میں بہت ہیں ایک کشمیر ہی نہیں۔ اس آیت سے حسب بیان سلف صالحین ارض بیت المقدس مراد ہے۔ اس

ارض مقدس کی قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہ تعریف آئی ہے۔ حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ معین جاری پانی کو کہتے ہیں اس سے مراد وہ نہر ہے جس کی بابت دوسری جگہ ارشاد ہے قَدْ جَعَلَ رَبُّکَ تَحْتَکِ سَرِیًّا۔ سورہ مریم) یعنی حضرت عیسیٰ کی ولادت پر حضرت مریم پر ایک چشمہ ظاہر کیا گیا۔ اسی طرح ضحاک وقتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے (تفسیر ابن کثیر) ہاں خوب یاد آیا رسول کریم نے حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا ہے کہ (ثمہ یموت فیدفن فی قبری فاقومه انا وعیسے بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔ مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ) یعنی عیسیٰ بعد نزول وفات پائیں گے اور میرے روضہ میں ابوبکر وعمر کے درمیان دفن ہوں گے۔ مرزا جی کے مرید سید محمد حسن امروہی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اس سے رسول کریم کی توہین ہوتی ہے جب کہ عیسیٰ رسول کریم کی قبر میں دفن ہوں گے تو گویا مزار مبارک کھودا جائیگا یہ اعتراض نہایت لغو ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ خود اس کا رد کرتے ہیں (بین ابی بکر وعمر یعنی ابوبکر وعمر کے درمیان) مرکب اضافی بین ابی بکر وعمر متعلق ہے فعل یدفن کے نہ کہ اقوم کے جب عیسیٰ ابوبکر وعمر کے درمیان میں دفن ہوں گے تو مزار مبارک کھودنے کا شبہ جاتا رہا۔ یہی تصیح (بین ابی بکر وعمر) کے عقد کی ہے۔ اس امر کی کہ قبر بمعنے مقبرہ ہے اور فی بمعنے من۔ اس حدیث میں قبر بمعنے مقبرہ اور فی ثانی بمعنے من کی تصریح ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں کی ہے۔

تینوں قبریں اس طرح پر روضہ اقدس میں ہیں خط کوفی میں لکھا ہو جیسے نام اللہ کا

نقشہ روضہ مبارک — جو زندگی میں یار غار
تھا وہ بعد وفات بھی — یار غار ہے۔ دیکھو تو
رفاقت یہ ابوبکر وعمر کی — چھوڑا نہ پس مرگ
بھی پہلوئے محمد



عَن عائشة قالت قلت یارسول الله انی اریٰ ان اعیش بعدک فتاذن ان ادفن الیٰ جنبک فقال وانی لی بذالک الموضع مافیه الا موضع قبری وقبر ابی ب   یسیٰ بن مریم یعنی حضرت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پہلو میں دفن ہوں آپ نے فرمایا کہ اس جگہ کے متعلق مجھے اختیار نہیں وہاں میری اور ابوبکر وعمر اور عیسیٰ کی قبر ہوگی۔ (کنز العمال) امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے اوعراس حدیث کو حسن کہا ہے عن عبدالله بن سلام قال مکتوب فی التوراة صفة محمد وعیسے بن مریم یدفن معه قال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر ۔یعنی عبداللہ بن سلام نے کہا کہ توریت میں لکھا ہے کہ عیسیٰ محمد کے ساتھ دفن ہوں گے ابومودود جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں حجرہ شریفہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے (مشکوٰۃ باب اسماء النبی) اس حدیث سے مزار کھودنے کے شبہ کی بھی تردید ہوتی ہے امام بخاری نے اپنی تاریخ اور طبرانی وابن عساکر نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے (تفسیر ابن کثیر) امام زرقانی نے بھی مواہب لدنیہ میں ایسی ہی روایت لکھی ہے۔

فریب دادے عزیزان چسان خورم کہ مرا   حدیث سرورکونین برزبان باقیت

بیان مرقومہ بالا سے یوز آسف کے مسیح ہونے اور اس کے قبر مسیح ہونے کی کافی تردید ہوگئی بس اب صرف دو باتیں باقی ہیں ایک یہ کہ یہاں کوئی پیغمبر مدفون ہے یا نہیں۔ ہمیں اس کی تصدیق وتکذیب کی ضرورت نہیں جب تک کہ کوئی قومی روایت نہ ہو نہ اس کی تصدیق وتکذیب کچھ مفید ہے دوسرے یہ کہ یوز آسف بھی کوئی شخص ہوا ہے یوز آسف ایک شخص تھا مصر کا رہنے والا جو سلطان زین العابدین کے زمانے میں سفیر ہوکر آیا تھا۔ سید نصیر الدین خانیاری سے اس کا بہت ارتباط تھا وہ یہیں مرا۔ وہ اور سید نصیر الدین خانیاری ایک ہی جگہ مدفون ہیں۔ اور یہ مزار دونوں بزرگوں کے نام سے مشہور ہے اس کی عینی شہادت موجود ہے تاریخ اسرار الاخیار میں جو کشمیر کی مکمل ومعتبر تاریخ ہے مذکورہ ہے ام صاحب وقایع ملک کشمیر کہ در عہد سلطان زین العابدین بود روایت می کند کہ سلطان از جانب خود سید عبداللہ بیہقی را با تحایف ونفائس فراوان بطور سفارت نزد خدیو مصر فرستاد، استحکام رابط محبت واخلاص را سلسلہ جنبانی نمود پس خدیو مصر از جانب خود یوز آسف نام شخصے را کہ از احفاد حضرت موسیٰ پیغمبر بود بکمالات صوری ومعنوی فرید دہر ویگانہ عصر بود نزد سلطان زین العابدین بطریق رسالت مامور ساخت چون سفیر مذکور وارد خط دلپذیر گشت با سلطان رابطہ اخلاص درست کرد ومرا سم رسالت بجا آوردہ واپس رجعت نمود بعد چندگاہ بمرافقت سید نصیر الدین بیہقی کہ از احفاد سید علاؤ الدین بیہقی است از طرف سلطان در نزد شریف مکہ بطور رسالت وکالت رفتہ بود باز آمدہ۔ پس یوز آسف بموانست ومجانست سید نصیر الدین

بیہقی عمر خود در ینجا بسر کرد۔ والد راقم الحروف عبدالرسول پیشوا میفر مود کہ من درایام طالب علمی ہمراہ استاد خود ملا عبداللہ بر کوہ سلیمان رفتہ بودم و بر سنگ دیوار نردبان بت خانہ بخط ثلث نوشتہ دیدم کہ درینوقت یوز آسف نام جوانے از مصر آمدہ دعوائے پیغمبر زادگی میکند سال پنجاہ و چہار کشمیری بود (بہ زمانہ سلطان زین العابدین کا متا مطابق ۸۷۴ ہجری) چندگاہ وقتیکہ سنگان (سکھ) لاہور متصرف کشمیر گشتند اہل خلاف بر بنائے تعصب ذاتی عباریتک بر سنگ بودمحو کردند چنانچہ از حروف آن ہنوز باقیست لیکن خواندہ نمی شود محرر این اوراق مستحسن غلام حسن میگوید کہ در ۵۴ھ کشمیری میں سلطان زین العابدین نے کرائی تھی لکھتے ہیں بر دیوار شمالی نردبان سنگین آن منقوش بود دریں وقت یوز آسف اور دعوائے پیغمبر زادگی کا پیغمبری رہ گیا۔ اگر یہ قبر مسیحؑ کی ہوتی جس کو بیسوی صدی ہے تو ایسی معمولی عمارت وحالت پر کشمیر جیسے تباہی خیز ملک میں ہرگز محفوظ نہ رہتی۔ اس قسم کی کوئی عمارت پانسو چھ سو برس کی بھی باقی نہیں۔ ہندوؤں کے بڑے بڑے سنگین مندر زمین دوز ہو گئے۔ کچھ باقی ہیں۔ لیکن ان کی عمارت نہایت سنگین ہیں۔

شیخ حمزہ مشہور بزرگ ہیں ان کا ذکر وردالمریدین میں ہے ۹۷۴ھ میں وفات پائی۔ حسن شاہ کے زمانہ میں گذرے۔

میر جمال الدین نازک شاہ کے عہد میں تھے۔ مرید حاجی عبدالوہاب ان کا سلسلہ چھ واسطوں سے مخدوم جہانیاںؒ تک پہونچتا ہے۔

قاضی ابراھیم مرزا حیدر کے عہد حکومت میں قاضی تھے۔

صاحب کمالات ظاہری و باطنی تھے۔

مولانا محمد آنی مرزا حیدر کے عہد میں تھے مولانا حاجی کے شاگرد تھے۔ان کا کچھ ذکر پہلے آچکا ہے۔

سید محمد کرمانی مرزا حیدر کے عہد میں تھے (از منسوبان خانوادہ باہا فرید گنج شکر) ہے

یارب نہیں ہے خواہش غلمان بہشت میں ☆ وہاں بھی رہوں غلامی پیران چشت میں

سید احمد ۔مرزا حیدر کے عہد کے بزرگوں میں سے اصل باشندے کرمان کے تھے۔

مولانا قاضی حبیب اللہ توران سے آئے۔حسین خان چک کے عہد میں تھے، کشمیر کے قاضی القضاۃ تھے ان کی تصنیف سے بہت سی کتابیں ہیں ایک رسالہ فارسی میں عقاید نصریہ ہے اہل سنت والجماعۃ کے اصول فروع میں ایک جامع رسالہ ہے اس میں مسئلہ خلافت وامامت پر قابل دید بسیط بحث ہے ملک العلما مولانا ہروی کی ولاد سے تھے۔

ملا فیروز حسین چک کے عہد میں تھے۔مخدوم الملک استاد اکبر بادشاہ ان کے شاگرد تھے یہ کشمیر کے مفتی اعظم تھے۔مخدوم شیخ حمزہ کے مرید تھے۔کتاب دردالمریدین میں شیخ داؤد خاکی نے بھی ان کی تعریف کی ہے حسین شاہ کے عہد میں شیعوں نے ان کو شہید کیا۔شیخ یعقوب صرفی نے تاریخ وفات لکھی (گفت شدازبہر دین ملا شہید) ان کے بیٹے ملا عبدالوہاب بھی صاحب تصنیف تھے۔شرح مواقف وشرح شمسیہ پر بھی انہوں نے حواشی

لکھے تھے۔

مُلا الماس حسین شاہ چک کے عہد میں تھے۔ یوسف نام تھا۔ الماس لقب، ملا فیروز کے شاگرد تھے مفتی تھے یہ بھی اُستاد کے ساتھ شہید ہوئے۔

ملا جوہر گنائی علی شاہ چک کے عہد میں تھے ملا علی قاری وشیخ ابن حجر مکی کے شاگرد تھے۔ عزلت گزین تھے۔ ۱۰۲۶ میں وفات پائی۔

سید اسمعیل شامی یوسف شاہ چک کے زمانے میں تھے۔ روم وشام وہند کی سیاحت کر کے ۹۹۲ھ میں کشمیر میں مقیم ہوئے۔

شیخ بابا والی اکبر بادشاہ کے عہد میں تھے۔ ترکستان سے آئے تھے۔ خواجہ حسین خوارزمی کے مرید تھے اکثر جہادوں میں شریک ہوئے۔ عمال حکومت اور رعایا کشمیر میں نزاع ہوا تو انہوں نے نزاع رفع کرایا ۱۰۰۱ھ ہجری میں کسی مخالف نے ان کو شربت میں زہر دیکر شہید کیا۔

شیخ یعقوب صرفی مولانا آنی کے شاگرد تھے۔ شیخ حسین خوارزمی کے مرید تھے شیخ سلیم چشتی سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ حافظ ابن حجر سے حدیث حاصل کی تھی۔ ۱۰۰۳ ہجری میں وفات پائی ان کی تصنیفات کثرت سے ہیں ازانجملہ ملک الاخبار، مغازی النبوت، مقامات مرشد، شرح صحیح بخاری حاشیہ توضیح تلویح زیادہ مشہور ہیں شیعہ بادشاہوں نے جب سنیوں پر ظلم بے حد کیا تو انہوں نے آگرہ جا کر اکبر بادشاہ کو فتح کشمیر پر آمادہ کیا۔ یہ شعر ان کا بہت مشہور ہے۔

ہم زدل دزد دیدہ صبر وہم دل دیوانہ را
دزد من باخانہ می دزد دمتاع خانہ را

شاہ فتح اللہ ایرانی تھے اکبر بادشاہ کے لشکر کے ساتھ کشمیر آئے تھے۔

اخوند ملا کمال جہانگیر کے عہد میں تھے علما و بزرگان کشمیر میں سے آخر میں سیالکوٹ اور لاہور میں مقیم ہوئے ظاہری باطنی فیوض ان سے جاری تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے بھی ابتدا میں ان سے کسب علوم کیا تھا۔ مشہور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ان کے شاگرد تھے۔

خواجہ حبیب اللہ نوشہری جہانگیر کے عہد میں تھے۔ شاعر بھی تھے۔ ان کے یہ دو شعر بہت مشہور ہیں ؎

ایکہ بہشت برین بے تو عذابم عذاب   آتش دوزخ ہمہ با تو گلابم گلاب
گری شوقت چہ کرد زی ذوقت چہ کرد   سینہ کبابم کباب دیدہ پر آبم پر آب

ملا حسین خُباز خواجہ باقی باللہ کے مرید تھے (بعد مراجعت بہ کشمیر ہمگی ہمت را بترویج سنن ودفع امور بدعت آئین بست) ان کی تصنیف سے بہت سی کتابیں ہیں۔ ہدایۃ الاعمٰی زیادہ مشہور ہے یہ جہانگیر کے عہد میں تھے۔

مولانا محمد رضا یہ حکیم دانا کر کے مشہور تھے۔ جب جہانگیر نے سنی شیعہ کا مناظرہ کرایا تھا تو یہ علماء اہل سنت کے صدر تھے۔

ملا علی پستک مشہور فاضل تھے پست قد تھے جہانگیر مذاق میں ان کو پستک کہا کرتا تھا ان کی تاریخ وفات ہے (وائے پست و بلند ہمت کو)۔

شیخ دائود کوھی شاہ جہاں کے عہد میں تھے مرید شیخ نصیب (درمیان نقرہ درقریہ پائیں کشتوار منزل ساخت وشعار بت پرستی را ازان قریہ برانداخت۔

شیخ حاجی حسن شاہ جہاں کے عہد مین تھے۔ شیخ نصیب کے خلیفہ تھے (درقرأت عجیب دستے داشت و بہ تجرید بسر بردو جہادو حج بعمل آورد)۔

ملا حاجی کنائی شاہ جہاں کے زمانے میں تھے۔ عالمگیر بادشاہ کے اُستاد تھے۔

خواجہ معین الدین نقشبندی عالمگیر کے عہد میں تھے۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کی اولاد میں سے تھے فتاوائے نقشبند یہ ان کی تصنیف ہے۔

شیخ داؤد مشکوتی عالمگیر کے عہد میں تھے کتاب اسرارالابرار واسرارالاشجار انکی تصنیف ہے۔

میاں محمد امین عالمگیر کے عہد میں تھے قطرات و رسالہ ضروریہ انکی تصنیف ہے ان کی تاریخ وفات ہے ۔

عرش بود مسکن روح امین

نواب عنایت خان بن نواب ظفر خان عالمگیر کے عہد میں تھے ان کے متعلق خواجہ اعظم لکھتے ہیں (آشنا تخلص میکرد آشنائے لجہ سخن وسیاح (کاتب کی غلطی ہے شاذ ہوگا) دریائے ہنر پروری بود بکمال جود وسخا

ابواب فیض وعطا بر روئے بیگانہ وآشنا (کاتب کی غلطی ہے یگانہ ہوگا) می کشود وازخوانین زمانہ بعلوئے فطرت وصفائے طبیعت طریق امتیازے می سپرداواخر حال آثار (انوار ہوگا) تجردوانقطاع بر دلش تافتہ ترک منصب نمود برخصت بادشاہ عصر بکشمیر آمدہ بزاویہ عزلت نشست دوست از ہمہ باز داشت درسن ہزار وہفتاد ہفت دامن از صحبت آشنا وبیگانہ برچیدہ رخت بہ نہا نخانہ عدم کشید صاحب دیوان ست از اشعار اوست ؎

بنشین بگوشہ اگر آزردئی زخلق | پائے شکستہ تو بجائے نرفتہ است

گویند وقتے پادشاہ عالم پناہ آن آشنائے لجہ سخندانی راجہت ملاحظ اوضاع واطوار سرمد برہنہ فرستاد، آشنا اوراِ بیگانہ از معنے دیدہ ایں بیت در سلک نظم کشید بغرض آن پادشاہ انجم سپاہ سانید ؎

برسرمد برہنہ کرامات تہمت است | کشفے کہ ثابت است از وکشف عورتست

تذکرہ **امام المحدثین المفسرین حضرت مولانا محمد انور شاہ** صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

قصبہ ورنو (علاقہ لولاب۔ متصل بارہ مولہ) کے رہنے والے تھے خاندان سادات عظام سے تھے۔ آپ کا خاندان علم شریعت وطریقت کا مخزن رہا ہے۔ آپ کے والدہ ماجد سید معظم شاہ صاحب بقید حیات ہیں نہایت مقدس بزرگ ہیں۔ مولانا محمد انور شاہ صاحب اپنے زمانے میں شاہ صاحب کے لقب سے مشہور تھے۔ اسی لقب سے ہم نے آپ کا ذکر کیا ہے۔ سرینگر محلہ نروره میں ایک مشہور بزرگ سید مسعود نام تھے شاہ صاحب ان کی اولاد سے ہیں سید مسعودؒ نے سرینگر سے

ترک وطن کر کے وادیٔ لولاب میں سکونت اختیار کی۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد انور شاہ ابن سید معظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر بن شاہ عبدالخالق بن شاہ محمد اکبر بن شاہ حیدر بن شیخ عبداللہ بن مسعودؒ شاہ صاحب ۱۲۹۲ھ ہجری میں اپنے والد ماجد سے قرآن پڑھنا شروع کیا ڈیڑھ برس قرآن مجید اور فارسی کی کئی چھوٹی کتابیں پڑھ لیں بعد ازاں مولوی عبدالجبار مقیم کامراج سے فارسی کی تعلیم اور صوفی پورہ والے سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں ۱۳۰۵ھ میں شوق علم نے غریب الوطنی پر مجبور کیا ضلع ہزارہ میں آ کر مختلف اساتذہ سے صرف ونحو ومنطق کی تحصیل کی۔ ۱۳۰۸ھ میں دیوبند کے دارالعلوم میں داخل ہوئے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ ومولانا محمد اسحاق ومولانا غلام رسول سے تحصیل علم کی اسی دوران میں مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے استفادہ کیا۔ آخر میں گنگوہ حضرت مولانا رشید احمدؒ کی خدمت میں حاضر میں ہوکر فیوض ظاہری وباطنی سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اس کے بعد بجنور میں قاضی قدرت اللہ اپنے لڑکے مولوی شیت اللہ کی تعلیم کے لئے لیں گے۔ وہاں سے دہلی کے ایک سوداگر اپنے ساتھ لے آئے اور سنہری مسجد میں مدرسہ امینیہ قائم کیا۔ اس مدرسہ میں شاہ صاحب نے چند ماہ بلا تنخواہ درس دیا۔ پھر مدرسہ فتحپوری دہلی میں صدر مدرس ہوگئے ۱۳۲۴ھ میں حج کیلئے تشریف لیں گے۔ اسی سلسلہ سفر میں مصر، طرابلس بصرہ وغیرہ کی سیاحت کی، واپسی پر بارہ مولہ میں مدرسہ فیض عام قائم کیا۔ یہاں تین سال تک درس دیا۔ پھر دیوبند تشریف لائے اور دارالعلوم میں بلا تنخواہ حدیث کا درس دینے لگے ۱۳۲۶ھ خاندان سادات گنگوہ میں عقد کرلیا اور

دیوبند میں سکونت اختیار کی جب حضرت شیخ الہند حجاز کو تشریف لیں گے تو شاہ صاحب کو اپنی جگہ دارالعلوم کا صدر مدرس بنا گئے۔ شیخ الہند کی وفات کے بعد دارالعلوم میں کچھ بدنظمی ہوگئی اسلئے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (علاقہ ریاست بروڈہ) صدر مدرسی پر تشریف لیں گے ہندوستان کی مشہور یونیورسٹیوں اور کالجوں اور بعض اسلامی ریاستوں نے شاہ صاحب کو گرانقدر مشاہروں پر طلب کیا مگر شاہ صاحب نے حدیث شریف کی خدمت کو چھوڑنا گوارہ نہ کیا اور مدارس اسلامیہ کے قلیل مشاہرہ پر قناعت کی، توکل، تحمل، قناعت، سیر چشمی، خودداری، تواضع، انکسار آپ کا طرۂ امتیاز تھا، کثیر البکا، کثیر السکوت، قلیل الغذا قلیل النوم، مستغنی المزاج، ظریف الطبع بزرگ تھے۔ حافظ اسقدر قوی تھا کہ سلف صالحین کے حفظ کی حیرت انگیز روایتوں کی تصدیق ہوجاتی تھی۔ حدیث وتفسیر وفقہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں بھی صاحب کمال تھے، تاریخ، جغرافیہ، ہندسہ، ہیئت فلسفہ، منطق ادب وغیرہ میں اچھی دستگاہ تھی۔ حضرت شیخ الہند کی طرف سے ہر چہار سلاسل میں مجاز تھے، شاہ صاحب بیعت کرتے تھے مگر بہت کم اور سخت اصرار کے بعد، جمعیۃ العلماء ہند کے شہسوار اجلاس پشاور کے صدر منتخب ہوئے آپ کا خطبہ صدارت جمعیۃ العلما کے تمام خطبوں میں اول نمبر پر تسلیم کیا گیا ہے اس خطبہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب سیاسی امور پر بھی گہری نظر رکھتے تھے وفات سے ایک سال قبل مولانا الحاج خواجہ فیض الدین صاحب ایڈووکیٹ حیدرآباد دکن کی استدعاء واصرار پر قبل رمضان حیدرآباد تشریف لیں گے مولوی محمد ادریس صاحب سکروڈہوی مولوی حاجی حفظ الرحمٰن صاحب

سیوہاروی مدرسان دارالعلوم ڈابھیل ومولوی حاجی سیٹھ محمد موسیٰ تاجر ساؤتھ افریقہ بانی دارالعلوم ڈابھیل ہمراہ تھے بستم رمضان تک قیام فرمایا شایقین وعلما بالخصوص مولانا الحافظ الحاج محمد ادریس صاحب کاندہلوی سابق مدرس دارالعلوم دیوبند شارح مقامات حریری ومشکوۃ شریف ومصنف بشایر النبیین وغیرہ و مولوی حاجی عبدالبصیر صاحب آزاد عتیقی سیوہاروی مصنف اسرار التنزیل وغیرہ کے اصرار پر بیس دن تک بخاری شریف کا درس دیا۔ سامعین کے مجمع سے تمام مکان بھر جاتا تھا میجر ڈاکٹر الحاج خواجہ معین الدین صاحب پنشنر سرجن جنرل حیدرآباد نے چاہا کہ دیگر علماء صوفیا کی طرح شاہ صاحب کو بھی حیدرآباد کے امرا سے ملایا جائے مگر شاہ صاحبؒ نے اس کو منظور نہ فرمایا۔ نواب حیدر نواز جنگ سر اکبر حیدری وزیر فینانس، نواب الحاج فخر یار جنگ بہادر معتمد محکمہ فینانس، نواب اختر مار جنگ بہادر معتمد محکمہ امور مذہبی، نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل استاد حضور نظام، نواب معشوق یار جنگ بہادر مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دیوانی وملکی جناب مولوی عبدالباسط خان صاحب صوبیدار ونواب عبدالعزیز خان صاحب وکیل اور اکثر عہدیدار وامراء حیدرآباد ملنے آتے تھے۔ شاہ صاحب سلف صالحین کا نمونہ اور ؎

ترک دنیا چیست اے مرد فقیر　　لاطمع بودن ز سلطان وامیر

کے صحیح مصداق تھے۔ اس زمانہ میں دنیائے اسلام کے سب سے بڑے محدث و فقیہ تھے، کشمیر کا حسن مشہور ہے شاہ صاحب نے حسن سیرت کے ساتھ صورت سے بھی کافی حصہ پایا تھا ۱۳۵۲ھ ہجری میں بمقام دیوبند ضلع سہارنپور وفات پائی۔

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے۔ تین لڑکے دو لڑکیاں خورد سال چھوڑے، تصانیف کا کثر ذخیرہ غیر مطبوعہ ہے چند تصانیف کو مجلس علمی دارالعلوم ڈابھیل نے شایع کیا ہے، آپ عربی و فارسی کے نہایت بلند پایہ شاعر تھے شاہ صاحب کی وفات پر تمام ہندوستان میں عام ماتم ہوا۔ شعرا نے عربی فارسی اردو میں مراثی و تاریخیں لکھیں جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہوگی جو مختلف و رسائل میں مہینوں تک شایع ہوتے رہے اخبار الجمعیۃ دہلی سے میں اپنے والد ماجد کی مصنفہ تاریخ اور اپنے برادران عمزاد کی تاریخیں نقل کرتا ہوں۔

از قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی مصنف کتاب ہذا

(۱) مَاتَ الْاَنْوَر فِیْ حُبِّ اللّٰهِ السَّمِیْعِ الْاَطْهَر

آسمان راحق بود گر خون ببارو برزمین ۔۔۔ بر وفات حضرت انور امام المسلمیں
آنچنان گشتیم اندر ہجر او اندوہ گیں ۔۔۔ کس مبادا اور جہاں ہرگز فتار ایں چنیں
رتبہ عالیش بنگر کردہ رحلت زین جہاں ۔۔۔ چوں قدم اندر جنان بنہاد روح آن فطین
از پے تاریخ زد عرش الٰہی این ندا ۔۔۔ مرحبا اے آفتاب حلم و فقر و علم و دین

از مولانا الحاج عبدالبصیر صاحب آزاد عتیق سیوہاروی ابن جناب حافظ نورالحسن صاحب۔

انور نیک سیر نیک شیم ۔۔۔ کرد چون عزم سوے باغ جنان
ہاتف غیب بگفتا ر آزاد ۔۔۔ بہر تاریخ غم روح زمان

از قاضی محمد امین صاحب منظر ہاروی خلف بابو محمد تحسین صاحب بیدل

کیا دار بقا کو دار فانی سے سفر اکدم ۔۔۔ جناب شاہ انور شیخ کل بحر معاف نے

سن رحلت کی جب کی منظر سے کہا فورا خدا کا نیک بندہ آ گیا جنت میں، ہاتف نے

ازراقم الحروف عبدالصمد سیوہاروی

شاہ انور مہر فضل و اتقا زین جہاں شدراہی ملک بقا

گفت ہاتف از پئے سال وفات ہست مہمان رسول مجتبی

(شاہ صاحبؒ کے فارسی کلام کا نمونہ)

درہمہ سیر وغربتے، کشف نشد حقیقتے گرچہ شدم برنگ وبو خانہ کو بکو

تانہ شکست صورتے جلوہ نزد حقیقتے قیدو شکستن ہمورنگ برنگ وبو بو

رشتہ این جہاں بتن جامہ آن جہان تین رشتہ برشتہ نخ بہ نخ تار بتار پو بہ پو

☆

برفرق جہاں پایہ پائے تو شدہ ثبت ہم صدر کبیری و ہمہ بدر منیری

آدم بصف محشر و ذریت آدم درظل لوایت کہ امامی وامیری

شاہ صاحب کا تذکرہ کتاب مشاہیر کشمیر میں کشمیری مورخ ومصنف منشی محمدالدین فوق نے بھی لکھا ہے علماء ہندوستان نے ایک مجلس قائم کی ہے کہ شاہ صاحب کی کوئی یادگار قائم کی جائے لاہور میں انوریہ نام ایک مدرسہ قائم ہو چکا ہے اور شاہ صاحب کی سوانح عمری کی خدمت شاہ صاحب کے شاگرد رشید خاکسار کے برادر عمزاد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، سیلو ہاروی سابق مدرس دارالعلوم ڈابھیل کے سپرد کی ہے۔

کشمیر میں علماء واولیاء کثرت سے گذرے ہیں۔اس باب میں بقدر تعارف بعض خاص خاص حضرات کا تذکرہ کر دیا ہے۔

ترحم علیهم رئوف العباد اجر هم من النار یوم التناد

باب ہفتم

مشاہیر کشمیر

کشمیر میں جس طرح علماء واولیا کثرت سے گذرے ہیں اسی طرح کشمیر اہل کا بھی مخزن رہا ہے بعض خاص الخاص حضرات کا تذکرہ بقدر تعارف کیا جاتا ہے جس طرح ملک کے لئے امرا کا وجود باعث رونق اور علما واولیا کا وجود موجب برکت وترقی ہوتا ہے اسی طرح اہل فن وکمال سے ملک کی شہرت وعزت ہوتی ہے۔ مسلمانوں نے جس طرح کشمیر کو اثمار وگل ولالہ زار سے جنت نظیر بنایا اسی طرح علما وصلحا واہل کمال کی قدر کرکے رونق شہرت کو بڑھایا اور حصول علوم وفنون کا ذوق لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا۔ سلطنت اسلامیہ کے ساتھ یہ خوبیاں بھی کشمیر سے رخصت ہوئیں۔

ملا ظہری مشہور شاعر تھے۔ ایران میں محتشم کاشی کی صحبت میں رہتے تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ہر صبح آتشے شوم ودر خود اوفتم — چون گل بخانہ سوزئی غوغا برآورم

در عشق بہ آہ ونالہ می باید زیست — دل کردہ بغم حوالہ می باید زیست

اوجی۔ جہانگیر کے عہد میں تھے۔

اوجی چراغ عمر بافسانہ سوختیم — کارے نکردہ ایم ودمیدن گرفت صبح

ازبس خیال زلف تو درسینہ جا گرفت — آہے کہ سر زند ردام شباہو گرفت

ملا ذہنی شاہ جہاں کے عہد میں تھے ۔

یار پیغمبر نشاید برگزیدں جز چہار | حجتے آن بشنواز ذہنی کہ باشد یادگار
از ملایک درکتب جز چارنگزیدست حق | کیں عدد مستحسن است ازروئے معنی وشمار
نہرخلد ورکن کعبہ اصل طبع وفصل سال | بین چہاراست وچہاراست وچہاراست چہار

☆

گر عاشقِ صادقی بدست سال | جوشندہ دل وزبان خاموش
آن دل کہ خریدی بصد لطف | اکنوں بعتاب وناز مفروش
نیشے کہ زدست دوست باشد | خوشتر زہزار چشمہ نوش

حاجی موسیٰ مشہور منجم تھے بعہد شاہ جہاں

ملا یوسف ماہرفن انشا تھے بعہد شاہ جہان

ملا باقر۔ شاجہان کے زمانہ میں مشہور منطقی تھے۔

حاجی محمد جان قدسی مشہد کے رہنے والے تھے ہندوستان آکر شاہ جہاں کے مصاحبوں میں داخل ہوئے ملک الشعرا خطاب پایا۔ ظفر نامہ شاہ جہاں تصنیف کیا۔ آخر زمانہ میں کشمیر میں مقیم ہوئے یہیں وفات پائی ۔

راہ نزدیک حرم سعی مرا باطل کرد | لیک شادم کہ رہ عشق درازست ہنوز
گرچہ نبود سر موئے زحقیقت خالی | دل قدسی زپے عشق مجازاست ہنوز

سرینگر میں ایک قبرستان مزار الشعراء کے نام سے مشہور ہے جہاں قدسی کلیم، فانی آسودہ ہیں یہ اب محلہ درگجن میں ایک چبوترہ ہے جس پر چند

پتھروں کے نشان باقی ہیں۔

کلیم موسوم بہ طالبا ہمدان کا رہنے والا تھا ہندوستان آکر شاہ جہاں کے شعرا میں داخل ہوا، بادشاہ نامہ نظم کرنے کے لئے کشمیر بھیجا گیا۔ یہیں وفات پائی ؎

تا شد مژہ بے اشک فتاد از نظر من　　اکنوں چکنم رشتہ کہ وقتے گہرے داشت

وضع ہمر سان کہ بسازی بعالمے　　تا ہمتے کہ از مسر عالم توان گذشت

۱۰۵۵ھ میں جب شاہ جہان کشمیر آیا اس نے ایک قصیدہ پیش کیا بادشاہ نے دو سو اشرفیاں اور خلعت دیا۔ مولانا طاہر غنی نے ان کی تاریخ وفات لکھی اس میں بے حد تعریف کی ہے مادہ تاریخ یہ ہے اور لا جواب ہے ؎ طورِ معنی بود روشن از کلیم

میر الٰہی ایران کا باشندہ تھا شاہ جہاں کا درباری شاعر تھا۔ نواب ظفر خان صوبیدار کے ساتھ کشمیر آیا اور یہیں زمیں گیر ہوگیا ؎

من نمی گویم گدائی یا شہنشاہی گزیں　　خویش را بگزین و دیگر ہر چہ میخواہی گزیں

فصیحی شاہ جہان کے عہد میں تھا ؎

آشفتہ تر از ماست بسے انجمن ما　　بے نور شود شمع طرب از لگن ما

برنا صیہ غنچہ ما نقش طرب نیست　　شرمندہ بروں رفت نسیم از چمن ما

از سوختن ما نشود ہیچ تسلی　　خوش بر سر لطف آمدہ پیمان شکن ما

فانی ملا محمد حسن نام کشمیری الاصل تھا۔ شیخ یعقوب صیرفی کا بھتیجا تھا شہزادہ دارشکوہ کے عہد کا شاعر تھا ؎

پیوستہ گرم و سرد جہاں در پے ہم است　　شب ہر کہ بادہ خورد سحر آب میخورد

مرداں چوتر کنند لب از جوئے تیغ تیز نامرد ہم ز جوئے سپر آب میخورد

اس تاریخ وفات (رفتہ فانی بعالم باقی) ہے۔ فانی کی یہ تعریف کافی ہے کہ غنی جیسے اُستاد کا اُستاد ہے۔

ملاندیم شاہ جہاں کے عہد میں تھا کشمیر کا رہنے والا محمد صالح نام تھا ذہنی کا شاگرد تھا۔

افسردہ گشت برمژہ لخت جگر مرا نم درفیتلہ بود چراغم چرا نشست

پامال دست برد خزان غمم ندیم ہر خار و گل کہ خاست ز باغم فرونشست

پائے ہوس بدست قناعت شکستہ ایم دست طلب بدامن احسان کس نیم

طغرا شہزادہ مراد کا درباری شاعر تھا مشہد کا رہنے والا شاہ جہاں کے عہد میں آیا رسائل طغرا جو انشا پردازی کا بے نظیر نمونہ ہیں۔ اس کی تصنیف ہیں۔

دارائے عرش کوکبہ سلطان مراد بخش زینت فزائے سلطنت اورنگ آسمان

کشمیر بود فصل خزان عالم نور برطالب فیض دیدنش ہست ضرور

گوئی کہ دریں باغ چمن ساز قضا آوردہ نہال شعلہ از خرمن طور

استغنا ۔ شہزادہ شجاع کا درباری شاعر تھا۔ کشمیر کا رہنے والا تھا۔ بعد کو شعرائے عالمگیری میں شامل ہوا۔

فلک چرا کمر احتساب مے بندو سزائے بادہ پرستان خمار خواہد داد

فہمی شاہ جہان کے عہد میں تھا۔

فکر سر زلف تو مرا بے سروپا کرد اندیشہ پابوس توام پشت دوتا کرو

گفتم کہ بوصل تو رسم گر بود عمرم — نے وصل میسر شد و نے عمر وفا کرد

فروغی ۱۰۵۹ھ میں جب شاہ جہاں کشمیر آیا تو فروغی نے قصیدہ پیش کیا بادشاہ نے بارہ ہزار روپیہ انعام دیا۔ اور بارہ روپیہ یومیہ وظیفہ مقرر کیا۔

فطرتی شاہ جہان کے عہد میں تھا۔

از باغ وگل ہوائے دماغم فرونشست — پائے ہوس بکنج فراغم فرونشست

پرتو فگندہ عشق فروغ خرد نماند — سر برزد آفتاب چراغم فرونشست

محمد قلی سلیم عالمگیر کے عہد میں تھا ایران سے ہندوستان آیا، نواب اسلام خان وزیر کا شاعر تھا۔

چشم تو ز بیماری خود برسر ناز است — مژگان تو ہمچوں شب بیمار دراز است

گدائے کوئے خرابا باتم وغم انیست — کہ بادہ آتش سوزان وکاسہ چوبین است

تواں از دانہ ہائے سبحہ دانست — کہ دلہا را بدلہا ہست راہے

غنی عالمگیر کے عہد میں تھا محمد طاہر غنی تخلص فانی کا شاگرد تھا مشہور اور مسلم الثبوت اساتذہ میں گذرا ہے کشمیری الاصل تھا۔ قوم اشائی سے تھا ۱۰۴۰ھ میں پیدا ہوا ۱۰۶۰ھ سے شاعری شروع کی۔ غنی اسی وجہ سے تخلص کیا کہ اسکے عدد ۱۰۶۰ ہیں۔ ۱۹ برس شاعری کی ایک لاکھ سے زیادہ اشعار لکھے۔ غنی صاحب باطن بزرگ تھا۔

جلوہ حسن تو آوردہ مرا برسر فکر — تو مناسبتی ومن معنی رنگین بستم

قلم تحریر کرد از سینہ چاکم اگر حرفے — کہ مکتوبم زصد جا پارہ بال کبوتر شد

فراغتے بہ نیستان بوریا دارم — میاد راہ درین بیت شیر قالی را
کند در ہر قدم فریاد خلخال — کہ حسن گلرخان پادر کابست
حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر — دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم
می نوازد ساز عیش آندم کہ طالع یافت قوت — باشد از پائے مگس مضراب تار عنکبوت

ملک الشعرا ایران صائب غنی سے ملنے کے لئے کشمیر آیا۔ غنی کو بادشاہ نے بھی اشتیاق ملاقات کر کے بلایا تھا۔ تاریخ جدولیہ میں لکھا ہے کہ غنی نے شاہ جہاں کے دربار میں قصیدہ پیش کیا اور بارہ ہزار روپیہ انعام پایا۔ یہ غلط ہے یہ واقعہ فروغی کا ہے۔ غنی نے کبھی کسی کی مداحی نہیں کی اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ وہ غنائے ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ ۱۰۹۰ھ میں وفات پائی۔ مزار محلہ عالی کدل احاطہ مزار حضرت سید حسین بلادری میں ہے، سنگ مزار پر نام کندہ ہے۔

دیوانی خواجہ ہاشم نام کشمیر کا رہنے والا تھا عالمگیر کے عہد میں تھا۔

کے زبیم خنجرت خواہد دلم یکسو گرفت — ہمچو ابروی توان تیغ ترا بر رو گرفت
کثرت حسن و صفا سر تا سر آرزو گرفت — خالی جا خالی ندیدہ گوشہ ابرو گرفت

قاضی محمد عارف عالمگیر کے عہد میں تھا۔

خواہم کہ ازین نشیب و پستی برہم — وزننگ خودی و خود پرستی برہم
یک جرعہی ز جام نیستی نوش کنم — از کشمکش خمار ہستی برہم

☆☆☆

باب ہشتم

مضامین متفرق

ہندوؤں کے علوم

جہاں تک پتہ چلتا ہے قدیم ہندوستان اور ہندوستانی قومیں علوم وفنون میں دیگر ممالک واقوام سے پیچھے رہے ہیں ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں ہندوؤں کو تاریخ اور دوسرے علوم میں بالکل دسترس نہ تھی ان کے علوم کی وقعت طفلانہ خیالات سے زیادہ نہ تھی (انقلاب الامم) ہندولٹریچرس ہر قسم کے مضامین پر تصانیف موجود ہیں فلسفہ مذہب قانون وغیرہ ان سب میں بڑی بری کتابیں لکھی گئی ہیں طبیعات پر بھی تصانیف ہیں لیکن یہ عموماً بہت ہی طرز کی ہیں (تمدن ہند ص ۳۳۹) مسٹر جے مرے مچل ایل ایل ڈی لکھتے ہندوؤں کی تاریخ کتابوں میں صرف طفلانہ دیو مالا اور قصے شامل ہیں علم ریاضی، منطق علم کلام اور ادنی درجہ کی طب ہندوؤں کے سارے علوم غلطی آمیز ہیں (مقدمہ تاریخ ہند قدیم) طبیعات کی ہندوؤں کی تصانیف بہت ہی معمولی طرز کی ہیں (تمدن ہند ۳۴۳) قدیم ہندوؤں کی تصانیف مختلف حیثیت اور متضاد نوعت کی تصنیفات ہیں اور بعض صورتوں میں وہ ناقص سمجھی جاتی ہیں جیسی کہ بیشک وہ ہیں (ایسٹ انڈیا مصنفہ رولینس چندر دت) پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے علمی مسایل کی منزلت افسانوں کو مل چکی ہے (جنگ مہابھارت کے بعد)

بوالہوسوں نے اپنی مطلب سدہی کیواسطے فرضی و بناوٹی شلوک بنا کر جاہلوں کو سبز باغ دکھلا کر قید کر رکھا تھا جس طرف سے موقع ملتا لوگ است (جھوٹ) کے پھیلانے میں دلدادہ تھے سینکڑوں گرنتھ بنا شاعری کی چاشنی چکھا سارے آریہ کو دام تزویر میں پھنسالیا۔ اپنی غرض نفسانی کے واسطے بزرگوں رشیوں کے نام اشلوک بنا بنا کر علم و عقل کے خلاف فسانہ و بے سروپا اور بے ٹھکانہ باتیں اس قدر بھری ہیں کہ جس کا حدوحساب نہیں (تاریخ دنیا) ہندوؤں کی مشہور کتابیں ودی منوشاستر مہابھارت راماین ان میں ایک بھی ایسی نہیں ہے جو مبالغہ وغیرہ سے خالی ہو تحریف سے بچی ہو اور سند صحیح سے اپنے مصنف تک پہونچتی ہو۔ ان کے مصنفین، ان کی ضخامت ان کے زمانہ تصنیف سب میں اختلاف ہے۔ اس کی مفصل بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے۔ ان پرانی کتابوں کا تو کیا ذکر ہے نئی مذہبی تصنیف جسکے مصنف کے دیکھنے والے ابھی بعض بعض زندہ ہیں یعنی کتاب ستیارتھ پرکاش اپنے مصنف یعنی پنڈت دیانند کی ہی زندگی میں چھپی پہلے ایڈیشن اور دوسرے ایڈیشن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب بعض آریہ سماجی انکار کرتے ہیں کہ یہ ان کی تصنیف ہی نہیں اخبار الامان دہلی بحوالہ پنڈت مملین ہندی بنارس راوی ہے کہ شاستری جی جس وقت سیتارتھ پرکاش پر تبصرہ کررہے تھے تو ایک آریہ سماجی نے کہا کہ سیتارتھ پرکاش سوا جی دیانند کی تصنیف ہی نہیں ہے بلکہ کہ کسی جاہل کا لکھا ہوا ہے۔ (جولائی ۱۹۳۱ء) ہندوؤں کی کتابوں کی منتشر حالت کو دیکھ کر بعض ہندو فضلا نے بھی عمدہ خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ لالہ رتن لال

شاستروں کے متعلق لکھتے ہیں۔ اور ان کتابوں سے بہ سبب افسانہ گوئی اور حکایات کے اخبار کی تحقیق نہیں پائی جاتی (عمدۃ التواریخ قلمی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن) پرانوں کے متعلق ایک ہندو شاعر کی نظم ہندو آریہ ویر میں چھپی ہے اس میں پرانوں کے متعلق یہ شعر ہے ؎

جھوٹ کی پوٹ ہے سب گندہ بھرا ہے ان میں
دھجیاں ایسے پرانوں کی اُڑائے کوئی (باطل شکن)

پنڈت لیکھرام نے لکھا پوران ہر طرح ناقابل پرمان ہیں (تاریخ دنیا ۳۵۵) سنسکرت کا مشہور عالم ماہر وید و شاستر جسکو پنڈت دیانند موکش مل (نجات یافتہ) کہا کرتے تھے۔ یعنی پروفیسر مکسیمولر نے برہمناؤں کے متعلق لکھا ہے کہ آدمی ان کا مطالعہ اسی طرح کرے جس طرح حکیم کسی مجنوط الحواس کی بیہودہ گوئی اور دیوانوں کی بکواس کا مطالعہ کرتا ہے (تحقیق بائبل ص ۳) لالہ دیوی چند ایم اے پرنسپل دیانند ہائی اسکول ہوشیار پور نے لکھا ہے آریہ سماج کی برگزیدہ آتماؤں میں بھی وید کی صداقت پر شک ہو گیا ہے (پرکاش نومبر ۱۹۲۰) وید انسانی کلام ہے کلام ہونے کی حیثیت سے مہا بھارت کی طرح حکایات ہیں (یہ ان چار یہ کا قول پنڈت ستیہ دیو نے اپنی کتاب وید کیا چیز ہیں کے ص ۱۶ پر نقل کیا ہے فاضل سنسکرت شمس العلماء سید علی بلگرامی نے تمدن عرب کے ص ۴۹ پر ہندوؤں کے علم ادب و فلسفہ کی تعریف کی ہے۔ ہندو فلسفہ کے متعلق تو ڈاکٹر لیبان نے تمدن ہند میں لکھا ہے کہ معمولی کتابیں ہیں علم ادب کے متعلق سید صاحب کا قول ضرور صحیح ہوگا کیونکہ وہ سنسکرت کے فاضل تھے لیکن مجھے ذرا

اس میں تردد ہے کیونکہ تشبیہ استعارہ صنایع بدایع یہ سب علم ادب کے اجزا ہیں ہندوؤں کے استعارات قدیم و مذہبی کتب میں اکثر فحش استعارات دیکھے گئے ہیں۔ اور وہاں کوئی صورت اس قسم کی کے مضامین کو نہایت پر لطف و عالمانہ استعارات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ہندوٗ انشا پردازوں کے اُن استعارات کا نمونہ تو یہ ہے راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں۔ پوتھیوں میں لکھ دیا ہے کہ پرجاپت اپنی بیٹی کے ساتھ خراب ہوا اور اندر نے اہلیہ کو خراب کیا بالکل غلط ہیپر جاپت نام آفتاب کا ہے اور اسکی بیٹی آشا یعنی صبح ہے بیدوں میں جہاں کہیں لکھا ہے کہ پرجاپت اپنی بیٹی سے پھنسا مطلب اتنا ہی ہے کہ سورج آشا کے پیچھے چلتا ہے اسی طرح اندر نام آفتاب کا ہے اور اہلیہ شب کا جہاں کہا ہے کہ اندر نے اہلیا کو خراب کیا مطلب اتنا ہی ہے کہ اافتاب سے شب کی خرابی ہوئی (آیئنہ تاریخ نماص ۱۴) تعجب ہے کہ سید صاحب نے علم ادب کے اس کمال پر نظر کر کے کوئی نوٹ نہ لکھا یہ کس قسم کا کمال تھا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہذب و نفیس تشبیہات سے واقف نہ تھے یہ کمال نہیں نقص کمال ہے مسٹر جمیس بل لکھتے ہیں ہندوں کا قانون ایسے لوگوں نے بنایا تھا۔ جنکی داغی قوت ایسی ضعیف تھی کہ اس سے زیادہ ضعیف نہیں ہوسکتی قانون کا نتیجہ عظیم یہ ہے کہ ملک کو فائدہ پہونچے لیکن دنیا میں جتنے قوانین آج تک رہے ہیں ان سب میں بدتر ہندوؤں کا قانون ہے جس سے بہت ہی کم ملک کو فائدہ پہونچ سکتا ہے اور قانون کی علت غائی ملک کی نفع رسانی کی مفقود ہے (از تاریخ ہندوستان جلد نہم پروفیسر ذکاء اللہ بحوالہ تاریخ برٹش انڈیا جلد پنجم)

ہندو مذہب اور جبر

سوائے اسلام کے ہندو عیسائی بدھ پارسی یہودی غرض دنیا کے تمام قابل لحاظ مذاہب تلوار سے منوائے گئے ہیں اس کی مفصل بحث ہماری کتب باطل شکن و غازیاں ہندو میزان التحقیق میں ہے یہاں اور کسی سے بحث نہیں صرف ہندو مذہب کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تفصیل طلب حضرات کتب مذکورہ بالا ملاحظ فرماویں۔ اسی تاریخ کشمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ راجگان ابھی مینو و مہرکل وغیرہ نے بودھوں کو قتل کیا جلاوطن کیا۔ ان کے معابد منہدم کر کے اپنے معابد بنالئے راجہ میگواہن کا عقیدہ تھا کہ جانور کا مارنا گناہ ہے وہ اپنے اس عقیدہ کو منوانے کے لئے کشمیر سے لنکا تک تلوار چلاتا چلا گیا۔ اور سب کو مجبور کیا کہ اس پر عمل کریں (کمارلا نے بودھ مذہب کے خلاف فقط وعظ ہی نہیں کیا بلکہ ایک دکن کے راجہ کو ان لوگوں کی ایذارسانی پر آمادہ کیا۔ اس راجہ نے اپنے ملازموں کو ہند کے جنوبی سرے سے لیکر پہاڑوں تک بودھوں کے بوڑھوں بچوں کو قتل کا حکم دیا اور نیز یہ کہ جو قتل کرنے میں دریغ کرے خود مارا جائے، تاریخ ہند) شنکراچارج نے جبینوں کو ہلاک کیا ان کے بت توڑے، (برہمنوں کی لیلا) ان کلیوں نے بودھوں کو مار مار کر نکالنا شروع کیا اور برہمنوں کا مت پھر پھیلا دیا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) ہندو آریوں نے قریبا تمام ہندوستان کو سر کر کے ایک بڑی بھاری پولٹیکل اور مذہبی سسٹم کی بنیاد ڈالی (تاریخ ہند لاجپت رائے) لالہ کنہیا لال المتخلص ہندی سری کرشن کی مدح میں لکھتے ہیں ۔

بنا ان کا حامی جو تھے حق پرست　　بہ سختی کیا دشمن دین کو پست

(اخلاص ہندی مطبوعہ ۱۸۷۱ء)

مہاراجہ سری کرشن پرشاد بہادر رقمطراز ہیں جب کوئی ہادی کسی قسم یا ملک کی ہدایت کے لئے منجانب اللہ مقرر ہوا ہے تو اس کو مجبوراً اس رسم کی پابندی اختیار کر کے لوگوں سے جو خدا بھولے ہوئے ہیں مقابلہ پر آمادہ ہونا اور میدان جدال وقتال گرم کرنا پڑا ہے۔ مذہب ہندو کے اوتاروں میں سے مہاراج شری رام چندر مہاراج شری کرشن جی وغیرہ کو کیسی تیغ ازمائیوں کی ضرورتیں واقع ہوئیں الحاصل یہ خونیریزی یا تیغ زنی محض اصلاح بنی نوع کے لئے ہوئی نہ کہ بہ نظر بدخواہی (جام جہاں نما) ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندوؤں کی پولیٹیکل زمانہ میں ہندوستان میں مذہبی اختلافات کی وجہ سے کبھی ظلم وستم نہیں ہوئے۔

تاریخ ہند لالہ لاجپت رائے حصہ اول ص ۴۷)

ہندو مذہب اور جنگ

دنیا میں کوئی مذہب کوئی ملک کوئی قوم کوئی زمانہ ایسا نہیں ہوا جس میں جنگ وجدل نہ ہوئی ہو یا لڑائی بھڑائی کے کچھ قواعد وضوابط مقرر ہوں اسلام سے قبل اور غیر مسلم اقوام میں جو لڑائیاں ہوئیں وہ اکثر زر زمین، زن، یا نمود یا مذہب بدلوانے کے لئے ہوئی ہیں اور ان کے جنگی احکام نہایت ظالمانہ تھے جب کسی پر چڑھ کر جاتے اس کو ہر طرح برباد کر کے دم لیتے دشمن کا دانا پانی بند کر کے مقتولوں کی ناک کان کاٹتے اُنکی لاشوں کو روندتے عورتوں بچوں بوڑھوں بیماروں کو قتل کرتے، زندہ آگ میں جلاتے، گھروں کو، باغوں کو،

کھتیوں کو جلاتے حیوانات کو مار ڈالتے، معابد کو ڈھاوالتے مال واسباب لوٹ لیتے، اور عورتوں اور مردوں کو پکڑ کے غلام بناتے اور ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے ہندوستان کی دو مشہور و متبرک لڑائیوں یعنی جنگ لنکا جس کا ذکر رامائن میں ہے اور جنگ مہابھارت کے اسباب اگر تلاش کئے جاویں تو ایک عورت بھگانے کا جھگڑا تھا اور دوسرا قمار بازی کا نتیجہ۔ ایک ہندو فاضل نے راجپوتوں کی لڑائیوں کے متعلق لکھا ہے۔ انکی لڑائیوں کی وجہ اکثر استریاں ہوتی تھیں۔ (غازیان ہند ص ۵۳) ہندو راجا آپس میں راج پاٹ اور مال و دولت کے لئے لڑتے رہتے (ہند کے جان نثار مصنفہ للہ سورج نرائن۔ بی۔ اے ایل، ایل بی) مہابھارت میں کتنے رجاؤں کا نام لکھا ہے اور یہ سب راجہ آپس ہمیشہ لڑتے رہتے تھے۔ جام نما پنڈت شیو پرشادت جلد سوم (۲۹) غرض معقول وجوہ یا حق طلبی پر لڑائیاں کم ہوتی تھیں ان میں وحشیانہ مظالم ہوتے تھے (سری کرشن نے اپنے پوتے اور بہو کو لیکر عازم وطن ہوئے لیکن درمیان راہ کے یہ خبر لگنے پر کہ بونڈر والی بنارس نے اپنا لقب واسدیو اختیار کیا ہے غضب میں بھر گئے اور اب اس کی سزا دہی کو بنارس کی طرف چل نکلے کیونکہ سری کرشن کو بے حد ناگوار گذرا کہ ان کی موجودگی میں کوئی شخص اُن کے باپ کا نام اختیار کرے (حیات سری کریشن ص ۳۴) وشوامتر جی انکو (رامچند رجی اور ان کے بھائیوں کو) ملچھوں سے لڑنے کے لئے لیں گے جس میں ان کھشتریوں نے فتح پائی۔ (تاریخ ہند حصہ اول لالہ لاجپت رائے) پراشر نے راکششوں کو جلانا شروع کیا اس کے دادا بشششٹ جی نے کہا کہ بیٹا اب تم غصہ

کو تھوک دو اور راکشش لوگوں پر رحم کرو وہ بے قصور ہیں (لنگ پران ادھیائے ص ۶) تاریخ بتاتی ہے کہ ہندو مذہب کے جنگی احکام نہایت سخت ہیں۔

تیج دھاری ودان پرش آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں (یجر وید ص ۳) اے انسان جس طرح بھی دشمنوں کو ہلاک کیا جا سکے اس قسم کے کاموں کو کر کے مذہبی راحت کی زندگی بسر کر (یجر وید ص ۲۸) اے تیج دھاری ودان پرش آپ تیز رو دشمن کے کھانے پینے کام کاج کے مقامات کو اچھی طرح اُجاڑیں اور ان کو اپنی طاقت سے ماریں (یجر وید ۱۳/۱۳) راجہ وزیر تم دونوں راکششوں کو جلاؤ بتاؤ تباہ کرواے دونوں طاقتوں ان گمراہی پھیلانے والوں کو نیچے گرادو کچل ڈالو جلادو، ماردو، دھکیل دو اتھر وید کانڈ ص ۸ سوکت ۶ منتر ص ۱)

اے راجہ راکشش اور نیز طبیعت عورت کو دھوکے سے مارواے (اتھر وید منتر ص ۴) اے سوم رس پینے والے راجہ دکھ دینے والوں کی اولاد کو مار اور لے آ۔ اور مذمت کرنے والی کی دائیں بائیں آنکھ نکال دے (اتھر وید کانڈ ایک سوکت ۸ منتر ۳) روئے زمین کی جو حکمران ایک دوسرے کو پہنچا دکھانے کی خواہش سے اپنی تمام قوت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور کبھی منہ نہیں موڑتے وہ مرنے کے بعد سیدھے بہشت کی طرف جاتے ہیں (منو ۸۹/۷) راجہ کو اپنی مستعد فوج کے ساتھ تمام مخلوقات کو اپنا تابع فرمان بنانے کی کوشش کرنی چاہیے (منو ۱۰۳/۷) وید کے مخالف کو ملک سے باہر کر دینا چاہیے۔ (ستیارتھ پرکاش ص ۷۷ ترجمہ رادھا کشن مہتہ) جب راجہ دشمن کو شہر میں محصور کر دئے

تو اسے چاہیے کہ محاصرہ کئے بیٹھا رہے اور دشمن کے ملک کو ستائے اور برابر اس کا چارہ اشیائے خوردنی ایندھن پانی غارت کرتا رہے اسی طرح چاہیے کہ تالابوں فصیلوں اور خندقوں کو غارت کرے اور غنیم پر اچانک حملہ کرے اور اسے رات کو ڈرائے (منو باب ۷) اگلے راجہ لوگ جب اپنے دشمنوں کو گرفتار کرتے تھے تو ان کو کیسی سیاست اور کس بُری گت سے مار ڈالتے تھے (جام جہاں نما ص ۳۲)

ہندوؤں میں لونڈی غلام

یہ بھی قدیم رسم ہے کہ فتح پا کر دشمن کے سپاہیوں اور ان کی عورتوں بچوں کو پکڑ کر لونڈی غلام بناتے ہیں۔ ہندوؤں میں اس کا رواج تھا۔ اور اس کے متعلق احکام ہیں لیکن نہایت سخت ہیں جو ڈشت ہم لوگوں سے مخالفت کرتا ہے جس ڈشٹ سے ہم مخالفت کرتے ہیں اس بدکردار دشمن کو مختلف زنجیروں میں جکڑ ا اور اس کو ان زنجیروں سے کبھی مت چھوڑو (باطل شکن ۱۳۴ بحوالہ یجروید) خوفزدہ اور بھاگتے ہوئے آدمیوں کو گرفتار کر کے قید کر دیں (ستیارتھ پرکاش ص ۱۹۹) منو شاستر میں غلاموں کی قسمیں لکھی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جو لڑائی میں گرفتار کیا جائے دوسرا جو خریدا جائے یا ہبہ کیا جائے تیسرا جو بطور سزا غلام بنایا گیا ہو (غازیان ہند ص ۱۲۷) اریین سیاح لکھتا ہے کہ ٹیکسلا میں عورتیں فروخت کے لئے پیش کی جاتیں تھیں اور سب سے زیادہ قیمت دینے والے کو دی جاتی تھیں (تاریخ پنجاب بھائی پرمانند) لالہ لاجپت رائے نے بھی تاریخ ہند میں لکھا ہے اُن عورتوں کے باب میں جو لڑائی میں مقید ہوتی

ہیں یہودیوں کا قانون منو کے قانون سے مطابقت کھا جاتا ہے جوان کو حق حلال سمجھتے ہیں۔ موسیٰ اور منو دونوں اجازت دیتے ہیں کہ ان مقید عورات سے ان کو شادی کر لینی جائز ہے اگر عاشق اپنی محبوبہ کو اس کے رشتیداروں پر فتح پا کر مقید کر لے تو از روئے قانون مذہبی اس کو شادی کر لینی اس جائز ہے ہر وقت قتل اپنے رشیداروں اور دوستوں کے بوقت جنگ عورات آہ وزاری کرتی ہیں ہندوان کو بجر پکڑ لاتے ہیں اور از روئے قانون اپنے مذہب کے جو بنام اکاسا مشہور ہے ان سے شادی کرتے ہیں بعینہ یہی طریقہ کتب موسیٰ میں درج ہے صرف سمجھتے ہیں (ٹاڈ راجستان ص ۶۸۹) جو عورتیں جوئے اور کشتیوں میں ہار دی جاتی تھی انہیں سارے گھر کا کام کاج ماما اصیلوں کا کرنا پڑتا تھا۔ اور ایک گھر کے متعدد بھائیوں سے ہم بستر ہونا پڑتا تھا۔ غازیاں ہند بحوالہ دھیلر صاحب) ان شودروں غلاموں سے کھیتوں میں سخت محنت لے جاتی تھی اور گاؤں کے باشندوں کا نجس کام انہیں سے متعلق تھا (تاریخ ہند ہنٹر) مالک کو چاہیے کہ اسکو (غلام کو) اپنا بچا ہوا کھانے کو دے پرانے کپڑے پہننے کو دے پُرانا بستر اور پتے بچھانے کو دے۔ (منو جلد دہم ص ۱۲۵) بہلسا ٹوپ پر ایک راجا کی لڑائی کا سنگین مرقع جو کہ دو ہزار برس پیشتر کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے اس میں راجا کے سپاہی لوگ عورتوں کو لونڈی بنانے کے لئے گرفتار کر رہے ہیں دیکھ دیکھ بدن کانپتا ہے (جام جہاں نما جلد سوم مطبوعہ ۱۸۶۱ء ص ۶۹) اس موقعہ پر (جب راجہ اوگرسین نے راجہ جراسند کے حملے روکنے کے متعلق مشورہ کیا تھا) باسار یو حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا پیارے دوستو اگر تم لوگ

پورے جوش سے کام نہ لوگے تو جراسندھ متھرا پر قابض ہو جائے گا اور تمہیں خانہ برباد کر کے ان زمینوں شہروں قصبوں اور جاگیروں سے نکال دیگا جن پر تم باختیار خود قابض ہو وہ تمہاری لڑکیوں اور نازنین عورتوں کو پکڑ لے جاوے گا تمہارے عیش میں رخنہ اندازی کر کے عشرت گاہوں کو مسمار کر ڈالے گا (حیات سری کرشن ص ۱۲۴) وہ لڑکا جو شودر مرد کے داسی (لونڈی) کے باطن سے پیدا ہو اپنے پدر کی خواہش یا مرضی کے موافق حصہ پائے گا۔ لیکن پدر کی وفات کے بعد اگر منکوحہ زوجہ کے پسران موجود ہوں (قانون وراثت ہنود مصنفہ سرینواس راؤ بحوالہ یا گولکیہ سمرتی پاٹھ ص ۲) آریہ ہندوستان کے قدیم باشندوں کی عورتوں کو اپنے گھر میں باندی بنا کر رکھتے تھے۔ (الامان دسمبر ۱۹۳۳ء بحوالہ انڑیا برہمن) بھیشم نے سُنا کہ بنارس کے راجہ کی لڑکیوں کا سوئمبر ہے اور تمام راجہ جمع ہوئے ہیں بھیشم بھی گیا اس نے سب کے سامنے تقریر کی اس میں اُسے شادی کے لئے عورت حاصل کرنے کے آٹھ طریقے بتلائے اس میں ایک طریقہ یہ بیان کیا کہ لڑکیوں کو جبراً جنگ کر کے گرفتار کیا جائے اور کہا راجہ لوگ اسی طریقے کو پسند کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر بھیشم نے جنگ کر کے سب کو شکست دے کر قتل کیا اور لڑکیوں کو جبراً لے آیا (وہیلر صاحب کی تاریخ حصہ اول) آسام کا راجہ جونس حسین عورتوں کو پکڑ لیتا تھا۔ سولہ ہزار حسین عورتیں اس کی قید میں تھیں (حیات سری کرشن ص ۳۴)

ہندوؤں میں لوٹ

فتح یاب ہو کر دشمن کے مال و اسباب کو لوٹنا یہ ہمیشہ سے دنیا میں ہر قوم

وملک ومذہب میں رائج ہے ہندوؤں نے یہ عمل کثرت سے کیا ہے ان کے مذہبی احکام میں عام لوٹ کا حکم ہے کوئی استثناء نہیں اسی کتاب کے باب تاریخ سے معلوم ہوگا کہ ہندو راجاؤں نے کس طرح بے حد لوٹ مار کی ہے۔ چابکدست بہادر کنواں کے ساتھ بیڈھڑک ہوکر ہزار در ہزار مال غنیمت لوٹ (سام وید ۲/۲) ناموری وہ حاصل کرتا ہے جس نے دھرم کے لئے اچھی طرح جنگ کی ہو، رتھ گھوڑے، چھتر زر سگائے وغیرہ چاپائے اور عورتیں اور اشیا اور گھی اور تیل وغیرہ کے کپے جنہوں نے لئے ہوں وہی لیں لیکن فوج کے سپاہی ان چیزوں میں سولہواں حصہ راجہ کو دیں (ستیارتھ پرکاش مترجمہ راو ہاکشن مہتہ ص۱۹۱) رتھ گھوڑے دہن چارپائے عورت اور تمام دولت سونا چاندی سیسا پیتل وغیرہ ان سب کو جو فتح کرے وہی مالک ہوتا ہے۔ سونا چاندی زمین وغیرہ راجہ کو دیں (منوسمرتی مطبوعہ ویدک دھرم پریس دہلی ص۲۲۲ و۲۲۳) اول ہی اول دھوبی گھاٹ پر (متھرا) کے دھوبی بدکلامی سے کپڑوں کی لوٹ مچائی (سری کرشن نے) اور کنس کے خاص پارچہ جات اپنے گوالوں کو اپنائے (سوانح عمری سری کرشن ص ۱۸) آپ نے (سری سرکشن نے جراسندھ سے کہا) بہت سے راجوں کو تباہ کرکے انہیں لوٹ کھسوٹ کر محتاج کردیا۔ (سوانح عمری سری کرشن ص۴۲) جب لنکا فتح ہوا تو اسکی تاخت و تاراج سے بے انتہا سونا چاندی جواہرات اجناس حاصل ہوئے قیدیوں میں سے ہر ایک نبرد آزما کے حصہ کئی کئی مرد عورت آئے پھر اس شہر کو جلا کر خاک سیاہ کردیا بھتے شودر خاندان ان مفتوحہ عورتوں کو اولاد جو فاتحوں سے پیدا ہوئے

(واقعات ہند ذکر مہاراجہ رامچندر جی مصنفہ تلسی رام)

ہندوؤں میں جزیہ

ہندوستان کی قدیم اور مکمل تاریخ جس سے تفصیلی حالات معلوم ہوسکیں بعض اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں قبل از اسلام بھی جزیہ رائج تھا۔ جزیہ نقد بھی لیا جاتا تھا۔ جنس بھی لے جاتی تھی محاصل واملاک بھی اس کی ادائیگی کے لئے مخصوص ہوتے تھے مثلاً کسی پر بیس روپیہ سالانہ جزیہ ہے وہ اس قدر آمدنی کی جائیداد حکومت کے سپرد کردے یہ صورت ہندوستان میں زیادہ رائج تھی پنڈت دیانند لکھتے ہیں اگر کوئی راجہ دوستی کرے تو دولت وزمین وغیرہ کا ملنا دیکھ کر اس کے ساتھ ملاپ کرے (ستیارتھ پرکاش ص ۲۰۷) لالہ تلسی رام لکھتے ہیں آریہ فاتحوں نے انار یہ مفتوح اقوام پر عادلانہ حکومت کی سوائے ایک خاص محصول کے جو محصولات آریوں سے وصول ہوتے تھے وہی ان غیر آریوں سے لئے جاتے تھے۔ (واقعات ہند ص ۲۴) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں غیر اقوام سے علاوہ ایک خفیف ٹیکس کے تھوڑا سا مصارف مندر کے لئے بھی لیا جاتا تھا (باطل شکن ص ۱۳۴) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں راجگان ہند میں سے کوئی تبلیغ میں خلل انداز نہ ہوا، نو واردوں، نومسلموں کے وہی حقوق تھے جو ہندوؤں کے تھے صرف ان سے ایک خفیف سا ٹیکس نذر مندر کے لئے لیا جاتا تھا (حوالہ مذکور) اسی فاضل نے لکھا ہے آخیر زمانے میں بودھ راجوں نے غیر بودھوں پر ایک خاص محصول قائم کر کے غیر مذہب کے لوگوں میں بددلی پھیلادی تھی (غازیان ہند ص ۱۳۲) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں کوتلیہ (چانکیہ

رشی کا کوتلیہ شاستر ہے) نے یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ (یعنی راجہ) ضرورت کے وقت دولت مند آدمیوں پر خاص خاص جزیہ لگاتا تھا (تاریخ ہند حصہ اول) ہندوستان میں جب جین مذہب کی حکومت تھی تو ہندوؤں پر جزیہ لگایا گیا۔ (ٹاڈ راجستان ص ۵۸۵)

ہندوؤں کی رواداری

ہندو مذہب میں رواداری کی تعلیم نہیں۔ صاف حکم ہے کہ وید کے مخالف کو ملک سے نکال دیا جائے (ستیارتھ پرکاش سمولاس ۳ ص ۵۹) ارتھات ادھری پرش (غیر مذہب کا آدمی) کسی ویش میں نہ رہنے پاویں، ادھورت منش سب ہم لوگوں کے استھانوں سے دور چلے جاویں (رگوید حاشیہ مطبوعہ ۱۹۳۵ بکرمی ص ۷۲) ادھری خواہ سب سے بڑھ کر صاحب حوصلہ، نہایت طاقتور، صاحب لیاقت ہو تو بھی اس کی بربادی وتنزل وتخریب میں لگا رہے (ستیارتھ پرکاش ص ۴۷۷) غیر آریہ سنتھیں بودھ وغیرہ اقوام کے حالات تاریخ ہندوستان میں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوؤں نے غیر اقوام کو کبھی چین نہیں لینے دیا۔ اور ان کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ کیا۔ اسکے متعلق حوالے اس کتاب میں کئی جگہ لکھے جاتے ہیں۔ (نویں صدی عیسوی میں ان کے (بودھوں کے) مقلد ہند سے جبراً نکالدئے گئے (تاریخ ہند)۔

ہندوؤں کا عہد حکومت

ہندوؤں کے ماتحت جو قوم و ملک رہا ہے وہ خراب و برباد ہوا ہے کشمیر

کے باب تاریخ ہی سے کشمیر کے حالات کا اندازہ کرلیا جائے۔آریہ جب اول ہندوستان میں آئے تو غیر آریہ قومیں یہاں آباد تھیں۔ان میں ایک قسم کا تمدن بھی تھا، انکی حکومتیں تھیں۔ انکے قلعہ تھے لیکن چونکہ ملک بہت وسیع تھا وہ آریوں کے آباد ہونے میں حارج نہیں ہوئے ایسی صورت میں آریوں کو ان کا ممنون ہی ہونا چاہیے تھا۔مگر انہوں نے یہ کیا کہ لڑ بھڑ کر مار کر کچھ تو پہاڑوں میں بھگا دئے جہاں آج تک انکی نسلیں مثل وحشی جانوروں کے سرگرداں ہیں، باقی غلام بنالئے اوران پر اس قسم کے قیود عائد کئے کہ وہ پھر نہ اُبھر سکے اور موجودہ حالت کو پہونچکر بھنگی چمار وڈھیر بن گئے ان کو اچھوت کہنے لگے یہ اچھوت اقوام نہ پڑھ سکتے تھے نہ گھر بنا سکتے تھے نہ گاؤں میں آباد ہو سکتے تھے نہ نیا سامان رکھ سکتے تھے جب ان میں ایک قسم کا تمدن بھی تھا اور یہ کچھ دیوی دیوتاؤں کو بھی پوجتے تھے تو ان کے معبد بھی ہوں گے مگر آریوں نے ان کے قلعوں اور معبدوں کا نام ونشان بھی تاریخ میں لکھنے کی قابل نہ چھوڑا۔ لالہ تلسی رام لکھتے ہیں آریوں نے دیکھا کہ ہندوستان کی سرزمین وحشی قوموں کے قبضہ میں ہے اس لئے وہ ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کرکے آئے اس وقت ملک بہت غیر آباد تھا اسلئے انا ریہ اقوام کی آبادی میں حارج نہ ہوئیں اپنا قبضہ جمانے کے بعد اس مہذب قوم کو مناسب معلوم ہوا کہ اگر کل ملک پر ایک حکومت ہو تو ترقی آسانی سے ممکن ہے اس خیال سے انہوں نے انا ریہ اقوام کو زیر کرنا شروع کیا (واقعات ہند) آریہ حملہ آوروں کی یورش سے ہند کے میدانوں میں ہٹادئے گئے (غیر آریہ) وہ مثل معدوم شدہ جانوروں کے پنجہ وں میں جو

گو پھاؤں میں دبے پڑے ہوں پہاڑوں کے درمیان پوشیدہ رہے (تاریخ ہند ہنٹر) آل انڈیا ہندو کانفرنس الہ آباد میں مسٹر جی اے گوئے ایم ایل سی نے کہا کہ میری رائے میں ہماری معاشرتی اور مذہبی مشکلات کو دور کرنے کے لئے حکومت خود اختیاری کی ضرورت نہیں ہندو راج کا جو تجربہ گذشتہ زمانے میں ہو چکا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے اب بھی اونچی ذات کے ہندوؤں کی حکومت کے ماتحت ہماری حالت پہلے سے بُری ہوگی مسٹر نایک نے کہا ہمارے آباؤ اجداد ہی ہندوستان کے اصلی باشندے اور مالک تھے باہر کے لوگوں نے جس طرح بن پڑا ان کو شکست دی اور حملہ آوروں نے اصلی باشندوں کو موجود حالت تک پہونچا دیا اور انکو اچھوت کہنے لگے (غازیان ہند) نویں صدی عیسوی میں ان کے (بُودھ) مقلد ہند سے جبراً نکالدئے گئے (تاریخ ہند) ہندوستان میں جو سات کرور اچھوت مانے جاتے ہیں وہ اس ملک کے اصلی باشندے ہیں ایک زمانہ میں بھی ہندوستان پر تسلط رکھتے تھے اور ان کے سوا اس ملک میں کسی کی حکومت نہ تھی یہ جو موجودہ وقت میں اپنے کو اعلیٰ ذات بتاتے ہیں دراصل اس ملک کے باشندے نہ تھے یہ لوگ ایران وسط ایشیا وغیرہ سے آئے تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو آریہ جاتی کے نام سے مشہور کیا وہاں یہ فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے تھے اور یہاں انہیں نعمتیں میسر ہوئیں اس لئے انہیں یہ خواہش ہوئی کہ اس ملک پر ہمارا قبضہ ہو جائے اس لئے انہوں نے جنگ وجدل شروع کی۔ لیکن شکست کھا کر بعد میں اصلی باشندوں سے رشتہ داری بھی کر لی اور پھر جنگ چھڑ دی۔ اس بار وہ فتحیاب ہو گئے جو اصلی باشندے

ان کے پھندے میں پھنس گئے تھے اُنھوں نے جنگ میں ان کا ساتھ دیا۔ اس لئے انہوں نہیں شودر کا درجہ دیا گیا۔ باقی سب کو رعلیحدہ کر دیا۔ باقی سب کو علیحدہ کر دیا اور انہیں غلام سمجھنے لگے لیکن ابھی تک ان سے اچھوت کا سلوک نہیں کیا جاتا تھا کچھ عرصہ کے بعد ایسی کتابیں تصنیف کی گئیں کہ ان اصلی باشندوں کو اچھوت سمجھا گیا ہم میں کوئی پڑھا لکھا نہ تھا ہمارے پڑھنے لکھنے پر بھی پابندیاں لگائی ہوئیں تھیں (غرزیان ہند ص ۱۵۸ بحوالہ پراچین بھارت ہندی بیان و براتن دیوی داس) پورانوں کو پڑھو اور بُدھ مذہب کی پوتھیوں کو دیکھو تو اچھی طرح یہ بات کھل جاوے گی کہ اگلے راجاؤں کے خزانوں میں اور مہاجن اور ساہوکار اور کامدار لوگ جو راجہ سے علاقہ رکھتے تھے ان کے گھروں میں بیشک سونے چاندی اور جوہرات کا ڈھیر لگا رہتا ہے لیکن رعیت ایسی آباد اور خوشحال نہیں تھی (جام جہاں نما جلد سوم ص ۳۰) آریہ مثل غلام ان کو (غیر آریوں کو) اپنے زیر حکم رکھتے تھے اور نہایت ذلیل وحقیر جانتے تھے۔ کسی طرح اُبھرنے نہیں دیتے تمام مزدوری کا کام لیتے تھے۔ ان کی عورتوں کی تینوں برن کے...... رکھ سکتے تھے، (آئینہ تاریخ نما ص ۵۴) ہندوستانی ڈراوری نسل اپنی تہذیب کے اعلیٰ درجہ پر تھی اور آریہ لوگوں نے ان کو جنوب کی طرف دھکیل دیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) ہندوؤں کی حکومت خرابیوں اور برائیوں سے بھری ہوئی تھی (تاریخ برٹش انڈیا جمیس بل) غرض ہندوؤں کی حکومت نہایت سخت تھی رعایا کو ان کے عہد میں ترقی نہیں ہوئی تنزل ہوا۔ آرام نہیں ملا تکلیف پہونچی۔ رعایا کے لئے ایسے سخت قوانین نافذ تھے کہ ان کا اُبھرنا مشکل

تھا۔ان قوانین کا کسی قدر بیان باب تاریخ میں آچکا ہے،خود ہندوؤں میں ایسے مراسم ورواج تھے جن کو کوئی مہذب ودانشمند قوم پسند نہیں کرسکتی،ستی،قمار بازی ،شراب خوری،دختر کشی،انسانی بھنیٹ،خودکشی،مردم خوری۔ایک عورت کیلئے کئی کئی خاوند ہمیشہ غیر معقول امور پر جنگ وجدل برپا رہتی تھی۔ملک میں قدرتی پیداوار کے سوا غیر ممالک سے کسی قسم کے پھل پھول منگا کر نہیں لگائے گئے تھے۔اکثر ملکیوں کا لباس سر برہنہ،پا برہنہ بس ایک دھوتی علوم وفنون کی ترقیات کی کیفیت پہلے کسی مضمون میں بیان ہوچکی ہے ان کے قدیم فن عمارت کو اگر دیکھا جائے تو تصویر سازی کے سوا کوئی کمال نظر نہیں آتا۔اور تصاویر بھی اکثر فحش اور راجے ہمیشہ آپس میں زر زمین زن کیلئے لڑتے بھڑتے رہتے تھے لالہ شیو پرشاد لکھتے ہیں آپس میں ہمیشہ لاگ کی آگ بھڑکی رہتی تھی (جام جہاں نما جلد سوم ص ۶) حرام اگلے وقت میں بہت ہوتا تھا۔حوالہ مذکورہ کورص ۳۴) ان کے قوانین نفع بخش نہ تھے غرض ہندوؤں کے عہد میں ملک کو چین نصیب نہیں ہوا نہ کوئی ترقی ہوئی۔رعایا (اناریہ اقوام) کو اور تنزل ہوا۔

ہندو اور معابد

ہندوؤں کا جہاں کہیں قابو چلا ہے غیر مذاہب کے معابد کی توہین کرنے میں انہوں نے دریغ نہیں کیا اسی کتاب کے باب تاریخ سے واضح ہوگا کہ بہت سے ہندو راجاؤں نے بودھوں کے وہار مسمار کر کے اپنے مندر بنالئے شنکر اچارج نے بودھوں اور جینیوں کے بت توڑے۔لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں پشپ متر کے وقت میں بودھ مذہب کے ساتھ بہت سختی ہوئی۔کہا جاتا ہے

کہ یشب متر نے بہت سے بدھ مٹھ و مندر جلا دیے (تاریخ ہند) راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں سدا شیو راؤ بہادو نے مسجد اور مقبروں کو لوٹ پوٹ اور توڑ پھوڑ سے خالی نہ چھوڑا۔ (آئینہ تاریخ نما) بعدہ دامندر (دامودر) اس کا بیٹا (راجہ جلوک کا راجہ کشمیر) ہوا۔ اس وقت برہمن ان لوگوں کو جو بودھ کے طریق پر تھے غالب آ کر انکی پرستش گاہ کو خاک درخاک کیے (عمدۃ التواریخ لالہ رتن لال ص ۲۴) اسی کشمیر میں پتھر مسجد وغیرہ مسلمانوں کے چند مقدس مقامات پر ریاست نے قبضہ جما رکھا تھا۔ جن میں سے بعض کو اب بہت کچھ شورش کے بعد مسلمانوں کے حوالہ کیا ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے صوبیدار دیوان موتی رام نے جامع مسجد سرینگر کو بند کیا۔ اس کے متعلق تاریخ ریاست جموں و کشمیر میں لکھا ہے کہ اس نے جامع مسجد بند کر دی اور مشہور مسجدیں اور ان کی معافیاں ضبط کر کے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص اذان نہ دینے پائے۔ زیارت شاہ ہمدانی کو بھی گرانا چاہا۔ مگر بغاوت کے ڈر سے باز رہا۔ نو مسجد سرینگر کے متعلق مؤلف گلدستہ کشمیر کا بیان ہے نو مسجد یہ تو مسجد زینہ کدل سے ذرا اوپر کو ہے اس کو بیگم نور جہاں نے مصفا پتھروں سے بنوایا تھا۔ اس کی اندرونی لمبائی ٦ گز، عرض ۱۸ گز ہے۔ یہ مسجد باعتبار مضبوطی و خوبصورتی کشمیر کی تمام مسجدوں سے عمدہ ہے مسلمان لوگ اس واسطے اس میں نماز پڑھنا حرام سمجھتے ہیں کہ تعمیر کنانیدہ عورت ہے سکھ اس کو موتی مندر کہتے ہیں آج کل اناج بھرنے کے کام آتی ہے اس کی تاریخ دوبارہ مرمت ہونے کی یہ ہے ؎

گفت ہاتف بعہد میر ہزار　　　نو شدہ آباد مسجد سنگین

میر ہزار صوبہ کشمیر نے ۱۲۰۷ھ میں دوبارہ مرمت کیا تھا (ص ۶۷)

اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کے معاملہ کی ذرا تفصیل کر دی جائے یہ مسجد تین ناموں سے مشہور ہے پتھر مسجد، موتی مسجد نو مسجد۔ یہ نور جہاں بیگم نے بنوائی تھی۔ اس میں ہمیشہ نماز وغیرہ ہوتی تھی۔ یہ فتوی اس متعصب پنڈت نے ہندو حکمرانوں کے مظالم پر پردہ ڈالنے کیلئے تراشا ہے کہ مسلمان اس میں اسلئے نماز پڑھنا حرام سمجھتا ہیں کہ تعمیر کنانید عورت ہے ہندوستان اور دیگر ممالک میں جابجا عورتوں کی تعمیر کردہ مساجد ہیں ان میں برابر نماز وغیرہ ہوتی ہے اس مسجد میں مسلمانوں کے دو بڑے فاضل ملا حیدر وعلامہ پشلو نے وقتاً فوقتاً امامت اور وعظ خوانی کرتے رہے ہیں (رہنمائے کشمیر ص ۱۳۲) اگر اس میں نماز پڑھنا حرام ہوتا تو میر ہزار کیوں اس کی مرمت کراتا۔ یہ آج تک کسی نے نہیں لکھا نہ کہا کہ یہ مسجد کسی مندر کی جگہ بنائی گئی ہے یا کسی مندر کا مال مصالحہ اس میں کام میں لایا گیا ہے مگر سکھ اس کو خود بخود مورتی مندر کہنے لگے کچھ عرصہ کے بعد یہی لقب اس امر کی دلیل بنایا جائے گا کہ یہ مندر توڑ کر بنائی گئی ہے اول راجہ سکھ جیون نے اپنے عہد حکومت میں ۱۱۶۹ھ کے قحط میں اس میں ذخیرہ شالی جمع کیا۔ اسلئے اس میں نماز بند ہوگئی (رہنمائے کشمیر ص ۱۳۱) میر ہزار نے اپنے عہد میں اس کو واگذاشت کر کے مرمت کرائی اس مرمت کی تاریخ یہ ہے۔

شکر حق کز دعائے اہل یقین بازآباد گشت خانۂ دین
کرد سر دار خط میر ہزار مسجد نو بنا بصد تزئین

عاقبت روسیاہ وملعون شد ہرکہ اوغلہ می نہاد درین
خبر از ہاتفے بہ پرسیدم تاکند سال آن مرا تلقین
گفت ہاتف بعہد میر ہزار نوشید آباد مسجد سنگین

سکھوں کے عہد حکومت میں بزمانہ گورنری شہزادہ شیر سنگھ ۱۸۱۹ء کے قحط میں پھر اس کو غلہ کا گودام بنایا۔ کرنل میہمان سنگھ صوبیدار نے اسکے صحن کے پتھر اُکھڑوا کر اپنے باغ بسنت باغ میں لگائے، مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں پھر غلہ گا گودام بنایا گیا مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد ۱۲۸۰ وزیر پنو نے پھر اسکو غلہ کا گودام بنایا اور مسجدیں بھی اس کام میں لائی گیں مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد میں اسکی چہار دیواری کے اندر سیڑھیوں کے پاس پولیس کے لئے کوٹھریاں بنائی گئیں ۱۹۱۶ء میں اسکی شمالی وشرقی دیواریں منہدم کر کے صحن میں پولیس کے لئے عمارت بنانے کا ارادہ کیا گیا مگر وہ قصد ملتوی کر دیا گیا چند معابد کی توہین کا ذکر فغان کشمیر میں اسطرح لکھا ہے ۱۹۲۴ء کے جولائی واگست میں مسلمانان کشمیر کے ساتھ ریاست کے ارباب حل وعقد نے جو سلوک کیا ہے اور اسلام آباد اور بارہ مولہ کے معابد اسلامیہ کی جس تعصب وبغض کے ساتھ بے حرمتی کی گئی ہے اور ملہ کھار (قبرستان) کی قدیم وکہنہ مسجد کو محض اپنے ہم مذہب تین فیصدی آبادی کے خوش رکھنے کے لئے مندر کا نام دیا گیا ہے اور سرکاری قبضہ میں لیا گیا ہے ریاست کے اس فسوسناک طرز عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی شاعر نے کہا ہے کیا یہ غلط کہا ہے ؎

کس طرح مسجد گرادیتے ہیں مندر کے لئے اسکی بھی رکھی گئی آخر بنا کشمیر میں

ڈولہ

شاہاں اسلام پر ایک یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ ہندوؤں سے زبردستی انکی بیٹیاں لیکر داخل محلات کرتے تھے اسکو ڈولہ لینا کہتے ہیں زبردستی لڑکیاں اور عورتیں پکڑنے کا رواج ہندوؤں میں تھا اسکا ثبوت گذشتہ ابواب میں گذرا۔ مسلمانوں پر یہ طریقہ جس طرح رائج رہا ہے۔ اسکی حقیقت کچھ اس مضمون اور کچھ باب نہم کے ایک مضمون سے واضح ہوگی۔ تاریخ ثابت کرتی ہے ک یہ دستور زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے کہ فاتح مفتوح سے ڈولہ لے یہ دستور غالبًا اسلیئے قائم کیا گیا ہوگا کہ آیندہ بغاوت وعداوت کا سد باب ہو جائے ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی زبردست یا مشہور شخص کو خود بیٹی دی گئی دارا شہنشاہ ایران کی جب سکندر ہی جنگ ہوئی اور دار کو شکست کے آثار نظر آئے تو دارا نے سکندر کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ میں اپنی بیٹی تجھے بیاہ دونگا (تاریخ اسلام مصنفہ غلام قادر خان) ڈولہ لینے کا دستور ہندوستان میں بہت زیادہ تھا اسی کتاب کے باب تاریخ میں اسکی بہت سی نظریں موجود ہیں اور ہندوستانی رئیس اس معاملہ میں اس قدر فیاض تھے کہ وہ بلا لحاظ ملک وقوم و مذہب ہر زبردست سے اس قسم کا رشتہ کرنے میں فخر سمجھتے تھے سکندر نے راجہ کے سندہی کے پاس بلطب اطاعت ایلچی بھیجا سکندر کا مطالبہ صرف اسقدر تھا کہ اطاعت کرو راجہ نے اس پر اتنا اور اضافہ کردیا میں سکندر پر جان ومال نثار کردوگا اور اپنی بیٹی کا ڈولہ اسکو دونگا اور بیٹی معہ تحائف بھیجدی (تاریخ ایران سرجان میلکم ص ۹۵) اسی کشمیر کے راجہ سوراندر سے بہمن شہنشاہ ایران نے بیٹی

طلب کی راجہ نے بھیجدی، زال سردار سیستان نے اپنے بیٹے رستم کے لئے راجہ قنوج سے لڑکی طلب کی، راجہ نے بڑی خوشی سے لڑکی نذر کی، اس واقعہ کو فردوسی لکھتا ہے کہ جب بطلب دختر زال کے قاصد نے راجہ کے دربار میں پہونچ کر اظہار مطلب کیا تو راجہ نے کہا ؎

زگفتار او شادمان گشت رائے بدو گفت برمن کرم اے خدائے
بہ کہ پشت کیاں رستم نامدار زمن دخترم رابود خواستگار
اگر شوق رستم بود دخترم فروزان شود برسپہر اخترم

(شاہنامہ) اس معاملہ میں قدیم ہندوؤں کے نظر اختلاف ملک وقوم وملت پر نہ تھی، لالہ جوالا سہائے لکھتے ہیں شاہ پور کے کہ راجہ بیسودیہ ہے یہ وحشیانہ حرکت (لال سنگھ کی) ناپسند کر کے مہروں (قصبہ کا نام) پر فوج کشی کی، لال سنگھ کے پاس فوج نہ تھی، خائف ہوا۔ راجہ نے اس کی جان بخشی کی مگر ڈولہ لیا اور آیندہ ڈولہ دینے کا عہد کیا (وقایع راجپوتانہ) راجہ جرا سندھ سے راجہ کنس نے ڈولہ لیا (حیات سری کرشن) بھوپے کا قریب جہانسی) ایک راجہ پرنال نام تھا اس سے اور پرتھی راج سے لڑائی ہوئی، پرتھی راج کو شکست ہوئی اور پرتھی راج کو اپنی لڑکی بیلا کی شادی پرنال کے بیٹے سے کردینی پڑی (ہند کے جان نثار) سرداران وسلاطین اسلام نے اس معاملہ میں ہندوؤں پر جبر نہیں یا بلکہ ہندوؤں نے خود اپنا فخر سمجھ کر اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر مسلمانوں کو بیٹیاں دیں ۱۱۸ ہجری میں راجہ سندھ نے اپنی لڑکی عبداللہ اشتر بن محمد حضرت امام حسن کے پوتے سے بیاہ دی (واقعات سند تلسی رام) بابو منوہر لال لکھتے ہیں کہ رانی الاوی

بیوہ راجہ داہر نے بخوشی سردار محمد بن قاسم کی بیوی بننا قبول کیا (غازیان ہند ۱۳۴) اوچ کی رانی نے خود پیغام دیکر اپنی لڑکی سلطان شہاب الدین غوری کے نکاح میں دی (واقعات ہند) چوں آنحضرت را (اکبر بادشاہ) بر مملکت خود ہا بودند وصلت وخویشی نمودہ شد تا غبار فتنہ از میان برخیز دو چشمہ بیگانگی از خاک یگانگی اپناشتہ شود بدین رائے صواب اندیش بانواع دالداری و ہزاراں ہزار دل نوازی این حرف رابکلاں تر ان ایشان درمیان آوردند از اقبال حضرت شہنشاہی ہمہ راجہائے نامدار سوائے رانائے اُودیپور کہ خودرا سر آمد راجہائے ہندوستان می دانست قبول نمودند (گلستان ہند مصنفہ کنور درگا پرشاد) جودھ پور کا رئیس صرف اِسی رشتہ داری کرنے کے صلہ میں (شاہان مغلیہ سے) سولہ لاکھ کی جمع کے چار اضلاع حاصل کرچکا تھا (وقایع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے) راجپوت راجوں تک اپنی لڑکیاں مسلمانوں کو دینا فخر سمجھنے لگے (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ مصنفہ لالہ دولت رائے) وہ بخوشی خود لڑکیاں مسلمانوں کے حوالے کرتے تھے (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص ۴۵ مہتہ آنند کشور) کشمیر میں راجہ بہادر سنگھ والی کشتوار نے اپنی بہن سلطان علی شاہ کے پوتے یعقوب کے لئے نذر کی اس معاملہ میں کسی متورخ نے سلطان کا راجہ سے یہ مطالبہ کرنا یا جبر کرنا نہیں لکھا غرض مسلمانوں نے کسی کی بہو بیٹی کو بجز نہیں لیا ہندوؤں نے خود یہ رواج قایم کیا اور جب رواج قایم ہوگا تو ممکن ہے کسی ایک آدھ دل از دست رفتہ نے کسی کے ساتھ جبر بھی کیا ہو ایسے واقعات آپس میں بھی ہو جاتے ہیں جو اس قسم کے موقعوں پر قابل لحاظ نہیں ہوتے نہ کسی ایک شخص کے ذاتی فعل کی

ذمہ داری قوم وملت پر ہوسکتی ہے، گاندھی جی لکھتے ہیں کسی فرادواحد کے ذاتی جرم کو تمام قوم سے منسوب نکرنا چاہئے۔ لالہ اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں، کسی فرادواحد کے فعل کی مذہباً وانصافاً تمام قوم ذمہ دار نہیں ہوسکتی (باطل شکن ص ۹)

انہدام منادر

اس سے انکار نہیں کہ بعض سلاطین اسلام نے بعض مندروں کو ڈھایا ہے لیکن یہ انہدام کسی مذہبی حکم کے تحت میں یا تعصب مذہبی سے نہیں ہوا بلکہ رفاہ خلق یا پولٹیکل وجوہ کی بنا پر ہوا ہے اگر سلاطین اسلام تعصب سے مندر شکنی کرتے تو آج ہندوستان میں ایک مندر بھی نظر نہ آتا یہ پرانے پرانے ہزاروں برس کے مندر جو آج کھڑے ہیں یہ خود گواہی دے رہے ہیں کہ جو مندر خالص معبد تھے ان سے کسی نے تعارض نہیں کیا۔ اور جو منہدم کئے گئے ان میں کوئی خاص بات ایسی ضروری تھی کہ وہ قابل انہدام سمجھے گئے۔ ورنہ مسلمان سلاطین ہرگز منہدم نہ کرتے کیونکہ شرعاً ذمی رعایا کے معابد بلاوجہ معقول منہدم کرنا جائز نہیں۔ اور جن سلاطین نے مندر شکنی کی ہے مثلاً اورنگ زیب وغیرہ انہیں سلاطین نے بعض مندروں کو جاگیریں دی ہیں۔ ان کا یہ عمل بھی ثابت کرتا ہے کہ جو مندر انہوں نے منہدم کئے اس کا باعث مذہبی تعصب نہ تھا۔ ہم کو اس تحقیقات میں حسب ذیل امور کا پتہ چلا ہے اور ان پر ہم نے اپنی کتاب غازیان ہند میں مفصل بحث کی ہے یہاں مجملاً بقدر ضرورت لکھا جاتا ہے۔

۱) بعض وہ مندر مہندم کئے گئے جن کے مالک و متولی مسلمان ہو گئے انہوں نے خود اپنے معبد کو اپنا معبد بنا لیا۔

۲) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو مرکز جرائم تھے۔

۳) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جن پر انسانی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی یا جہاں خودکشی کرنا موجب ثواب سمجھا جاتا تھا۔

۴) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو پولیٹکل اکھاڑے تھے

۵) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو غصباً تعمیر ہوئے تھے

ان وجوہ پر نظر کر کے ہر اہل عقل سلیم یہی کہیگا کہ اس قسم کے مقامات کا منہدم کرنا ہر مہذب سلطنت کا فرض ہے۔ مندرون کے متعلق اول تو یہ امر بحث طلب ہے کہ آیا یہ کسی مذہب کے معبد ہیں یا نہیں کیونکہ تاریخ عالم بتاتی ہے جب کوئی مذہب جاری ہوا ساتھ ہی اس کا معبد بن گیا، یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں، آتش پرستوں کے معبد مذہب کے ساتھ ہی ساتھ وجود میں آئے۔ ہندو دھرم جیسا کہ آریوں کا بیان ہے اربوں برس سے ہے تاریخ بتاتی ہے کہ ان کا کوئی معبد نہ تھا لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں، ویدوں میں مورتی پوجا نہیں ہے اور نہ مورتی کا اور مندروں کا ذکر ہے (تاریخ ہند حصہ اول ص ۸۶) اور لکھتے ہیں بھگوان بدھ کے وقت میں برہما اور وشنو اور شیو کی پوجا جاری ہو چکی تھی گویہ پوجا زیادہ تر ذہنی تھی۔ کیونکہ نہ مندر تھے نہ مورتیاں تھیں (تاریخ مذکورہ ص ۱۷۰) لالہ کالیداس کپور ایم۔ اے ایل ٹی لکھتے ہیں۔ ان کا (آریوکا) مذہب نہایت سادہ تھا۔ قدرتی طاقتوں کی تعریف کر کے وہ اپنا

اطمینان قلب کرتے تھے اس وقت دیوتاؤں کے مندر نہیں تھے۔ جن دیوتاؤں کی ہندو لوگ آج کل پوجا کرتے ہیں وہ نہیں تھے (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ حصہ اول) گویا بدھ کے زمانہ تک یعنی پانچویں صدی قبل مسیح تک مندر نہ تھے جبکہ ہندو دھرم کو دنیا میں رائج ہوئے دو ارب سال سے زیادہ گذر چکے تھے اگر یہ ان کے معبد ہوتے تو مذہب کے ساتھ ہی وجود میں آتے اور مذہبی کتاب میں ان کا ذکر ہوتا جب یہ کسی مذہب کے معبد نہ تھے تو ان کا ڈھانا یا نہ ڈھانا مثل دیگر مکانات کے ہے جو زمانہ قدیم میں رائج تھا شاید وجہ ہے کہ ہندو راجوں نے بھی مندروں کو پروا نہیں کی اور ان کو لوٹتے ڈھاتے جلاتے رہے اس لئے طعن وطنز کے صحیح مستحق فاعل اول ہیں نہ کہ نقل کرنے والے مسلمان یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بت پرستی ہندوؤں کا شعار نہیں اور فعل مذموم ہے اس کا کھنڈن (رد) بھی کرا جاتا ہے اور ان کے ڈھانے پر واویلا بھی کیجاتی ہے جب یہ مذموم فعل ہے اور ہندوؤں کا شعار نہیں تو اس کے مٹانے پر شکر گذار ہونا چاہیے کہ جو بدعت ان کے مذہب میں رائج ہوگئی تھی اس کا استحصال مسلمانوں نے کیا تعجب ہے کہ شنکر اچارج بت توڑیں تو سوامی کہلائیں مسلمان بت توڑیں تو اعتراض کیا جائے۔

منادر کشمیر

کشمیر کے مندروں کے متعلق مؤلف گلدستہ کشمیر نے سلطان سکندر بت شکن مرحوم کے تذکرہ میں لکھا ہے (جب کوئی نشان مندروں کا باقی نہ رہا تو تسخیر ولایت پر متوجہ ہوا۔ ص ۱۰۷) دوسری جگہ ان قدیم مندروں کی فہرست

نقل کی ہے جواب تک موجود ہیں سچ ہے......راحافظ نباشد ہم بعض مندروں کی فہرست اسی کتاب سے معہ کیفیت نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو اس پنڈت کی دروغ باقی کا اندازہ ہوجائے۔ سلطان مرحوم کا زمانہ چودہویں صدی عیسوی میں ہے اب اس مختصر فہرست پر نظر کیجئے کہ کس کس زمانے کے مندر موجود ہیں خانہ کیفیت میں جو عبارت قوسین میں ہے وہ مؤلف گلدستہ کشمیر کی ہے بعض مندروں کے سن تعمیر گلدستہ کشمیر میں نہیں لکھے ان کے سن تاریخی حساب سے ہم نے خانہ کیفیت میں لکھے ہیں۔

نمبر شمار	نام مندر	سن تعمیر	کیفیت
۱	مندر جے بجے گوند	سن بکرمی سے قبل	یعنی دو ہزار برس سے زاید ڈیڑھ ہزار برس سلطان سکندر سے قبل کا تعمیر شدہ ہے
۲	مندر پولست رشی	زمانہ تعمیر معلوم نہیں	بہت قدیم ہے
۳	مندر بومہ گوندہ	۴۴ بکرمی	سلطان سکندر سے ڈیڑھ ہزار برس قبل کا تعمیر شدہ ہے
۴	مندر ارلگام	۴۴ بکرمی	
۵	مندر اگنی میں	۲۱ئ	سلطان سکندر سے سات سو برس قبل کا تعمیر شدہ ہے
۶	مندر امیرا کدل	۱۹ئ	
۷	مندر لب ڈل	۴۴ بکرمی	حسب کیفیت ۳

۸	مندر زینہ کدل	۷۷۸ بکرمی	بڈشاہ یعنی سلطان زین العابدین کے وقت میں خود گر گیا گویا سلطان سکندر کے وقت میں موجود تھا سلطان سکندر سے سات سو برس قبل کا تعمیر شدہ تھا
۹	مندر اجتاپیڈ	۸۸۹ بکرم	سلطان سکندری پانسو برس قبل کا تعمیر شدہ
۱۰	مندر بالاہاتھ	۱۹۳۶ بکرم	
۱۱	مندر زلول		(ویران ہے)
۱۲	مندر بارسو	۹۱ بکرم	حسب کیفیت ص ۳
۱۳	مندر تھاسور	۷۷۶ بکرم	حسب کیفیت ص ۸
۱۴	مندر جابدہ برار	۱۹۳۶ بکرم	(صرف دروازہ باقی ہے) حسب کیفیت ص ۹
۱۵	مندر پرورسین	۱۸۹ بکرم	(بڈشاہ کے عہد میں منہدم کیا گیا) انہدام کی وجہ نہیں لکھی بڈشاہ کے حالات دیکھو وہ بے حد سند ونواز تھا ہندو اس کے بہت ہی مداح ہیں اس نے مندر کی کیفیت مرمت کرائی اور پاٹ شاہ میں ہوا ہیں اس مندر کے اس کے عہد میں منہدم کرائے جانے سے ہماری مرقومہ وجوہ کی تائید ہوتی ہے۔

۱۶	مندر تاراپیڈ	سنہ ۲۷۲ بکرم	(کھنڈرات باقی ہیں پھر اسکو گر جامع مسجد بنی)۔
۱۷	مندر عامارسنا	سنہ ۷۷۸ بکرم	حسب کیفیت ۸
۱۸	مندر مارہاتھ	۹۳۱ بکرم	حسب ۹ (ویران)
۱۹	مندر بیج بہارہ		(راجہ اشوک بنایا ویران ہے)۔ سنہ ۲۶۹ قبل مسیح سلطان سکندری تیرہ سو برس پہلے کا تعمیر شدہ ہے
۲۰	مندر لدہو		
۲۱	مندت میکواہن	سنہ ۹۱ بکرم	(ویران) حسب ۳
۲۲	مندر لوبزو	سنہ ۲۳ بکرم	حسب ۳
۲۳	مندر مٹن	سنہ ۷۶ بکرم	حسب ۹
۲۴	مندر گھنیش بل	سنہ ۹۹۱ بکرم	(اسکو خکندر نے جلایا تھا) حسب ۸۷
۲۵	مندر تامل سور	سنہ ۱۰۳۸ بکرم	(ویران) حسب ۹
۲۶	مندر سمارناگ	سنہ ۷۷۸ بکرم	حسب ۸
۲۷	مندر بیدگام	سنہ ۱۸۹ بکرم	(ویران) سلطان سکندری گیارہ سو برس قبل کا تعمیر شدہ
۲۸	مندر ورناگ	۶۴۶ بکرم	حسب ۵
۲۹	مندر کلتاپیڈ	۹۶۴ بکرم	حسب ۸
۳۰	مندر للتادت پرگنہ ملعل	سنہ ۷۷۶ بکرم	حسب ۵

۳۱	مندر سنگرام پرگنہ لعل		(ویران) ۱۰۱۰ھ سلطان سکندر سے چار سو برس قبل کا تعمیر شدہ
۳۲	مندر انبت ایو پرگنہ لعل		(ویران) حسب کیفیت ۳۱
۳۳	مندر مین اندر کوٹ	۲۱ے بکرم	(ویران) حسب ۳
۳۴	مندر کجے رہا	۶۱ے بکرم	(صرف دروازہ باقی ہے) حسب ۵
۳۵	مندر رھشک	۶۸۱ بکرم	حسب ۵
۳۶	مندر للتادت ہار کوٹ	۶۷ے بکرم	حسب ۵
۳۷	مندر فتح گڈھ	۶۷ے بکرم	حسب ۵
۳۸	مندر پیرتو	۲۸۱ بکرم	(اس کے پاس ایک اور مندر ہے) حسب ۵
۳۹	مندر سومنار	۲۸۱ بکرم	حسب ۵

یہ فہرست اُن مشہور مندروں کی ہے جو پیسوایان مذہب اور دالیان ملک کے تعمیر کردہ ہیں اگر تعصب مذہبی موجب انہدام ہوتا تو ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا، غیر معروف منادر کی تعداد کسے معلوم، ان مندروں کا وجود ہی اس پر شاہد ہے کہ سلطنت نے ظلم سے کسی معبد کو نہیں توڑے جو مندخالص معبد تھے وہ باقی ہیں۔ باقی جو مذکورہ کے تحت میں آئے سو نکے وہ توڑ گئے ہوں گے۔ اس مختصر فہرست میں بعض مندر ایسے ہیں جو اپنی عمر پوری کر چکے ہیں اسی طرح اور بہت سے مندر بھی بے نشان ہوئے ہوں گے۔ جن کو متعصبین سلاطین سلام کے مہندمہ بتارتے ہیں، بہت سے مندر ایسے ہیں جن کو ہندو راجاؤں نے توڑا اور جلایا جن کا ذکر باب تاریخ میں ہے لیکن یہ

متعصب ان تمام بیانات کونظر انداز کر کے لکھتا ہے (کہتے ہیں کہ کشمیر میں مندر وبہار بکثرت تھے جن کو بودھوں نے بھی خراب کیا پھر مسلمانوں نے ص ۸)۔ مندروں کو بودھوں نے خراب کیا ہو یا مسلمانوں نے لیکن بودھوں کے وہاروں کوتو مسلمانوں سے پہلے ہی ہندوراجا ختم کر چکے تھے۔مسلمانوں نے کشمیر کا کوئی وہار نہں دیکھا، اصل یہ ہے کہ کشمیر مرکز حوادث ونوزل رہا ہے ۔اس وجہ سے اور امتدادزمانہ سے بہت سے مندر مہندم ہو گئے ،صاحب اوقعات کشمیر نے لکھا ہے (بحوادث ونوازل کہ بجائے خودمرقوم خواہد شد اکثر نے ندہ)اور بعض ہندوفرقوں کی باہمی جنگ وجدل میں برباد ہوئے اس کا توذکرنہیں کرتے اب مسلمانوں کا نام لیتے ہیں (اب جتنے بت جینیوں کے ٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں وہ شنکراچاریہ کے وقت میں ٹوٹے تھےاور جوبغیرٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں وہ جینیوں نے زمین میں گاڑدئے تھے کہ توڑے بجائین (برہمنو کی لیلا)لالہ رام نراین صاحب منیجر ریاست رام نگر لکھتے ہیں۔آجکل یہ عام طریقہ ہو گیا ہے کہ جہاں کہین کوئی ٹوٹی ہوئی مورت بلجاتی ہےاس کولوگواور نگ زیب کی توڑی ہوئی بتلانے ہیں لیکن اصلیب یہ نہیں ہے سوامی شنکراچاریہ کے زمانے میں جب جین اور بُدھ مذہبوں کے خلاف معرکہ زائی ہوئی تھی اسو قت کی ہزارہا جین اور بُدھ مذہب کی شکستہ مورتیان اسوقت لاعلمی سے ہندو مندروں میں موجود ہیں جنکو میں نے بچشم خود دیکھا ہے مگر عام طور پر کہدیا جا تا ہے کہ یہ مورتیاں اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں حالانکہ عرصہ دراز پہلے شکست کیجا چکی تھیں (غازیان ہند ص ۱۶) یہ تو ہندوؤں کی عادت مستمرہ ہے کہ ہر

ٹوٹے ہوئے مورت و مندر کو مسلمانوں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ یہی حال کشمیر کا ہے ہندو راجوں نے جو مورت مندر توڑے آپس کی فرقہ بندی میں جو ٹوٹے وہ اب سب سلطان سکندر کے نام ہیں ہے اور شنکراچاریہ کا قیام بھی کشمیر میں رہا ہے۔ یہ بت شکنی اس زمانے میں ہوئی ہے سلطان سکندر ذمی رعایا کے معابد بغیر وجوہ معقول کے مہندم نہں کر سکتے تھے کیونکہ یہ امر فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ جو جو خاندان مسلمان ہو گئے تھے وہ اپنے مندر مہندم کر کے مسجدین بناتے گئے یہ انہدام خود نو مسلموں کے ہاتھ سے یا ان کے مرشدوں کے ہاتھ سے ہوا ہے چنانچہ شیخ داؤد کوہی کے تذکرہ میں لکھا ہے (درمیان نقرہ درقریہ پائیں کشتوار و کشمیر منزل ساخت و شعار کفر و بہت پرستی ازان قریہ برانداخت۔ تاریخ اعظمی) سید محمد قریشی نے جب بتخانہ بچھارہ کے مالک و متولی مسلمان ہو گئے۔ اس کو توڑ کر مسجد بنایا (تاریخ اعظمی) ایسا ممکن ہے کسی مند کے انہدام پر تنازعہ ہوا ہو اور وہ بامداد حکومت منہدم کیا گیا ہو چونکہ کشمیر میں سلطان سکندر کے عہد میں حضرت میر سید محمد ہمدانی تشریف فرما تھے اور جوق جوق ہندو آپ کے دست حق پرست پر مشرف با سلام ہو رہے تھے اس لئے بتخانے بھی کثرت سے مہندم ہو رہے تھے۔ بعض بتخانے حکومت نے بوجوہ مذکورہ مہندم کرائے یعنی وہ مندر جو سلطنت کے خلاف سازش کا مرکز بنائے گئے تھے ان کا تذکرہ باب تاریخ میں آچکا ہے اول تو سلطان سکندر خوس نادان نہ تھا جو ذمیوں کے معابد بلاوجہ معقول توڑ کر ثواب کی جگہ عذاب سر لیتا دوسرے اسوقت کشمیر میں اسلام کے ایک امام میر سید محمد موجود

تھے۔ ان کی موجودگی میں ہرگز ایسا ممکن نہ تھا۔ شہنشاہ جہانگیر نے لکھا ہے کہ کشمیر میں قدیم قویم قوم برہمن بھی موجود ہیں قدیمی مبادر بھی موجود ہیں اور وہ آزادی سے اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں (برہمنوں کی ایک جماعت جو قدیم) سے اس ملک میں رہتی تھی۔ اب بھی رہتی ہے، تمام کشمیریوں میں اُن کے اور مسلمانوں کے تکلم میں تمیز نہیں ہوسکتی تھی۔ لیکن ان کی کتابیں زبان سنسکرت میں ہیں وہ ان کو پڑھتے ہیں اور جو بت پرستی کے شرائط ہیں ان کو ادا کرتے ہیں بتخانے جو یہاں پہلے سے بنے ہوئے ہیں سب برجا ہیں اور ان کی عمارتیں سنگین ہیں بنیاد سے لیکر چھت تک تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ (اقبال نامہ جہانگیری) سلطان سکندر اگر تعصب مذہبی سےکسی مندر کو منہدم کرتا تو سب سے پہلے مندر شنکر اچارج توڑا جاتا۔ کیونکہ اول تو ایک بڑے ہندو پیشوا کی طرف منسوب ہے دوسرے ایسے مقام پر ہے جو ایک نبی کی نسبت سے مشہور ہے یعنی تخت سلیمان۔ اس کے بعد ان مندروں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سلطان نے منہدم کرائے اور اس کا ثبوت نہیں پیش کیا جاتا۔ سلطان نے جو منہدم کرائے ہیں اور جس وجہ سے منہدم کرائے ہیں ان کا تذکرہ تاریخ میں موجود ہے باقی اگر کچھ مندر منہدم ہوئے ہیں تو بعض خود حوادث ونوازل کے سبب سے۔ اس کی نظیر موجود ہے اول تو فہرست مرقوم بالا میں چند ایسے ہیں جواب بے نشان ہونے کے قریب ہیں۔ اسی طرح راجہ للتادت کے عہد میں ایک مندر زمین میں دبا ہوا موضع شیر دروں میں نکلا جس پر یہ کندہ تھا۔ کہ یہ مندر رام چندر جی اور لچھمن جی نے بنایا (مکمل تاریخ کشمیر

جلد اول ص ۲۰۳) کریوہ مارتنڈ پر جوللتادت کا مندر تھا وہ اس کے جانشینوں کی عدم توجہی سے برباد ہو گیا (شباب کشمیر ص ۱۴۲) راجہ سوسل کے وقت میں آگ لگی مندر مٹھ وغیرہ سب جل گئے (شباب کشمیر)

تاریخ عالم کا ایک ورق

دنیا کے تین بڑے گروہ جن میں ابتدا سے تاریخ کا رواج ہے جن کی کتابیں مبالغہ اور افسانہ طرازی سے پاک ہیں یعنی یہود نصاریٰ، مسلمان اس پر متفق ہیں کہ خداوند ذوالجلال نے دنیا کی ابتدا آدم علیہ السلام سے کی اور دنیا کی اس کتاب سے جس کی صحت پر آج تک کوئی شبہ نہیں کیا گیا جس کو ہر موافق و مخالف نے تسلیم کر لیا ہے کہ یہ تغیر و تحریف سے پاک ہے یعنی قرآن مجید اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کا مقام سکونت مکہ تھا۔ دنیا کی ابتدا یہاں سے شروع ہوئی۔ اسی وجہ سے اس کو اُم القریٰ کہتے ہیں ممکن ہے کہ اس موقعہ پر کوئی کہنے لگے آدم کے لنکا میں اُترنے کے متعلق بھی روایت ہے لیکن اس سے زیادہ معتبر تاریخ مکہ ابوالولید ارزقی کا بیان ہے کہ آدم یمن میں اُتارے گئے اس کے علاوہ لنکا میں اترنا بیان کیا گیا ہے سکونت کرنا مذکورہ نہیں قرآن مجید میں مذکورہ ہے انّ اوّل بیت وُضع للناس للذی ببکۃ یعنی سب سے پہلا معبد انسان کا مکہ میں بنا، معبود من بتسا ہے جہاں عابد رہتا ہی مکہ کے قریب جو میدان عرفات کہلاتا ہے اس کے نام کی ایک یہ بھی وجہ بیان کیجاتی ہے کہ یہاں آدم نے حوا کو اور حوا نے آدم کو پہچانا تھا، مکہ کے پہاڑ ابوقبیس میں آدم کی قبر مشہور ہے مکہ کے قریب جدہ میں ان کی زوجہ حوا کا مزار ہے یہی وجہ اس

شہر کے نام جدہ کی ہے غرض دنیا کا شروع ہونا آدم سے اور یا آبادی کی ابتدا مکہ سے ثابت ہے جب تک اس کے خلاف کوئی ایسا ہی صاف وصریح بیان یا قطعی ثبوت دستیاب نہ اس بیان پر ہم کو کوئی جرح کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا رہا ہندوؤں کی کتابوں میں برہما مہادیو وغیرہ کے نام اور بیانات یا پارسیوں میں مہ آباس وغیرہ کی داستانیں ان اقوام کے بیانات بوجہ مبالغہ وافسانہ طرازی کے قابل استدلال نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کتابیں اور تاریخ زبانی زبانی قصص وحکایات قومی روایات ونشانات سے مرتب کی گئی ہے یہ روایتیں زبانوں پر چڑھتے چڑھتے اختلاف مکان وزمانُ استدادزن سے کچھ سے کچھ ہوگئیں نام بدل گئے پستوں کی شمار میں کمی بیشی ہوگئی۔ بعض نام مقدم ومؤخر ہو گئے بعض اوقعات بھول بسر گئے۔ ڈاکٹر سنولیس رقمطراز ہیں بہت سے تاریخی واقعات اب تک یا تو بالکل نامعلوم ومبہم ہیں اور ہر قوم کے پُورے پُورے حالات سے ہم بے خبر ہیں۔ قدیم تاریخوں کا زیادہ حصہ بالکل افسانہ ہے کیو نکہ ہر قوم اپنے حالات ابتدا میں لکھنے سے مجبور تھی بعض اوقعات زبانی ایکدو سرے سے سن کر تحریر کیے رن روایات میں تغیر وتغیر وتبدل قصداً ادسہواً ایسا ہوگیا ہے جو تاریخ کو حقیقت سی دُور کردیتا ہے (تاریخ ملل قدیم ص ۹) دنیا میں صرف تورب مقدس ایسی کتاب ہے جس سے قدیم زمانہ کے کچھ حالات تقریباً صحیح صحیح ملتے ہیں۔ آج تک جس قدر مورخوں نے تاریخیں لکھی ہیں سب نے اسی سے مدد لی ہے قدیم زمانے کی تاریخ لکھنے میں کوئی مورخ اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اب تک جس قدر نشانات وکتبات برآمد ہوئے ہیں

اُن سے اکثر تو یہ کے بیانات کی تصدیق ہوئی ہے جب تک ہمارے پاس کوئی مضبوط اور قطعی دلیل نہو ہم اس کے بیان کو غلط کہنے کا حق نہیں رکھتے توریت میں دنیا کے مورثوں کے نام ان کے جائے سکونت اُن کے قبائل ان کے سنین کا اکثر بیان ہے توریت کو دنیا کی تین ایسی مہذب قومیں جمنیں ابتدا سے تاریخ کا روج ہے یعنی یہود انصاری مسلمان مانتے ہیں.......... ہمارا یہ بیان توریت مقدس و تلخیص التواریخ وکتاب ن درنایاب اور اپنی کتابوں معجزات اسلام وغازیاں ہند و میزان التحقیق سے ماخوذ ہے اور جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اُن کے جا بجا حوالے لکھدئے گئے ہیں۔ توریت کا بیان ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم اور اُن کی زوجہ حوا کو اپنی قدرت سے پیدا کر کے جنت میں رکھا پھر ان کو زمین پر اُتار دیا اور ان سے نسل چلی اور دنیا آباد ہوئی ۔ آدم کے ہبوط کو کم بیش آٹھ ہزار برس ہوئے اگر کسی طرح اس سے زیادہ کا زمانہ کسی نشان وغیرہ سے تشخیص کیا جائے تو وہ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اول تو وہ تشخیص قطعی نہیں اس کی بنا قیاسات پر ہوتی ہے جن میں بہت زیادہ غلطی کا احتمال ہے دوسرے ہمارا عقیدہ نہیں کہ اس آدم سے پہلے دنیا پر کوئی مخلوق نہ آباد تھی اور مخلوقات بھی گذری ہیں مگر اس سے پہلے فنا ہو چکی تھیں آدم کے جائے رہایش کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ مسٹر انس صاحب نے لکھا ہے کہ آدم وحوا نے بھی کشمیر کو دیکھا ہے۔ یہ بیان بھی ہمارے خلاف نہیں آدم و حوا جہاں کہیں بھی گئے ہوں گے مگر ان کے جائے سکونت مکہ ہے آدم کی دسویں پشت میں ایک ہزار برس کے بعد نوح پیدا ہوئے نوح کے سن نو سو میں

(۲۴۶ قبل مسیح) عالمگیر طوفان آیا۔ یہ طوفان کا واقعہ مختلف صورتوں میں ہر ملک وقوم میں مذکور ہے۔ ہندوؤں میں یہی قصہ مچھ اوتار کے نام سے مہابھارت میں موجود ہے اس طوفان کو سبت رکھباں کہتے ہیں ندروستا میں بھی طوفان کا ذکر ہے یہ طوفان کی روایت چینی مصری، یونانی، رومی، ہندی، عربی، پارسی ہرقوم میں ہے اس طوفان کے متعلق ٹاڈ راجستان جلد اول میں ہندوؤں کی یہ روایت ہے جب آب بحر نے حسب الحکم برہما اپنے حدود کو چھوڑ کر روئے زمین پر طوفان آب سے سب کو برباد ومسمار کیا اس وقت ویونس وتامینو جو فرزند آفتاب کہلاتا ہے اور قرب وجوار کوہ ہمالہ میں سکونت رکھتا تھا ہر قسم کے جانوروں کا تخم لیکر کشتی میں سوار ہوگیا اور طوفان سے محفوظ رہا۔ (ص ۳۰ بحوالہ اگنی پران)

نوح نے طوفان سے ایک کشتی کے ذریعہ نجات پائی تھی طوفان کے متعلق توریت کا بیان ہے جب طوفان آیا تو نوح کشتی میں معہ اہل وعیال ورفقا سوار ہوگئے جب طوفان رفع ہوا تو نوح کی کشتی دامن کوہ جودی میں (جو سرزمین جزیرہ واقع ہے) ٹھیری۔ (ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کو اراراط کی پہاڑوں پر کشتی ٹک گئی اور پانی دسویں مہینے تک گھٹتا جاتا تھا۔ اور دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو چوٹیاں نظر آئیں (کتاب پیدائش باب) اراراط کی چوٹیوں میں سے ایک کا نام جودی ہے جو آرمینیا کے جنوب میں واقع ہے اور یہی دجلہ وفرات کا منبع ہے نوح نے اتر کر یہاں سکونت اختیار کی۔ اور اس موضع کا نام سوق الثمانین رکھا پہلے اس کا نام ضروری تھا یہاں سے آبادی

شروع ہو کر بابل کی طرف بڑھی طوفان سے ایک سال بعد بابل آباد ہوا۔
طوفان کے بعد نسل انسانی کا سلسلہ نوح کے تین بیٹوں سام و حام و یافث سے چلا۔

سام بن نوح

ایلام اسور لاذ ارم ارفخشذ

عوص حول غاثر

حام بن نوح

مصریم فوط کنعان کوش

سبا سبتا رعما نمرود سبزگا حویلا

یافث بن نوح

گومر یا کیومرث ریفث یافارس یونان تمسک توبل تجرمہ تیرس عرف تارہ

اسکنز سیامک کشبا النسا ترسیس گیتم برتانیک فرادک

ہوسنگ

طہمورث

جشید

۲۰۷۵ قبل مسیح تک تمام انسان ارض بابل میں ایک ہی جگہ رہتے تھے ایک ہی زبان بولتے تھے ان کی زبان عربی تھی کیونکہ یہی زبان جنت میں حضرت آدم کی تھی اور اپنی خوبیوں اور ہمہ گیری کی وجہ سے یہی اُم الالسنہ ثابت ہوتی ہے۔ اس کی بحث ہماری کتاب میزان التحقیق میں ہے۔ اہل بابل نے ایک برج بنانا شروع کیا اور ان مین کفر و عصیان پھیلا۔ خداوند ذوالجلال نے ان کی

بولی میں اختلاف ڈال دیا۔ ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھتے تھے اس وقت سے مختلف قبائل مختلف اطراف کو منتشر ہوئے اس واقعہ کے متعلق کتاب پیدائش کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے سنعار کے ملک میں ایک بُرج بنایا اسوقت تک سب ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ ایک ہی زبان بولتے تھے خدا نے ان کی زبان میں اختلاف ڈال دیا اوران کواطراف عالم میں منتشر کردیا مورخ بیروسوس نے بھی ایسا ہی لکھا ہے جارج اسمتھ کی آثاری تحقیقات میں جو کتبے برآمد ہوئے ہیں ان میں اس بُرج کا جو حال لکھا ہے وہ توریت کے بیان سے ملتا ہے جوزیفس نے لکھا ہے کہ یہ برج نمرود نے بنوایا تھا۔ دیودرس لکھتا ہے کہ اس برج کو اہل کلدانیہ نے بنایا تھا۔ بخت نصر کے عہد کے کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ برج شہر بورسیپا (بابل) میں تھا یہ برج وہاں تھا جہاں آجکل بیرنمرود کا ٹیلہ ہے بابل سے آٹھ میل کے فاصلہ پر سرسنہری رالنس نے اس کا معینہ کیا ہے تعمیر بُرج اوراختلاف السنہ کے متعلق قدیم ارمن روایت بھی عبرانی روایت سے ملتی ہے اور قدیم میکسیکو میں بھی روایت ہے اور وہ لوگ اسی وجہ سے اپنے ملک کو برج چولولا کہا کرتے تھے شمالی ہندوستان کی نہارو قوم مین بھی یہ روایت ہے۔ ایستھونیا اور آسٹریلیا میں بھی یہی روایت ہے انگریز سیاح ڈاکٹر لونگسٹن کا بیان ہے کہ ایسی ہی روایات درباب اختلاف السنہ افریقہ کے ان قبائل میں ہے جو جھیل لگامی کے سواحل پر آباد ہیں غرض توریت مقدس کا یہ بیان بہت کچھ مضبوط ہے پروفیسر اڈولف ہویم لکھتے ہیں اس میں کلام نہیں کہ مختلف اقوام عالم دراصل ایک ہی قوم کے مختلف قبیلے تھے، آبادی کی زیادتی اور

مزید اراضی کی ضرورت پیش آنے پر انہیں اپنا آبائی وطن چھوڑ دینا پڑا اور دیگر اطراف عالم میں جا کر بسے (تاریخ یونان قدیم) غرض مختلف اطراف عالم کی آبادی کا سلسلہ تین ہزار قبل مسیح سے شروع ہوا۔ ہم نے جو شجرہ اوپر نقل کیا ہے اس میں سب نام نہیں لکھے بلکہ جنکی ضرورت اس مضمون میں معلوم ہوئی انہیں کے نام لکھے ہیں۔

سام بن نوح کی نسلیں

ایلام بن سام بن نوح کی نسل مابین عرب و فارس یعنی شمال خلیج فارس میں آباد ہوئی اور اسکی نسل نے اس کے نام پر ملک ایلام آباد کیا جو ایران مشہور ہے آریہ اسی نسل سے ہیں آریانام ایک شہر اسی قوم کا تھا جو ہرات کے قریب تھا ہیروڈنس مورخ نے ایران کے بادشاہوں کے نام کے ساتھ آریہ لکھا ہے۔ حال میں جو کتبے برآمد ہوئے ہیں ان میں گستاسپ بادشاہ ایران کے نام کے ساتھ آریہ لکھا پایا (مقدمہ تاریخ ہند قدیم ص ۹۰) جمشید کو لکھا ہے کہ آریوں کا بادشاہ تھا (جامع التواریخ موسوم بہ مرآۃ العالم) کوہ قاف میں اب بھی ایک قبیلہ ایران نام کا آباد ہے آریہ یہ لفظ اصل میں بابل و نینوا کی زبان کا ہے۔ بابل کی زبان میں آراضی مزروعہ کو آری اور غیر مزروعہ کو لاآری کہتے ہیں آرارا کے معنی فصل کاٹنا اسی وجہ سے زراعت پیشہ قوم آریہ کہلائی۔ اس قوم کے چند قبائل یونان کو منتقل ہوئے وہاں انہوں نے اپنی آبادی کا نام آری رکھا جو اب تھریس کہلاتا ہے لالہ اجودھیا پرشاد نے اپنے مضمون میں لکھا ہے آریہ ایرانی لوگ ہندوستان میں آئے اور اسی زبان کو درست کرلیا جو سنسکرت ہے (تلخیص

التواریخ) ایک نسل ان کی جزیرہ قبرس کو بھی منتقل ہوئی (جب یونانی یونان میں آئے تو آریائی نسل سے تھے ۔ تاریخ یونان قدیم پروفیسر روڈلف ہویم) اشور کی نسل نے اشوریہ نام شہر بابل کے پاس آباد کیا یہاں سے اس کے کچھ قبائل کردستان وتبت کو منتقل ہوئے وہاں سے کشمیر گئے یہاں شہر اشوریہ قدیم وطن کے نام پر آباد کیا جس کو ہندو سوریہ نگر لکھتے ہیں اب سرینگر ہے ارفخشذ کی نسل نے عرب وغیرہ بسایا، حول کی نسل فلسطین میں آباد ہوئی اور اس کے نام پر شہر حولہ آباد کیا۔ اور ایک پہاڑ بھی یہاں اسی نسبت سے جبل حولہ مشہور ہے عوص کی اولاد نے دمشق وبلقان آباد کیا غاشر کی اولاد سے قوم ثمود ہوئی جو حجاز ویروشلم کے درمیان آباد ہوئی اسی نسل نے ممالک بلنسبیہ واسپین آباد کئے اسپین سے اس کے کچھ قبائل چین کو منتقل ہوئے روم کو روم بن ساجین بن برتان بن علقان بن عیص بن اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام نے آباد کیا۔ لاذ کی نسلیں بھی یہاں آکر آباد ہوئیں۔

حام بن نوح نسلیں

مصریم نے مصر آباد کیا اس کے کچھ قبائل ہندوستان کو منتقل ہوئے نمرود بابل ہی میں رہا اسکی کچھ قبائل خراسان وتبت وغیرہ کو منتقل ہوئے یہاں سے کشمیر کو منتقل ہوئے اور قدیم وطن کی یاد میں اپنی آبادی کا نام بابل رکھا (در پرگنہ دچھن پارہ موضع بابل نزدیک تبت، تاریخ اعظمی) حویلا کی نسل نے بخارا، دون ہند وسبا سند کی نسل نے ہندو سندھ بسائے ہندوستان آباد ہونے تک قوموں کی رفتار اور نسلوں کے اندازہ سے ۳۰۷۵ قبل مسیح سے جو بابل سے

منتشر ہونے کا سال ہے ہم (۲۷۵) سال اور قرار دیگر ہندوستان میں آبادی کی ابتداء (۲۸۰۰) قبل مسیح قرار دے سکتے ہیں سبتا کی نسل ایران سے خیوا تک آباد ہوئی اس کے کچھ قبائل تبت و یونان وجش کو بھی گئے۔

یافث بن نوح کی نسلیں

گومر کی نسل ممالک ایران کی طرف رہی کچھ قبائل ہندوستان وغیرہ دیگر ممالک کو بھی منتقل ہوئے کشیا کی نسل نے شمال کوہ قاف میں آبادی قائم کی جو ممالک کشبا کہلاتے ہیں یہاں سے اس کے قبائل مختلف ممالک کو بھی منتقل ہوئے عجب نہیں یہی ہو جس کو ہندو کشب ریشی کہتے ہیں (کشب بن مارح بن برہما) فارس کا مارج ہو گیا۔ برہما کا نام فرضی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہندوؤں کا قاعدہ ہے قدما میں سے کسی کے باپ کا نام معلوم نہیں ہوتا اس کو برہما یا منو کا بیٹا کہد یتے ہیں ممالک کشبا کے قریب قوم گانتھ کا مسکن تھا گاتھ کی دو شاخیں تھیں سترداور ویسی جو اپنے مورث کے نام سے مشہور ہیں بعض نے لکھا ہے کہ ویسی کی شاخ ناگ تھی جس کو ہندی میں تچھک وتکشک کہتے ہیں لیکن ناگ ناگس کی اولاد معلوم ہوتے ہیں جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ ان کے بعض قبائل انگلستان اور ہندوستان بھی گئے۔ ہندوستانی اصل مورث کا نام ناگ تو بھول گئے سانپ سمجھ کر پوجنے لگے تمسک کی نسل نے چین بسایا۔ ان کے چند قبائل سائبیر کو بھی منتقل ہوئے توبل کی نسل تبت میں آ کر آباد ہوئی۔ کچھ عجب نہیں۔ تبت نام کی اصل توبل ہی ہو۔ چار سو قبل مسیح تبت کے قریب تلکات بن تلناصر شاہا شوریا کی نسل آ کر آباد ہوئی۔ شاید گلگت کی اصل تلکات ہی ہے۔

تبرس کی نسل تا تار اور کچھ سائبیریا کو گئی۔ سبیریا میں توبل، تمسک تبرس کے نام سے شہر آباد ہیں۔ ان کی کچھ نسلیں ہندوستان بھی آئیں۔ تجرمہ کی نسل انگلستان فرانس جرمن میں آباد ہوئی۔ یونان نے یونان یونان الئیہ اور ترسیس نے اسپین آباد کیا۔ گیتم کی نسل جزیرہ قبرس کو گئی اس کے نام پر وہاں شہر گیتم آباد کیا۔ یونان کے کچھ قبائل ہندوستان میں آئے اور کچھ چین میں گئے چین میں اس نسل نے وطن قدیم اور اپنے مورث کے نام پر یونان نام آبادی قائم کی جو کچھ عرصہ بعد بجائے یونان کے یانان مشہور ہوئی۔ سکنز نے سکزستان آباد کی جو بجستان اور پھر سجزستان مشہور ہوا۔ اب سیستان ہے یہاں ایک پہاڑ کا نام بھی سکز ہے۔ یہ ہے دنیا کی آبادی کا صحیح بیان جو کتاب مقدس و آثاروی تحقیقات اور کتبات سے ثابت ہے جس کو تمام مورخین نے نقل کیا ہے گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ باوا آدم کو جسے وہ (مغربی مورخ) دنیا کا آدم اول جانتے ہیں صرف اب تک ساڑھے چھ ہزار ہی برس گذرے ہیں پس بموجب ان کے اعتقاد کے رام چندر وغیرہ کا زمانہ جو ہنود لاکھوں برس بتلاتے ہیں صاف غلط پایا جاتا ہے کیونکہ وہ آدم سے پہلے کسی ہونا نہیں مانتے مگر اصل میں باوا آدم تمام دنیا کا اول آدم نہ تھا۔ گو مغربی ممالک میں وہ اول آدم تھا دراصل اول مقام آبادی وخلقت تمام جہاں کا وسط ایشیا یا کیلاس کا گرد ہے اور رفتہ رفتہ وہیں سے کشمیر و کابل وسندھ وغیرہ کے راستے ہند میں آئے چونکہ یہ قوم آریہ تھی اس لئے اس کا نام آریہ ورت رکھا (ص ۵) مغربی مورخین اور دنیا کی تین بڑی قوموں یہود نصاری، مسلمان کا اس پر اتفاق ہے ہندو جو ابتدائے عالم کے متعلق بیان

کرتے ہیں اول تو سوائے فرضی و مبالغہ آمیز کہانیوں کے ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں دوسرے وہ خود بھی اس میں متفق نہیں ان کے اکثر بیانات فرضی ثابت ہو چکے ہیں رام چندر جی وغیرہ کا زمانہ ابواب گذشتہ میں تحقیق کر کے لکھا جا چکا ہے دنیا کی عمر جو ہندو اربوں برس بیان کرتے ہیں وہ ہر طرح خلاف قیاس اور بروئے حساب غلط ہے لالہ رتن لال لکھتے ہیں ہر جگ کا عرصہ لاکھوں برس کا شمار کرتے ہیں (ہندو) کہ وہ قیاس پذیر نہیں (عمدۃ التواریخ) پنڈت کھڑک سنگھ لکھتے ہیں وہ تاریخ جو آریہ بتلاتے ہیں خلاف قیاس اور برعکس ہسٹری کے ہے۔ لیکچر اول ۲) لالہ دیبی پرشاد بحوالہ منوسمرتی لکھتے ہیں ست جگ (۴۸۰۰) سال کا ترتیاز (۳۶۰۰) دواپر (۴۰۰) کل جگ (۱۲۰۰) کا ہے (تزک ہندص ۹) یہ کل بارہ ہزار برس ہوتے ہیں جو دنیا کی ابتدا سے ختم دنیا تک ہوں گے اور اب تک ہندوؤں کے آدم اول برہما سے رام چندر تک (۵۹) پشتیں ہوئیں اور رام چندر سے سمبر تک (۵۶) ہوئیں اس لئے برہما سے سمبر تک (۵۹+۵۶=۱۱۵) پشتیں ہوئیں (لیکچر پنڈت کھڑک سنگھ) ویدوں میں عمر انسانی سو سال لکھی ہے جوگ بششٹ میں رام چندر کے استاد بسوامتر کی عمر سو سال دراز ترین عمر لکھی ہے اور بقول پنڈت دیانند آریہ (۴۸) سال تک مجرد رہتے تھے۔ اب اگر ہر شخص کا پچاس سال کی عمر میں صاحب اولاد ہونا تسلیم کیا جائے (تو ۱۱۵×۵۰=۵۷۵۰) ہوتے ہیں اتنے سال سمبر تک ہوئے اور یہ سمبر بکرما جیت کے عہد مین زندہ تھا (ٹاڈ راجستان) بکرما جیت سے اب تک (۱۹۸۸) برس ہوئے اس لئے برہما کی پیدائش سے آج

تک (۵۷۵۰+۱۹۸۸=۷۷۳۸) سال دنیا کی عمر ہوئی موجودہ دنیا کا یہی زمانہ کم وبیش بروایت ابن عباس منقول ہے ہبوط آدم سے بعثت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک (۳۷۰۰) اور بعثت سے آج تک (۱۳۶۴) اسلئے (۳۷۰۰+۱۳۲۴+۹۶۶۴) سال ہوئے۔ انسان کی آبادی کی ابتدا مکہ سے ہوئی۔ اسی وجہ سے اس کو اُم القریٰ کہتے ہیں اور وہیں س ہونی بھی چاہیے تھی کیونکہ وہ ناف زمین ہے جس طرح ناف جسم انسانی کے وسط کے قریب ہوتی ہے اس طرح یہ دنیا کے وسط کے قریب ہے ایشیا یورپ افریقہ کے وسط میں ہے خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے، دنیا کی آبادی جنوب میں (۴۰) درجہ عرض البلد شمال میں (۸۰) درجہ تک ہے دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) اوسط (۶۰) میں سے (۴۰) کو تفریق کیا جائے تو (۲۰) باقی رہتا ہے مکہ (۲۱۔۲/۱) درجہ پر آباد ہے اس لئے یہ ناف زمین ہے اور یہی موقع ابتدا آبادی کا ہے حیوانات کی پیدائش میں بھی اول ناف ہی کی بنیاد پڑتی ہے۔

ایرانیوں کا بیان ہندوں سے بھی زیادہ خلاف قیاس ہے ان کی افسانہ طرازی ومبالغہ آمیزی ان سے بڑی ہوئی ہے لیکن اگر ان بیانات پر غور کیا جائے جو ایرانی پہلے انسان کے متعلق بیان کرتے ہیں اس قصہ کو دیکھو تو وہ حضرت آدم ہی کا قصہ ہے جو کسی قدر تغیر کے ساتھ کتاب مقدس سے ملتا ہے پہلے انسان کا نام ایرانی آباد بتاتے ہیں۔ امتداد زمان واختلاف لسان ومکان پر نظر کرتے ہوئے آدم کا آباد ہو جانا کچھ مشکل نہیں اور ایرانی جس کومہ آباد

کہتے ہیں اس کے واقعات نوح علیہ السلام سے اکثر مطابقت رکھتے ہیں یافث بن نوح کو جی افرام کہتے ہیں۔

ہندوؤں میں ابتدائی آدمی یا آدمیوں کے متعلق بہت اختلاف ہے، فرقہ جدید آریہ کا بیان ہے کہ خدانے اول چار شیوں آیو، آدت، انگرہ، اگنی کو پیدا کیا، ان سے نسل انسانی چلی اس کے سوا اوران کا کچھ حال نہیں بیان کرتے۔ اکثروں کا یہ خیال ہے کہ ان ناموں کے آدمی نہیں ہوئے یہ عناصر کے نام ہیں عام ہندو برہما کو پہلا انسان کہتے ہیں ان کا جو واقعہ بیان کرتے ہیں وہ حضرت آدم سے ملتا ہے جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ آدم کے پہلو سے حوا نکلیں ہندو کہتے ہیں برہما کا سینہ چیرا گیا تو ان کی زوجہ سرستی نکلی، آدم کے بیٹوں ہابیل قابیل کا جو واقعہ ہے وہی برہما کے بیٹوں سنداا ور سند کا ہے بعض ہندو محققین کا بھی یہی خیال ہے لالہ رتن لال لکھتے ہیں کہ لوگ (ہندو) کارکن قدرت کے تین دیوتا مقرر کئے ہیں برہما بشن، مہیش، مہیش یعنی مہادیو کو آدم جانتے ہیں ان کی زوجہ جو پاربتی ہے وہ حوا ہے (عمدۃ التواریخ ص ۱۹) منو جس کو مچھ اوتار بھی کہتے ہیں ان کا ایک کشتی کے ذریعہ طوفان س نجات پانا مذکور ہے یہ واقعہ نوح وطوفان نوح سے مطابقت رکھتا ہے چونکہ ہندوؤں مین ابتداء سے تاریخی مذاق نہ تھا۔ مبالغہ آمیز قصص و حکایات سے شوق تھا اس لئے اصل واقعات میں بہت کچھ تغیر واقع ہوگیا۔ نوح کے تین بیٹے، سام، حام، یافث تھے منو کے بھی تین بیٹے سام، کام، پریاتی مذکور ہیں پہلا نام وہی ہے دوسرا کسی قدر بدلا ہوا ہے سام کے معنی چاند حام کے معنی گرم، یافث کے معنی سورج، مہابھارت بن پرب میں

چاند، سورج، یون لکھتے ہیں، یافث کا یوں رہ گیا۔ جو سامی نسلیں ہیں وہ چندر بنسی اور جو یافث کی نسلیں ہیں وہ وسورج بنسی مشہور ہوئیں۔ یہ خیال بعض ہندو محققین نے بھی ظاہر کیا ہے بال مکند ہاپوڑی لکھتے ہیں برہما جی کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام وچھ تھا، دوسرے کا نام اوتر چھ سے سورج پیدا ہوا۔ اور اس سے سورج بنسی خاندان نکلا۔ اوتر سوم (چاند) پیدا ہوا اس کی اولاد سے چندر بنسی خاندان نکلا (سوانح عمری مہاراجہ رام چندر جی ص ۳) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے برہما اول انسان مشہور ہوا، اول انسان آدم کو یہ لوگ مہادیو کہتے ہیں چونکہ ہندوؤں کے قوم و مذہب و زبان سب کا تعلق ایران سے ہے اسلئے مہادیو کی اصل مہ آباد ہے برہما غالباً ابراہیم علیہ السلام کو کہتے ہیں اور اسی وجہ سے انکی نسل برہمن اور علم عرفان کو برہم ودیا کہتے ہیں ابراہیم کا قصہ ہندوؤں میں پرہلاد کے نام سے مشہور ہے حضرت ابراہیم کو نمرود کے حکم سے اس کے مصاحب ہارن یا ہنزن نے آگ میں ڈالا یہ ہنزن حضرت کا چچا تھا۔ ہندوؤں میں آگ دالنے والے کا نام ہرناکس ہے حضرت ابراہیم نے اپنے پانچ بیٹوں کو جو قطورہ کے بطن سے تھے اپنی حیات ہی میں ممالک غیر منتقل کر دیا تھا ان کے نام زمران، یفشان، مدان، مدیان، اسباح، شوخ تھے، ان کی کچھ نسلیں مصر اور تبرستان کو گئیں مصر سے ہندوستان آئے ہندوستان میں اسی وجہ سے غالباً برہمنوں کو مصر بھی کہتے ہیں چونکہ تبرستان کا قدیم نام پہلو بہا تھا اسلئے یہ پہلوی مشہور ہوئے یہ قبیلہ ہندوستان میں آکر صاحب تخت و تاج ہوا۔ جنوبی ہند کا حکمران خاندان پلو اسی نسل سے تھا کیونکہ اسکی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ یہ

خاندان ایران سے جنوبی ہند میں پہونچا منوسمرتی کے چالیسویں اشلوک میں اُن چھتریوں کی شکایت ہے جو مذہبی پابندی سے آزاد ہو گئے تھے ان قبائل کے نام لکھے ہیں پونڈر ہک، اوڈر، ہوراور، کمبوج، یوں، شک، پارو، پہلو، چین، کرات، ورد۔ کہش شک یعنی سکرستان کی طرف سے جو قبائل آئے۔ پہلو شار ھان منوسمرتی نے لکھا ہے کہ پہلوا ایران کے رہنے والے تھے۔ پہلوی زبان انہیں کی طرف منسوب ہے انہیں قبائل کے ذریعہ سے جو ملک پہلوا اور مصر سے یہاں آئے حضرت آگ سے بچنے کا واقعہ پہونچا۔ اوراس کی خوشی منائی جانے لگی جس کو ہولی کہتے ہیں۔ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ خوشی حضرت کے عہد سے شروع ہوئی یا بعد میں...... مصر میں اس کا نام عید پوباست تھا، ہیروڈنس یونانی سیاح نے اس مصری عید کی جو کیفیت لکھی ہے وہ بالکل ہولی سے ملتی ہے وہ لکھتا ہے عورتیں اور مرد آواز ملا کر گاتے اور تالیاں بجاتے ہیں بلند آواز سے شہر کی عورتوں کو گالیاں دیتے ہیں اور فحش بکتے ہیں وہ انکی طرف دیکھتی اور ناچتی ہیں اس دن سال کے باقی دنوں کی برابر شراب پیتے ہیں۔ (تاریخ ملل قدیم ڈاکٹر سنویلس)

اس مضمون میں جو لکھا گیا ہے وہ مختلف کتابوں کی تاریخی تحقیقات ہے علم تاریخ اصولوں میں سب سے زیادہ دخل قیاس کا ہے اگر قیاسات سے کام نہ لیا جائے تو قدیم تاریخ معدوم ہو جاتی ہے باقی یہ کوئی مذہبی مسلہ یا خیال نہیں ہے حضرت آدم ہوں یا حضرت نوح یا حضرت ابراہیم کسی پیغمبر کے متعلق بغیر روایات صحیح کے کوئی امر صحت سے منسوب نہیں کیا جاسکتا نہ میں نے ایسا کیا

ہے نہ یہ میرا خیال ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه۔

ہندوستان کی آبادی

جیسا کہ مضمون سابق میں عرض کیا جا چکا ہے ہندوستان میں آبادی کی ابتداء دون ہند سا سند (یہ حام بن نوح کے پر پوتے تھے) کی نسلون سے ۲۸۰۰ قبل مسیح شروع ہوئی نہیں جا سکتا کہ ان پہلے آنے والوں کی کیا زبان تھی اور کیا مذہب تھا۔ ابتدا آبادی کی ان نسلوں سے ہوئی ممکن ہے کہ ان کے آباد ہونے پر انکی ہم عصر اور نسلیں بھی آ کر آباد ہوئی ہوں۔ اب تاریخی قیاسات پر ثابت ہوا ہے کہ ان میں بعض قبائل متمدن اور صاحب حکومت تھے ان کی زبان تو ایک ہی تھی جو سنسکرت کے علاوہ (میزان التحقیق بحوالہ ڈاکٹر بیمز) مگر اس زبان میں مقامی فرق کچھ کچھ ضرور تھا بابو کلید اس کپور ایم اے لکھتے ہیں ان کی (قدیم باشندوں کی یعنی ڈاور) زبان موجود زبان تامل سے جو صوبہ مدراس میں بولی جات ہے ملتی جلتی تھی۔ جب آریہ اس ملک میں آئے تو انہیں اسی قوم کے بہادروں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ حصہ اول) آریہ اس ملک میں دو ہزار برس قبل مسیح سے کچھ پہلے آئے (ہندوستان کی قدیم تہذیب مصنفہ سی، آر، دت) یہ ایلام بن سام کی نسل کے لوگ تھے (عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پیشتر کسی مقام وسط ایشیا سے ایک قوم ہند میں آئی یہ لوگ ایرین نام سے مشہور تھے (رہنمایان ہند مصنفہ میمنہ دت ایم اے) ان کے بعد سے ہندوستان میں قوموں کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ ایک

یورپین فاضل نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں (۱۱۸) قومیں آباد ہیں۔ پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں کہ اس ملک کے سب باشندے بھی ایک ہی نسل سے نہیں ہیں یورپ کا ایک عالم لکھتا ہے کہ ہندوستان کو قوموں کا عجائب گھر کہنا مناسب ہوگا • تاریخ ہند) بائبل میں ہے کہ حام نے اپنے باپ حضرت نوح کے ساتھ گستاخی کی حضرت نے بدُعادی جس کا حاصل یہ ہے کہ تیرا گھر سام کے ماتحت رہے گا چنانچہ ہندوستان سامی قوموں کا جولا نگاہ رہا ہے لالہ سورج نرائن بی اے ایل ٹی لکھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی مٹی وآب و ہوا میں کچھ ایسی تاثیر ہے کہ جو قوم باہر سے آکر بسی وہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد آرام طلب ہوکر کمزور ہوگئی۔ پہلے آریہ ہند میں آئے اور یہاں کی جنگلی قوموں کو مغلوب کر کے راجہ مہاراجہ بن گئے۔ یہاں رہتے رہتے آریہ بھی ایسے کمزور ہوگئے کہ سکندر کے حملے کی تاب نہ لا سکے اُن کے مضبوط سے مضبوط فرقے مثلاً راجپوت تک مسلمان حملہ آوروں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ (ہند کے جاں نثار) اس کے بعد سب طرف سے یہاں مختلف قبائل واقوام آتے رہے۔ سہتیں، منگولین، بوچی، شک ناگ، پارسی وغیرہ وغیرہ باوقات متفرق آئے۔ یافث بن نوح کی نسل جو یونان میں آباد تھے اس کے قبائل یہاں آئے اور یافث (بمعنے سورج) کی رعایت سے سورج بنسی کہلائے یہ قبیلہ ہندوستان میں یوں نام سے مشہور تھا منوسمرتی میں یون قبیلہ کا نام ہے جس کا حوالہ گذشتہ مضمون میں ہے، چانک نیتی (یہ کتاب سکندر کے حملہ کے بعد کی تصنیف ہے) ادھیائے ۱۸ اشلوک ۵ میں یونانیوں کو یوں کر کے لکھا ہے مہاراجہ رام چندر جی

کے بعد میں کئی مورثوں کے نام یون ہیں عجب نہیں ان کا قبیلہ یونانی الاصل ہو جیسے یونانیوں کے بت تھے ایسے ہی قریب قریب ہندوؤں کے بت ہیں ہنٹر صاحب لکھتے ہیض بودھوں کی بعض مورتوں میں اور ہندوؤں کے قدیم مندروں کی مورتوں میں یونانیون کے نقشہ کی شباہت پائی جاتی ہے۔ (تاریخ ہند) ترک بھی یافث ہی کی نسل سے ہیں یافث دریا میں ڈوب کر مرا تھا۔ اس لئے اس کی نسل میں مردے کا دریا میں بہانا رائج ہوا ہندوؤں میں یہ رواج قبیلہ یوں ہی سے پڑا ہے۔ قوم سک بلخ مین رہتی تھی، قوم بوچی سے شکست کھا کر یہ سیستان آئے یہاں سے ہندوستان کی طرف پیش قدمی کر کے ایک حصہ ملک پر حکمران ہو گئے یہ واقعہ چھٹی صدی قبل مسیح کا ہے گوتم بدھ کو ساکیہ منی کہتے ہیں اسلئے گمان غالب ہے کہ یہ اسی نسل سے تھے تبت کی طرف سے تو بل وتارا کے قبائل آ کر آباد ہوئے اسی وجہ سے ہندوستان کے راٹھور اپنے آپ کو تارا تنبولی کہتے ہیں چندر بنسی جو نسل مشہور ہے وہ سامی قبیلہ معولم ہوتا ہے غاشر بن ارم بن سام کی نسل چین میں گئی وہاں سے کچھ قبائل ہندوستان کو منتقل ہوئے اور سام (بمعنے چاند) کی رعایت سے چندر بنسی مشہور ہوئے کیونکہ چینیوں اور ہندیوں میں ایک روایت سے یہ اشتراک ثابت ہوتا ہے چندر نبیوں کے مورث کا نام یدو (جسکو یادو وجادو بھی کہتے ہیں، یدو کا لقب مرکری بھی تھا۔ ہندو کہتے ہیں کہ مرکری انسان تھا۔ چینی کہتے ہیں کہ مرکری ستارہ کا نام ہے جس طرح برہما، اندر، پرجاپت، آیو، آدت، اگنی، انگرہ ہندوؤں کے بیان کردہ ان ناموں کے متعلق یہ بحث ہے کہ یہ انسانی صورتیں تھیں یا فرضی نام ہیں یا

عناصر کو کہتے ہیں۔یہی بحث یہاں پیدا ہوگئی ہندوؤں کی روایت یدو یعنی مرکری کے متعلق یہ ہے کہ مہاراجہ دیدو یہ راجہ بڑا پرتابی ہوگذرا ہے ایک دفعہ یہ راجہ کی پتری (لڑکی) ہمراہ چند سہیلیوں کے پھر رہی تھی یہ راجہ اس پر موہت (عاشق) ہوگیا، جس کا الاتھا چنانچہ الابھی راجہ بدھ کی شکل پر فریفتہ ہوگئی جس کا اسی جگہ گندہرپ بیاہ ہوگیا (تواریخ راجپوتان ملک پنجاب جلد اول ص ۱۶ و ۱۷ مصنفہ ٹھاکر کاہن سنگھ ۱۹۶۹ بکرمی) گندہرپ بیاہ کی تشریح یہ ہے کہ لڑکا لڑکی اپنی مرضی سے بغیر کسی رسم کے ادا کیئے، بغیر اطلاع مادر و پدر ہم صحبت ہو جائیں۔ راجپوتوں میں یہ رسم بہت رائج تھی) یلا دختر اکشور کو (شراہدیو کا نام) کہ خاندان چندر بنسی میں ہے جنگلوں میں پھرتی تھی کہ ناگاہ بدھ نے جسکو مرکری بھی کہتے ہیں اس کو پکڑ کر اس سے صحبت کی اور حمل رہا۔اس کی اولاد سے چاند کی نسل پیدا ہوئی (ٹاڈ راجستان ص ۷)

اقوام تاتار کہتے ہیں کہ ہم اولاد کین یعنی آفتاب سے ہیں اس کا بھائی آئی یعنی چاند تھا آیو کے خاندان میں بھی دین نام لکھا ہے جو کہ پرانوں میں واسطے چاند کے خاندان کے درج ہوا ہے (ٹاڈ راجستان ص ۷۰) پران میں جو آیو درج ہے اس کا بیٹا یادو ہے جو جادو بولا جاتا ہے (یدوا اور یدو بھی کہتے ہیں) اس کے تیسرے فرزند کی کہ بنام ہومعروف ہے مورخان ہنود کوئی شاخ بیان نہیں کرتے اور چینی اس سے اپنے چاند کی پیدائش کا دعویٰ رکھتے ہیں ایلخان کہ آیو سے نواں ہے دو فرزند رکھتا تھا، ایک نامخان دوسرا ناگس، ناگس کی اولاد نے تمام تاتار کو آباد کیا غالباً یہی بانی نسل ناگ ہے چینی کہتے ہیں کہ اُن کے اول

بادشاہ آیو کی ماں سفر کر رہی تھی کہ ایک ستارہ مرکری یعنی عطارد سے حاملہ ہوگئی اس کے یو پیدا ہوا (ٹاڈ راجستان) ہندوؤں کے بیان کے موافق بھی آیو بادشاہ ہوا ہے کیونکہ وہ یادو کے بیٹے کا نام پورریا اور اس کے بیٹے ولی عہد کا نام آیو لکھتے ہیں (تواریخ راجپوتان ملک پنجاب ص ۱۷) ۱۵۰ء قبل مسیح سے ہندوستان میں قوم کش نے غلبہ پایا اور پانچویں چھٹی صدی عیسوی میں ایک قوم ہن نام آئی جس کو سفید ہن کہتے ہیں اس کو یونانی ہفتالینائی (آبدھ لائی) کہتے ہیں عرب ہیطل اور یفتیل کہتے ہیں ان کی جمع ہیاطلہ اور یفاتلہ ہے یہی سفید ہن ہیں اصل میں جن ہے جو ایک لہجہ لفظ خان کا ہے ان دارالسلطنت اردر (الور) یہ یہ مقام ضلع شکاپور سندھ میں روہڑی کے قریب تھا زلزلہ سے برباد ہوا اب یہاں دریائے سندھ موجزن ہے اسی قوم کے ساتھ جاٹ قوم ہندوستان میں آئی راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں جاٹ لوگ قوم ہن کے ساتھ تاتار سے اس ملک میں آئے (آئینہ تاریخ نما) غرض ہر طرف سے قبائل اور قومیں یہاں آئیں سب کی تفصیل اور بیان کے لئے دفتر چاہیے مسلمان یہاں عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے شروع ہو گئے تھے، (اس مفصل بحث ہماری کتاب غازیان ہند میں ہے) بارہویں صدی عیسوی میں یوروپی اقوام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔

ہندوستان کی سب سے پہلی قومیں صرف اس قدر متمدن تھیں کہ ان میں سے بعض قبائل مٹی کے برتن لوہے کے ہتھیار جانتے تھے پڑھے لکھے نہ تھے باہمی سرداری اور حکومت کا ایک طرز بھی ان میں رائج تھا آریہ جو آئے یہ

زراعت پیشہ تھے اور قدیم اقوام سے زیادہ صاحب شعور تھے لیکن مصری قبائل جو آئے وہ بہت زیادہ متمدن تھے ان کے علوم وفنون نے تمام اقوام ہند کے دلوں مین ان کا سکہ بٹھا دیا وہ یہاں آکر سب کے سردار و سر پرست بن گئے اور علوم وفنون کے زور سے پیشوا تسلیم کر لئے گئے۔ مصری دانشمند تھے یہ ابراہیم کے بیٹوں کی نسل سے تھے اس لئے مصر اور برہمن مشہور ہوئے علم الہی کا نام برہم ودیا ہوا صاحب علم برہم چاری کہنے لگے۔ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان ایک شاداب ملک ہے ہر طرف کے قبائل کے اس طرف نظر ہے اس لئے انہوں نے اپنا دبدبہ بدستور قائم رکھنے کے لئے یہ صورت کی کہ جو متمدن قومیں آتی گئیں ان کو اپنے میں شامل کر کے برہمن بناتے گئے[1]۔ باقی اچھوت قرار دیئے گئے۔ مصریوں کے مراسم وعقائد بہت کچھ ہندو مذہب میں شامل ہیں مصر میں گائے کی تعظیم بادشاہ عملیق بن دمغ کے عہد سے شروع ہوئی وہی ہندوستان میں انہوں نے آکر رائج کی، مصریوں نے دنیا کو چار جگہوں پر تقسیم کیا تھا اور اقوام کا چار ذاتوں پر وہی تقسیم انہوں نے ہندوستان میں قائم کی۔ ان کی عید یوالست (ہولی) کا بیان پہلے ہو چکا ہے وہ گائے وغیرہ حیوانات کی پرستش کرتے تھے۔ ان کے مندروں میں پوجاری گاتے تھے۔ یہ باتیں انہیں کی لائی ہوئی ہیں ان کے دیوتاؤں کے نام ہندو رشیوں کے ناموں سے ملتے ہیں۔

مصر قدیم کے دیوتاؤں	نام مقام	ہندو رشیوں کے نام
آنو	شہر اوروخ (عراق) کا معبود	آیو

[1] اور جو بہادر فرقے ہوئے وہ چھتری اہل حرفہ ویش، اہل خدمت شودر کہلائے

آدک	شہر بابل کا معبود	آدت
تنگر ہو	شہر لاغش کا معبود	انگرہ
انلیل	شہر پنور کا معبود	اگنی

غرض تاریخ ملل قدیم کو اگر دیکھا جائے تو بہت کچھ مشابہت ثابت ہوگی۔ مصریوں نے اپنا پنجہ مضبوط رکھنے کے لئے یہ کیا کہ مذہب و علم کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی باقی امور دیگر اقوام پر تقسیم کر دیئے پڑھنا لکھنا خاص اوقام پر موقوف رکھا۔ کتاب الہند میں لکھا ہے کہ اس کے وقت تک ویدوں کو ضبط تحریر میں لانے کی اجازت نہ تھی (البیرونی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہیوں میں تھا) اسطرح برہمنوں کی فوقیت قائم رہے اور ان کے حسب منشا کاربراری ہوتی رہے جس قدر قومیں آتی گئیں اُن کو اپنے اندر اس طرح جذب کرتے گئے کہ اُن سے رشتہ داریاں کر کے اپنی قومون میں شامل کرتے گئے چنانچہ تواج نام کو روکو شادی قوم ناگ میں ہوئی (مہابھارت) قدیم باشندوں اور آئی ہوئی قوموں کے معبودوں،اور رسم ورواج کو اپنے مذہب میں شامل کرتے گئے جو کوئی آتا گیا اسی کے بزرگوں اور معبودوں کی تعریف میں اشلوک تصنیف ہوتے گئے مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے حضرت عیسیٰ کی بزرگی رامائن ترجتا کی دعا سے، حضرت محمد حال شیو پران میں صاف درج ہے کہ کلجگ میں ان کا ظہور ہوگا۔ (ضمیمہ گلدستہ کشمیر ص۱۰) تا کہ یکمذہبی و یکقومی کی شان قائم رہے اور دیگر ممالک سے ان کے تعلقات منقطع کرانیکے لئے علم تاریخ کو وجود میں نہ آنے دیا۔ کہ کہیں ہندی اقوام اپنی اصل سے واقف ہوکر اپنے اصلی وطن وقوم

کی طرف رجوع نہ ہوں اور ان کے لئے بزرگوں کے نام سے دوز از قیاس افسانے اور داستانیں تجویز کیں کہ کسی طرح دوسروں سے میل چابت نہ ہو سمندر پار جانا ممنوع قرار دیا گیا یہ سب کچھ اسلیئے کہ اپنا اقتدار قائم رہے تمام ملک زیر اثر رہے ممالک غیر کے لوگوں کا دخل نہ ہوسکے یہ پالیسی ان کی تین ہزار برس کے قریب تک کامیاب رہی۔ اور اب بھی ہندوؤں میں برہمنوں کا خاص اثر ہے غرض جس طرح ہندوستان ابتدائے آفرینش سے آباد نہیں ہوا بلکہ عرصہ دراز کے بعد اس میں آبادی شروع ہوئی۔ اور صد ہا قومیں اس میں آ کر بسیں اسی طرح ہندو مذہب اور ہندو زبان سنسکرت بھی بہت سے عقائد ورسم و رواج اور بہت سی زبانوں کا مجموعہ ہیں وید جو خاص مذہبی کتاب ہے وہ بھی کسی ایک شخص کی تصنیف نہیں بلکہ اس میں بہت سے شاعروں کا کلام شامل ہے جو باوقات متفرق داخل کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہندو مذہب میں ہمیشہ تغیر وتبدل ہوتا رہا ہے اور وید میں اب تک کمی بیشی کا سلسلہ جاری ہے (اس کی بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے) یہ مضمون نہایت شرح طلب ہے اس مختصر میں اس قدر گنجائش نہیں انشاء اللہ تعالیٰ تاریخ ہند میں تفصیل کے ساتھ لکھا جائے گا۔ اب اس کو چند شہادتوں کے بعد ختم کیا جاتا ہے۔ لالہ کالیداس کپور ایم۔ اے لکھتے ہیں غیر آریوں سے خلط ملط ہوکر آریوں نے بھی اُن کے دیوی دیوتاؤں کو اپنا لیا اور جنتر منتر اور آواگون کو ماننے لگے تب اتھر وید تصنیف ہوا۔ ہندوستان میں گپت راجاؤں کا عروج ہوا وہ ویشنو مذہب کے پیرو تھے۔ جنے برہمنوں نے ویدک دھرم میں مروجہ بودھ مذہب کی چاشنی دے کر بنایا تھا۔

برہمن بھی مختلف اقسام کے مذہبی خیالات اور رسم ورواج کو ایک سلسلہ میں باندھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس لئے ہندو مذہب کو انہوں نے پرانوں میں شامل کر دیا۔ بودھ زمانے کے مذہبی خیالات کی بنیاد پر برہمنوں نے پورانوں کے مطابق نئے مذہب پھیلائے ویشنو کا اہنسا پرمود ہرمہ بودھوں کے خیالات سے ملتا ہے (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ) ہشک کنشک زشک بھی شیو جی کو مانتے تھے اور انہوں نے بودھ شیو اور اگنی پوجن تینوں مت ملا کر ایک کیا تھا (گلدستہ کشمیر ص ۲۴) لالہ پربھولال لکھتے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ ہند کے اصلی غیر آرین ونیز ان بیرونی اقوام کے عقائد اس میں شریک ہو گئے ہیں جو زمانہ متوسط میں ملک ہند میں داخل ہوئے تھے (ادیب) مذاہب کانفرنس مین پروفیسر گلشن رائے نے کہا کہ ہندو ازم کئی مذاہب کا مجموعہ ہے (اخبار خلافت بمبئی دسمبر ۱۹۲۸ء) ڈاکٹر پلوٹر کا قوم ہے، اتھر وید مجوس اور ہنود اعتقادات کا جامع اور معجون مرکب ہے (معجزات اسلام ص ۳۲) پارسیوں میں رسم کستی (زنار بندی) ہے ہندوؤں میں بھی ہے (پارسیوں میں چھ برس تین مہینے کی عمر میں لڑکے کو جنیو پہنایا جاتا ہے (دی پارسیز مصنفہ دوستا بھائی فرامرزا جی) ہندوؤں میں گائے کا پیشاب پیتے ہیں۔ اس کے متعلق حوالہ نقل کیا جا چکا ہے پارسیوں نے جو اپنے عقائد جادو رانا سے بیان کئے اسمیں بیان کیا ہم گائے کی پرستش کرتے ہیں۔ ہم ہاتھ منہ دھونے کے بعد گئو مترا اپنے اوپر چھڑکتے ہیں (حالات قوم پارسیاں ن ص ۸) پارسیاں آگ کو پوجتے ہیں ہندو بھی آگ کو پوجتے ہیں۔ پارسیوں میں جو نماقوموں کے ہیں وہی ہندوؤں میں ہیں ایک

بریان (علما۔ برہمن) دوسرے چتر من (اہل حکومت، چھتری) تیسرے باس (اہل حرفہ، بیش ویش) چوتھے سود (اہل حرفہ شودر) دراصل بیاس نے اپنے استادز ردشت کیا کتاب کا ترجمہ اپنے شاگردوں سے کرا کر وید نام رکھا (تلخیص التواریخ) اسی میں قدیم آریوں کے کچھ اشعار شامل کر دئے گئے کچھ بعد شامل کئے گئے۔ وید داستاد میں ایسی مطابقت ہے کہ ان کو دو نہیں کہا جا سکتا ڈاکٹر روتھ صاحب ویدا ستا کی مطابقت کے قائل ہیں آریہ وچھتر پتر کا نمبر اول ماور ماسٹر لچھمن داس مترجم رگوید اردو ترجمہ فرمائشی سوسائیٹی دہلی نے نوٹ منتر ۔ا۔ سوکت ۔۲۔ انو واک اول ادھیائے پہلا اسٹک اول میں انکی مطابقت کا اقرار کیا ہے آریہ لوگ اس مطابقت کا اقرار اس طرح کرتے ہیں کہ وید کو پارسی مذہب کا مخرج قرار دیتے ہیں چنانچہ ایک رسالہ اس مضمون پر جس کا نام (پارسی مذہب کا مخرج) ہے ستیہ دھرم پر چاک پریس ہردوار میں طبع ہوا ہے کلیات آریہ مسافر مطبوعہ ۱۹۰۴ء پر اس کا اشتہار ہے (اس کی بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے) قدیم زمانہ میں وید تفسیر استاہی کے نام سے مشہور تھا، خواجہ شیرازی لکھتے ہیں ؎

مہین برہمن را ستودم بلند   کہ اے پیر تفسیہ استاوزند

ڈاکٹر والٹر کا قول ہے ویدا ستا کی کنجی ہے (میزان التحقیق ص ۔۶)

سر جادو ناتھ سرکار لکھتے ہیں مسلمانوں سے قبل اور بھی متعدد غیر ملکی اور غیر مذہبی قومیں ہندوستان میں آکر آباد ہو گئیں تھیں مثلاً گریک شک، پارسی منگولین وغیرہ لیکن انکی اولاد دو تین پشتوں کے بعد ہندو سوسائٹی میں پورے طور

پر جذب ہوگئیں اور انہوں نے ہندو نام، ہندو زبان، ہندو لباس ہندو زیور، ہندو مذہب اور رہن خیال کو قبول کرلیا۔ ایک طرف تو یہ ہوا اور دوسری طرف ہندو قوم اور مذہب نے ان سب اقوام کے ذریعہ آئی ہوئی رسم و عبادت کے ساتھ ایک طرح کا سمجھوتہ کر کے کچھ کو تو اپنا بنالیا اور باقی پر ہندوستان کی مہر لگادی، ہندو مذہبِ اسلام کو اپنا کر مسلمان فرقہ کو اپنے اندر ملا نہ سکا نہ اسے ہندوستان کا جز بنا سکا۔ ہندوؤں کی تو بات ہی کچھ اور ہے وہ ۳۳ کروڑ دیوی دیوتاؤں کی تو پوجا کرتے ہیں ان کے سات اللہ محمد یا عیسیٰ کے نام سے دو تین دیوتاؤں کو شریک کردینا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا۔ غیر آریہ اور بودھوں کے کتنے دیوی اور دیوتاؤں کے نائبین ہندوؤں کے دیوتاؤں کے ساتھ مل گئے مگر مسلکم فرقہ کسی حالت میں متعدد خداؤں کے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ ہندوؤں نے بہت کوشش کی۔ انوپ نی شت (اللہ اپنشد) نام سے سنسکرت میں کتاب تصنیف کی۔ اکبر شاہ کو یک ترا تا جہان پناہ کہہ کر پوجنا شروع کیا، علاوہ ازیں اگر ضرورت ہوتی تو وہ عرب کے دیوتاؤں کو رامانج شنکر وغیرہ اچاریوں کی طرح بھی مان لیتے لیکن مسلمانوں نے کسی صورت بھی اسلام کے بنیادی عقیدہ کو چھوڑ کر ہندومت کے ساتھ اتفاق و اتحاد نہیں کیا۔ (از رسالہ عالمگیر سالانہ نمبر ۱۹۳۴ء) بابو منمنہ دت لکھتے ہیں اول مذہب کا تخم رگوید کے لا تعداد گیتوں نے بویا جنکو مختلف اشخاص نے مختلف مقامات میں تصنیف کر کے گایا (رہنمایاں ہند) پنڈت کرشن کمار بھٹہ چاریہ پروفیسر سنسکرت رزیڈنسی کالج کلکتہ کہتے ہیں رگوید کے حصہ اس ملک کے شاعروں اور ریشیوں نے تصنیف کئے ہیں اور

مختلف زمانوں میں لکھے گئے ہیں (معجزات اسلام ص ۳۵) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں رگوید کے بہت سے منتر عورتوں کے بنائے ہوئے ہیں (تاریخ ہند حصہ اول ۱۶) جس طرح ہند و مذہب کوئی مستقل مذہب نہیں ہے اور وید کوئی مستقل کتاب نہیں ہے اور ہندی قوم کوئی مستقل قوم نہیں ہے یعنی یہ سب مختلف مذاہب مختلف کلام مختلف اقوام کا مجموعہ ہیں اس طرح سنسکرت بھی کوئی مستقل زبان نہیں ہے ہر جگہ کے آئے ہوئے قبائل اور غیر آریوں کی زبان کے الفاظ اس میں شامل ہیں اور اس کی اصل آریک زبان ہے جس کو ایلامی نسلیں بولتی تھیں۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں اصل زبان آریک تو مفقود ہوگئی لیکن سنسکرت اسی سے مشتق ہے (تمدن ہند) برہمنوں اور پارسیوں کے بھجنوں کی زبان ایک ہے (ڈاکٹر ہاوک میزان التحقیق ص ۶۷) ایران کی پرانی فارسی زبان میں جو ایک طرح کی سنسکرت تھی یعنی اس جڑ سے نکلی تھی جس سے سنسکرت نکلی ہے (آئینہ تاریخ نما ص ۱۸) لالہ اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں آریہ ایرانی لوگ ہندوستان میں آئے۔ اور اسی زبان کو درست کرلیا جو سنسکرت ہے (تلخیص التواریخ) مسٹر ہل بڈ لکھتے ہیں سنسکرت کے الفاظ کی عربی فارسی لٹن یونانی سے بہت مشابہت ہے اور مشابہت مصطلحات کے درمیان نہیں ہے کہ جس سے یہ خیال کیا جائے کہ جب ایک قوم نے دوسری قوم سے علوم وفنون لئے تو اسکے ساتھ وہ بھی اخذ کرلی بلکہ مشابہت زبان کے اصل لفظوں میں ہے جیسے اسماء اعداد اور ان چیزوں کے نام جن کی ضرورت ہر قوم کو شائستگی ہونے پر ہوتی ہے (تاریخ دنیا ص ۳۱۱ بحوالہ بنگالی گرامر کا دیباچہ اور سائنس آف دی لنگوتج ص

ص۱۸۳) چونکہ اس میں مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کے الفاظ شامل ہیں اوران الفاظ ومحاورات وغیرہ کے لغات وغیرہ موجودنہیں ان کے جاننے والے بھی موجودنہیں اس لئے یہ زبان اب صحیح حالت میں نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وید کے ترجمہ پر دومترجم متفق نہیں ہوسکتے ایک جس منتر سے توحید ثابت کرتا ہے دوسرا اس سے دیوی دیوتا کی تعریف نکالتا ہے تیسرا ریل تارڈاک بنانے کے اصول قرار دیتا ہے لالہ اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں کہ سنسکرت زبان بگڑتے بگڑتے کچھ اور ہی طرح کی ہوگئی (تاریخ ہند) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں سنسکرت زبان مختلف حالتوں میں تبدیل ہوتی رہی ہے اس لئے بعض سنسکرت الفاظ کے معنی مختلف زمانوں میں مختلف رہے ہیں سب فاضلوں کا اتفاق ہے کہ مروجہ سنسکرت پڑھنے سے ویدوں کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آسکتے (تاریخ ہند) ہندو فاضل سر پی سی رائے نے دوران تقریر میں کہا، سنسکرت ایک مردہ زبان ہے (اخبار صحیفہ حیدرآباد ۳۰/اکتوبر۱۹۲۳ء) اگر ہندو مذہب کے حاملان پر نظر کی جائے تو اکثر بدھ، آیو، آدت، انگرہ، اگنی، پرجاپت، مرکری، برہما وغیرہ کے وجود ہی میں بعض کو کلام ہے اور یہ خیال ہے کہ یہ فرضی نام یا عناصر کے نام ہیں اورانکی لائف بھی موجودنہیں، ان کے علاوہ جو مشاہیر ہیں جن کے حالات کچھ ملتے ہیں وہ اس قدر مبالغہ آمیز ہیں کہ ان پر یقین کرنا دشوار ہے پھر بعض فحش و ناواجب واقعات ان کے متعلق مذکور ہیں۔

باب نہم

مضامین خاص

آنہا کہ چشم برگل تحقیق واکنند   وز ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا نکنند

اسلام

اسلام ایک ایسا سیدھا سادہ مذہب ہے کہ اس کے تمام مسائل واحکام قانون قدرت وفطرت علم وحکمت کے موافق ہیں اسلام انسان میں نظافت، حمیت، شجاعت وسخاوت، رحم وکرم عدل وانصاف، عصمت وامانت، تہذیب ومتانت پیدا کرتا ہے اس کا قانون ایسا کامل ومکمل ہے جو ہر زمانہ ہر ملک ہر حالت میں ہر شخص کا سہولت سے ساتھ دیتا ہے اور مسلمان کو کسی دوسری طرف نظر اُٹھانے کی ضرورت نہیں پڑتی، انسان کی تمام دینی ودنیوی مشکلات کا حل شریعت اسلام میں ہے اور یہ شریعت ایسے مضبوط اصول پر قائم ہے کہ آج چودہ صدیاں گذریں اس میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوا (محمد کا مذہب شکوک وشبہات سے پاک ہے (ڈاکٹر ایڈورڈ مونٹے) مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اس میں پرہیز گاری کا ایسا درجہ موجود ہے کہ جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا (سر ولیم میور) اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (ڈاکٹر لیبان) شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے (انسائیکلو پیڈیا) گاندھی جی لکھتے ہیں اسلام کی سب سے بڑی خوبی

یہ ہے کہ وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ (غازیاں ہند ص ۱۱۵) لالہ رام چندر بی اے ایل ایل بی پریزیڈنٹ اڑ ور لکھ سبھا لاہور لکھتے ہیں واحدانیت ومساوات دونوں بیش بہا اصول دنیا کو حضرت بانی اسلام نے دیئے (غازیاں ہند ۱۱۵) لالہ رام دیوا ایم اے پرنسپل گروکل کانگڑی لکھتے ہیں قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے (پرکاش فروری ۱۹۲۷ء) پروفیسر دھروجی وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی نے تقریر کرتے ہوئے کہا حضرت محمد صاحب نے جس رنگ میں توحید الٰہی کو قائم کیا وہ ایک بے نظیر طرز تھی (الفضل ۲۷ء) ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں اسلام کی وضاحت اعتقادات اور اس کے ساتھ دوسروں کے مقابل میں نیکی جس کی مہر اس مذہب پر کی گئی ہے اس کی عالمگیر اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے۔ فی الواقع تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے پہلے پہل وحدانیت خالص ومحض کی شاعت دین میں کی اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور شان ہے یہی سادگی باعث ہوا اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کا، یہ وحدانیت محض ایسی آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ اسمیں کسی قسم کا کوئی بھید یا معمہ نہیں نہ اس میں متضاد چیزوں کے ماننے کی ضرورت ہے جو دوسرے مذاہب میں واقع ہوتی ہے اور جنہیں عقل سلیم قبول نہیں کرتی (تمدن عرب) ایک مسیحی نامہ نگار لکھتا ہے پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کر دئے ہیں کیونکہ مسلمان جب قرآن وحدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا۔ (مصری

اخبار وطن) قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانے کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانے کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اسکو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے (ڈاکٹر سموئیل جانسن) قرآن کی وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کی عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، (گبن) اسلام نے اپنے آپکو بالفعل کالص رکھا اس وقت تک یہ ایسا ہی ہے جیسا تیرہ سو برس پیشتر تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ نیز کوئی باہر کا اثر اس پر حاوی نہ ہوا نہ ہوگا جو اس کے خالص اصولوں کو تبدیل کرے یا ان پر اثر ڈالے، دُنیا جتنی چاہے ترقی کرے اور انسان فلسفہ اور سائنس میں انتہائی عروج کو پہونچے جو اس کو اب تک حاصل نہیں ہے اسلام ان سب کو اپنے میں جگہ دے گا ،تہذیب یافتہ اور روشن خیال ، انسان بڑے فلسفی اور سائنس دان جو اپنے شعبوں میں کمال کی حد کو پہونچے گی ہوں اپنے خیاالات اور فلسفہ کو ترک کئے بغیر ایک عمدہ اور پرہیز گار مسلمان بننے میں قطعاً مشکل محسوس نہیں کریں گے۔ (مسٹر برناڈ شاہ معجزات اسلام ص ۴۸) روئے زمین کے تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان دو چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں جن کا اختصار اور جامعیت حیرت انگیز، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (تمدن عرب) پروردگار عالم نے ان کو (مسلمانوں کو) قانون مکمل کی صورت میں مرحمت فرمایا ہے (شرح دھرم شاستر مصنفہ رائے نینبناتھ) وہ کتاب جس پر اسلام کا مدار ہے اس پر مسلمان فرقوں کو تو کیا غیر مسلموں کو بھی شک نہیں ہے، ڈاکٹر فرک مورخ

جرمنی لکھتے ہیں قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی ولطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین ناصح نصیحت کررہا ہے اور ایک ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کرتا ہے، (معجزات اسلام ص ۱۰) قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان مثل اسکی نہیں بنا سکتا یہ لازوال معجزہ ہے جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے (ڈاکٹر سیل۔ معجزات اسلام ص ۱۰) قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلہ میں بہ مشکل کوئی بیان پیش کرسکتی ہیں (پروفیسر دو یجا داس معجزات اسلام ص ۱۰) یہ کتاب آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت ازلی عنایت نے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں بہترین کتاب ہے اس کے نغمے انسان کی خیر وفلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے، قرآن علما کے لئے ایک علمی کتاب شائقین علم شریعت کے لئے ذخیرہ لغات ؛ شعرا کیلئے عروض کا مجموعہ اور شرع وقوانین کا عام انسائکلو پیڈیا ہے ان کو یہ کتاب ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے یہ بات واقعی ہے اور اس کی واقعیت کی یہ دلیل ہے کہ بڑے بڑے انشا پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائبات جو روز نئے نئے نکلتے آتے ہیں اور اس کے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے (ڈاکٹر موریس فرانسیس، لا بارول) غرض

قرآن مجید چودہ صدیاں ہوئیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اسمیں آج تک کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوا ہے ہمیشہ سے آج تک دنیا لاکھوں آدمی ایسے رہے ہیں جن کے سینوں میں محفوظ ہے کروڑں سینوں میں محفوظ ہے اس کے نقطے، حرکتیں، حروف، الفاظ آیات سورتیں حسب شمار شدہ اور قلمبند ہیں قرآن مجید کے نزول کے متعلق کسی اسلامی فرقہ کو کوئی اختلاف نہیں ہے نہ کسی مورخ نے اس کے متعلق کوئی خلاف رائے ظاہر کی ہے قرآن جس زبان میں نازل ہوا ہے وہ ایک ایسی زندہ زبان ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی اور جس کی خوبیوں پر محققین غیر صاد کر چکے ہیں یہ زبان اُمرالالسنہ ہے (اس کی بحث ہماری کتاب میزان التحقیق میں ہے) ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں عربی زبان میں بے انتہا وسعت ہے اس بحث پر برک ہارٹ جس سے زیادہ اس امر کو جانچنے والا دوسرا شخص نہیں ہوسکتا یوں لکھتا ہے کہ عربی بول چال کی زبان میں کثرت سے محاورے ہیں جو شاید کسی اور زبان میں نہیں پائے جاتے (تمدن عرب) عربی کے کل الفاظ کا اندازہ (۷۶۵۹۴۰۰) کیا گیا ہے یہ تعداد کسی زبان کو نصیب نہیں عربی کے اشتقاق صغیر وکبیر اور دیگر قواعد صرفیہ ونحویہ کی کثرت اس کو تمام زبانوں سے ممتاز کرتی ہے اس کے حروف تہجی انفرادی حالت میں بھی قواعد وضوابط کے اندر ہیں۔ زبان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے اندر اس قدر وسعت ہو کہ دیگر زبانوں کے مفہوم کو کما حقہ ادا کر دے یہ خوبی عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں نہیں لاطینی اور سنسکرت میں اگر عربی الفاظ لکھے جائیں تو اس کے صحیح معنی سمجھنا دشوار ہیں

(الیم بمعنی دردناک)(علیم بمعنے دانا) ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں اسی طرح (علم اورالم) (عامراور رامر) (علیٰ اور آلا) (ظلیل اور ذلیل) عربی کے حروف (ث ج خ د ص ض ط ظ ع غ ق) کا لاطینی میں کوئی بدل اور قائم مقام نہیں، لاطینی کے حروف دو قسم کے ہیں ایک قلمی دوسرا طباعتی، ان دونوں کی بھی دو دو قسمیں ہیں ایک چھوٹا ایک بڑا، لاطینی میں ایک ایک حرف سے دودو تین تین آوازوں کا کام لیا جاتا ہے اور ہر آواز کے لئے قرینے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے عربی نے حروف حلقی کے لئے ایسے قواعد مقرر کئے ہیں کہ لفظ مخرج سے منحرف نہیں ہوسکتا، سنسکرت میں بھی حروف حلقی ہیں لیکن ان کے لئے حلق کے حصے متین نہیں اسلئے صورت کے ممتاز ہونے کی طاقت کمزور ہے اور اصل مخرج سے حرف کا منحرف ہوجانا یقینی ہے عربی میں جو عبارت ایک صفحہ پر لکھی جائے گی وہ لٹن اور سنسکرت میں دو صفحوں سے زیادہ جگہ لے گی، اُم الالسنہ وہ زبان ہے جو کسی زبان سے نہ نکلی ہو اور خدا کی طرف سے کسی برگزیدہ نبی کو عطا ہوئی ہو چونکہ وہ خدائی ایجاد ہوگی اسلئے وہ سب سے زیادہ خوبیوں والی ہوگی اور ابتداء عالم سے ہوگی۔ عربی زبان سے زیادہ خوبیاں اور باقاعدگی اور سہولت کسی زبان میں نہیں حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ دنیا میں جس قدر انبیا مبعوث ہوئے ان کو ایک ایک کتاب دی گئی سب سے پہلے حضرت آدم کو اب ت ث ج کے ذریعہ علم وحی دیا گیا یہ اٹھائیس حروف تھے (لطایف الاشارات فی اسرار الحروف المعلومات مصنفہ ابوالعباس برنی) یہ حروف عربی کے ہیں اور دنیا کی کسی زبان میں عربی کے سوا اٹھائیس حروف

نہیں۔لٹن اور سنسکرت کیا اُم الالسنہ ہونگی یہ تو خود دوسری زبانوں کی خوشہ چین اور فنیقی زبان کی شاخ در شاخ ہیں پھر ان کے قواعد وضوابط بھی عربی کی طرح مکمل نہیں، فنیقی زبان ضرور عربی کی شاخ ہوگی کیونکہ فنیقی قوم کا وطن اول ساحل بحرین ہے اور وطن ثانی عمان ونواح یمن ہے پھر یہ کعنان وشام مین آباد ہوئی ساحل بحرالروم پر شہر صور (ٹائر) اور صیدا (سیڈان) انہی کی یادگار ہیں (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا) فنیقی زبان میں عربی الفاظ کثرت سے ہیں۔فنیقی سے بہت سی زبانیں نکلی ہیں بعض بعض کا شجرہ لکھا جاتا ہے۔

فنیقی

سبائی — ارامی — شلٹینگ

ہندوستانی — ایرانی — اسیریا — منگولین — یونانی — ہیرورین

ناگری — یہی بدلتے بدلتے سنسکرت ہوئی

کشمیری — آریوں کی آمد سے قبل کی زبان

قوم سلیٹ جو یورپ کے مغرب میں آباد تھی اسکی زبان سیلٹک کہاتی ہے، لاطینی میں پچھتر فیصدی اس زبان کے حروف ہیں اس کے علاوہ لاطینی میں مشیا ٹک زبان کے بھی حروف ہیں ایک بڑا جز یونانی کا ہے لفٹنٹ رنل ونیس لکھتے ہیں اطالیہ میں پلاجی قوم آباد تھی یہ یونان سے آئی تھی پھر اطالیہ پر لیڈیا والے قابض ہوئے ان کے میل جول سے ایک زبان پیدا ہوئی جسکو ہیرورین کہتے ہیں اس سے لاطینی پیدا ہوئی (ریسرچ چیر انوودی اور ریجن اینڈ ایفیٹی آف دی پرنسپل لنگوئجس) حاملان اسلام رسول کریم اور آپ کے اصحاب

ان حضرات کی شخصیتوں پر کوئی شبہ نہیں کیا گیا سب کی مفصل سوانح عمریاں موجود ہیں، اُن کا دامن اخلاق تمام دھبوں سے پاک ہے ہر زمانہ اور ہر قوم و ہر مذہب و ہر ملک کے اہل قلم نے رسول کریم کی سوانح عمریاں لکھی ہیں سب نے بالا تفاق آپکی تعریف کی ہے شرد ہے پرکاش دیو جی لکھتے ہیں حضرت محمد منجملہ ان بزرگ اشخاص کے ہیں جنہوں نے قانون قدرت کے مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت کی روشنی کو پھیلایا (سوانح عمری محمد صاحب) لالہ لاجپت رائے نے دوارن تقریر مین کہا میں پیغمبر اسلام کو دنیا کے بڑے مہا پرشوں میں سمجھتا ہوں (معجزات اسلام ص ٦۴) ہندو فاضل مسٹر ٹی ایل وسوانی لکھتے ہیں۔ محمد کی زندگی ترحم وعنایات اور اچھائی سے پُر ہے (معجزات اسلام ص ٦۴) محمد صرف اپنی ذات اور قوم ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کے لئے ابر رحمت تھا (مسٹر ڈی رائٹ) آپ خندہ و ملنسار اکثر خاموش رہنے والے بکثرت ذکر خدا کرنے والے لغویات سے دور بے ہودہ پن سے نفور بہترین رائے رکھنے والے تھے (پروفیسر سیڈیو) دنیا کی موجودہ تہذیب اسلام کی بدولت ہے (ڈاکٹر کے ایس سیتارام ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ڈی معجزات اسلام ص ٦۴) غرض متلاشی حق جہاں تک غور کرے گا اسلام کو مذہب حق پائے گا۔ دنیا چند روزہ ہے ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی عاقبت کو درست کر نیکی فکر کرے تاکہ دائمی زندگی تباہ نہ ہو ہرگز مناسب نہیں کہ اگر آبائی مذہب خلاف حق ثابت ہو تو اس کو ترک نہ کیا جائے بلکہ حق کی تلاش کی جائے اور حق منکشف ہونے پر اسکو فوراً قبول کیا جائے ہر مذہب کی حقانیت کو

جانچنے کے لئے اس کے اصولوں کو اسکی کتاب کو پرکھنا چاہیے فروعات میں اُلجھنے والے سید ہا راستہ نہیں پا سکتے کیونکہ اس قسم کی تحقیقات کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا نہ مذاہب اس طوالت کو برداشت کر سکتے ہیں ہر محقق ہر مصنف پر فرض ہے کہ جو زامرحق اس پر ثابت ہو اسکو دیانت کے ساتھ ظاہر کردے مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر مہذب معترض ہر غیر مہذب سائل کو جواب متانت و ملاطفت سے دیں اور کسی کے ناروا طرز عمل سے مشتعل نہ ہوں اپنی ہمسایہ قوموں کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں اگرچہ ان کی طرف سے نازیبا برتاؤ ہو کیونکہ شفقت علی الخلق اسلام کا طرۂ امتیاز ہے بعض لوگوں نے اسلام پر اعتراضات بھی کیے ہیں اس کا سبب تعصب اور غلط فہمی ہے (جو جوالزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقایع نگاروں نے اسلام اور داعی اسلام لگائے ہیں آج ان کی تحقیق پر پتہ چل گیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کا باعث ہیں (ہیروز اینڈ ہیروشپ ص۶۰) گاندھی جی پنڈت دیانند کے متعلق لکھتے ہیں انہوں نے جین دھرم اور اسلام اور مسیحیت اور خود ہندو دھرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں (ینگ انڈیا) ستہ کیشو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی لکھتے ہیں بیشک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے ناانصافی کی ہے اور صحیح ترجمہ اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے (جاگرت ۱۹۲۴ء)

تبلیغ اسلام

اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے مسلمانوں کو حکم ہے کہ امر حق اہل عالم کو پہنچا دیں اور اُن کو اپنے دلائل و براہین حسن عمل، حسن اخلاق سے قبول حق پر

مجبور کر دیں۔ نہایت نرمی و ملاطفت سے تبلیغ کریں درشتی جبر فریب وریا کو دخل نہ دیں۔ (اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَن یعنی اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحتوں سے بلااور اگر وہ مباحثہ کرنا چاہیں تو بائیں شایستہ ان سے مباحثہ کر) مسلمانوں کا ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے انہوں نے اشاعت مذہب میں زور، زر، زمین، زن سے کبھی کام نہیں لیا۔ اسلام کی اشاعت علماء فقراء اور تاجروں کے ذریعہ ہوئی ہے لوگ بزرگان اسلام اور مسلمانوں کے حسن اخلاق سے متاثر ہوکر اور اسلام کی قرین عقل وفطرت تعلیم پر نظر کر کے داخل اسلام ہوئے۔ سلاطین نے زعم سلطنت کے ساتھ اس میں حصہ نہیں لیا۔ ڈاکٹر آرنالڈ صاحب نے نہایت تحقیق اور نہایت شرح وبسط سے دنیا کے ہر حصہ کے متعلق اپنی کتاب دی پریچنگ آف اسلام میں ثابت کیا ہے اسلام زور تقریر و ترغیب و بزرگان دین کے حسن اخلاق و مساعی جمیلہ سے سے شایع ہوا ہے اور دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تنخواہ دار مبلغوں اور متمول تبلیغی مشنوں کے بغیر محض عام لوگوں کے ذریعہ سے پھیلا ہے ہر قسم کے مسلمان تاجر دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر جان ڈیون بورٹ لکھتے ہیں ایک سبب ترقی اسلام کا یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو تجارت کے ذریعہ سے اشتہار دیا اس واسطے کہ جو مسلمان ممالک مشرقیہ میں آ کر بسے انہوں نے یہ کتاب ان بادشاہوں تک پہونچائی جو پیشتر کوئی خاص مذہب نہ رکھتے تھے (اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے

ہیں فی الواقع دین اسلام بعوض اس کے کہ بزور شمشیر شایع کیا گیا ہو محض بہ ترغیب اور بزور تقریر شایع کیا گیا خلفاء اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی (تمدن عرب)

جبر اور اسلام

اسلام میں زبردستی کرنے کا حکم نہیں ہے ارشاد ہے فَذَکِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَکِّر یعنی سمجھاؤ تم صرف سمجھانے والے ہو۔ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤمِنْ شَآءَ فَلْیَکْفُر یعنی قرآن خدا کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے جو چاہئے نہ لائے۔ وَمَا عَلَے الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلاغ، یعنی رسول کے ذمہ صرف پہونچا دینا ہے لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن یعنی دین میں زبردستی نہیں۔ انہیں احکام پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے۔ قرآن مجید کے خلاف عمل کرنے والا گنہگار اس کے خلاف پر اصرار کرنے والا فاسق اور انکار کرنے والا کافر ہے کون ایسا احمق ہوگا جو دین کی خدمت اس طرح کرے کہ بجائے ثواب کے عذاب سر پڑے۔ اور جبر سے کوئی شخص مسلمان بنایا بھی نہیں جا سکتا کیونکہ مسلمان ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں اول اقرار لسان یعنی زبان سے اقرار کرنا دوسرے تصدیق قلب یعنی دل سے سچا جاننا۔ پہلی شرط تو جبر سے ممکن ہے دوسری ممکن نہیں پھر کیوں کر مسلمان بنایا جا سکتا ہے۔ ابتدا زمانہ اسلام میں ایک ایسا گروہ تھا جو مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ قرآن انکو مومن نہیں کہتا منافق کہتا ہے اور ان کے لئے وہی حکم ہے جو کفار کے لئے ہے (یا یُّھا النَّبِیُّ جاھِد الْکُفَّار والْمُنا فقین یعنی اے نبی جہاد کر

کافروں اور منافقوں پر) منافق پیدا کرنے سے مسلمانوں کو کس فائدے کیا اُمید ہو سکتی تھی اور وہ کیوں اپنے لئے مارِ آستین پیدا کرتے، حصین نام ایک صحابی تھے ان کی دو بیٹے عیسائی ہو گئے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ زبردستی مسلمان بنالوں آپ نے فرمایا دین میں زبردستی نہیں (تفسیر ابن کثیر) تاریخ اسلام میں اس قسم کی بہت سی نظیریں ہیں یہود خیبر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط تحریر فرمایا ہے اس میں صاف ارشاد ہے فَلا اکراہ علیکم قد تبین الرشد من الغی یعنی تم پر جبر نہیں ہدایت گمراہی سے ممیّز ہو چکی ہے حضرت عمر کا ایک غلام اسبق نام عیسائی مذہب تھا حضرت عمر نے اس سے مسلمان ہونے کو کہا اس نے انکار کیا آپنے فرمایا دین میں جبر نہیں (تفسیر کبیر وسیرۃ ابن ہشام) ہندو فاضل مسٹر ٹی ایل وسوانی لکھتے ہیں جو لوگ مذہب اسلام کو متعصب کہتے ہیں ان سے میں نہایت ادب سے التماس کروں گا کہ وہ محمد کے پیغام کو غلط طور پیش کرتے ہیں جنہوں نے نہایت زوردار الفاظ میں صریح طور پر فرمایا ہے لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین میں زبردستی نہیں) ڈاکٹر ایچ ڈی سینٹ ہلیر لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ اسلام نہ قبول کرنے کی سزا لازمی تلوار تھی مذہب اسلام پر منجملہ ان جھوٹے الزاموں کے ایک الزام ہے جو غیر مذہب والوں نے ناانصافی سے اس پر کئے ہیں یا وہ مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یا دیدہ دانستہ حق پوشی کرتے ہیں (غازیاں ہند ص ۱۲۴) گاندھی جی لکھتے ہیں میرا عقیدہ مستحکم ہو گیا ہے کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات میں رسوخ حاصل نہیں کیا۔ (باطل شکن ص ۱۶) اگر اسلام میں جبر ہوتا

اور مسلمان نہ ہونے کی سزا قتل ہوتی تو بوڑھے بچے عورتیں بیمار، درویش کنج نشین اس سے کیوں مستثنیٰ کیے جاتے اور جزیہ کیوں مقرر کیا جاتا یہ امور ایسے صاف وصریح ہیں کہ اگر اُن پر خفیف غور بھی کیا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آ جائے کہ اسلام میں جبر نہیں ڈاکٹر رابرٹس لکھتے ہیں۔ وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی ایک طرف تو وہ اپنے پیغمبر کے دین کو پھیلاتے تھے اور دوسری طرف ان اشخاص کو جو اسے قبول نہیں کرتے تھے اپنے اصل ادیان پر قائم رہنے دیتے تھے۔ تاریخ چارلس پنجم) اڈیٹر ست اپڈیش لاہور لکھتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا مگر ہم اس رائے سے موافقت کا اظہار نہیں کر سکتے (جولائی ۱۹۱۵ء)

دنیا میں اشاعت اسلام

اسلام کی اشاعت ترغیب وتقریر سے ہوئی عام مسلمانوں کے مساعی نے کام کیا ہے سلاطین کا اس میں دخل نہیں۔ بزرگان اسلام کے حسن اخلاق اور اسلام کی سادۃ قرین عقل وفطرت تعلیم نے دلوں کو مسخر کیا، پادری مرقس ڈاڈ لکھتے ہیں مذہب اسلام کی اشاعت میں اُس کی انتہا درجہ کی سادگی نے اس کے جلد جلد شایع ہونے میں بہت بڑا حصہ لیا۔ یہ ایسا مذہب ہے جس سے عقل انسانی کو فطری مناسبت ہے (محمد اور مسیح) پروفیسر موسیو مونٹیت لکھتے ہیں اسلام کی خصوصیات میں یہ ہے کہ وہ انسان کے عقائد پر چھا جاتا ہے اور اس کے دل وجسم دونوں پر قابو پا جاتا ہے (لیکچر از اسلام فرانس کا تخ پیرس) ہندو فاضل سرپی رائے نے دوران تقریر میں کہا بارہ صدیوں سے اسلام نے ان

سادہ واضح اور صاف اصولوں کا کہ خدا ایک ہے اور تمام بنی نوع انسان ایک ہیں دن میں پانچ مرتبہ ملک کے طول وعرض میں مساجد کے میناروں سے اعلام کیا جاتا ہے یہ سادہ اور صاف مذہب ہندومت کے پیچیدہ وہمی اصول کے مقابلہ میں ہندوؤں کو زیادہ پسند آیا کہ الٰہیات کے مشکل مسائل کا حل اسی اسلام کے ذریعہ سے بآسانی پیش کیا جاسکتا ہے اور ہندوستان میں اشاعت اسلام کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے خداوند کریم کی توحید اور بنی نوع انسان کی یکسانیت کا مسئلہ جو لاتعداد ہندوؤں میں گھر کر چکا ہے اور جس نے بابا نانک، کبیر جیسے مصلح قوم بزرگوں کے سینے گرمائے اور انہوں نے پندرہویں اور سولہویں صدی میں توحید کی تبلیغ کی پھر ان کے بعد انیسویں صدی میں راجہ موہن رائے اور سوامی دیانند نے ہندوؤں تو حید کی تبلیغ کی۔ اس خیال کا بیج ہندوستان میں اسلام نے ہی بویا تھا۔ بابا نانک سوامی دیانند راجہ رام موہن رائے کی بڑائی کا راز اس حقیقت میں پنہاں ہے کہ توحید کا سبق اور ذات پاک کے ناپاک بندھنوں کو توڑنے کی تلقین کی مگر ان عظیم الشان ہستیوں کو ان خیالات کی تبلیغ واشاعت کرنے کیلئے ان کی اپنی مذہبی کتابوں سے کوئی سند نہیں مل سکتی تھیں۔ ہندو کی طبیعت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے عقائد اپنی روایات اپنے خیالات پر سختی کے ساتھ پابند رہتا ہے اور اس کی یہ عادت ضد کی حد تک جا پہونچتی ہے اگر اسی اس بات کا احساس بھی دلایا جائے کہ وہ غلط راستہ پر گامزن ہے اور اس کے عقائد اور اس کے روایات اور اس کے خیالات خلاف عقل اور ایک دوسرے کے منافی ہیں تو پھر بھی وہ اپنی راہ سے ہٹ کر صراط

مستقیم پر چلنے کا نام نہیں لیتا، گو ہندو مت اس بات کا اعتراف کرے یا نہ کرے کہ اس کی گردن پر اسلام کے احسانات کا ایک بڑا بوجھ ہے مگر تاہم وہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسے ذات پاتکی بے انصافی اور ایک سے زیادہ معبودوں کی پرستش کی حماقت کا پھر اعتراف ہو گیا ہے۔ اس حقیقت سے مجال انکار نہیں کہ پندرھویں صدی سے ہندوؤں میں جو مذہبی روح پیدا ہوئی ہے وہ اسلام کے اثر و تاثر کا نتیجہ ہے (اخبار صحیفہ حیدر آباد ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء بحوالہ اخبار خلافت)

نوٹ

از قاضی ظہور الحسن

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہندو مذہب خود مستقل مذہب نہیں بلکہ وہ بہت سے مذاہب کے عقائد و مراسم کا مجموعہ ہے اور اس میں وقتاً فوقتاً ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی ہے اور یہ سلسلہ اب تک بدستور جاری ہے اس کی مفصل بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے ہندو ہمیشہ سے ہزاروں معبودوں کو جن میں شجر حجر، حیوانات، حشرات الارض مرد و عورت کی شرمگاہیں سب شامل ہیں پرستش کرتے تھے۔ توحید کے نام سے بھی آشنا نہ تھے اور ذات پات کے بندھن میں ایسے جکڑے ہوئے تھے کہ نیچ ذات کے آدمی کنووں میں پانی نہ بھر سکتے تھے سڑک پر نہ چل سکتے تھے جب اسلام کا قدم یہاں آیا اور لوگوں نے توحید و مساوات کو دیکھ کر اسلام قبول کرنا شروع کیا تو سب سے پہلے اس کا احساس شنکر اچارج کو ہوا اس نے توحید کا وعظ شروع کیا وہ خالص اسلامی توحید

کو نہ پاسکا اور اپنے مذہبی مسائل کے اینچ پیچ سے توحید خالص رسائی پتائی۔ اس کے بعد نانک، کبیر، رام موہن رائے وغیرہ ہوئے اور وہ اسلامی ترقی کو دیکھ کر ہندوت کے فنا ہو جانے کے خیال سے توحید کے مبلغ بنے اور ذات پات کے قیود کی بھی ہجو کرنے لگے لیکن توحید خالص بغیر اسلام کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے ان کو بھی اس میں کامیابی نہیں ہوئی ذات پات کا بندھن جو کسی قدر ڈھیلا پڑا وہ حقیقت میں کسی مصلح کی اصلاح کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلامی انگریزی حکومت کا برکات میں سے ہے۔ پنڈت دیانند نے ہندوت کو عیسائیت اسلام وفلسفے کے نرغے میں دیکھ کر توحید وتثلیث دونوں کو ملا داخل مذہب کیا ان کا مشن بھی بہت کم کامیاب ہوا، اب اسلام وعیسائیت کے ترقی اور علم وعقل کی افزایش نے لوگوں کو ہندومت سے متنفر کرنا شروع کر دیا اور ذات پات کے بندھن سے عام بیزاری پھیلی، تو اکثر ہندوؤں کی آنکھیں کھلیں اور گاندھی جی نے ایک جماعت کو متفق کر کے ذات پات کے بندھن کو توڑا، بڑے بڑے مہاتماؤں اور ودوانوں اور چوٹی کے برہمنوں نے بھنگی چماروں کے ہاتھ سے کھایا (فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار) مگر یہ بھی ایک ہوا کا جھونکا تھا۔ ادھر آیا، ادھر گیا۔ زبانی چھوت چھات کو کہا جاتا ہے کہ کوئی چیز نہیں، یہ قبول نیا ہے اور عمل وہی پرانا ہے، غرض اسلام کی ترقی کو روکنے اور ہندومت کو قایم رکھنے کے لئے قسم قسم کی تدبیریں کی گئیں اور کی جاتی ہیں مگر وہ کہیں رکنے والی ہے ہر سال مسلمانوں میں ایک کثیر تعداد نومسلموں کی شامل ہو جاتی ہے (اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ)

کشمیر میں اشاعت اسلام

ہندو مسلمان یورپین تمام مورخ بالاتفاق لکھتے ہیں کہ کشمیر میں اسلام کا پہلا قدم حضرت بلبل شاہ کا آنا ہے جو بعہد راجہ پچھمن دیو ۱۲۹۵ء میں معہ بہت سے مریدوں کے آئے لیکن یہ صحیح نہیں یہ غلطی اس لئے واقع ہوئی کہ تمام مورخین نے نقل پر اکتفا کیا، قراین قویہ وتواریخ ممالک غیر پر غور کرنے اور تحقیق کرنے کی تکلیف گوارہ نہیں کی کشمیر میں اسلام خراسان چین وتبت و ہندوستان وغیرہ سے داخل ہوا ہے چین مین اسلام عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں شائع ہوگیا تھا شہر کدنکلور علاقہ ملا بار (ہندوستان) کا راجہ سامری حضور کے عہد میں مسلمان ہو چکا تھا ایک صحابی تمیم نامی بھی ہندوستان میں تشریف لائے اور یہیں وفات پائی (یہ تمیم حضرت تمیم الداری نہیں ہیں) چین کا ایک بادشاہ تانک نام عہد رسول کریم میں مشرف باسلام ہوا اس کی مصنفہ کتاب جی بالائی نام اور اسکی معمرہ مسجد شہر سفانو میں موجود ہے ۶ھ میں چین میں وہاب بن ابی کبشہ صحابی گئے (اس بیان کی تفصیل غازیان ہند میں ہے) غرض چین خراسان ممالک ایران وافغانستان وہندوستان وغیرہ میں اسلام حضور علیہ السلام کے عہد میں پہونچ گیا تھا۔ اور عہد خلافت راشدہ میں تو خوب شائع ہوگیا تھا۔ شہنشاہ چین کا ایک سفیر ۶۵۱ء میں حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کے دربار میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس کے ساتھ ایک عرب سفیر کو بھیجا۔ ایک چینی مورخ نے لکھا ہے کہ لوگ مغربی ملکوں سے ہمارے ملک میں آتے

ہیں اور کتاب مقدس پیش کرتے ہیں لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں ۲۱۲ ھ
میں چین کے صوبہ شانس میں مسجد تعمیر ہوئی۔ چین میں اشاعت اسلام کا زور
سوئی خاندان کے بادشاہ ماءننگ کے عہد سے لکھا ہے جو ساتویں صدی عیسوی
میں حکمران تھا۔ تبت میں اسلام ایران و چین کے صوبہ یافان سے آیا (پریچنگ
آف اسلام ڈاکٹر آرنلڈ صاحب ص ۳۱۸) سرن شان گمبو (جو اہل تبت کے
بدھ مذہب کا پیشوا اور سردار تھا) کے بیٹے نے چین پر حملے کئے تو شاہ چین نے
خلیفہ منصور عباسی سے مدد کی درخواست کی، خلیفہ نے چار ہزار آدمی بھیجے جنہوں
نے آخر چین ہی میں سکونت اختیار کر لی یہ واقعہ ۹۸ے ء کا ہے مارکو پولو سیاح
نے سترہویں صدی عیسوی میں طوزن (ملک چین) کے حال میں لکھا ہے کہ
یہاں ایک نسل ہے جو مسلمانوں اور بودھوں کی اولاد ہے (بدھ لوگ مسلمانوں
کو اپنی لڑکیاں بیاہ دیتے ہیں اس کا ثبوت معجزات اسلام میں ہے) ارغون
کہلاتے ہیں۔ تبت کے مسلمان ارغون کہلاتے ہیں۔ کتاب بہار عجم (جو ایک
ہندو فاضل کی تصنیف ہے) میں ہے۔ ارغون ایک ترکی قوم کا نام ہے
مسلمانوں کو عموماً ترک کہتے تھے اور ہندو مصنف اکثر ترک لکھتے تھے) اس لئے
تبت مین اسلام چین سے آیا۔ یہ تیرہویں صدی عیسوی کا ذکر ہے غیر مذہب
والوں سے ایسا ربط وضبط اور اس کا یہ نتیجہ صدیوں کے میل ملاپ کے بعد ہو سکتا
ہے ہندوستان میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں آیا۔ اور سولہویں صدی
عیسوی میں اکبر کے عہد میں گویا نو صدی کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ ایک نسل ہندو
مسلمان سے مخلوط پیدا ہوئی گر اسی نظیر پر چین کو بھی خیال کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلے گا

کہ چین میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں داخل ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر آرنالڈ صاحب نے اپنی کتاب دی پریچنگ آف اسلام میں لکھا ہے کہ کشمیر کے اکثر باشندے اہل تبت کی نسل سے ہیں جب چین وخراسان میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں آیا وہاں سے تبت اور تبت سے کشمیر زیادہ سے زیادہ دو صدی فرض کی جائیں تو کشمیر مین اسلام کا داخلہ نویں صدی عیسوی مین ہونا قرار پاتا ہے ہمارے اس حساب کی تائید ایک ہندو مورخ کے بیان سے بھی ہوتی ہے کلہن پنڈت نے راج ترنگنی میں لکھا ہے (صبح کے وقت جب راجہ کلش دیو نے اپنے باپ اننت دیو کی مکان کو جلا دیا) اننت دیو کی رانی کو ایک جواہرات کا بنا ہوا لنگ ملا جو آگ سے بچ رہا تھا اس کو رانی نے ستر لاکھ دینار کو تاک خاندان کے ایک مسلمان سوداگر کے ہاتھ فروخت کیا (ص ۶۳۷) کلش دیو گیارہویں صدی عیسوی میں حکمران تھا اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کلش دیو کے عہد میں دج برور (ایک موضع سرینگر سے تیں میل) میں ایک مسلمان خاندان آباد تھا یہ تاک کے نام سے مشہور تھا یہ لوگ تاجر تھے اور ص ۷۲۵ پر لکھا ہے کہ راجہ ہرشدیو کی فوج میں (یہ کلش دیو کا بیٹا تھا ۱۱۰۳ء میں تخت نشین ہوا) مسلمان افسر تھے۔ (یہ حوالہ اس کتاب میں کئی جگہ نقل کیا جا چکا ہے ص ۲۶۴ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ راجہ کلش نے موضع زبون (سرینگر کے قریب) کے متصل ایک شہر آباد کیا تھا یہاں ایک اسلامی قبرستان تھا۔ گویا گیارہویں صدی عیسوی میں کشمیر میں مسلمانوں کو یہ عروج تھا کہ وہ کروڑ پتی سوداگر اور فوج کے اعلیٰ افسر تھے یہ عروج صدیوں کی بود و باش کے بعد ہو سکتا ہے اگر دو صدیاں فرض کی

جائیں تو وہی نویں صدی عیسوی سے اسلام کا داخلہ ثابت ہوگا۔ اس پر تمام مورخ متفق ہیں کہ مسلمان تاجروں نے بہت زیادہ اشاعت اسلام کی ہے لیکن کشمیر کے ان مسلمان تاجروں کے متعلق مورخین خاموش ہیں اور ذکر بھی کون کرتا ہے کوئی مسلمان یا انگریز مورخ لکھتا تو لکھتا کلہن جیسے متعصب پنڈت سے یہ امید نہیں ہوسکتی تھی بہرحال یہ ماننا پڑتا ہے کہ کشمیر میں اسلام کا قدم نویں صدی عیسوی میں آ گیا تھا کچھ خفیف اشاعت بھی ضرور ہوئی ہوگی۔

ہاں اسلام کی پرزور اشاعت حضرت بلبل شاہ کے آنے پر ۱۲۹۵ء سے شروع ہوئی ہے حضرت معہ بارہ سو مریدوں کے تشریف لائے۔ ان بزرگوں کے اخلاق و عادات، کشف و کرامات کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہونے لگے ۱۳۲۵ء میں کشمیر کا راجہ رنجو عرف رینچن شاہ مسلمان ہوا۔ صدرالدین نام رکھا گیا، اس کے مسلمان ہونے کی کیفیت مؤلف گلدستہ کشمیر نے اس طرح لکھی ہے رینچن شاہ چونکہ تبت سے صغرسنی میں یہاں آیا تھا اپنے آئین اور مذہبی رسوم سے بالکل ناواقف تھا اس لئے اس نے بہت سے داناؤں اور عاقلوں خصوصاً شریور سوامی سے عرض کر کے رہنمائی طریقہ ہنود کی چاہی مگر انہوں نے اس کی درخواست منظور نہ کی (اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مذہب کو متقدین ہنود تبلیغی مذہب نہ سمجھتے تھے) اور پاؤں میں تیشہ مارا جس سبب سے اس نے تنگ آ کر دل میں عہد کیا کہ کل صبح کو اول مرتبہ میں جس کو دیکھوں گا اسی کا مذہب قبول کروں گا خواہ وہ کسی ملت وطریق کا ہو وہ ہدایت کرے یا نہ کرے۔ نظر بریں وقت سحر اپنے دریچہ سے کیا دیکھتا ہے کہ ایک فقیر ژولیدہ مولب

آن روئے دریائے بہت بہ آئین اسلام نماز پڑھ رہا ہے بے تامل اس کو طلب کر کے پوچھا تو کون ہے اور کیا کر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا میرا نام بلبل شاہ طریق و معمول میرا اسلام ہے اس بات کو سن کر بمقتضائے مشیت اس نے فقیر کے اعمال کو پسند کیا اور مسلمان ہو گیا۔ (گلدستہ کشمیر ص ۱۰۱) یہ بیان افسانہ آمیز ہے رنجو ضرور قبل از بلوغ کشمیر میں آیا مگر وہ ایسا نادان بچہ نہ تھا جو اپنی قوم و مذہب سے ناواقف ہو وہ ایسا عقلمند اور دانشمند اور معاملات خاندانی سے واقف تھا کہ جب اس کا باپ بقہ نل امیر تبت ولداخ دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو وہ جان بچا کر کشمیر کی طرف بھاگا اور رام چندر وزیر راجہ سیہ دیو والی کشمیر کے پاس آیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ رام چندر کا دادا مولچند سے اچھے تعلقات رہے ہیں جو لڑکا ایسا فہیم و واقف ہو اس کو آئین و رسوم مذہب سے ناواقف نہیں سمجھا جا سکتا یہ بھی غلط ہے اور کسی تاریخ میں مذکور نہیں کہ رنجو نے کسی ہندو فاضل سے رہنمائی کی درخواست کی، صاحب تاریخ اعظمی نے لکھا ہے کہ اسکو ہندو مذہب کے کسی فرقہ پر اعتماد نہ تھا۔ ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب دی پریچنگ آف اسلام میں لکھا ہے کہ رنجو کو اپنے مذہب کی طرف سے اطمینان نہ تھا اور کسی نئے مذہب کی تلاش میں رہتا تھا۔ ص ۳۱۰) کشمیر میں بودھ مذہب کے لوگ موجود تھے۔ رنجو اسی مذہب کا پیرو تھا اگر تبت سے چلتے وقت وہ کسی قدر تعلیم مذہب سے ناواقف بھی ہوگا تو کشمیر میں آکر وہ جوان ہوا۔ رام چندر کی صحبت مین رہا اور بودھوں سے بھی ملا ہو گا غرض جب وہ بادشاہ بنا نہ بودھ مذہب سے ناواقف تھا نہ ہندو مذہب سے یہ بھی غلط ہے کہ وہ اسلام سے

ناواقف تھا اس نے بلبل شاہ سے دریافت کیا کہ تو کون ہے کس مذہب کا آدمی ہے جب وہ تبت سے نکلا ہے تو صاحب ہوش تھا تبت میں اس زمانے میں مسلمان موجود تھے بلکہ اس کثرت سے تھے کہ رنجو کے نکلنے سے بیس پچیس برس (رنجو ۱۳۲۰ء کے قریب کشمیر آیا) پہلے گویا رنجو کی ولادت سے بھی پہلے بلبل شاہ معہ بارہ سو مریدوں کے وہیں سے کشمیر آئے۔ جب اس کے وطن میں مسلمان تھے وہ کیوں اسلام سے ناواقف رہتا اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ اس کی ولادت و پرورش کسی ویرانہ میں ہوئی تھی اور اس نے کسی مسلمان کو نہ دیکھا تھا تو کشمیر آکر تو وہ برسوں سے شاہمیر کے ساتھ رہتا تھا۔ پھر کیونکر مسلمانوں اور اسلام سے ناواقف رہا۔ اس نے پہلے شاہمیر اور ہندو مذہب کے عالموں سے مناظرہ کرایا اور پھر خوب جانچ پرکھ کر اسلام قبول کیا (رہنمائے کشمیر) الغرض راجہ رنجو ۱۳۲۵ء میں مسلمان ہوا اس کے ساتھ سابق راجہ رام چندر کا لڑکا راون چند بھی مسلمان ہوا پھر جوق در جوق لوگ مسلمان ہونے لگے (سرداران سلطنت و عامہ خلایق فوج فوج و جوق جوق بردست حق پرست آن قدوہ کرام (بلبل شاہ) تشریف کرامت یافتند، واقعات کشمیر) جو لوگ بزور شمشیر اسلام پھیلانے کا بے سرا راگ گاتے ہیں بتائیں کہ رنجو اور راون چند کے گلے پر کس نے مسلمان بنانے کے لئے چھری پھیری۔ صدالدین، شمس الدین جمشید علاؤالدین، شہاب الدین پانچ بادشاہ مسلمان یکے بعد دیگرے ہوئے کوئی تاریخ کوئی تحریر نہیں بتاتی کہ ان تاجداروں نے ایک بھی مسلمان بنایا ہو۔ شہاب الدین کے عہد میں جب حضرت سید حسین سمنانی تشریف لائے

ہیں تو سینکڑوں مسلمان ہونے لگتے ہیں پھر قطب الدین سلطان ہوا۔اس نے بھی کوئی مسلمان نہ بنایا جب اس کے عہد میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی تشریف لائے تو ہزاروں مسلمان ہوگئے۔لارنس صاحب لکھتے ہیں کہ اس عرصہ میں (امیر کبیر سید علی ہمدانی کے زمانہ میں سلطان قطب الدین کے عہد حکومت میں) اس قدر ہندو مسلمان ہوگئے تھے کہ تمام کشمیر میں صرف گیارہ خاندان اسلام کی زد سے محفوظ رہ سکے تھے (اقوام کشمیر ص ۱۷۲) گویا کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت سلطان سکندر سے پہلے ہی ہوگئی تھی۔پھر سلطان سکندر کو جبر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔متعصبین نے اشاعت اسلام کے معاملہ میں سب سے زیادہ سلطان سکندر کا نام لیا ہے سلطان ۷۹۶ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ ۸۰۶ ہجری تک گویا اس کے دس برس کے زمانہ حکمرانی تک ایک بھی مسلمان نہیں ہوتا۔جب ۸۰۶ ہجری میں حضرت سید میر محمدؒ تشریف لائے ہیں تو ہزارہا آدمی مسلمان ہوجاتے ہیں۔سلطان کا وزیر سیہ بٹ بھی مسلمان ہوا اس نے اپنی بیٹی لچھمہ دیوی کو حضرت کے عقد میں دیدیا۔اس خوش قسمت خاتون کا اسلامی نام بارعہ تھا۔اگر سیہ بٹ کسی جبر و طمع سے مسلمان ہوتا تو حضرت کے آنے سے پہلے مسلمان ہوجاتا اور دوسرے ہندو وزیر بھی یا تو مسلمان ہوتے یا قتل کیے جاتے ان کا بدستور ہندو رہنا ثابت کرتا ہے کہ زور و زر کا دخل نہ تھا اور کسی شخص کے ساتھ بھی جبر ہوتا تو مورخین اس کا نام و حال لکھتے جس طرح رام لال برہمن کا حال لکھا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بجبر سکھ بنایا (تاریخ پنجاب رائے بہادر کنہیا لال) لیکن سلطان سکندر کے متعلق لاکھوں میں سے کسی ایک کا

بھی نام و حال نہیں لکھا۔ قدیم مورخ کا بیان ہے حضرت سید میر محمد ہمدانیؒ فرزند ار جمند حضرت امیر کبیر رضی الہ عنہما دواز دہ سال در کشمیر وارد بودند و رفع بدعات و ترویج اسلام فرمودند ملک سیہ بٹ مذکور کہ وزیر سپہ سالار سلطان بود با جمعے از خواص و عوام بجناب ایشان آمدہ باسلام مشرف شد (واقعات کشمیر) حضرت میر سید محمدؒ کے دست حق پرست پر ایک دن میں اس قدر مسلمان ہوئے کہ حیرت ہوتی ہے تاریخ اسلام میں بھی اس کی نظیر نہیں۔ مورخ کا بیان ہے کہ

ولد امجد امیر کبیر — داد دین را رواج در کشمیر
سیہ بٹ میر لشکر سلطان — شد رسید مشرف ایمان
چون شجاعت فزود اسلامش — شد ملک سیف دین دگر نامش
باہمہ خویش واقرب پیوند — شد بدیں پایۂ ولاش بلند
شدز نو نو مسلمان چنان کثرت — کز تماشاش برد حشر حسرت
ہمدران روز سوختند بنار — مسلمان چند تو دہ زُنار

ایک دن میں جو ہندو مسلمان ہوئے ان کے زناروں کا وزن صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے تین من آٹھ سیر انگریزی لکھا ہے اس سے مورخ کے مصرع چند تو دہ زنار کی تصدیق ہوتی ہے ایک دوسرا قدیم مورخ لکھتا ہے (مشہور است کہ سہ خروار رشتہ ہائے زنار مردے کہ مسلمان شدند سوختہ ہر جا بتخانہ بود آنرا برہم زدہ) ایک زنار کا وزن ایک تولہ تو تین من آٹھ سیر کا وزن (۱۰۲۴۰) تولہ ہوا گویا ایک دن میں گیارہ ہزار کے قریب آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت میر سید محمد ہمدانی کی یہ کامیابی بے نظیر ہے مؤلف گلدستہ کشمیر

نے لکھا ہے اسلام سب سے پہلے بلبل شاہ فقیر نے ۱۳۹۸ء میں جس کا مقبرہ عالی کدل سے ذرا نیچے کو ہے اور بھی شاہ ہمدانی نے دہلی سے آ کرہ یہاں بخوبی مروج کیا (ص۱۷) کشمیر قوم آریہ کا مقام اول ہے، ناگ پوجا کا رواج بھی یہاں عرصہ تک رہا تھوڑے عرصہ تک بودھ مذہب کی بنیاد بھی ڈالی گئی۔ ہندو مذہب کو دوبارہ راجہ ابھی مینو نے زندہ کیا مذہب اسلام بلبل شاہ شاہ ہمدانی و میر محمد نے یہاں پھیلایا۔ ہندو مذہب کو یہاں روز بروز ضعف ہوتا جاتا ہے گو والی حال اس کے قدیم رکھنے میں تہ دل سے ساعی ہیں (ص ۵۷و۷۶) اسکے عہد (سلطان قطب الدین) میں سید علی ہمدانی یہاں آیا اس نے پیروان دین کو آئین اسلام سکھا کر ہر طرح سے اپنے مذہب کو رواج دیا بہت ہنود کو مسلمان کیا (ص۱۰۴) یہاں تو یہ مؤلف خود اقرار کر رہا ہے کہ فقیرا نے اسلام پھیلایا اور کسی بادشاہ کا نام نہیں لیتا، دوسری جگہ لکھتا ہے کہ سلطان سکندر وغیرہ نے بجر مسلمان بنایا سچ ہے...... حافظ بناشد۔ یہ کرشمہ بھی بچشم خود دیکھ رہا ہے کہ باوجود حمایت حکومت ہندو مذہب کو زوال ہو رہا ہے اور اب کوئی تلوار چلانے والا نہیں لیکن کشش حق لوگوں کی گردنیں اسلام کے آگے جھکا رہی ہے۔ ان حضرات کے بعد ان کے اہل سلسلہ برابر تبلیغ و اشاعت میں کوشاں رہے شیخ نورالدین کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ لوگ ان سے مناظرہ کر کر کے مسلمان ہوئے۔ ان مناظرہ کرنے والوں کے نام بھی لکھے ہیں۔

بت پرستان خدا پرست شدند ساغر دین زدند و مست شدند
منکران ہم برائے بحث اکثر می رسیدند ہیچو حلقہ بدر

درنمکسار گرسمک گردد آن سمک بالیقین نمک گردد
هست یکزان ہمہ مناظرہ جو نام مانک بدو مبارک او
گرچہ بسیار بحث کرد نہ کم تابدل رفتہ رفتہ مالک شد
ہم ورابٹ جد جدابا شیخ کرزرینگو نہ ماجرا باشیخ
عاقبت ہر دو خوردہ اندالزام یافتند آن دو دولت اسلام
شیخ زینگو نہ مردم بسیار دشمن وغیر مشرک وکفار
ہمہ راہ بحق ساند درمقامیکہ عقل حیران باند

شیخ کے بابازین الدین کے تذکرے میں لکھا ہے ۔

یا راو بود بابا زین الدین شدہ مہ زوچو مہرمبین
بواول برہمن خوش کام بیش مرتاض بومہ سادی نام

شیخ کے دوسرے خلفہ بابالطیف الدین کے متعلق لکھا جاتا ہے ۔

درخلافت بزرگ کارگذار ہست بابالطیف دین ازچار
خودلدی رینہ نامش اول بود درزمانیکہ بود ازاہل ہنود

(سلیمان باغ)

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں لکھا ہے تبت کلاں کا ایک قریہ فتح ہوااور وہاں کا راجہ مسلمان ہوا۔ اس راجہ کوسید شاہ فیروز الدین نے مسلمان کیا اور اورنگ زیب نے اس مسلمان شدہ راجہ کوسعادت یار خان کے نام سے ملقب کیا(گلدستہ کشمیر حصہ اول ص ۲۸) کشمیر میں اشاعت اسلام کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے لکھا ہے کشمیر کے تقریباً کل مسلمان ہندوؤں اور باشند گان

تبت کی نسل سے ہیں لیکن تاریخی حالات جن سے وجہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کی یہ کثرت کس طرح ہوئی نہایت قلیل ہیں جس قدر تاریخی شہادتیں بہم پہونچتی ہیں ان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ درویشوں اور پیروں نے (جس میں مذہب اسماعلیہ کے دعاۃ بھی الموت سے آکر شریک ہوئے) جو متواتر کوششیں تبلیغ اسلام کے لئے مدت تک جاری رکھیں وہ اس ترقی کا باعث ہوئیں۔ یہ بات بتانی مشکل ہے کہ کشمیر میں اسلامی تحریک کی ابتدا کس زمانہ میں ہوئی۔ کشمیر کے سب سے پہلے مسلمان بادشاہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ اس نے چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں کسی درویش بلبل شاہ نامی کو ہدایت اور تلقین سے اسلام قبول کیا اور صرف یہی شاہ صاحب تھے جنھوں نے بادشاہ کو تحقیق حق میں مطمئن کیا۔ کیونکہ اس بادشاہ کو اپنے قدیم مذہب کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ اور کسی مذہب کے قبول کرنے کی تلاش میں رہتا تھا۔ ۱۳۸۸ء کے قریب سید علی ہمدانی کشمیر میں آئے اور اُن کی وجہ سے اسلام کو بہت ترقی ہوئی یہ بزرگ جب تیمور کے معتوب ہوئے تو اپنے وطن ہمدان کو چھوڑ کر جو فارس میں ہے کشمیر چلے آئے اور سات سو سیدان کے ہمراہ تھے جو کشمیر پہونچ کر مختلف مقامات میں عزلت گزیں ہوئے اور اپنے اثر سے ہندوں کو مسلمان کرتے رہے پندرھویں صدی عیسوی کے ختم ہونے کے قریب ایک بزرگ میر شمس الدین جو شیعہ مذہب کے تھے ملک عراق سے کشمیر آئے اور اپنے مریدوں کی مدد سے انہوں نے کشمیر میں بہت لوگوں کو مسلمان کرلیا۔ عالمگیر کے زمانہ میں کشتوار کے راجپوت نے سید شاہ فرید الدین کی کرامات مشاہدہ کرکے اسلام قبول کیا

اور راجہ کے مسلمان ہوتے ہی رعایا بھی کثرت سے مسلمان ہوگئی (پریچنگ آف اسلام) بہادر شاہ کے عہد میں سودرشن داس معہ اہل وعیال خواجہ نورالدین کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ غرض تمام لکھنے والوں اور سب بیان کرنے والوں نے فقرا کا ذکر کیا ہے کسی بادشاہ کا اشاعت کرنا نہیں لکھا۔ سلطان سکندر کے جبر کا کسی نے سوائے متعصبین کے ذکر نہیں کیا۔ اور ان متعصبین نے سوائے زبانی جمع خرچ کے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا سلطان سکندر کے زمانہ میں جبر کیا چلتا۔ ہندوؤں کا یہ زور تھا کہ شیخ سلیمان ہندو مسلمان ہوئے تو ان کو وطن میں ٹھیرنا مشکل ہوگیا۔ سمرقند کو بھاگنا پڑا۔ اسی طرح دو دفعہ بھاگے (شیخ کے حالات لکھے جاچکے ہیں) اگر سلطان کا ہاتھ اشاعت اسلام میں ہوتا تو شیخ کو گھر چھوڑنا نہ پڑتا برادران وطن کو جب کسی کا مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہے تو اکثر کہد یتے ہیں کہ جبر سے ہوا چنانچہ اسی سال میں ہندو ریاست پونچھ (تابع کشمیر) میں سو چمار مسلمان ہوئے، ہندو سبھا اور ہندو اخبارات نے آسمان سر پر اُٹھالیا کہ جبراً مسلمان بنائے گئے ہیں اس پر ریاست کے ہندو وزیر نے ایک ہندو مجسٹریٹ کو تحقیقات پر مامور کیا۔ مجسٹریٹ مذکور نے ہندو سبھا کے نمائندوں کی موجودگی میں تحقیقات کی اور نومسلموں کے بیانات قلم بند کر کے رپورٹ کی کہ تبدیلی مذہب بخوشی عمل میں آئی ہے کسی دھمکی یا زبردستی کی بنا پر نہیں (ٹائمز آف انڈیا ۲۵/ جولائی ۱۹۳۳ء) مسلمان مورخین نے بے کم و کاست حالات لکھے ہیں جو کچھ کسی بادشاہ نے کیا ہے اس صاف صاف لکھا ہے کسی بادشاہ کا اشاعت اسلام میں سعی کرنا نہیں لکھا ہاں مسلمانوں کی اصلاح

کرنا لکھا ہے چنانچہ سلطان سکندر کے متعلق بیان کیا ہے (سلطان نوعے در رفع ظلمات بدعت ومنع مزامیر وسایر مناہی وترویج سنن نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کوشید) تاریخ اعظمی، تاریخ کشمیر، شجاع حیدری واقعات کشمیر، سلیمان باغ سب کے یہی الفاظ ہیں اگر اشاعت میں سلطان کا ہاتھ ہوتا تو اشاعت کا لفظ بھی آتا بہ نسبت دیگر حصص ہندوستان کے کشمیر میں کثرت اشاعت کا باعث یہ ہے کہ دیگر ممالک میں جو اولیا وفقرا آئے وہ یا تو تنہا یا ایک دو مرید ساتھ اور کشمیر میں جو بزرگ آئے وہ سینکڑوں مرید ساتھ لیکر آئے اور انہوں نے تمام خط میں پھیل کر تبلیغ کی، اس کے علاوہ ہندوستان میں جو بزرگ آئے ان کا سلسلہ تبلیغ اُن کے دم تک رہا یا ان کے بعد ایک دو واسطوں تک، کشمیر میں بزرگاں سلاسل نے مسلسل اپنی جدوجہد کو جاری رکھا میں آخر میں اس قدر اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر سلطان سکندر نے جبر کیا تو بھی ہندوؤں کو حق نہیں کہ اس پر طعن وطنز کریں۔ شنکراچارج مذہب کے لئے بودھوں جینوں سے ہنگامہ آرائی کریں تو سوامی کہلائیں، راجہ میگوابن والی کشمیر اپنے عقیدے یعنی عدم ذبح حیوانات کے متعلق کشمیر سے لنکا تک تلوار چلاتا جائیگا اور زبردستی اس عقیدے کو تسلیم کرائے تو دہرماتما کہلائے سلطان سکندر نے کیا قصور کیا ہے اگر وہ اپنے عقیدہ کو منوانے کی سعی کرے تو مورد طعن ہو۔

حفاظت معابد

مخالفین نے از راہ تعصب مشہور کر رکھا ہے کہ مسلمان خواہ مخواہ غیر مذہب کے معابد کی توہین کرتے ہیں اور ان کو ڈھا دیتے ہیں اس کے متعلق

انہدام منادر وغیرہ مضامین میں کسی قدر لکھا جا چکا ہے اسلام نے کسی مذہب اور قوم کے معبد کی توہین کی تعلیم نہیں دی نہ مسلمانوں نے ایسا کیا جو مندر منہدم کیئے گئے ہیں ان کے وجوہ لکھدیئے گئے ہیں جن سے کوئی صاحب عقل سلیم انکا نہیں کرسکتا باقی کسی خالص معبد کو مسلمانوں نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ بلکہ اُن کی بقا کے لئے جاگیریں دی ہیں، مرمتیں کرائی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمی رعایا کے معابد کی توہین کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے قبل از اسلام اہل مذاہب باہم لڑتے جھگڑتے تھے اور ایک دوسرے کے معابد ڈھاتے تھے، کشمیر کے راجوں ن بہت ایسا کیا ہے خداوند ذوالجلال نے اسلام کو غلبہ دیا تو اس بدنظمی کا استیصال ہوا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے (ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد) یعنی اگر اللہ بعض ظالموں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو درویشوں کی خانقاہیں اور گرجا اور معبد سب برباد ہوجاتے) رسول کریم کے عہد نامہ میں جو آئندہ مذکور ہوگا۔ صاف تحریر ہے کہ ذمیوں کے معابد کی حفاظت میں انکی امداد کی جائے گی چنانچہ سردار احمد بن قاسم نے جب برہمن آباد (اس کے دو نام تھے ایک بھمیرا کا تھل دوسرا دورانی جوگھاٹ) پر قبضہ کیا تو ہندوؤں کو مندروں کی مرمت کی اجازت دی گئی اور انکے حقوق بحال رکھے گئی (البٹ جلد اول وتاریخ سند معصومی) ۱۹ھ میں جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر تھی۔ اتفاقاً ایک مسلمان سپاہی کے تیر سے اس تصویر کی آنکھ پھوٹ گئی۔ عیسائیوں نے حضرت عمرو بن العاص فاتح و گورنر مصر

کے پاس آ کر کہا کہ تمہارے سپاہی نے حضرت عیسیٰ کی تصویر کی آنکھ خراب کی ہے ہم کو اس کا بدلہ دو، اپنے نبی کی تصویر دو ہم اسکی آنکھ خراب کریں گے حضرت عمرو نے ان کو اطمینان دلایا کہ ہمارے نبی کی تصویر نہیں ہے ہاں ہم موجود ہیں تم ہم میں سے جس کی چاہو آنکھ پھوڑ دو، عیسائی اس پر راضی ہو گئے۔ حضرت عمرو نے عیسائی کو خنجر دیا اور اپنی آنکھ سامنے کر دی، عیسائیوں نے جب یہ انصاف دیکھا تو خنجر پھینکدیا اور کہا کہ ایسے عادل حاکم سے بدلہ لینا قدردانی کے خلاف ہے، قلعہ الہ آباد عالمگیر کے قبضہ میں تھا۔ اس میں مندر ہے قلعہ کے ساتھ ہمیشہ اس کی مرمت ہوتی تھی (واقعات ہند) ایک مسلمان نے ایک گرجا کو مسجد بنالیا خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس کے دُرے لگائے اور گرجا بحال کیا (پریچنگ آف اسلام) جگت گرو شنکر آچاریہ کے مٹھ میں (۲۹) قلمی تحریرات ہیں جو سلطان حیدر علی اور ٹیپو کی ہیں ان میں سے تین تو اسناد ہیں جو تا بنے کی تختیوں پر ہیں باقی (۲۶) خطوط ہیں جو حیدر علی اور ٹیپو نے جگت گرو کو لکھے ہیں ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سلاطین کا جگت گرو سے دوستانہ تھا ایک تحریر ۱۷۹۱ء کے واقعہ کے متعلق ہے جب مرہٹوں نے بسر کردگی شیو رام بھاؤ سرانگری مٹھ پر حملہ کیا اور مٹھ کی تمام دولت لوٹ لی شاردا دیوی کی مورتی وغیرہ سب لے گئے بہت سے برہمنوں کو قتل کیا اس واقعہ سے جگت گرو بے یارو مددگار ہو کر سرانگری چھوڑ کر قریب کے ایک گاؤں کو کالا میں چلے گئے اور سلطان ٹیپو سے مدد کی درخواست کی سلطان نے فوراً امداد کی اور ان کو لکھا کہ وہ لوگ جنہوں نے آپ جیسی بزرگ ہستی کو تکالیف پہونچائی ہے بہت جلد اپنے

کرتوت کا مزا چکھیں گے وہ جرم ہنستے ہوئے کرتے ہیں لیکن وہ روتے ہوئے سزا پائیں گے، گروں سے مکاری کا نتیجہ بے شک خاندان کی تباہی ہوگا، اس خط کے ساتھ ایک حکم نامہ بنام حاکم آصف نگر بھیجتا ہے جس میں اس کو حکم دیا گیا ہے کہ ہماری طرف سے دیوی شاردا کے چڑھاوے اور دوسری ضروری اشیاء کے لئے دوسو ہستی نقد اور دوسو رہنی جنس دیدے آپ ضروراشیاانام گاؤں سے بھی لے سکتے ہیں اور اس طرح دیوی کے چڑھاوا دینے اور برہمنوں کو بھوجن کرانیکے بعد براہ مہربانی ہمارے اقبال کی ترقی کی اور ہمارے دشمنوں کی بربادی کی دعا کیجئے (حمایت اسلام ۱۹۳۴ء)۔ ترچناپلی میں کئی ہزار سال کا ایک مندر ہے اس کو (۳۳) مواضعات سلاطین اسلام نے جاگریں دے تھے ان میں سے سات اورنگ زیب کے عطا کردہ تھے۔ یہ علاقہ سلطان ٹیپو کے زیر حکم رہا ہے مندر کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا گیا (پیہ اخبار اگست ۱۹۳۳ء) اسی کشمیر میں سلطان زین العابدین نے مندشنکر اچارج وغیرہ کی مرمت کرائی اور مندروں کو جاگریں دیں۔ سلطنت آصفیہ حیدرآباد دکن میں سینکڑوں مندروں کو جاگیریں اور وظائف مقرر ہیں گاندھی جی لکھتے ہیں میں نے قرآن مجید کو بار بار پڑھا اور حضرت محمد کے حالات زندگی کا بھی مطالعہ کیا لیکن میں نے ان میں کہین یہ بات نہیں دیکھی کہ دوسروں کی مذہبی دل آزاری کی جائے یا مورتیوں کو توڑ دیا جائے۔ (غازیان ہند ص ۱۵۱)

اسلام کے جنگی احکام

خداوند ذوالجلال علیم وخبیر ہے اس کو معلوم تھا کہ میرے بندے بغیر

جنگ وجدل کے نہیں رہیں گے اور در حقیقت جب سے دنیا ہے جبھی سے جنگ و جدل ہے کون سا ملک ہے کون سی قوم ہے جس نے تلوار نہیں چلائی کون سا مذہب ہے جس میں جنگی ہدایات نہیں لیکن سب نہایت سخت، رب کریم نے اپنی احکام میں اول تو اس قسم کی حدود مقرر کی ہیں کہ جس سے ان جھگڑوں بکھیڑوں کا سد باب ہو جائے اور مجبوری کی حالت میں تلوار اُٹھانے کی اجازت دی ہے اس کے لئے نہایت نرم اور رحیمانہ احکام دے ہیں ۔۱۔ جو تم سے لڑیں اُن سے لڑو ۔۲۔ جس قدر تمہیں تکلیف دین اسی قدر تم تکلیف دے سکتے ہو۔ زیادتی نہ کرو اور معاف کر دو تو بہتر ہے ۔۳۔ اذا ملکت فاسمح یعنی جب قابو پاؤ تو معاف کر دو، ۔۴۔ فساد رفع ہونے تک لڑو ۔۵۔ دشمن صلح چاہے تو صلح کر لو ۔۶۔ فاذا انزلت بساحتهم فلا تقاتلهم حتی یقاتلوک یعنی جب میدان میں پہونچو جب تک تم پر حملہ نہ ہو تم حملہ مت کرو (ابن سعد) ۷۔ بیماروں بچوں بوڑھوں، عورتوں، مذہبی خدمات کرنے والوں کو قتل نہ کرو (اس حکم سے وہ عورت مستثنیٰ ہے جو قاتل ہو یا حاکم قتل و فساد، لا تقتلو شیخاً فانیاً ولا طفلاً ولا صغیراً ولا امراۃ یعنی بوڑھے بچے عورتیں نہ قتل کی جائیں (ابو داؤد) ۔۸۔ پھلدار درخت کاٹا ہے تو سزا دونگا۔ ۹۔ آگ نہ لگائی جائے (اس حکم سے وہ موقع مستثنیٰ ہے جس میں دشمن چھپ کر کمیں کر سکے ۔۱۰۔ معابد نہ منہدم کئے جائے ۔۱۱۔ جو وعدہ کیا جائے اس کو پورا کیا جائے ۔۱۲۔ پانی نہ بند کیا جائے جنگ بدر میں کفار نے مسلمانوں کا پانی بند کیا اسی جنگ میں جب حضور علیہ السلام نے غلبہ پایا تو حکم دیا کہ کسی کو پانی

لینے سے نہ روکا جائے ۔ ۱۳۔ اگر کوئی امن طلب کرے تو امن دو ۔ ۱۴۔ حیوانات کو نہ مارا جائے ۔

اسلامی لشکر کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ صاحب لکھتے ہیں یہ لشکر اُن انصاف و اعتدال کے اُصولوں کا پابند جن کو حضرت ابو بکر نے اول معرکہ شام میں پابند کے لئے اس طرح ہدایت فرمائی تھی کہ انصاف کرنا جو وعدہ کرو اس کو نہ توڑنا ، بچوں ، بوڑھوں عورتوں کو قتل نہ کرنا ، جن درختوں پر پھل لگے ہوں اُن کو نہ کاٹنا ، ریوڑوں ، گلوں ، اونٹوں کو کھانے کی ضرورت کے سوا نہ مارنا (پریچنگ آف اسلام) جنگ شروع ہونے سے پہلے حکم ہے کہ یہ دو امر دشمن پر پیش کرو ۔ ممکن ہے کہ اس میں سے کسی کو وہ قبول کر لے اور خونریزی کی نوبت نہ پہونچے اور آیندہ کو فتن کا سد باب ہو جائے اول عرض اسلام یعنی ان سے کہو کہ تم مسلمان ہو جاؤ دوسرے جزیہ یعنی ہمارے باجگذار بنجاؤ ۔ یہ دونوں صورتیں رفع فساد و مخاصمت کی ہیں ۔ مسٹر رویں سن لکھتے ہیں اہل اسلام کی مظفر و منصور فوجوں نے خواہ ملک شام فتح کیا یا شمالی افریقہ پر علم تسخیر بلند کیا یا بحیرہ احمر کو عبور کر کے بحیرہ اسود میں پاؤں جمائے الغرض وہ جہاں کہیں بھی پہونچے ، قرآن کی تعلیم اُن کے ساتھ گئی جس کی وجہ سے انہوں نے کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا ۔ کسی قوم کو انہوں نے اس بنا پر تہ تیغ نہیں کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتی تھی ، (باطل شکن ص ۱۵)

جہاد

مخالفین نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ مسلمان غیر مذہب والوں کو خواہ مخواہ

قتل کرتے ہیں یہ محض افترا اور بہتان ہے اسلام کا نام ہی بتاتا ہے کہ وہ امن وسلامتی کا مذہب ہے، ریوانیڈ رلیس ڈٹی دی لکھتے ہیں قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں محمد صاحب امن وسلامتی کے خواہاں تھے (معجزات اسلام ص ۸۳) اسلام نے جگ وجدل کو ایجاد نہیں کیا یہ ہمیشہ سے ہر ملک وملت میں رہی ہے چونکہ یہ رُکنے والی چیز نہیں ہے اور بغیر اس کے چارہ بھی نہ تھا اور اقوام عالم میں جو طریقہ رائج تھا وہ نہایت بیرحمانہ تھا اور اسلام نے مناسب وموزوں اصلاح کے ساتھ بدرجہ مجبوری اس کی اجازت دی ہے اور حاملان اسلام نے مجبور ہی ہوکر تلوار اُٹھائی ہے گویا اسلام نے تلوار کا صحیح استعمال بتایا ہے یہ بھی غلط ہے کہ جہاد کے معنی جنگ وجدل کے ہیں یہ لفظ جہد سے مشتق ہے اس کے معنی کوشش کرنا ہے (جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُم) یعنی اپنے مال اور اپنے نفس سے جہاد کرو۔ (اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ) یعنی ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہنا جہاد ہے (طلب الحلال جهاد یعنی روزی کا تلاش کرنا جہاد ہے) جنگ پر جہاد کا لفظ مجازاً بولا جاتا ہے جہاد کی چار قسمیں ہیں۔ دل سے جہاد کرنا، زبان سے جہاد کرنا تبلیغ وتقریر سے جہاد کرنا، تلوار سے جہاد کرنا (زادالمعاد) غرض یہ کہنا کہ جہاد سے مطلب لڑنا مرنا ہی ہے غلط ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ خواہ مخواہ غیر مذہب والوں سے لڑنا اُن کو قتل کرنا جہاد وثواب ہے، اسلام نے جنگ کے لئے شرائط مقرر کیے ہیں۔ ا۔ لڑنے والوں سے لڑنا ۲۔ امر حق قائم کرنے کے لئے لڑنا۔ ۳۔ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے لڑنا۔ ۴۔

مظلوم کی حمایت کے لئے لڑنا۔ ۵۔ اپنے جان و مال آبرو عیال مذہب کی حمایت کیلئے لڑنا۔ ۶۔ انتقام کے لئے لڑنا۔ ۷۔ امن قائم کرنے کے لئے لڑنا۔ ۸۔ ظالمانہ وحشیانہ مراسم و جرائم کے استیصال کے لئے لڑنا۔ ان ضرورتوں سے لڑنا جہاد و ثواب ہے اس کے علاوہ جنگ کرنا ظلم و فساد ہے قرآن مجید میں صاف حکم ہے (لَاتُفْسِدُوْ فِی الْاَرْض یعنی زمین میں فساد مت کرو) وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ یعنی اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) جہاد کا پہلا حکم جو قرآن مجید مین ہے اس سے خود جنگ کی وجہ معلوم ہوتی ہے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا یعنی اجازت دی جاتی ہے لڑائی کی لڑنے والوں سے کیونکہ ظلم کیا جارہا ہے مَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا یعنی کیوں نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں ضعیف آدمیوں اور بچوں کے چھڑانے کے لئے جو تنگ ہوکر کہتے ہیں یا خدا ہمیں ان ظالموں کے شہر سے نکال یہ کوئی عقل کا کام نہیں کہ آدمی اپنی آبرو اپنا عیال اپنے حقوق کو پامال ہوتے ہوئے دیکھے حق و انصاف کا خون ہوتے ہوئے دیکھے اور خاموش رہے، اخلاقی طاقت و شجاعت کا اظہار نہ کر سکے، ایسا شخص بزدل اور اخلاقی قوت سے بے بہرہ سمجھا جاتا ہے، آریہ اجنا رتج بھی اس خیال میں ہمارا ہم آہنگ ہے (جس ملک کے باشندوں یا افراد کی یہ حالت ہو کہ وہ ہر قسم کے مظالم کو بے چون و چرا برداشت کئے جائیں ٹھوکر پر ٹھوکر لگتی جائے مگر ماسوائے گریہ وزاری کے اُن کے رگِ حمیت جوش میں نہ آئے اور مظالم کے

سدباب کے لئے کوشش نہ کریں اُن کو دنیا میں زندہ رہنے کا حق بھی کیا ہے اگر وہ چاہیں بھی تو کتنے دن زندہ رہ سکتے ہیں آج نہیں تو کل اس قوم کا خاتمہ ہو کر رہے گا فی الحقیقت ایسے لوگوں کا شمار زندہ مردوں میں ہوتا اور وہ جس قوم کیساتھ بھی تعلق رکھیں باعث ننگ ہوتے ہیں (مئی ۲۷ ء) پنڈت وویکا نند لکھتے ہیں ظالم کو سزا دینا ہر مذہب میں درست ہے، راون نے جب سیتا جی کو بہکایا اور شری رام چندر جی کے ساتھ دغا بازی کی تو قابو حاصل ہو جانے پر رام چندر جی مہاراج نے اس راکشش سے بدلہ لیا تھا (اخبار نور مارچ ۲۷ ء) قدرت کے قانون میں ہر شخص اسلحہ کے ذریعہ سے اپنی ذات وملکیت کی حفاظت کا حق رکھتا ہے اور وہ اپنے دشمنوں کو دفع کرسکتا ہے ان سے زیادتی کا بدلہ لے سکتا ہے اپنے انتقام ومعاوضہ کو ایک مناسب حد تک وسیع کرسکتا ہے (گبن) اسلام نے جنگ کی حد بھی بتادی ہے یعنی کب تک لڑنا چاہیے یہ نہیں کہ جب تک دشمن کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادو جب تک اُس کا گھر بار نہ پھونکدو جب تک اُس کے زن وبچوں کو تہ تیغ نہ کرو اس وقت تک لڑتے رہو بلکہ صاف حکم ہے (وَقَاتِلُهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ یعنی فساد رفع ہونے تک لڑو) جب ظلم رفع ہو جائے یا تمہارا میان میں کرلو (اَلصُّلْحُ خَيْرٌ یعنی صلح بہتر ہے) انتقام کے لئے یہ ہدایت ہے کہ اگر معاف کردو تو بہت بہتر ہے اگر بدلہ بھی لو تو اس سے زیادہ نہ ہو جس قدر دوسرا تمہارے ساتھ کر چکا ہے (وان عاقبتم فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ) یعنی اگر تکلیف دینا چاہتے ہو تو اتنی ہی تکالیف دے لو جتنی تم کو دی گئی ہے اور اگر صبر

کرو گے تو یہ اچھا ہے۔ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ یعنی جس قدر دشمن تم کو تکلیف دے اس قدر تم تکلیف دے سکتے ہو زیادتی نہ کرتا اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) غرض اسلام نے بغایت مجبوری تحفظ کے لئے تلوار اُٹھانے کی اجازت دی ہے اور جنگ کے حدود کو شرائط وقیود تنگ کر کے صلح واصلاح پر راغب کیا ہے انہیں احکام پر حاملان اسلام کا علمدر آمد رہا ہے۔ پنڈت وویکانند لکھتے ہیں جن ڈہشت اور پاپی لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ جبر وتشدد کیا تھا اور بڑی سخت تکلیف اور اذیت پہونچائی تھی انکو جتنی بھی سزادے جاتی کچھ بیجا نہ ہوتی لیکن ایسے لوگوں کے ساتھ رحم ومہربانی کا برتاؤں کرنا حضرت محمد کی رحمدلی اور سچائی کا بڑا ثبوت ہے ظالم کو سزادینا ہر مذہب میں درست ہے (اخبار نور مارچ ۱۹۲۷ء) اسلامی لڑائیوں کی علمانے دوقسمیں مقرر کی ہیں ایک ہجومی یا اقدامی دوسرے دفاعی ہجومی یہ کہ مسلمان دشمن پر چڑھ کر گئے دفاعی یہ ہے کہ دشمن کے حملے کا جواب دیا چونکہ اسلامی لڑائیاں رفع بُطلان ودفع شر کے لئے تھیں اس لئے یہ ہجوم بھی ایک قسم کا دفاع ہے غالباً اسی وجہ سے ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے لکھا ہے کہ آنحضرت کی جس قدر لڑائیاں تھیں وہ اقدامی نہ تھیں دفاعی تھیں (پریچنگ آف اسلام)

جزیہ

ایک یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ مسلمان غیر مذہب والوں پر بیجا دباؤ ڈالنے کیلئے جزیہ کا محصول لگاتے ہیں تا کہ وہ مجبور ہو کر مسلمان ہو جائیں اس اعتراض کو جس طرح بیان کیا جاتا ہے وہ غلط ہے جزیہ مسلمانوں کی ایجاد نہیں یہ

محصول دنیا میں اسلام سے پہلے رائج تھا۔ ہندوں کے متعلق گذشتہ باب مین لکھا جاچکا ہے ایران میں اس محصول کو نوشیروان عادل نے ایجاد کیا (تاریخ قدیم)اصل لفظ گزیہ ہے جزیہ اس کا معرب ہے فردوسی لکھتا ہے

گزیت نہادند بر یک درم　　گرایدوں کہ دہقان نہ گشتے دژم

وجزا اور روس اھل الذمه جمع جزیته وھو معرب گزیه وھوا نحراج با لفارسیه یعنی ذمی رعایا سے جو جزیہ لیا جاتا ہے گزیہ کا معرب ہے یہ فارسی خراج ہے (مفاتیح العلوم) والزم الناس الجزیۃ یعنی لوگو ں پر جزیہ مقرر کیا (تاریخ طبری تذکرہ نوشیروان) نوشیروان نے یہود و نصاریٰ پر جزیہ لگایا۔ (تاریخ ایران سر جان میلکم ص ۱۸۶) جزیہ نقد بھی وصول کیا جاتا تھا، اجناس بھی لیجاتی تھیں محاصل و املاک بھی اس کی ادائیگی کیلئے مخصوص ہوتے تھے، عیسائی فاضل جرجی زیدان لکھتا ہے جزیہ کچھ اسلام کی نئی پیدا کی ہوئی باتوں میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تمدن قدیم زمانہ سے رائج چلا آتا ہے ایتھنز کے رہنے والے یونانیوں نے پانچویں صدی قبل مسیح سواحل ایشیا کو چک کے رہنے والوں پر جزیہ مقرر کیا تھا۔ رومانی لوگوں نے جن قوموں کو زیر کر کے اپنا تابع فرمان بنایا، ان پر انہوں نے مسلمانوں کی اس مقدار جزیہ سے جسکو فاتحین اسلام نے اس زمانہ کے بہت عرصہ بعد مقرر کیا تھا کہیں اور کئی حصہ بڑھ کر جزیہ مقرر کر دیا تھا کیونکہ رومانی لوگوں نے جس زمانہ میں گال (فرانس) کا ملک فتح کیا ہے تو انہوں نے وہاں کے ہر باشندے پر جزیہ مقرر کیا تھا۔ جسکی مقدار نو سے پندرہ گنی سالانہ تک کے مابین ہوتی تھی۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ مسلمانوں نے مقرر

کردہ جزیہ سے سات گُنی تھی فارس کے حکمرانوں نے محکوم لوگوں پر جزیہ ادا کرنا لازم کردیا تھا۔ مسلمانوں نے اس آمدنی کے جمع کرنے کی کیفیت میں عدل اختیار کیا۔ عمرو بن العاص کے ساتھ مصر کی صلح قرار پاتے وقت یہ ٹھیرا تھا کہ قبطی لوگ شریف ہوں یا وضیع جوان میں سمجھ دار اور بالغ ہو چکے ہیں وہ سب فی نفر دو دینار ادا کریں گے۔ شیخ فانی (بوڑھا) اور نابالغ اور عورتوں پر کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جزیہ کا ادا کرنے والا شخص نہ قتل کیا جائیگا اور نہ جنگ میں بلایا جائیگا۔ کیونکہ یہ ٹیکس ان سے فوجی خدمت سے معاف ہونے کے معاوضہ میں لیا جاتا ہے (تاریخ تمدن اسلام) ہر حکومت رعایا پر قسم قسم کے محصول لگاتی ہے اُن ٹیکسوں کا کوئی نام بھی رکھا جاتا ہے اسی طرح جزیہ بھی ایک ٹیکس ہے غرض یہ محصول دنیا میں اسلام سے پہلے سے رائج تھا، کبھی عام طور پر لگایا گیا۔ کبھی غیر مذہب والوں پر اور اس کا کوئی ضابطہ مقرر نہ تھا۔ کوئی اس سے مستثنٰی نہ تھا اس کے ادا کرنے کا کوئی معاوضہ نہ تھا۔ نہایت سختی سے پیش قرار رقمیں وصول کی جاتی تھیں اسلئے اکثر غریبوں پر ظلم ہوتا تھا اسلام نے اس کو مناسب اور قرین انصاف نرم اصلاح کے ساتھ جاری رکھا۔ مسلمانوں پر ایک خاص محصول تھا جو جزیہ سے زیادہ سخت ہے اور اس کا کوئی معاوضہ بھی مقرر نہیں یعنی زکوۃ۔ اس سے سوائے مفلس و نابالغ کے نہ عورت مستثنٰی ہے نہ اپاہج نہ درویش نہ زکوۃ ادا کرنیوالا اپنے کسی نقصان کا سلطنت سے معاوضہ پا سکتا ہے نہ جنگی خدمت سے مستثنٰی، زکوۃ کا نصاب (۵۲) تولہ چاندی ہے اور چالیسواں حصہ یعنی ۸ فیصدی سالانہ زکوۃ دینی پڑتی ہے جزیہ کا نصاب دوسو درہم سے زاید ہے دوسو

درہم جس کے پاس ہوں وہ مفلسوں میں شمار ہے اس پر جزیہ نہیں۔ جزیہ ادا کرنے والا جنگی خدمات سے مستثنیٰ ہے اگر اس کا کچھ نقصان بوجہ بدانتظامی سلطنت ہو جائے تو اسکو معاوضہ دیا جائیگا۔ اورنگ زیب کے عہد میں جزیہ کی تعداد ۳ ۱/۳ روپیہ سالانہ سے ۱۳ ۱/۳ روپیہ سالانہ تک مقرر تھی۔ اس سے سرکاری ملازم مذہبی لوگ، پیشہ ور، محتاج مستثنیٰ تھے (تاریخ اورنگ زیب مصنفہ جادوناتھ سرکار) کیا کوئی متمول بارہ تیرہ روپیہ سالانہ کے دباؤ سے مذہب بدل ڈالے گا۔ اس تمام صورت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ غیر مسلموں کے لئے رحمت تھا زحمت نہ تھا۔ حضرت عمر کے وفات کے بعد جب رومیوں نے اسکندریہ پر حملہ کیا اور شدید جنگ کے بعد پسپا ہوئے تو اسلامی جنرل حضرت عمرو بن العاص نے بعد فتح جس قدر نقصان ذمیوں کا ہوا تھا ادا کیا (طبری) حیرہ کے متصل مقامات کو جب حضرت خالد بن ولید نے فتح کیا تو انکو لکھدیا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو جزیہ تم پر واجب ہوگا ورنہ نہیں (پریچنگ آف اسلام) حضرت عمر کے عہد خلافت میں جب عتبہ بن فرقد نے آذر بائیجان فتح کیا تو رعایا کو معاہد لکھدیا کہ جس ذمی سے جس سال کوئی جنگی خدمت لی جائے گی اس سال کا جزیہ اس کو معاف کردیا جائیگا (فتوح البلدان) راہب اور عورتیں اور بچے جزیہ سے مستثنیٰ تھے (پریچنگ آف اسلام) جزیہ ایک قسم کا محصول تھا جو ہندوؤں سے وصول ہوتا تھا برہمن لوگ اس سے مستثنیٰ تھے (تاریخ ہند حصہ دوم پروفیسر ایشوری پرشاد) جب لوگ جزیہ دینا قبول کرتے خوشی سے خواہ جبر سے تو اپنے اختیار سابق کے مستحق سمجھے جاتے تھے اور انہیں

اجازت تھی کہ جس طرح چاہیں اپنے مذہبی احکام عمل میں لائیں جب کوئی بادشاہ جزیہ دینا قبول کرتا تو اس کا ملک اس کو واپس دیدیا جاتا۔ (تاریخ ہند الفسٹن) جزیہ سے بوڑھے بچے عورتیں مفلس مستثنیٰ تھے (تاریخ قدیم) اگر جزیہ تبدیل مذہب کرانے کے لئے ہوتا تو عورتیں بچے، مفلس بوڑھے مستثنیٰ نہ کئے جاتے رہا یہ امر کہ جزیہ ادا کرنے میں ذلت ہے معلوم نہیں کہ کسی کا ماتحت بن کر اور کون سا محصول ادا کرنے میں عزت ہے کسی کی رعایا بن جانا اور کسی قسم کا اس کو محصول ادا کرنا غلامی و ذلت ہے۔

غلامی

متعصبین یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمان خواہ مخواہ غیر مذہب والوں کے بیوی بچوں کو پکڑ کر لونڈی غلام بنا لیتے ہیں ان کو تکلیفیں دیتے ہیں۔ عورتوں پر تصرف کرتے ہیں اس معاملہ کو بھی جس صورت سے پیش کیا جاتا ہے غلط ہے کوئی نہیں بتا سکتا کہ غلامی کی رسم دنیا میں کب سے ہے، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غلامی دنیا میں ہر زمانے میں ہر ملک و قوم میں رائج ہے اور غلام حیوانات سے بدتر سمجھے جاتے تھے۔ اس روشنی کے زمانے میں بھی باوجودیکہ غلامی کے خلاف صدیوں سے جہاد ہو رہا ہے یہ رسم چین برہما نیپال افریقہ بعض بعض حصص یورپ و عرب و شام میں اب تک موجود ہے ہندوستان سے اگر انگریزوں کی بدولت مفقود ہو گئی مگر کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے بعض ہندوستانی قوموں میں عورتیں اور لڑکیاں فروخت کرنے کا رواج اب بھی ہے، زمانہ قدیم سے یہ رواج چلا آتا ہے کہ دشمن کے آدمیوں ان کی عورتوں

بچوں کو گرفتار کر کے غلام بناتے اوران سے ناقابل برداشت کام لیتے اور اُن کو ہر طرح تنگ وذلیل رکھتے، مسلمان اگر اس پر عملدر آمد نہ کرتے تو اس کا نتیجہ ی یہ ہوتا کہ دشمن کے آدمی جو مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہوتے وہ تو رہا ہو کر پھر خم ٹھونک مقابلہ میں آموجود ہوتے اور مسلمانوں کے جو آدمی دشمنوں کے ہاتھ میں پڑتے وہ غلامی کی زندگی بسر کرتے اسلام نے اس کی ایسے شرائط سے اجازت دی کہ غلامی کا انسداد ہو جائے اور جو بدقسمت اس پر بھی غلام بنا رہے وہ راحت کی زندگی بسر کر سکے یہ حکم ہے کہ غدار جنگ کرنے والوں اوران کی عورتوں بچوں کو گرفتار کرو اور بعد جنگ ان کو یا تو احتساناً چھوڑ دو یا زرفدیہ لیکر چھوڑ دو اگر یہ دونوں صورتیں پیدا نہ ہوں تو ان کو غلامی میں رکھو ان سے اس کی استطاعت سے زیادہ کام نہ لو جیسا خود کھاؤ۔ پہنو وہی ان کو کھلاؤ پہناؤ اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اگر تم روزہ نہ رکھو تو اس کے بدلے میں غلام آزاد کرو۔ زرفدیہ یکمشت بھی لیا جا سکتا ہے اور اس کے لئے یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ غلام سے شرط کی جائے کہ اس قدر روپیہ کما کر دیدے (حتیٰ اذا اَثخنتمُوھُم فشدُّوا الوثاقَ فامّا منًّا بعد وامّا فداءً) یعنی جب ان کو گرفتار کرلو پھر یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دو یا روپیہ لیکر چھوڑ دو، جنگ بدر میں جو لوگ قید ہو کر آئے رسول کریم نے ان میں سے بعض سے یہ شرط کر کے چھوڑ دیا کہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف تلوار نہ اُٹھائیں گے بعض سے یہ شرط کی کہ ہر قیدی دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو آزاد ہے بعض سے زرفیہ، تبادلہ، کفارہ گناہ مکاتبت وغیرہ ان صورتوں میں سے کسی صورت میں جو آزاد

نہ ہو سکے تو اس کو آسائش کے ساتھ رکھنے کی اجازت ہے کہ ان کا کوئی چھڑانے والا نہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آزاد ہو کر گداگری، چوری، اور فواحش وغیرہ میں مبتلا ہوں ایسی عورتوں پر اسلئے کہ وہ افزائش نسل وطبعی تقاضے سے محروم نہ رہیں فاتحوں کو تصرف کی اجازت دی گئی ایک صحابی نے حضور سے دریافت کیا کہ اپنے غلام کو دن میں کتنی مرتبہ معافی دیا کروں آپ نے فرمایا (اعف عنه كل يومه سبعين مرة) یعنی اس کو ستر دفعہ معاف کیا کرو۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے لونڈی کو تعلیم دی اور نیک اخلاق سکھایا پھر اس کو آزاد کر دیا۔ اس کے لئے دوہرا ثواب ہے (وانكحو الايامىٰ منكم والصّٰلحِينَ مِن عباد كم و امائكم یعنی نیک بخت لونڈی غلاموں کا نکاح کر دو)۔ (والذين يتبعون الكتب مماملكت ايمانكم فكاتبوهُم ان علمتُم فيهِم خيراً واٰتو هُم من مال الله یعنی اگر تمہارے غلام تم سے کہیں کہ ہمیں آزادی کی دستاویز لکھدو اگر ان میں بھلائی کے آثار ہوں تو لکھدو اور آزاد کرتے وقت جو مال تم کو خدا نے دیا ہے اس میں سے کچھ ان کو بھی دیدو) عبید كم اخوانكم جعلهم الله تحت ايديكم اطعموهم تاكلون والبسوهم ممّا تلبسون ولا تعذبو عبادلله، یعنی تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جیسا خود کھاؤ پہنو ویسا ہی ان کو کھلاؤ پہناو اور اللہ کے بندوں کو تکلیف نہ دو) بلکہ یہاں تک حکم ہے کہ ان کو لونڈی غلام کہہ کر بھی نہ پکارو تا کہ تحقیر کا خیال دل میں پیدا نہ ہو۔ (لا يقولن احدكم عبدي و امتي كلكم عبادالله و كل نساءَ كم اماء الله یعنی کوئی میرا غلام میری

لونڈی کہہ کر پکارے تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں) حضور علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا (الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز کا اور غلاموں کا بہت خیال رکھو) اپنی کتاب دلیران تاریخ ہند میں پروفیسر ایشوری پرشاد نے بھی لکھا ہے کہ رسول کریم نے آخر میں وصیت فرمائی کہ غلاموں کے آرام کا خیال رکھنا مسٹر لین پول لکھتے ہیں کہ اسلام کا ضابطہ غلامی نہایت نرم وشائستہ ہے (کارنامہ مور) مس بیٹ لکھتی ہیں عرب کا غلام لاڈلا بیٹا ہے باطل شکن ص ۶۵ بحوالہ نیر ایسٹ) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا غلام خاندان کا جز سمجھا جاتا ہے اور بہت زیادہ اپنے مالک کا ہم مرتبہ ہوتا ہے (پریچنگ آف اسلام) مسلمانوں کے غلام ہندوں عیسائیوں یہودیوں پارسیوں کے غلاموں کے طرح مبتلائے مصائب نہیں رہے بلکہ ہمیشہ آرام سے رہے اور اکثر اس مرتبہ تک ترقی پا گئے کہ شہنشاہ ہوئے، ہندوستان کے شہنشاہ ہوں قطب الدین ایبک اور بلبن وغیرہ کے حالات پڑھو غرض اسلام نے غلامی کو ایجاد قائم نہیں کیا بلکہ غلامی کا انسداد کیا ہے اور غلاموں کے لئے راحت کا دروازہ کھول دیا ہے خواہ مخواہ کسی غیر مسلم مرد عورت بچے کو پکڑ کر غلام بنالیا جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔

غنیمت

مخالف یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمان غیر مذہب والوں کا مال لوٹ لیتے ہیں اس کو جس طرح بیان کیا جاتا ہے سراسر غلط دنیا میں یہ بھی ہمیشہ سے رواج ہے کہ جنگجو دشمن کا مال واسباب لوٹ لیا جاتا ہے کوئی ملک وقوم ایسی نہیں جس

نے یہ برتاؤ نہ کیا ہو اور ہندوستان میں تو اس کا بہت رواج پایا جاتا ہے جب کہیں فتح پاتے تھے تو مفتوح کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر چھوڑتے تھے اسلام نے نرمی کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے صرف مقابلہ کرنے والوں باغیوں کا مال لوٹا جائے فتح مکہ میں رسول کریم نے اعلان فرمادیا تھا کہ جو دروازے بند کرے اس کو امان ہے جو مقابلہ نہ کرے اس کو امان ہے اور فرمایا کہ جو دوسروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹے مارے اُس کا جہاد قبول نہیں (ابوداؤد کتاب الجہاد) ایک مہم میں مسلمانوں کو رسد کی کمی کی وجہ سے تکلیف ہوئی ایک بکریوں کا بکریوں کا ریوڑ نظر آیا۔ اس میں سے دو بکریاں پکڑ کر ذبح کر کے پکانے لگے رسول کریم کو خبر ہوئی، آپ نے پکتی ہوئیں ہڈیاں اُلٹ دیں اور فرمایا لوٹ کا مال مردار گوشت کی برابر ہے (ابوداؤد کتاب الجہاد) اسلام پر اس قسم کے اعتراض وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کو تاریخ کا علم نہیں دیا۔ جنہوں نے تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے۔

ذمیوں کے احکام

جو غیر مسلم مسلمانوں کی رعایا ہوں ان کو ذمی کہتے ہیں ان کے متعلق رسول کریمؐ کا ارشاد ہے کہ انکی حفاظت کرو ان کے ساتھ انصاف کرو ان کو مذہبی آزادی دو۔ ان کے معابد کی توہین نہ کرو۔ ذمیوں پر سختی کرنے والوں پر رسول کریم نے لعنت فرمائی ہے کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوسکتا ہے جو دیدہ و دانستہ رسول کریم کی لعنت کا مصداق بننے کو تیار ہو اس لئے یہ کہنا کہ فلاں بادشاہ نے ذمی رعایا پر جبر کیا یا ان کے مذہبی مراسم کو روکا (بجز اُن مراسم کے جو مخرب

اخلاق یا موجب آزار خلایق تھے) یا ان کے معابد منہدم کیے یا اُن کے مال مصالہ سے مسجد تعمیر کی غلط ہے اگر کوئی مسلمان سخت گیر حاکم ہوا ہے تو اس کی سختی بغیر امتیاز مذہب رہی ہے یا ذمیوں نے کوئی امر خلاف معاہد کیا تو ان پر سختی کی گئی ہے لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی عملداری میں ہندوستان پر بے اندازہ مذہبی ظلم ہوئے گو یہ درست ہے کہ بعض مسلمان حملہ آوروں نے یا بعض مسلمان حکمرانوں نے ایسا کیا ہو (لالہ صاحب کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ افواہ نقل کر رہے ہیں اُنکو اس کا یقین نہیں نہ کوئی ثبوت ملا ہے) لیکن اس کی تہ میں مذہبی تعصب بہت کم تھا وہ ظلم وستم زیادہ پولٹیکل وقتصادی وجوہ پر مبنی تھا نادر شاہ نے جسوقت دہلی میں قتل عام کا حکم دیا تو ہندو مسلمانوں میں کوئی تمیز نہ تھی اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں اور اُن کے ہمراہی مسلمانوں کو اسی طرح تہ تیغ کیا جس طرح ہندوؤں کو (تاریخ ہند) محمود غزنوی ہوں یا سلطان سکندر شہاب الدین غوری ہوں یا اورنگ زیبؒ علاؤ الدین خلجی ہوں یا ٹیپو شہید اگر ان کے متعلق یہ کہا جائیگا کہ وہ پکے مسلمان تھے اور ترقی اسلام میں ساعی تھے تو ان کے تمام افعال وحالات کو مذہبی احکام کے ماتحت دیکھا جائے گا۔ اگر وہ امور موافق احکام ہیں تو ضرور ان کا فعل ... خلاف احکام ہیں تو اتہام ہے جو شخص کسی مذہبی حکم کی تعمیل بخیال فلاح عقبیٰ کریگا وہ اس کو پورے شرایط کے ساتھ ادا کریگا اگر یہ سلاطین جیسا کہ مورخین کا بیان ہے پکے مسلمان اور مذہب کے دلدادہ تھے تو ہرگز انہوں نے جبر وظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد نامہ عیسائیوں کولکھدیا تھا

اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے تا کہ مخالفوں کومعلوم ہوجائے کی ذمیوں کے متعلق اسلام کے کیا احکام ہیں اور وہ آیندہ متبع شریعت سلاطین پر ایسے لغو اعتراضات کرنے سے اجتناب کریں یہ عہد نامہ اور بہت سے عہد نامے جن کے اسی قسم کے مضامین ہیں جمع کر کے بصورت کتاب مسٹر سہراب جی آف بمبئی نے ۱۸۶۱ء میں طبع کرائے ہیں۔

وھوٰہذا

یہ وہ عہد نامہ ہے جو محمد بن عبداللہ خدا کے بشیر ونذیر وامین نے سب لوگوں کے لئے لکھا ہے تا کہ لوگوں کو رسول کے بعد کوئی عذر معذرت کی دلیل نہ رہے، خدا تعالیٰ غالب وحاکم ہے میں نے یہ عہد نامہ لکھا ہے نصاری اور ان لوگوں کے لئے جو نصرانی ہوجائیں خواہ اس ملک کے مشرق ومغرب میں ہوں خواہ نزدیک ہوں خواہ دور ہوں عجمی ہوں خواہ عربی، معروف ہوں خواہ مجہولہ جو شخص اس عہد نامہ کے خلاف کریگا وہ وعدہ الہی کا توڑنے والا اور لعنت الہی کا سزاوار ہوگا۔ خواہ وہ بادشاہ ہو یا عام آدمی اگر کوئی درویش کسی جنگل یا پہاڑ یا غار میں یا معبد میں پناہ گزیں ہوکر ٹھیرے تو میں معہ اپنی اعوان کے اس حمایت کروں گا، کیونکہ وہ میرے اہل ذمہ میں ہے اور میں اس عہد کرنے والوں سے خراج لینے میں ایذا رفع کیا جائیگا۔ کسی پادری کو اُس کے عہدے سے نہ ہٹایا جائیگا۔ کسی راہب کو رہبانیت سے کسی عابد کو عبادت سے کسی سیاح کو سیاحت سے نہ روکا جائیگا ان کے عبادت خانہ نہ برباد کئے جاویں گے اُن کے گرجوں کا کوئی مال مسجد بنانے میں نہ داخل کیا جائیگا۔ اور راہبوں اور عابدوں پر کوئی جزیہ

نہ ہوگا اور میں ان کے عہد کی حفاظت کروں گا۔ خواہ وہ کہیں ہوں مالداروں زمینداروں تاجروں کی ذات سے ہر سال بارہ روپیہ سے زیادہ خراج نہیں لیا جائیگا۔ اگر وہ مسلمانوں سے مذہبی امور میں مباحثہ کرنا چاہیں تو بطریق احسن مباحثہ کیا جائیگا اور بازوئے رحمت میں ان کی حفاظت کی جائیگی اگر کوئی عیسائی مسلمانوں کے پاس آئے تو اس کو اس کی رضامندی پر رہنے دیا جائیگا اور اس کے دین میں کوئی امر حایل نہ ہوگا۔ ان کے معابد کی مرمت میں اُن کی مدد کی جائے گی۔

مسلمانوں کی رواداری

اسلام سے زیادہ کوئی مذہب روادار نہیں، سابقہ مضامین میں اس مسئلہ پر کسی قدر روشنی پڑ چکی ہے قرآن مجید کے شروع میں جو آیت ہے جس کے متعلق حکم ہے کہ ہر کام کے ابتدا میں اس کو پڑھو یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم یہ تعلیم ہے کہ انسان صفت رحم کا پابند رہے اس کے حکم و اثر سے کوئی مستثنیٰ نہیں اور حکم ہے (اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسان یعنی اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے (لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا یعنی کسی قوم کے ساتھ مخالفت کی وجہ سے ناانصافی نہ کرو)۔ (خُذِ الْعَفْوَ اْمُر بِالْمَعْرُوْفِ واعرض عن الجاھلین یعنی الزام پکڑو معاف کرنے اور نیکی کا حکم کرو اور جاہلوں سے بچتے رہو)۔ (وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظ وَالْعَافِین عن النّاس یعنی غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں) (وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ

فَـاَجِـرْ ہُ یعنی اگر کوئی شرک کافر پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے) وہ مسلمان ہی تھے جنمیں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی (تاریخ چارلس پنجم) گاندھی جی لکھتے ہی اسلام اپنے عروج کے زمانے میں غیر روادار نہ تھا اس نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا تھا (الامان جولائے ۱۹۳۲ء)

مسلمان سلاطین نے مندروں کو جاگیریں دیں ہندوؤں کے مذہبی مدارس کی امداد کی۔ ہندوؤں کو عہدے دئے، مذہبی آزادی دی۔ اسی کتاب کے گذشتہ ابواب و مضامین میں بہت کچھ اس کا ثبوت ہے۔

مسلمانوں کا عہد حکومت

کشمیر کا معاملہ در پیش ہے نہ کہ تمام دنیا کا لیکن کیا کیا جائے مؤلف گلدستہ کشمیر نے ایک سطر میں سب کو لپیٹ لیا اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو جائیگا کہ کشمیر کو جنت نظیر مسلمانوں نے بنایا، چونکہ اس مؤلف نے سب کو قصہ چھیڑ دیا اس لئے ہم مختصر طور پر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہندوستان اور ہندو قوم کو مسلمانوں کی آمد اور حکومت سے فائدہ پہونچا یا نقصان، پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں اس نے (اسلامی فتوحات نے) ہماری قومیت کے ذخیرے میں روح اور سرگرمی کے اجزا کا اضافہ کیا اور ایک ایسی نئی تہذیب کا رواج دیا جو ہر طرح مستحق ستائش ہے مسلمانوں کے رسوم و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤں کے عادات و رسوم کو بہت کچھ اُبھارا جو لطافت و نزاکت ہماری موجودہ سوسائٹی میں پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر انہی کا طفیل ہے انہوں نے خوبصورت عمارتیں تعمیر کرا کر ہندوستان کے فن تعمیر میں انقلاب پیدا

کردیا (تاریخ ہند) ہندو فاضل مسٹر سی، پی رائے لکھتے ہیں ہم نے مسلمانوں کے آنے سے بہت کچھ فوائد حاصل کیے ہیں۔ (غازیان ہند ص ۷۳) لالہ مکندی لال ڈپٹی پریسیڈنٹ کونسل صوبہ متحدہ لکھتے ہیں اگر مسلمان یہاں نہ آتے تو ہنرمندی قطعاً موقوف ہو چکی تھی (غازیان ہند ص ۷۲) لالہ تلسی رام لکھتے ہیں اگر مسلمان نے ہندوستان پر صدیوں حکمرانی کی اکثر اُن کا طرز حکومت عادلانہ تھا، مذہبی آزادی ان کی حکومت میں نہایت استحکام کے ساتھ قائم رہی ان میں رحمدل بھی ہوئے جابر بھی ہوئے لیکن رحم دل کی رحم دلی اور جابر کا جبر کسی خاص فرقہ کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ عام تھا جس مسلم اور غیر مسلم سب یکساں متاثر ہوتے تھے جبراً تبدیل مذہب کرانے کو اُن کے سر تھونپا سراسر اتہام ہے ہماری موجودہ تہذیب وترقی بہت کچھ ان کی مرہون منت ہے (واقعات ہند) ہندؤں کے ہاتھ سے مسلمانوں کے ہاتھ میں عنان حکومت جانے سے ہندوستان کو فائدہ ہوا اور بہت بڑا فائدہ پہونچا جیسے ہندؤں حکومت خرابیوں اور برائیوں سے بھری ہوئی تھی ایسی مسلمانوں کی حکومت میں ان کی برابر برائیاں نہ تھیں۔ جمہوری سلطنتوں کی مانند مسلمانوں کی خود مختار شخصی حکومت میں کل انسانوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جاتا تھا (تاریخ برٹش انڈیا جسمیں بل) لالہ کلیداس کپور ایم اے ایل ٹی لکھتے ہیں۔ راما نند کی نصیحتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے خیالات پر مسلمانوں کے مذہبی خیالات کا بڑا اثر پڑا، ہندؤں میں پردے کا رواج بھی مسلمانوں کی دیکھا دیکھی پڑا، لیکن ان کے اخلاق وعادات پر یہ اچھا اثر پڑا کہ اختلاف ذات کے کچھ اصول ڈھیلے

ہو گئے۔شمالی ہندوستان میں مسلمانوں سے ہندوؤں کا زیادہ تعلق رہا۔اس لئے یہاں پردے کا رواج بھی موجود ہے چھوت چھات کا رواج بہت کم ہے، دکن میں مسلمانوں کا اثر بہت کم پڑا اس لئے وہاں پردے کا چلن نہیں لیکن اچھوت کا رواج روزوں پر ہے، ہندوؤں کے مذہبی خیالات پر بھی اسلام کا اچھا اثر پڑا، ہندوؤں میں کبیر اور نانک ایسے واعظ نکلے جنہوں نے اودیت ایشور (خدائے واحد) کی اُپاسنا (عبادت) کیلئے اور جات پات کے خلاف تقریری کیں اس زمانہ میں ہندوؤں میں بھگتی کے ذریعہ نجات حاصل کرنے کے خیالات کچھ ہوئے ہندوؤں کے ان مذہبی خیالات کو بھی اسلام کی مذہبی تعلیمات س بہت کچھ مدد ملی (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ حصہ اول) ہندو فلاسفر مسٹر ٹی ایل وسوانی لکھتے ہیں مسلمانوں کی تاریخ اچھے کاموں سے لبریز ہے (غازیاں ہند ص ۱۵۶) ڈاکٹر ایس سیتارام ایم اے لکھتے ہیں دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے اسلام نے ایشائی تہذیب کی روشنی کو اونچا کر رکھا، یورپین زیادہ تر تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسلمان اُستادوں ہی کے پاس گئے۔سکھ مذہب جس کے بانی بابا نانک اور گرو گوبند سنگھ جی ہیں اور بنگال کا فرقہ سیتارام بانا اسلام ہی کی بدولت ظاہر ہوا۔(رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ) مسٹر جے سی چٹر جی لکھے ہیں جب اسلام ملک پر حکمران ہو کر آیا، تو ملک ایکمرتبہ پھر متحد ہو گیا۔رامانند، رامانج، چیتامہ نانک غرض تمام ہندو مقتدی مسلمانوں کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے مسلمانوں کے آنے سے پہلے کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس نے ہندوؤں کو دوبارہ مذہب کی دعوت دی ہو (الامان جولائی

۱۹۳۲ء) ہندو فاضل سر پی سی رائے نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ ہندوؤں کی سماجی برائیاں جو اُن کے مذہبی عقائد کا نتیجہ ہیں مدتوں سے ملک کے اقتصادی اور سیاسی ترقی کیلئے سدراہ ثابت ہورہی ہیں اسلام نے اس سلسلہ میں ہندوؤں کی بہت بڑی خدمت کی ہے ان میں اس بات کا احساس پیدا ہوا کہ وہ تنزل کے عمیق گڑھے کی طرف نہایت سُرعت کے ساتھ چلے جارہے ہیں لیکن یہی ایک واحد طریقہ نہیں جس سے اسلام نے ہندومت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا ہے یہی ایک فائدہ نہیں جو ہندومت نے اسلام کے اثر و تاثر سے حاصل کیا ہے اسلام نے ہندوستان کو بیرونی ممالک سے منسلک کردیا سمندر کی تجارت کا راستہ جو مدتوں سے مذہبی تعصبات کی وجہ سے بند پڑا تھا از سرنو کھولدیا یہ ایک بھاری سیاسی واقتصادی فائدہ ہے جو اسلام کی وجہ سے ہندوؤں کو ہوا۔ ہندو ہزاروں سال سے اپنے ملک کی چہار دیواری میں بند پڑے تھے اورانہیں بیرونی دنیا کی خبر تک نہ تھی یہاں تک کہ اُن کے مذہب میں سمندر کا سفر کرنا گناہ عظیم تصویر کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے باشندے ان ترقیوں سے بالکل نابلد تھے جو ممالک غیر میں ہورہی تھیں ممالک خارجہ کے مذاہب سیاسی اورسماجی تحریک سے بے خبر رہنے سے ہندو دماغی اخلاقی اقتصادی اور سیاسی پہلوؤں سے تباہ اور ناکارہ ہوگئے تھے مسلمان اپنے ساتھ اپنا تمدن اپنا کلچر اپنا لٹریچر اپنے رواج، اپنے رسومات اپنے اخلاق حسنہ لائے جو ہر لحاظ سے ترقی کی اونچی سے اونچی منزلیں طے کر چکے تھے مسلمانون کی آمد کی وجہ سے ہندوستان کے باشندے دوسرے ممالک کے کلچر اور تہذیب و

تمدن سے بھی آگاہ ہوئے، ہندوستان کو سائینس کے میدان میں ہندوستانیوں کو ایجادات واختراعات واخلاقیات آلٰہیات اقتصادیات وغیرہ کے متعلق ان کے نظریوں سے آگاہ حاصل ہوئی اوران سے ایرانیوں کی دیرینہ تہذیب تمدن کی داستان کا علم ہوا رومیوں کے طریق جنگ اور چینیوں کے طرز عمارت کا جو عرب کے ریگستانوں سے اکناف واطراف عالم میں پھیلا دُنیا کی نگاہوں میں ہندوستان کی قدر و منزلت ہوگئی ہندوستان کے ایک بہت بڑے حصہ میں عموماً اور وندھیا چل پہاڑ سے شمالی علاقہ میں خصوصاً امن قائم ہوگیا تھا وہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی لا تعداد برکتوں سے ایک ہے اسلام کی آر سے قبل ہندوستان بے شمار چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں منقسم تھا جنپر راجے حکومت کرتے تھے۔ یہ راجے ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اس لئے ملک میں قیام امن کے لئے کسی وسیع اور زبردست سلطنت کا قیام ناممکن ہوگیا تھا۔ اور جنگ وجدل کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا اور امن وامان ایک قصہ پارنیہ ہوکر رہ گئے تھے۔ اسلامی سلطمت نے ہندوستان کو ایک ایک کی صورت دی ملک بھر میں ایک قسم کی سلطنت قائم ہوگئی لوگوں کے اخلاق، طرز معاشرت، عادات واطوار میں انقلاب عظیم برپا ہوگیا اور ہندوستان کے ایک سرے س دوسرے سرے تک یکجہتی نظر آنے لگی، اسلام کی آمد سے ہندوستان کے آرٹ صنعت و حرفت اور فن تعمیر کو بے انتہا فائدہ حاصل ہوا، اسلامی، چینی اور ہندو فن تعمیر کے ملاپ سے ایک نئی قسم کے فن تعمیر کی بنیاد پڑی ملکی صنعت نے بہت ترقی کی، نہایت اعلیٰ شال کمل اور قالین تیار ہونے لگے دنیا آج تک اسلامی فن تعمیر کی

مثال پیش نہیں کر سکتی اور ہندوستان اس بات بجا طور فخر کر سکتا ہے کہ اس فن تعمیر کے بہترین نمونے ہندوستان میں موجود ہیں، دنیا کا کوئی ملک کسی زمانہ میں بھی تاج محل کا جواب پیش نہیں کر سکا، فتحپور سیکری میں شہنشاہ اکبر کے محلات و ایوان دنیا بھر کے انجیرون کے لئے حیرت و استعجاب کا سامان ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں اسلام کی آمد سے ملک کو جو فوائدہ حاصل ہوئے ان میں توحید کی اشاعت، تاریخی کتابوں کی تصنیف، تمدن تہذیب اور فنون حربیہ میں حیرت انگیز ترقی قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ سیکڑوں اور فوائد گنائے جا سکتے ہیں لیکن سب سے بڑا احسان جو اسلام نے ہندوستان پر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے خیال کی بنیاد رکھی اور عوام میں ذات پات کی بندشوں کے خلاف ایک عام جذبہ پیدا کیا، مسلم بادشاہوں نے ایسے عملی اقدامات کئے جن کی وجہ سے ملک میں قومیت کا خیال پیدا ہوا۔ یہ ایک ایسا احسان ہے جس کا بدلہ کبھی ادا نہیں کیا جا سکتا (اخبار صحیفہ حیدر آباد اکتوبر ۱۹۳۳ء بحوالہ اخبار خلافت) مسٹر گیسو ڈیو کونڈی لکھتے ہیں کئی صدیوں تک تمدن کی تاریخ میں عربوں نے مہتم بالشان خدمات انجام دیں وہ نہ صرف ایشیا کے دور و دراز حصوں میں علم کی اشاعت کرتے رہے بلکہ یورپ کو بھی ایسے علوم سکھائے جن سے مغربی اقوام نے بڑا نفع حاصل کیا (ہسٹری آف میڈیوئل الالیویلزیشن) اہل عرب علم کی وہ شمع روشن کی جس نے تاریخ کے سیاہ صفحات کو چمکا دیا (پروفیسر سلیمن کنگی کالج لندن، انسائکلو پیڈیا برٹینکا) بابو بپن چندر پال لکھتے ہیں اسلام نے اخوت اور برادرانہ روابط پر جس قدر زور دیا جس

شدومد سے اس پر عمل پیرا ہوا اس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب پیش کرنے سے قاصر ہے یہ مسلمانوں کی انتہائی ہمدردی اور خدا ترسی کا جذبہ ہی تھا جس نے ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک کی مذہبی زندگی اور خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اور ایک فاتح کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہو کر ہزار ہا نفوس کی معاشرت وقلوب کو متاثر کیا، اسلام نے یہاں آ کر ہمیں جدید آئین و اقوانین سے روشناس کرایا جائے طریقہائے انتظام بناء حکومت کے جدید اغراض ومقاصد سے واقف بنایا اور مختلف صوبوں میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی پیشتر کی نسبت کہیں زیادہ وسیع سیاسی واقتصادی مفاد ومقاصد کی حامل تھی، (حقیقت اسلام لاہور جون ۱۹۳۲ء) مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوستان کو دس فواید حاصل ہوئے۔ ا۔ بیرونی دنیا سے تعلقاقت ہندوستان کے جدید طاقت کی تنظیم اور سمندر پار غیر ممالک سے تجارت۔ ۲۔ ہمہ گیر شہنشاہیت کے نتیجہ کے طور پر ہندوستان بھر میں عموماً اور آریہ ورت یعنی بندھیا چل پہاڑ کے شمالی علاقوں میں خصوصاً قیام امن۔ ۳۔ تمام ہندوستان میں ایک ہی قسم کا طرز حکومت اور ایک ہی حکمران کے اقتدار کے باعث جمہور کے طور و طریق کاروبار تجارت، ظاہری زندگی نیز کچھ کچھ ان کے خیالات میں بھی اتحاد ۔۴۔ ہندو اور مسلمانوں میں مساوی طور پر اعلیٰ اور اوسط طبیعتوں کے درمیان معاشرتی طور وطریق اور خیال وغیرہ میں ایک ہی اصول کی پیروی۔ ۵۔ فن تصویر کی تعلیق، جدید قسم کے ہنر جیسے شال کمخواب، ململ اور غالیچہ بُننا، پتھر جڑنا، یا دوسری دھاتوں پر سونا چاندی وغیرہ کا کام کرنا۔ ۶۔ عوام کے استعمال کیلئے

ایک کارآمد زبان اُردو کی پیدائش ۔ ۷۔ سنسکرت کے استعمال معدوم ہو جانے کی وجہ سے اسلامی حکومت کے امن واقتدار کے نتیجے کے طور پر ہندی، بنگلہ، مرہٹی وغیرہ نئی نئی زبانوں میں سلسلہ تصیف شروع ہوا۔ ۸۔ ہندو سوسائٹی میں فرقہ موحدین کے وجود اور ویدانتک صوفی کی ترویج ۔ ۹۔ تاریخ کی ترتیب و تدوین ۔ ۱۰۔ فن حرب اور تہذیب وتمدن کے تمام شعبوں میں عام ترقی صنعت و حرفت میں مسلمانوں کا عطیہ اسوقت بھی ہندوستان سے معدوم نہیں ہوا ہے وہ ہمارا بے بہا سرمایہ بن کر باقی ہے۔ تاریخی لٹریچر کے طور ہندوستان کو مسلمانوں کا جو عطیہ ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ ایسا عظیم الشان حسان ہے جس کو کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جو اس موجوع سے دلچسپی رکھتے ہیں ہندوستان میں دنیاوی واقعات کی تاریخ لکھتے اور ان کے اوقات کے حساب رکھنے کا تو کیا ذکر ان کو اس کا ذوق بھی نہ تھا۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوؤں نے تاریخ نگاری نہیں کی راجاؤں کی تعریف وتوصیف میں کچھ نظمیں تو ضرور ہیں لیکن ہم انہیں تاریخ نہیں کہہ سکتے ان میں تاریخوں کا اہتمام نہیں ہے ۔ ایسی کتابیں تو بالکل نہیں پائی جاتی جن میں بقید یوم وتاریخ واقعات لکھے ہوں، اہل عرب پورے عملی آدمی تھے اور حقائق اشیا پر ہمیشہ تیز رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسلام کے ابتدائی عہد ہی سے واقعات کے اوقات ۔ سلاطین کے سن تاریخ اور سوانح زندگی لکھ چھوڑے ہیں انکی اس تاریخ میں یوم اور سن کا پورا لحاظ پایا جاتا ہے۔ ہر ملک میں انہوں نے کثرت سے تاریخی کتابیں لکھی ہیں

(ترجمہ مضمون جادو ناتھ سرکار سالانہ نمبر رسالہ عالمگیر ۱۹۳۴ء)

عرض دنیا کے ہر خط اور ہر ملک کے متعلق ایسے ہی محققین کی سیکڑوں رائیں موجود ہیں اور تمام دنیا کی تاریخیں مسلمانوں کے گرانقدر کارناموں سے پُر ہیں۔ ہندوستان کو اخوت مساوات، توحید، صنعت وحرفت آئین حکومت، حسن معاشرت حسن اخلاق غرض تمام خوبیاں مسلمانوں کی عطا کردہ ہیں۔ یورپ جن کا مؤلف گلدستہ کشمیر مداح ہے مسلانوں کی شاگرد ہیں۔ پنڈت جی مسلمانوں سے سب کچھ حاصل کر کے مسلمانوں ہی کے منہ آرہے ہیں۔

کس نیاموخت علم تر از من　　　که مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

اور مسلمانوں کے احسانات وعطا کردہ نعمتوں کو جھٹلا رہے ہیں لیکن ان کی قوم میں کچھ حق گو بھی ہیں جن کے اقوال ان کی تردید کے لئے کافی سرمایہ ہیں۔

ولیکن بہ مہ ہر کہ تف افگند　　　ہمانان ہمان تف بر دلیش فتد

فنون لطیفہ

مؤلف گلدستہ کشمیر کا مسلمانوں پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ انہوں نے فنون لطیفہ موسیقی وغیرہ پر توجہ نہیں کی اور ان کی مخالفت کی، یہ اعتراض ایک حد تک صحیح ہے۔ موسیقی رقص وسرود وغیرہ فنون کی لوگوں کے درستی اخلاق اور عام ترقی کے خیال سے اسلام نے روک تھام کی ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان فاضلوں اور موجدوں نے اس طرف کم توجہ کی ہے لیکن اس کم توجہی میں بھی وہ اپنی پیشرو اقوام سے بڑھ گئے ہیں۔ ان فنون کے متعلق اب بھی مسلمانوں کی صدہا کتابیں موجود ہیں، قطار، رباب، نقارہ عربوں کی ایجاد ہیں۔ زیر وبم اور اعدادی موسیقی کے موجد اسپین کے مسلمان ہیں کشمیر کے بادشاہ زین العابدین

نے ایک عجیب ساز ایجاد کیا جس کا ذکر سلطان کے بیان میں گذرا۔ کشمیر میں ایک درجن سے زیادہ ایرانی راگنیاں رائج ہوئیں کشمیر میں مسلمانوں نے فن موسیقی میں اس قدر ترقی کی تھی کہ پنڈتوں سے بڑھ گئے تھے۔ (شباب کشمیر ص ۲۰۲ بحوالہ مضمون پنڈت شیونرائن شمیم کشمیری ایڈوکیٹ پنجاب) یہ ترقی اس صورت میں ہے جبکہ علماء اور عام مسلمانوں نے ان فنون کو اسلئے پسند نہیں کیا کہ حضور علیہ السلام نے ان کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضور کے تمام احکام موافق حکمت ہیں مصلح عالم کو معلوم تھا کہ ان فنون کی ترقی قومی زوال کا باعث ہوتی ہے (ومن الناس من یشتری لھوالحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو کھیل کود کی باتوں کو لیتے ہیں تاکہ بے جانے بوجھے لوگوں کو گمراہ کریں) راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے لہو الحدیث سے مراد گانا بجانا منقول ہے (تفسیر ابن کثیر و تفسیر درمنثور)۔ (تکون فی امتے خسف ومسخ اذا ظہرت القنات والمعازف یعنی میری اُمت میں زمین میں دھس جانے اور صورتین مسخ ہوجانے کا عذاب ہوگا یہ جب ہوگا جب گانے والی عورتیں اور باجے رائج ہوں گے۔ ترمذی شریف) تاریخ بھی شہادت دیتی ہے کہ رقص وسرود اور فنون لطیفہ نے جس قوم میں ترقی کی وہ تنزل کے گڑھے میں گری، دہلی کے لال قلعہ میں شاہ رنگیلے کے عہد میں جب طبلہ [illegible] لگنے لگا، نادرشاہ نے گلا آ دبایا، اودھ میں واجد علی شاہ کے عہد میں ان فنون کی ترقی ہوئی تو تخت سلطنت اُلٹ گیا۔ دکن میں تانان شاہ ان میں منہمک ہوا تو تاج شاہی سر سے اُتر گیا، کشمیر میں خاندان پانڈوان کے راجہ ہرنام دیو اور خاندان پروہ

گپت کے تاجدار کھیمہ گپت اور سلاطین کشمیر مین سلطان زین العابدین اور خاندان چک میں یوسف شاہ کے عہد میں ان فنوں کی ترقی ہوئی اس ترقی کی ساتھ ہی سلطنت کا زوال شروع ہوگیا۔ غرض ان فنوں میں جن قوموں نے ترقی کی ہے عیاشی کے زمانہ میں کی ہے اور جن ممالک میں ان کا رواج ہوا اُون کی سیاسی حالت پر اس کا مضر اثر پڑا، مردانہ اخلاق مفقود ہو گئے، عسکریت کی روح فنا ہوکر حُسن پرستی اور نرم اخلاق کی تخلیق ہوئی ہندوستان میں جب نادو دیا گند ہرب ودیا یا راگ ودیا، شام ودیا (علوم موسیقی واقسام راگ) نے ترقی کی اور چوتھا ویدراگ اور بھجنوں میں مرتب ہوا تو ملک گیری اور ملک داری کا خاتمہ ہوگیا، ایران میں جب ان کی گرم بازاری ہوئی سلطنت کا بازار سرد پڑ گیا، رومی جب اس طرف رجوع ہوئے تو جنگجوئی کے خوگر نہ رہے ان کا سیاسی عظمت وجلال مٹ گیا، مدتوں تک اپنا بے نظیر اقتدار ضائع کر کے آسٹریا کے ماتحت رہے تا آنکہ مزنی اور گریبالڈ نے ان میں از سر نو قومیت کی روح پیدا کی۔ جب بغداد و قرطبہ کے قصور میں ان کا رنگ جما تو ترقی کافور ہوگئی اکثر مصلحان اقوام ان فنون کے اسی وجہ سے مخالفت کرتے آئے ہیں، یسعیاہ، عموس، عیسی بن سیراخ بربادی بیت المقدس سے پہلے ان کی مخالفت کرتے تھے جب یہ یہود میں رائج ہوگئے، تو بیت لمقدس کی بربادی تک نوبت پہنچی، جب ان کی آنکھیں کھلیں اب شدت سے ان کو حرام سمجھنے لگے اور بانسری بجانیوالے کو زمری (اوباش) کہنے لگے یہ لفظ زمری کی عربی کے لفظ زمارہ سے لیا گیا ہے، زمارہ کے معنی بانسری بجانیوالی فاحشہ عورت ہیں۔ ڈاکٹر سموئیل اپنی کتاب

سیرت میں لکھتے ہیں کہ فنون لطیفہ کے کرشمے اور کارسازیاں بلاشبہ مذاق انسانی کو بڑھاتی ہیں مگر ایک واحد اور اکیلا نیک نمونہ اعمال صالح جو لوگوں کو عملی طور پر دکھایا جائے انسانی قلوب اور سیرت پر ایک فاعلہ اور مستقل اثر پیدا کرے گا جو بدرجہا اور بمراتب ان اثرات سے بڑھ چڑھ کر ہوگا جو ایک وسیع احاطہ میں مجسموں اور تصویروں کے دیکھنے سے پیدا ہوگا کیونکہ وہ چیز جو انسان کو عظیم و جلیل بناتی ہے وہ اس کا دل و دماغ ہے نہ کہ محض فنون لطیفہ، اگر مصوری اور راگ انسان کو بنا سکتے تو روم کو شجاعت اور قدیم نیک نامی معدوم نہ ہوتی اور فیڈرس اکٹونوس وہ مشہور یونانی مصور اپنی عیاشی کی وجہ سے قید خانہ میں نہ مرتے اور نہ ان کا جلال معدوم ہوتا جنہیں پارٹا والوں نے شکست دے کر نسیاً منسیا کر کے اپنی فتح کی یادگار بڑے پیمانہ پر قائم کی تھی تقدس، صفائی دل و دماغ فنون لطیفہ سے بدرجہا اچھی ہے کیونکہ مصوری اور راگ سے بسا اوقات سیرت کمزور اور اخلاق ذمیم ہو جاتے ہیں اور تزکیہ نفس سے اخلاق حسنہ، سیرت فاضلہ ہمت بلند پیدا ہوتی ہے۔ جوں جوں روم میں فن مصوری ترقی کرتا گیا قوم تنزل کی طرف گرتی گئی پوپ لیو دہم کا زمانہ ترقی اور فنون کا زمانہ ہے مگر اس زمانے میں عیاشی اور بدکاری اور شہوت پرستی کا زور تھا ادنیٰ، اعلیٰ، غریب امیر عوام خواص پوپ و پادری سب عیاش اور لہو ولعب میں وقت گذرتے تھے راگ مصوری اور ناچ تفریح اور سرور کے سرچشمے ہیں فی حد ذاتہ شہوت انگیز نہیں (یہ تجربہ کے خلاف ہے گانے کی آواز کان میں آتی ہے طبیعت گانے والے کی صورت کی طرف رجوع ہوتی ہے اگر گانے والا امرد یا

عورت ہے تو نیت کا نیک رہنا محال ہے گیت غزل وغیرہ کے مضامین بھی نیک خیالات کی طرف کم رہبری کرتے ہیں) تاہم بسا اوقات شہوت انگیزی ان کا انجام ہوتا ہے دور حاضر میں حسن عریان کیوجہ سے یقیناً شہوت انگیز ہیں راگ اور پھر مزامیر کے ساتھ لزوماً دلی طاقتوں کو نہیں بڑھاتا اور نہ عام طور سیرت عالیہ پیدا کرتا ہے۔

مسلمانوں کی علمی ترقی

جب داعی اسلام نے تبلیغ اسلام شروع کی ہے۔ دنیا کے اکثر حصہ پر جہل کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جو کہیں روشنی تھی وہ ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی مانند تھی۔ دنیا کی تاریخ ہمارے اس بیان پر کافی گواہ ہے مسلمانوں علم کی شمع کو اس طرح روشن کیا جس کی روشنی سے صفحہ ارض جگمگا اُٹھا اس بیان کے لئے ایک ضخیم جلد چاہئے مسلمانوں کی علمی وعملی ترقی کی نظیر ابھی تک تاریخ دنیا میں نہیں ہے جو روشنی اسلام نے پھیلائی اس ایک **جھلک** ....اگر کوئی دیکھنا چاہئے تو ڈاکٹر لیبان کی کتاب تمدن عرب میں دیکھ لے یورپ کی ترقی کا مدار مسلمان علما کی تصانیف پر ہے علم ہندسہ میں جبر ومقابلہ مسلمانوں کی ایجاد ہے آنکھ بنانے، پتھری توڑنے کے اوزاروں اول مسلمانوں نے بنائے یورپ کی موجودہ جراحی کا دارومدار شیخ ابوالقاسم کی تصانیف پر ہے اس کو اہل یورپ القاسیس کہتے ہیں اس نے آلات جراحی ایجاد کئے کولمبس ہندوستان کی تلاش میں چلا اتفاقاً اس کو امریکہ مل گیا۔ یورپ والوں کو اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ امریکہ کا نام مغربی ہندرکھا گیا لیکن کولمبس سے ڈیڑھ سو برس پہلے بشرنہ کے

آٹھ نوجوان مسلمانوں نے جو سب برادر عمزاد تھے جن کو معززین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے امریکہ دریافت کرلیا تھا گیارہویں صدی کے عرب مصنفین امریکہ کو الہنود المغربیہ کے نام سے لکھتے ہیں (کتاب الغز المنافع المجاہدین و نزہتہ المشاق فی اختر الا آفاق) راس امید کا پتہ واسکوڈی گاما کو ایک عرب احمد بن ماجد نے بتایا (برق یمانی) پرتگالی مورخ احمد ابن ماجہ کو معلم کنہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں گھڑی کی ایجاد خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں ہوئی خلیفہ نے تحفتاً ایک گھڑی شارلمن شاہ فرانس کو بھیجی تھی جسکو دیکھ کر اہل یورپ کو گھڑیوں کا علم ہوا کاغذ سازی مسلمانوں کی مختلف علوم وفنون کی جن تصانیف کا اہل یورپ نے سولہویں صدی عیسوی تک صرف لاطینی زبان میں ترجمہ کیا ہے اُن کی تعداد دوسونوے ہے، ابوالحسن علی بن داخل وابن یونس ونصیرالدین طوسی وابوالوفا الحسن الفرغانی وجابر فلکی ان کی تصانیف علم الافلاک وآلات رصد یہ سے متعلق نہیں ان کا ترجمہ ہوا۔ یعقوب کندی مشہور فلاسفر کی جو دوسو کتابوں کا مصنف ہے) کتابوں کا ترجمہ ہوا۔ موسیٰ خوازرمی والحسن والحسن ابن الثم کی ریاضی تصانیف کا ترجمہ ہوا ابن العوام اندلسی وابن البیطار کی تصانیف متعلق علم نباتات کا ترجمہ ہوا۔ ابوذاکر محمد بن محمود جغرافیہ تاریخ طبعے کی متعلق ان کی تصانیف کا ترجمہ ہوا۔ ابونصر فارابی وابن رشد وابن سنیا کی تصانیف طب وہیت و فلسفہ کا ترجمہ ہوا جابر بن حیان کی تصانیف فن کیمیا کا ترجمہ ہوا۔ فن جہاز رانی و جہاز سازی کو مسلمانوں نے بہت ترقی دی اور اس میں عجیب ایجادیں کیں، عہد حکومت اسلام میں چالیس رصدگاہیں قائم تھیں، مسلمانوں نے مختلف قسم کے تیزاب

ایجاد کیۓ مرکب ادو یہ کا طریقہ مسلمانوں کا ایجاد کردہ ہے توپ مسلمانوں کی ایجاد ہے دوربین الوالحسن نے ایجاد کی، اُندلس کے خلیفہ عبدالرحمٰن نے اتنا بڑا جہاز بنایا کہ اسوقت تک دنیا میں اتنا بڑا جہاز نہیں بنا، ابوالصات نے جرثقیل کا ایک آلہ بنایا جس سے غرق شدہ جہاز نکال لیا جائے حکیم ابوالقاسم عباسی اندلسی نے ہوائی جہاز ایجاد کیا اس پر بیٹھکر خود اُڑا۔ کتابت المجموع (شارٹ ہینڈ) مسلمانوں کی ایجاد ہے طبیب ذکریارازی کے ایک شاگرد نے جالینوس کی سولہ کتابیں ایک مہینہ میں اس میں نقل کرلی تھیں۔ غرض بہت سی ایجادیں اور علمی ترقیاں ہیں اُن کا کہاں تک اس مختصر بیان کیا جاسکتا ہے بعض کا تذکرہ تمدن عرب میں ہے۔ ڈاکٹر جیلڈ ڈاٹ نے لکھا ہے ڈاکٹر سی۔ پی اسکاٹ لکھتے ہیں لیبان اور جیلوڈاٹ جیسے فاضل علما نے ایسی تحقیق کی ہے کہ جس میں مجال کلام نہیں رہتی (الجمعتہ) خط نستعلیق ساتویں صدی ہجری میں ایران میں ایجاد ہوا۔ اوردسویں صدی ہجری ایران سے ہندوستان میں آیا۔ کل کی چکی جو پانی اور ہوا سے چلتی ہے فتح اللہ شیرازی نے ایجاد کی، گوۓ آتشین یعنی ایسی گیند جورات کوروشن رہے اکبر بادشاہ کی فرمائش سے ایجاد ہوئی۔ حکیم علی نے اکبر کے لئے ایک حوض بنایا اس کی تہ میں ایک کمرہ تھا جسمیں بارہ آدمی بیٹھے تھے اوراس میں سب سامان مہیا تھا۔ ایک قطرہ پانی کا اندر نہیں آسکتا تھا، مآثر الامراء میں لکھا ہے درکنج حوض سرے باآب فروبردہ دوسہ زینہ پائین رفتہ بدان خانہ درآمد بسیار بہ تکلف آراستہ درغایت روشنی جائے دروازہ کس است فرش خواب درخت پوشش مہیا وحاضری طعام موجود، چند جلد کتاب در طاقہا گذاشتہ ہوانمی

گذاشت کہ یک قطرہ آب اندروں آید، بابر بادشاہ نے ہندوستان کے متعلق لکھا ہے کہ یہاں نہ اچھے گھوڑے ہیں نہ انگور نہ خربوزہ نہ حمام نہ مدرسہ نہ شمع نہ شمع دان نہ مشعل ایک لکڑی کا ڈیوٹ ہوتا ہے اس پر مٹی کا چراغ جلاتے ہیں، آدمی ننگے پیر رہتے ہیں صرف لنگوٹی باندھتے ہیں عورتیں لنگی باندھتی ہیں جس کا آدھا حصہ کمر کو لپیٹ لیتی ہیں (تزک بابری) جہانگیر نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں بہت سے میوے اور پھول نہ تھے، اکبر کے عہد میں آئے مثل انگور، کشمش، اناس اور درخت چنار، سرو، صنوبر، بید اور پھول گل سرخ، گل نرگس، بنفشہ، یاسمن، کبود، سوسن، ریحان، رعنا، زیبا، شقائق، تاج عروس، فلسفہ، نافرمان وغیرہ اور راس کلاں گھوڑے نہ تھے، چھوٹے چھوٹے ٹٹو تھے (تزک جہانگیری) ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں باغوں میں نہ چمن بندی تھی نہ نہریں تھیں اکبر کے وقت میں رائج ہوئیں۔ غرض دنیا میں جس قدر علمی و عملی ترقی مسلمانوں نے کی ہے ابھی تک کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کر سکی اور موجودہ روشنی و ترقی مسلمانوں کا طفیل ہے ہندوستان کا وہ طرز معاشرت تھا جو بابر نے لکھا ہے یہ جو کچھ تہذیب و ترقی ہے سب مسلمانوں کا صدقہ ہے۔

ایک التماس

کشمیر ایک ایسا خط ہے جو دنیا میں مشہور ہے صفحہ ارض پر شاید یہی ایک سرزمین ہے جس کو کہ جنت نظیر کہا جاتا ہے اور ریاست کشمیر ہندوستان کی بڑی ریاستوں میں سے ہے کیا اچھا ہو کہ عالی جناب سر مہاراجہ بہادر والی کشمیر چند قابل افراد کو تدوین تاریخ کشمیر پر مامور فرما دیں جو ایسی صحیح تاریخ مرتب

کردیں کہ دیگر ممالک کی تاریخوں کے ساتھ مطابق ہو جائے تو ہم آمیز روایات اور مضحکہ انگیز مبالغہ سے پاک ہو کیونکہ اب تک جو تاریخیں لکھی گئی ہیں ان کی بنیاد رتنا کر اور کلہن کے ناقابل وثوق بیانات پر ہے جو اغلاط صریح سے پُر ہیں۔خوش قسمت ہے وہ ملک جسکی صحیح تاریخ مرتب ہو جائے خوش قسمت ہے وہ تاجدار جس کے دست کرم سے یہ اہم خدمت انجام پائے، اس خدمت کو منشی محمد الدین فوق کشمیری حال مقیم لاہور و مفتی محمد شاہ صاحب سعادت کشمیری باحسن وجوہ انجام دے سکتے ہیں مگر بغیر سرپرستی حکومت اس کا سرانجام ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اس زمانے میں ضرورت ہے کہ ہندوستانی قومیں متحد ہوں تاکہ ملک کو ترقی کی منزلوں پر گامزن ہونا آسان ہو جائے اس لئے کشمیر کے سربرآوردہ ہندوؤں کو چاہیے کہ اپنی ہمسایہ قوموں کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کریں۔ مسلمانوں کے حقوق کشمیر میں بری طرح پامال ہوئے ہیں۔اب اُن کے ساتھ فیاضی کا عمل ہونا چاہیے کیونکہ اب زمانہ بدل چکا ہے ہر ایک کو اپنے حقوق کا خیال ہے اب چیرہ دستیوں سے تباہ نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وفادارانہ ادب کے ساتھ اپنے تاجدار سے حقوق کا مطالبہ کریں جو مل جائے اُس کو غنیمت سمجھیں، باقی کے لئے آئینی جدوجہد جاری رکھیں۔ اس زمانہ میں ہندوستان بالخصوص ریاستوں میں اظہار بے چینی ملک کے لئے سم قاتل ہے گذری ہوئی باتوں کو فراموش کردیں اب جو تکلیف ہو صبر و استقلال امن وامان کے ساتھ اس کے دفعیہ کے لئے سعی کریں۔

خاتمہ

از خاکسار مصنف عفا اللہ عنہ

شکر صد شکر ٹھکانے لگی محنت میری　　　طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

انسان فطرتاً تفوق پسند اور حریص ہے ہر زمانے میں ہر قوم و ملک وملت کے لوگوں نے اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے جنگ وجدل کی ہے اور فاتح نے ہمیشہ مفتوح کا گلا دبانے کی سعی کی ہے مقدسین کے سوا تمام اہل عالم کی لڑائیاں ملک و مال کے لئے ہوئیں اس سے کوئی قوم مستثنیٰ نہیں۔ غیر آریہ اقوام آریوں کے آنے سے پہلے آپس میں لڑتی بھڑتی رہیں آریہ آئے تو وہ غیروں سے بھی لڑے اور آپس میں بھی جنگ میں غالب مغلوب کا مال ومتاع لوٹتا تھا، اس کے آدمیوں کو قید کر کے لونڈی غلام بناتا تھا اُن مکانات میں آگ لگاتا تھا۔ ان کے نشانات جن میں معبد اور غیر معبد سب شامل تھے مٹا ڈالتا تھا۔ راون ہندو مذہب کا راجہ تھا اس نے چاروں وید پڑھے تھے اُس کا بیٹا اندر جیت عابد زاہد تھا (مقدمہ تاریخ ہند قدیم ص ۱۴۶ بحوالہ رامائن) اور لنکا کے تمام باشندے ہندو تھے ضرور ہے کہ مندر بھی ہوں گے۔ مہاراجہ رام چندر جی نے جب لنکا فتح کیا اور شہر میں آگ لگائی تمام شہر جل کر خاکستر سیاہ ہو گیا کوئی بتائے کہ مندر کیوں کر بچے اور مندروں کے بچانے کی کیا سبیل کی گئی۔ اسی تاریخ سے معلوم ہوگا۔ اور بھی تاریخوں میں مذکور ہے بہت سے ہندو فاتحوں اور حکمرانوں نے مندروں کو لوٹا جلایا توڑا مسلمانوں کا جب زمانہ آیا تو یہ بھی آپس میں لڑے عیسائیوں کا زمانہ اب سامنے ہے جدال وقتال کی

گرم بازاری ہے۔ اس روشنی کے زمانہ میں بھی عورتوں بچوں کو پکڑتے ہیں۔ اطالوی طرابلس میں شیخ سیف الدین کے اہل وعیال کو گرفتار کر کے لائے (الامان اپریل ۱۹۳۰ء) دشمن کے مقامات وغیرہ کو اس زمانے میں بھی آگ لگائی جاتی ہے اخبار انقلاب لاہور سرحدی قبائل پر انگریزی حکومت کے تاج وتاراج کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ اس گاؤں میں فوج (انگریزی) نے حکومت (انگریزی) کے دو مخالف رہنماؤں کے حجروں یا مہمان خانوں کو جلا دیا، کیونکہ ثابت ہو گیا تھا کہ انہیں انقلابی ہیڈ کوارٹرز کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے (۳/جون ۱۹۳۰ء) معابد کی بھی اس زمانہ میں توہین کی جاتی ہے اخبار رہبر دکن اسپین میں جو آجکل جنگ وجدل باہم وہورہی ہے اس جنگ میں ایک قدیم گرجا جس میں قیمتی جواہرات تھے جلا دیا گیا (۱۴/اکتوبر ۱۹۳۴ء) اس زمانہ کا طرز جنگ سب زمانوں سے زیادہ سخت ہے بم کے گولے برسائے جاتے ہیں جس سے نہ معبد بچ سکتے ہیں نہ کھیت و باغات نہ حیوانات نہ انسان نہ عورتیں نہ بوڑھے نہ بچے نہ بیمار، غرض جنگ وجدل اور اس کے لوازمات دنیا میں ہمیشہ سے ہر ملک وقوم میں رائج ہیں مورخ کا کام ہے کہ ان کو راست راست بیان کر دے مگر طعن وطنز اور مذہبی رنگ نہ دے اور درحقیقت ان امور میں تفوق طلبی اور ہوس زر وزمین کے سوا، نسلی و مذہبی تعصب کا دخل کم ہے مہتہ آنند کشور لکھتے ہیں مسلمان اس ملک پر اس اسلئے کبھی حملہ آور نہیں ہوئے کہ یہ ہندو کا ملک تھا اور ہندوؤں کو ایذا پہونچانا اپنا مذہبی فرض خیال کرتے تھے بلکہ دراصل انہوں نے اس حملے کئے کہ ہندوستان کی دولت بہت زیادہ تھی جنوبی

ہند میں صرف گولکنڈہ اور بیجاپور دو خود مختار مسلمانی ریاستیں رہ گئیں تھیں اورنگ زیب تقریباً بیس سال تک ان کو فتح کرنے کے لئے جدوجہد کرتا رہا۔ اورنگ زیب نے تخت نشینی کرتے ہی اپنا مقصد یہ بنالیا تھا کہ وہ ان دونوں ریاستوں کو فتح کرکے تمام ہندوستان پر حکومت کرے اس سے بھی صاف عیاں ہے کہ اس زمانہ میں مذہبی تفرقات نہ تھے۔ اگر مذہبی تنازعات ہوتے تو کیا اورنگ زیب تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلا کام مسلمانی ریاستوں کو تباہ کرنے کا کرتا (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ) تاریخی مسائل کو مذہبی و نسلی تعصب سے بیان کرنا علم تاریخ کو خراب اور اس کے فوائد کو برباد کرنا ہے۔ ناظم ؎

کبھی ہے دور دارا اور کبھی عہد سکندر ہے

یہی ہوتا رہا ہے گردش گردون گرواں میں

اور طعن وطنز کے رنگ پر جو کتابیں لکھی جائیں گی وہ ملکی ترقی میں رُکاوٹ پیدا کرینگی اور اہل ملک میں نفرت ورقابت پھیلائیں گی قدیم لوگوں کے جو واقعات گذر چکے ان پر مشتعل ہونا اور موجودہ نسلوں سے اس کا انتقام چاہنا عقل و دانش اور انصاف سے بعید ہے جن ہندو راجاؤں نے اسلامی معابد کی توہین کی ہے یا مسلمانوں کو ستایا ہیان کے حالات پڑھ کر یا ایسی کتابوں کو دیکھ کر جو تعصب وہٹ دھرمی کا مرقع ہیں مسلمانوں کو ہرگز مشتعل نہ ہونا چاہیے ؎

نہ کہو، گر برا کہے کوئی ۔۔۔ نہ کرو گر برا کرے کوئی

روک لو، گر غلط چلے کوئی ۔۔۔ بخشدو گر خطا کرے کوئی

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہندو حکمرانوں نے خود اپنے معبدوں کو منہدم کیا تو ہم

مسجدوں کے متعلق اُن سے کیا شکایت کریں ۔ اس زمانہ میں بھی حسب ضرورت ان معبدوں مندوں کو دنیوی ضروریات کے لئے کام میں ہے آتے ہیں اخبار انقلاب لاہور بحوالہ ٹریبون رقمطراز ہے گورداسپور میں سناتن دھرمیوں نے ہنومان کے مندر کو اسکول بنالیا تھا (۲۷؍جولائی ۱۹۳۳ء) تاریخ کو عبرت ونصیحت کے لئے پڑھو نفاق وعناد بڑھانے کے لئے نہ دیکھو اور مسلمانوں کو تو حضور علیہ السلام نے صبر وتحمل کی تلقین فرمائی ہے اسی پر کاربند ہونا چاہئے ۔ اور بہرحال اپنے ہمسایوں سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے ؎

اگر مردی اَحۡسِنۡ اِلٰی مَنۡ عَصٰے ۔۔۔ بدے رابدی سہل باشد جزا

ہر مصنف کو چاہئے کہ درشتی وسخت کلامی کے پاس نہ بھٹکے ؎

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے ۔۔۔ بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے

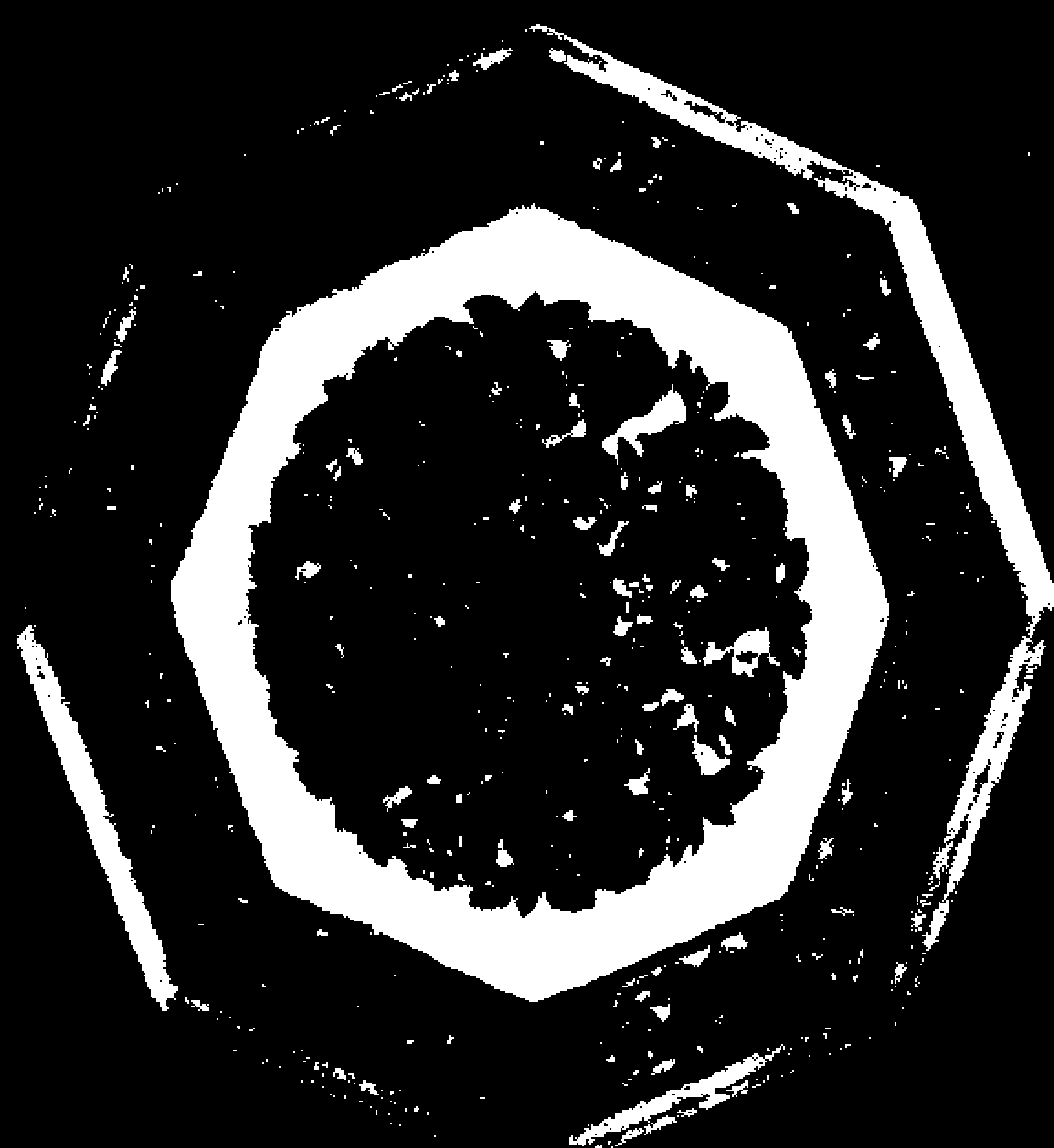
بالخصوص کسی مذہب کے پیشوا کی توہین کرنا شرافت وانسانیت سے بعید ہے ۔ میں مشاہیر ہند کا احترام کرتا ہوں ۔ میں نے یہ کتاب محض اپنے مسلمان بھائیوں اور ملکی بھائیون کی اصلاح خیال کیلئے لکھی ہے کسی پر طنز وطعن مقصود نہیں تاریخوں اور کتابوں سے جو روایات جس کے متعلق دستیاب ہوئی ہیں ان کے نقل کرنے میں فقیر معذور ہے ۔ میں جب کبھی گلدستہ کشمیر اور تاریخ ریاست جموں وکشمیر کو دیکھتا تھا ان کی غلط بیانیوں سے دل پر ایک چوٹ لگتی تھی جی چاہتا تھا کہ جلد از جلد انکی تصحیح کر دیجائے لیکن میری علالت نے اس میں دو برس کے قریب صرف کروائے خدا کا شکر ہے کہ اب مکمل ہوگئی اور میں اس بارے سبکدوش ہوگیا ؎ مرمر کے اب یہ سِل مری چھاتی سے سرکی ہے ۔ اس کتاب

کے ابواب دوم وہشتم ونہم میں جو مضامین لکھے ہیں وہ اُن مضامین کا خلاصہ ہیں جو خاکسار نے اپنی کتاب باطل شکن، غازیاں ہندو میزان التحقیق وغیرہ میں لکھے ہیں تفصیل طلب اصحاب ان کتابوں کو ملاحظ فرمائیں ان میں جدید حوالے ضرور ہیں باقی انہیں مضامین کا انتخاب ہیں اللہ پاک میری اس تصنیف کو مفید بنائے اور سب کو نیک راستہ دکھائے۔ اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وبارك لنا فیما اعطیت وتولنا فیمن تولیت وقنا شرَّ ما قضیت فانك تقضی ولا یقضی علیك وانه لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرك ونتوب الیك وصلی الله علی النبی وسلم۔

شد ختم بر حدیث تو آخر بیان ما　　باشد نگین نام تو مہر دھان ما

☆☆☆

نگارستان کشمیر



ISBN 81-86714-69-3

9 788186 714699

GULSHAN PUBLISHERS
KASHMIR
Visit us at: www.gulshanbookskashmir.com